فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد صفوۃ الموجودات وعلی آلہ وصحبہ الکاملین لاحیاء علوم الدین المشمرین للطاعات بعد حمد وصلوٰۃ کے بندہ ضعیف محمد احسن صدیقی نانوتوی غفر اللہ لہ ولوالدیہ برادران دینی کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ اس نحیف نے بغرض خیر خواہی اہل اسلام کے کتاب احیاء العلوم امام محمد غزالی کا ترجمہ زبان اردو سلیس مین کیا اور امور مفصلہ ذیل کی رعایت اسمین رکھی اول یہ کہ ترجمہ محاورہ اردو کے موافق ایسا کیا ہے کہ اول نظر مین یہ گمان نہین ہوتا کہ دوسری کتاب کا ترجمہ ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً اردو ہی مین کتاب تالیف ہوئی ہے اسلیے پابندی ترجمہ لفظی کی نہین رہی بہت سی تقدیم وتاخیر الفاظ کی وقوع مین آئی کیونکہ مقصود مطالب کی تفہیم ہے نہ عبارت عربی کی تعلیم دوسرے یہ کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب موصوف کی چار جلدین کرکے ہر جلد کو دس دس کتابون مین تقسیم کیا ہے اور ہر کتاب پر دیباچہ جدا لگایا ہے اور بعض جا دیباچہ مین فہرست اس کتاب کی بھی لکھ دی ہے مترجم نے رواج حال کی رو سے زبان اردو مین اس ڈھنگ کا باقی رکھنا مناسب نہ جانا اسلیے شروع جلد کے دیباچہ کے سوا اور دیباچون کو ترک کر دیا ہے اور ہر دیباچہ کی جگہ ایک رباعی مضمون لاحق کے مناسب لکھ دی ہے اور کتاب کو باب سے اور باب کو فصل سے بدل دیا ہے تیسرے یہ کہ مذہب مصنف مغفور کا شافعی تھا مسائل عبادات ومعاملات اپنے مذہب کے طور پر لکھے ہین مین نے صرف انکا ترجمہ کر دیا ہے مذہب حنفی کی تصریح نہین کی ناظرین اگر حنفی مذہب کے موافق کسی مسئلہ کو دریافت کرنا چاہین تو کتب متداولہ مذہب کی طرف رجوع فرمائین چوتھے یہ کہ اس کتاب مین ہر مضمون اس بسط وتفصیل کے ساتھ ہے کہ گویا کتاب خود اسکی شرح ہے اسلیے مین نے اپنی طرف سے کسی مضمون مین کچھ زیادتی نہین کی الا چند جا جو کچھ لکھا ہے تو اسی جگہ اشارہ بھی کر دیا ہے خواہ ف لکھ دی ہے یا لفظ یعنی کرکے اپنی عبارت پر خط وحدانی بنا دیا ہے ہان فارسی یا اردو کا شعر مضمون سابق کے مناسب لکھ دینا یا ربط کلام یا نتیجہ عبارت مقدم کے لیے کسی جملہ کا کم و بیش ہونا اکثر ہوا ہے پانچوین یہ کہ ترجمہ جلدین اخیرین کا اول کیا گیا اس خیال سے کہ زیادہ کارآمد وہی مضامین ہین ایسا نہو کہ اگر زندگی وفا نہ کرے تو اہم ہی ہاتھ سے رہجائے جب خداوندکریم کی عنایت سے آخر کی جلدین ہو چکین تو جلدین اولین کا ترجمہ کیا گیا یہان تک کہ دوسری جلد سب سے آخر مین ترجمہ ہوئی اس سب ترجمہ مین لحاظ قافیہ بندی اور عبارت آرائی کا نہین کیا گیا کہ یہ طور کتب قصص وحکایات

مین خوشنما ہو اور تہذیب اخلاق کے مصارف مین تکلف ظاہری نازیبا علاوہ اتنی بڑی کتاب مین اُسکا التزام دشوار اور بہ نظر غور و تامل محل مطلب فہمی اور زائد از کار ہوتے چھوٹے یہ کہ آیات قرآنی کا ترجمہ شاہ عبدالقادر مرحوم کے ترجمہ سے لکھا گیا ہو الا ماشاء اللہ اور جن احادیث کی عبارت تیمن و تبرک کے لیے نقل کی ہو انکا ترجمہ حاشیہ پر لکھ دیا ہو ساتوین یہ کہ بعض ارباب علم کی صلاح یہ ہوئی کہ جو احادیث احیاء العلوم مین ہین انکا حوالہ بھی لکھا جائے کہ کس کتاب مین کیسی سند سے مذکور ہین اور مین نے بھی خیال کیا کہ کچھ اہل علم اسکی احادیث قابل اعتبار نہین جانتے اسلیے مین نے تخریجات عراقی سے ہر حدیث کے مخرج کا حوالہ حاشیہ پر لکھ دیا اور جسطرح عراقی نے صرف نام کتاب اور راوی اعلی کے ذکر پر اکتفا کیا تھا مین نے بھی اُسکی تبعیت سے ویسا ہی کیا مثلاً اگر انہون نے لکھا ہو مسلم من حدیث ابی ہریرۃ یا الترمذی فی الشمائل من حدیث علی - تو مین نے حاشیہ پر یون لکھا ہو مسلم بروایت ابی ہریرہ - ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰ اگر افسوس مین کہ تخریجات عراقی ہر چند لکھی ہوئی ۹۲۱ ہجری کی تھی مگر اسقدر غلط نکلی کہ بعض احادیث کی سند بالکل فروگذاشت کر دی اور باب النکاح کی دوسری فصل سے اگلے باب کی تیسری فصل تک کی تخریج بالکل نہین لکھی اور دوسرا نسخہ ملا نہین کہ انہین دیکھ لیا جاتا ایسی حدیثون مین سے جسقدر کا نشان مجکو ہوا اور بھی مین ملگیا مین نے لکھ دیا اور جن کا نشان جلد نہین ملا انکے لیے حاشیہ پر جگہ چھوڑ دی ہے - اور عراقی نے ہر سند کے بعد اُسکی کیفیت لکھی ہو کہ صحیح ہو یا ضعیف وغیرہ مین نے حاشیہ پر صحیح الاسناد کے بعد کچھ نہین لکھا ان بعض جگہ کسی مصلحت خاص کے لیے سند صحیح یا جید لکھا ہو اور جہان کہین عراقی نے سند مین علت بیان کی ہو اُسکو مین نے بعینہا نقل کر دیا ہو تو بس تخریج کے بعد حاشیہ پر کوئی علت نہو اسکو ناظرین صحیح تصور فرمائین - اور جن احادیث کی سند مین عراقی نے کئی کئی طریق لکھے ہین بعضے صحیح اور بعضے معلل تو ایسی صورت مین مین نے صحیح طریق کو لکھا ہو معلل کو چھوڑ دیا ہو اور بعض جا کلمات حدیث کے اختلاف کو نقل کیا ہو تو اُس جگہ مین نے بانہ کہ اختلاف لکھ دیا ہو غرضکہ حوالہ لکھنے مین عراقی سے نسبت تفصیل و تطویل کی ہو مین نے اختصار کی راہ اختیار کی اور یہ بھی التزام کیا ہو کہ جس مخرج کے الفاظ ہون اُسکا نام راوی اعلی کے نام کے پاس لکھا جاوے اور اکثر یہ کہ اگر حدیث اوپر کسی باب مین گذری ہو تو لفظ بیشتر وغیرہ لکھا ہو - اور اگر اُسی باب مین ہو چکی ہو تو اوپر گذری لکھا ہو - اور عراقی نے اپنی کتاب کے دیباچہ مین لکھا ہو کہ مین نے اس بات کا التزام نہین کیا کہ حدیث کو مخرج نے بھی اُنہین الفاظ سے نقل کیا ہو جو احیاء العلوم مین ہین بلکہ اگر روایۃ بالمعنی ہوئی ہو تب بھی مین نے لکھ دیا ہو کہ فلان مخرج نے اسکو نقل کیا ہو آٹھوین یہ کہ اس ترجمہ مین اشعار کا ترجمہ اشعار مین کیا ہو اور یہ التزام نہین کہ اشعار اردو ہی ہون بلکہ بعض جا فارسی بھی ہین جہان بندش فارسی کے الفاظ کی اچھی بن پڑی ہو اور یہ ترجمہ سب ایسی طرح لکھا ہو کہ نوبت مسودہ کی نہین ہوئی فکر اول ہی مین جو عبارت ذہن مین گذری قلم برداشتہ لکھ دی اور یہی وجہ جو اشعار کہ کتاب مین مکرر واقع ہوئے ہین انکا ترجمہ ہر جگہ مختلف ہوا ہو اور با اینہمہ مین اپنی کم استعدادی اور قلت بضاعت کا معترف ہو کر اقرار کرتا ہون کہ نہ مین ناظم ہون نہ نثار نہ مقرر نہ فصیح گفتار مگر اپنی جانفشانی اور سر دردی کی داد منصفون سے چاہتا ہون اور سہو و خطاء سے اغماض اور اغلاط کی اصلاح کے لیے التماس کرتا ہون شعر
ہوس گر منظائے رسمی و طبیعہ مزن پہ کہ ہیچ نفس بشری خالی از خطا نبود ۱۲۸۳ اور نام اس ترجمہ کا بلفظ تاریخ مذاق العارفین رکھا گیا - اب مین اللہ تعالی سے امیدوار ہون کہ اسکو قبول فرماوے اور مجکو اور دوسرے طالبان آخرت کو اس سے دارین مین نفع عنایت فرماوے جیسے اسکی اصل سے اسنے فائدہ و برکت کیا اور جس جا مین نے مطلب نہ سمجھا ہو یا اور کسی قسم کی لغزش عمداً یا خطاءً ہوئی ہو اُسکو اپنے فضل عمیم سے معاف فرماوے وہو حسبی ونعم الوکیل وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین بعض اقسام احادیث کے جو اس کتاب کے حاشیہ مین مندرج ہین انکی تعریف کر دی جاتی ہو کہ ناظرین کو وقت نہو

قسم حدیث	تعریف
صحیح	وہ حدیث ہو جسکی سند راوی سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو اور اسکے

سب راوی سچے اور یاد رکھنے والے ہوں اور روایت کا خلاف اور پوشیدہ اسباب طعن سے خالی ہوں۔

حسن ..... وہ حدیث ہے جسکے راویوں میں کسی پر جھوٹ کی تہمت نہ ہو لیکن روایت کا خلاف ہوا ور وہی حدیث دوسری طرق سے بھی مروی ہو اسکا رتبہ صحیح کے رتبے سے کم ہے۔

مرفوع ..... وہ ہے جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل یا تقریر یعنی مقرر رکھنا ہو۔

متصل ..... وہ ہے جسکی سند برابر ملی ہو کوئی راوی چھوٹا نہو۔

مسند ..... وہ حدیث ہے جسکے راویوں کے نام مذکور ہوں۔

مشہور ..... وہ حدیث ہے کہ خاص اہل حدیث کے نزدیک شائع ہو یعنی ہر زمانے میں بہت سے راویوں نے روایت کیا ہو۔

ضعیف ..... وہ حدیث ہے جسکے راویوں میں سے کوئی دروغ گو یا فاسق یا کسی اور طرح سے مطعون ہو۔

موقوف ..... وہ قول و فعل ہے جو کسی صحابی سے روایت کیا جاوے۔

مرسل ..... وہ حدیث ہے جو تابعی آنحضرت سے روایت کرے کہ آپ نے ایسا کہا یا ایسا کیا یعنی ذکر صحابی کا نہ کرے۔

منقطع ..... وہ حدیث ہے جسکے اسناد برابر نہ ہوں شروع میں سے خواہ بیچ میں سے خواہ اوپر سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو مگر اکثر اُس روایت پر بولتے ہیں جو تبع تابع صحابی سے روایت کرے اور تابعی کا ذکر نہ کرے۔

معضل ..... وہ حدیث ہے جس کی سند میں سے دو یا زیادہ راوی چھوٹے ہوں۔

مضطرب ..... وہ حدیث ہے جس میں روایت مختلف ہو کوئی کسی طرح روایت کرے کوئی دوسری طرح۔

غریب ..... وہ حدیث صحیح ہے جسکی روایت میں کسی جگہ ایک راوی اکیلا ہو اور اگر ہر زمانے میں اکیلا ہوگا تو وہ فرد کہلاتی ہے اور اگر راوی ہر جگہ دو ہوں تو اسکو عزیز کہتے ہیں۔

متواتر ..... وہ حدیث ہے کہ اُسکے راوی کثرت سے ہر زمانے میں ہوں کہ اُنکا اتفاق جھوٹ پر عادۃً محال ہو۔

منکر ..... اُس حدیث کو کہتے ہیں جو کوئی ثقہ اور معتبر شخص لوگوں کی روایت کے خلاف بیان کرے اسی کو شاذ بھی کہتے ہیں۔

معلق ..... اُس حدیث کو کہتے ہیں جسکے اسناد کے شروع میں سے ایک یا زیادہ راوی چھوڑ دیے جائیں اور اس فعل کو تعلیق کہتے ہیں۔

تدلیس ..... حدیث میں اُس فعل کو کہتے ہیں کہ راوی جس شخص سے روایت کرے اُس سے ملاقات کی ہو یا وہ اسکا ہمعصر ہو مگر اُس سے اُس روایت کو سُنا نہو اور ایسی لفظوں سے بیان کرے جس سے یہ وہم ہو کہ سُنا ہوا کہتا ہے۔

معلل ..... وہ حدیث ہے کہ ظاہر میں تو عیوب سے پاک معلوم ہوتی ہو مگر اسمیں پوشیدہ سبب طعن کے پائے جاتے ہوں۔

مدرج ..... وہ ہے کہ حدیث میں کسی راوی کا کلام درج ہو جاوے اور یہ گمان ہو کہ یہ کلام بھی حدیث ہی ہے یا دو متن کہ دو اسناد سے مروی ہوں اُنکو ایک اسناد سے روایت کیا جاوے۔

موضوع ..... وہ حدیث ہے جو کسی نے خود بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا صحابہؓ کی طرف منسوب کر دی ہو۔

حال مختصر مصنف قدس سرہ العزیز کا

لقب آپ کا امام حجۃ الاسلام زین الدین ہے اور کنیت ابو حامد اور نام محمد بن محمد اور وطن شریف غزالہ ہے طوس کے دیہات میں سے پیدائش آپ کی طوس میں سنہ چار سو پچاس ہجری میں ہوئی تحصیل علوم [illegible] اسفرائنی اور ابو محمد جوینی سے کی اور مذہب امام شافعیؒ

اصول اور فروع کے حافظ تھے ابتدا سے حال میں آپ طوس میں رہے پھر امام الحرمین ابو المعالی کے پاس مقام نیشاپور میں تشریف لائے
اور یہ کتاب احیاء العلوم ایک ہزار پچیس دن میں تالیف کی اور اسکی تحسین و اتقان نہایت درجہ کو کی اور ہر روز ایک ختم کر کے دعا مانگا کرتے
کہ الٰہی جو اس کتاب کی عزت کرے اسکی تو عزت کرنا اور جو اسکی حقارت کرے اسکو تو حقیر فرمانا آپ کی تصنیفات کا مجموعہ چار سو جلد ہیں
جن میں سے تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدوں میں ہے اور کیمیائے سعادت اور وسیط اور وجیز اور خلاصہ اور مستصفی اور تہافۃ الفلاسفہ
اور محک النظر اور معیار العلم اور مقاصد اور مضنون بہ علی غیر اہلہ اور المقصد الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی اور جواہر القرآن اور مشکوۃ الانوار
اور منخول اور احیاء علوم وغیرہا ہیں اور اگر آپ کی تالیف بجز اس کتاب احیاء العلوم کے اور نہ ہوتی تب بھی آپ کے فضل و تقدم پر یہ
ایک ہی دلیل کافی و وافی تھی سبحان اللہ عجب کتاب ہے کہ سلوک آخرت کے فن میں اس سے بڑھکر اور کامل تر نہ دیکھی نہ سنی اگر اسکو غذاے
روح کہیے تو بجا ہے یا نور البصر نام رکھیے تو زیبا آب زر سے صفحۂ قرطاس پر لکھنا اسکی کسر شان ہے ہاں سواد چشم سے سویداے دل پر
نقش کرنا اسکے حال کے شایان ہے جزاہ اللہ المؤلف احسن الجزاء کہتے ہیں کہ جب آپ نے کتاب منخول تالیف کی اور اسکو اپنے استاد
امام الحرمین کی خدمت میں لے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے مجکو زندہ ہی دفن کر دیا یعنی تمہاری تصنیف کے سامنے میری مصنفات
کی قدر خالی رہی۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں کچھ دنوں آپ نے درس دیا آپ کا درس ایسا مقبول عام ہوا کہ جب مدرسے سے
مکان کو آتے تو پانسو فقیہ دہنے بائیں پس و پیش آپکے گرد ہوتے پھر آپ نے زہد اختیار کیا اور درس وغیرہ کو ترک کر کے حج کو تشریف
لے گئے اور وہاں سے بیت المقدس میں پہونچ کر عبادت میں مشغول ہوے پھر چند روز دمشق میں رہ کر اپنے وطن مالوف طوس
میں رونق افروز ہوے اور آخر عمر تک اسی جگہ مقام فرمایا اور ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ بنوا کر اپنے اوقات کو تعلیم اور امور خیر
میں تقسیم کیا یہانتک کہ دوشنبہ کے روز چودھویں جمادی الاخری سنہ پانسو پانچ ہجری میں پچپن برس کے ہو کر راہی اعلی علیین
ہوے رضی اللہ عنہ وارضاہ وجعل الجنۃ مثواہ فقط

قطعہ

پادشا بار تیرے دروازے پہ مین سائل ہون	مدعا میرا تو کر فضل سے اپنے پورا
دے طبیعت کو مری زور قلم کو تیزی	تا لکھون ترجمہ احیاے علوم دین کا

دیباچہ کا ترجمہ

اول مین خداے تعالی کی بہت سی تعریفین بیان کرتا ہون اگرچہ اُسکے حق جلال کے آگے تعریف کرنے والون کی تعریف ذلیل وحقیر ہی دائم درود اور سلام ایسی طرح بھیجتا ہون کہ سب پیغامبرون کو شامل ہو بہرا ہی جناب سید المرسلین کے جنکا نام بشیر اور نذیر ہو [illegible] اللہ تعالی سے اِس امر مین بہتری چاہتا ہون جسکے لیے میرا ارادہ علوم دینی کے زندہ کرنے مین ایک کتاب لکھنے کا ہوا چہارم تیرے تعجب و رد کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہون ای ملامت کرنے والے اور غافل منکرون کے زمرہ مین زیادہ سرزنش اور انکار کرنے والے اسلیے کہ اب اللہ تعالی نے میری زبان سے سکوت کی گرہ کھول دی اور گفتگو اور کلام کا ہار میرے گلے مین ڈال دیا مجکو وہ بات کہنی پڑی جسپر تو مواظبت کرتا ہی یعنی حق صریح سے آنکھین بند کرکے باطل کی نصرت اور جہل کی تعریف مین اصرار کرتا ہی اور اگر کوئی شخص خلق کی رسمون سے تھوڑا سا نکلنا چاہتا ہی یا رسم کی پابندی کو چھوڑ کر علم کے موجب عمل کرنے پر راغب ہوتا ہی اس توقع سے کہ نفس کی صفائی اور قلب کی درستی جسکو اللہ تعالی نے عبادت مقرر کیا ہی حاصل ہو اور تمام عمر کے رایگان جانے کی تلافی سے نا امید ہو کر اپنے بعضے گناہون ہی کا تدارک کرے اور اُن لوگون کے گروہ سے منحرف ہو جنکے حق مین صاحب شریعت جناب فخر المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اشد الناس عذابا یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ اللہ سبحانہ بعلمہ تو تو اُس شخص پر شور اور فتنہ اُٹھاتا ہی اور مجکو یقین ہی کہ انکار پر تیرے اصرار کا باعث بجز اُس مرض کے نہین جو اکثر لوگون مین پھیل گیا ہی بلکہ عالمگیر ہو رہا ہی یعنی امر آخرت کی بزرگی کے ملاحظے سے قاصر ہین اور اس بات کو نہین جانتے کہ معاملہ خوفناک ہی اور [illegible] بڑی ہی آخرت سامنے چلی آتی ہی اور دنیا پشت پھیرے جاتی ہی اور موت قریب ہی اور سفر بعید ہی توشہ تھوڑا ہی اور اندیشہ مزید ہی راستہ بند ہی اور [illegible] ہی اور بجز علم و عمل کہ خدا کی ذات کے واسطے ہو دوسرے والے غافل کے نزدیک مردود ہی اور راہ آخرت کا چلنا باوجود بہت سی ہلاک کرنیوالی چیزون کے سدِّ راہ ہونے کے بدون رہنما اور رفیق

سے نہایت سخت اور دشوار ہے کیونکہ اس راستے کے راہنما وہ عالم ہین جو انبیا علیہم السلام کے وارث ہین اُنسے دنیا خالی ہو گئی بجز تھوڑی
لوگون کے اور کوئی نہین رہا اور اکثر یہ انہین سے شیطان غالب ہوا اور سرکشی نے انکو گمراہ کر رکھا ہوا اور ہر ایک انہین سے اپنے سرعت
کے فائدہ مین مصروف ہے اسی وجہ سے یہ حال ہوا ہے کہ اکثر اچھی بات کو بُری اور بُری کو اچھی جانتے ہین یہانتک کہ علم دین پرانا ہو گیا
اور ہدایت کے نشان روے زمین پر مٹ گئے اور ان لوگون نے خلق کو یہ بات سمجھا دی کہ علم یا تو حکومت کا فتوی ہے جس سے
حاکم کمینون کے جھگڑے فیصل کرنے مین مدد لیتے یا بحث و مناظرہ کا علم ہے کہ فخر اور بڑائی کے چاہنے والے اسکو اپنے غالب ہونے
اور طرف ثانی کے ساکت کرنے کا وسیلہ کرین یا علم وہ مسجع مقفی باتین ہین جنکو واعظ عوام کے پھسلانے کا ذریعہ ٹھہرا دین اسلیے کہ انھون
نے سوا ان تین قسمون کے اور کوئی دام حرام کا اور جال دنیا کے مال کا نہ پایا اور طریق آخرت اور وہ راستہ جسپر اگلے نیک بخت چلتے
تھے اُسکا علم لوگون مین سے تہ ہو گیا اسکا نام تک نہ رہا حالانکہ اس علم کو خداے تعالی نے اپنی کتاب مجید مین فقہ اور حکمت اور علم اور
روشنی اور نور اور ہدایت اور رہ یابی سے تعبیر فرمایا ہے اور چونکہ یہ امر دین مین رخنۂ عظیم اور مصیبت فہیم ہے اسلیے اس کتاب کے لکھنے مین
مصروف ہونا نہایت ضروری جانا تاکہ دین کے علوم زندہ ہون اور اگلے پیشواؤن کے رستے کُھلجاوین اور وہ علوم جو انبیا علیہم السلام اور
اکابر سلف رحمہم اللہ کے نزدیک مفید ہین معلوم ہو جاوین اس کتاب کی بنا مین نے چار جلدون مین رکھی ہے اول جلد مین عبادات
ہین۔ دوم مین عادات یعنی معاملات اور آداب ہین سوم مین مہلکات یعنی وہ امور ہین جو بندے کو تباہ کرنے والے ہین۔ چہارم مین منجیات
یعنی بندے کو نجات دینے والی چیزین ہین۔ اور ان سب سے پیشتر مین نے باب علم لکھا ہے اس نظر سے کہ وہ نہایت ضروری ہے اور اسکے
مقدم کرنے سے یہ غرض ہے کہ اول وہ علم واضح کرون جسکی طلب ہر ایک شخص پر اللہ تعالے نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ و
سلم کی زبانی عبادت مقرر کی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم اس باب مین علم نافع کو مضر سے علحدہ کرونگا کیونکہ حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین نعوذ باللہ من علم لا ینفع اور زمانے کے لوگون کا راہ صواب سے پھرنا اور چمکتے سراب کو دیکھکر دھوکا
کھانا اور علوم مین سے مغز کو چھوڑ کر پوست پر قانع ہونا بھی اس باب مین ثابت کرونگا اب یہ جاننا چاہیے کہ ہر جلد اس کتاب کی دس دس
بابون پر مشتمل ہے یعنی عبادات کی جلد مین دس باب ہین۔ باب علم باب عقائد کے قواعد کا باب طہارت کے اسرار کا۔ باب نماز کے اسرار
کا۔ باب زکوۃ کے اسرار کا باب روزہ کے اسرار کا۔ باب حج کے اسرار کا۔ باب تلاوت قرآن کے آداب کا۔ باب ذکرون اور دعاؤن کا باب
وقتون مین وظیفہ کی ترتیب کا اور عادات کی جلد مین دس باب ہین اول کھانے پینے کے آداب مین دوم نکاح کے آداب مین
سوم کسب کے احکام مین چہارم حلال اور حرام مین پنجم صحبت کے آداب اور اقسام خلق کے ساتھ معاملہ کرنے مین ششم گوشہ نشینی مین ہفتم آداب
سفر مین ہشتم راگ کے سننے اور حال مین نہم اچھی بات کے کہنے اور بری بات سے منع کرنے مین دہم زندگی کے آداب اور نبوت کے اخلاق
مین اور مہلکات کی جلد بھی منقسم ہوا ہے دس بابون کے پہلے مین بیان قلب کے عجائب کا ہے دوسرے مین ریاضت نفس کا تیسرے
مین شہوت شکم اور شرمگاہ کی آفتون کا چوتھے مین زبان کی آفتون کا پانچوین مین غصے اور کینے اور حسد کی آفتون کا چھٹے مین دنیا کی برائی
کا ساتوین مین مال اور بخل کی مذمت کا آٹھوین مین جاہ اور ریا کی برائی کا نوین مین تکبر اور خود پسندی کی مذمت کا دسوین مین مغالطہ کھانے
کی برائی کا اور منجیات کی جلد مین بھی دس باب ہین اول توبہ کا دوم صبر اور شکر کا سوم خوف اور توقع کا چہارم فقر اور ترک
دنیا کا پانچوان توکل اور خداے تعالے کو ایک جاننے کا چھٹا محبت اور شوق اور انس اور رضا کا ساتوان نیت اور صدق اور اخلاص کا
آٹھوان مراقبہ اور محاسبہ یعنی نفس کی نگرانی اور حساب لینے کا نوان فکر کرنے کا دسوان موت کے یاد کرنے کا۔ جلد عبادات مین ہم
عبادات کے پوشیدہ آداب اور اسکی سنتون کی باریکیان اور اُنکے معانی کے اسرار وہ لکھینگے جنکی طرف عمل کرنے والا عالم مضطر ہوگا

ہے بلکہ جو شخص انپر واقف نہو وہ آخرت کے علماء میں سے نہیں اور یہ وہ باتیں ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں اکثر متروک ہیں کسی نے انکو
نہیں لکھا اور عادات کی جلد میں ان معاملات کے اسرار لکھینگے جو خلق میں جاری ہیں اور انکے طریقوں کی باریکیاں اور جو ان جہان [illegible]
جاری ہیں ان جگہوں کے پوشیدہ ورع مذکور کرینگے اسلیے کہ ایسی چیزیں ہیں کہ انکی حاجت ہر متدین کو ہوتی ہے اور مہلکات کی جلد میں
ہم وہ بری عادتیں لکھینگے جسکا دور کرنا نفس کو انسے پاک کرنا اور دل کو صاف کرنا قرآن مجید میں واجب ہے اور ان عادتوں میں سے
ہر ایک کی تعریف اور حقیقت بیان کرینگے پھر وہ سبب لکھینگے جس سے وہ عادت پیدا ہوتی ہے پھر وہ آفتیں بیان کرینگے جو اس عادت پر
مترتب ہوتی ہیں پھر اس عادت کی علامتیں پھر طریق علاج کا جسکے باعث اس عادت سے آدمی نجات پاوے ذکر کرینگے اور ہر ایک
امر کی دلیل آیتوں اور حدیثوں اور آثار سے لکھتے جاوینگے اور منجیات کی جلد میں ہر ایک عمدہ عادت اور ایسی خصلت جسمیں رغبت ہو وہ
مقربوں اور صدیقوں کے عادات میں سے ہو اور جس سے بندہ پروردگار عالم کے نزدیک ہو ذکر کرینگے اور ہر ایک خصلت کی تعریف
اور ماہیت اور سبب جس سے وہ حاصل ہو اور ثمرہ جو اس سے پیدا ہو اور علامت جس سے وہ جانی پڑے اور فضیلت جسکے باعث
اسکی طرف رغبت ہو مع دلائل شرعی اور عقلی کے جو اسکے باب میں وارد ہیں ذکر کرینگے اور لوگوں نے ان باتوں میں سے بعض امور
میں کتابیں لکھی بھی ہیں مگر یہ کتاب انکی تصانیف سے پانچ باتوں میں علیحدہ ہے اول جس چیز کو انہوں نے مجمل اور بے سمجھائے چھوڑا ہے
اسکو ہمنے کھول کر مفصل لکھا ہے دوم جن باتوں کو انہوں نے متفرق اور پریشان لکھا ہے اسکو ہمنے ترتیب وار منتظم بیان کیا ہے سوم جن امور
کو انہوں نے طویل تقریر میں لکھا ہے اسکو ہمنے مختصر طور پر ضبط کیا ہے چہارم جو انہوں نے مکرر رکھے ہیں انکو ہمنے حذف کیا ہے صرف
مطلب ثابت رکھا ہے پنجم ہمنے باریک باتوں کی تحقیق کی ہے جنکا سمجھنا فہموں پر دشوار ہوا ہے اور انکے ذکر سے درپے کتابوں میں کوئی نہیں
ہوا اس جہت سے کہ ہر چند سبھوں نے ایک ہی طرح لکھا ہے مگر کچھ بعید نہیں کہ ہر ایک سالک ایسے امر مخفی پر مطلع ہو جاوے جس سے اسکے
ساتھ والے غافل رہیں یا اسپر آگاہ کرنے سے غفلت تو نہ کرے مگر کتابوں میں اسکو لکھنا بھول جاوے یا بھولے بھی نہیں لیکن حقیقت واقعی
کے لکھنے سے اسکو کوئی مانع ہو غرضکہ اس کتاب کے خواص یہ ہیں اور معہذا یہ کتاب ان علوم پر مفصلاً حاوی ہے اور تقسیم اس کتاب کی چار
جلدیں کیں تو اسکی دو وجہیں ہیں وجہ اول جو باعث اصلی ہے یہ ہے کہ یہ ترتیب تحقیق اور سمجھانے کے باب میں گویا کہ ضروری ہے اسلیے کہ جس
علم سے آخرت کی طرف توجہ کیجاتی ہے اسکی دو قسمیں ہیں ایک علم معاملہ دوم علم مکاشفہ اور علم مکاشفہ سے ہماری غرض وہ علم ہے کہ جس سے
معلوم کے کھلجانے کی طلب کیجاوے اور علم معاملہ سے وہ غرض ہے کہ معلوم کے کشف ہونے کے ساتھ اسپر عمل کرنا مطلوب ہو اور اس
کتاب میں مقصود صرف علم معاملہ ہے نہ مکاشفہ جسکو کتابوں میں لکھنے کی اجازت نہیں ہر چند غایت مقصد طالبوں کا اور صدیقوں کی تاک
کا مقام علم مکاشفہ ہی ہے اور علم معاملہ اسکا ذریعہ ہے مگر انبیا علیہم السلام نے خلق کے ساتھ صرف علم معاملہ ہی میں گفتگو کی ہے اور اسی کی طرف
راہ بتایا علم مکاشفہ میں کچھ کلام نہیں کیا مگر رمز و اشارہ کے ساتھ تمثیل و اجمال کے طور پر بایں وجہ کہ انکو معلوم تھا کہ خلق کی ذہنیں اسکے ادراک
و دربرداشت سے قاصر ہیں اور چونکہ علماء انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں تو انکو بھی انبیا کی پیروی سے عدول کرنے کی صورت نہیں پھر علم
معاملہ کی دو قسمیں ہیں ایک علم ظاہر یعنی اعضا کے ظاہری کے اعمال کا علم دوسرا علم باطن یعنی دلوں کے اعمال کا علم اور جو عمل کہ اعضا پر جاری
ہوتے ہیں وہ یا عبادت ہیں یا عادت اور دل جو کہ حواس سے پردہ ہونے کے حکم میں ہیں انپر جو عالم ملکوت سے احوال وارد ہوتے
ہیں وہ یا اچھے ہیں یا برے غرضکہ اس علم کی تقسیم دو حصوں میں ضروری ہوئی یا ظاہر دوسرا باطن اور ظاہر جو متعلق اعضا سے ہے
وہ منقسم ہوا عبادت اور عادت میں اور باطن جو دل کے احوال سے اور نفس کی عادتوں سے متعلق ہے وہ بھی منقسم ہوا دو قسموں اچھی اور
بری میں تو سب چار قسمیں ہوئیں علم معاملہ میں کوئی بات ان قسموں سے باہر نہیں ہوتی دوسری وجہ یہ ہے کہ میں نے طالب علموں کی

رغبت صادق اس فقہ مین دیکھی جو ایسے لوگون سے نمودار ہے کہ خداے تعالی کا خوف نہین رکھتے وہ لیکن تحریر کا ہو سکتا ہی اور رجاء وا
منزلت کو رغبت کی چیزون مین قوت مل سکتی ہی اور وہ فقہ بھی چار حصون پر مرتب ہی تو چونکہ محبوب چیز کے پیرایہ مین دوسری چیز بھی
محبوب معلوم ہوا کرتی ہی اسلیے مین نے بھی اس باب مین کوتاہی نہ کی کہ اس کتاب کی صورت فقہ کی شکل پر رہے تاکہ دلون کا میل
اسطرف ہو اور یہی وجہ بعض لوگون نے جو رئیسون کے دل کا میل طب کی طرف پایا تو انھون نے اپنی کتاب کو ستارون کی تقویم کی
صورت پر جدولون اور رقمون مین لکھا اور اسکا نام صحت کی تقویم رکھا اس نظر سے کہ وہ اسکو اس جنس کی طرف انس ہوا کرتا ہی تو
بیشک انکی طبیعت کو یہ طرز مطالعہ کتاب کی طرف کشش کیسے گی اور ظاہر ہی کہ ایسا حیلہ کرنا جس سے دل اس علم کی طرف کھنچ آوین جسمین
فائدہ زندگی جاوید کا ہی اس حیلہ کی نسبت کرنا نہایت ضروری ہی جس سے رغبت طب کی طرف ہو جو صرف جسم کی تندرستی کو مفید ہی کیونکہ
ثمرہ علم آخرت کا دلون اور روحون کا علاج کرنا ہی ایسی طرح کہ اس سے زندگی ابد الآباد پر پہونچ جاوین تو ایسے علم کو علم طب کہان
پہونچ سکتا ہی جس سے جسمون کا علاج ہوتا ہی اور وہ بالضرور تھوڑے ہی دنون مین جاتے آتے رہینگے - اب ہم اللہ تعالی
سے توفیق اور رہنمائی کا سوال کرتے ہین کہ وہ کریم اور جواد ہی اور بسبب توبہ بالاعلم کا باب شروع کتاب مین لکھتے ہین

باب اول - علم کے بیان مین اور اس مین سات فصلین ہین -

رباعی گر زندگی ابد ہی تجکو منظور نہ کرسعی تو علم دین مین تا المقدور نہ احمد کو اسی سے قاب قوسین ملا نہ موسی پہ ہوا تھا اس سے
ہی جلوہ طور نہ **فصل اول** علم اور طلب علم اور تعلیم کی فضیلت اور اسکے دلائل نقلی اور عقلی کے ذکر مین اور اسمین چار بیان ہین
بیان اول علم کی فضیلت مین قرآن مجید سے اسکے دلائل یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملئکۃ واولوا العلم قائما بالقسط
تو دیکھو تو اللہ تعالے نے اپنی ذات پاک سے کیسے شروع فرمایا اور دوسرے مرتبہ مین فرشتون کو ذکر فرمایا اور تیسرے مین علم والونکو اور شرف
اور فضل اور بزرگی اور اصالت کو اتنا ہی کافی ہی - اور فرمایا یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات حضرت ابن عباس فرماتے
ہین کہ علماء کے درجات ایماندارون کے اوپر سات سو درجے ہونگے کہ دو درجونکا فاصلہ پانسو برس کی راہ ہوگی اور فرمایا قل ہل یستوی الذین
یعلمون والذین لا یعلمون اور فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب اور فرمایا قال الذی
عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ یہ اس بات کی تنبیہ ہی کہ وہ تخت کے لانے پر بزور علم قادر ہوا اور فرمایا وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر
لمن آمن وعمل صالحا اسمین بیان فرمایا کہ قدر آخرت کی بزرگی علم سے معلوم ہوتی ہی اور فرمایا وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون
اور فرمایا ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم اپنے حکم کو معاملات مین علماء کے اجتہاد پر راجع فرمایا اور انکے رتبے کو حکم الہی
کے معلوم کرنے مین انبیاء کے رتبے کے ساتھ ملایا اور اس آیت کی تفسیر مین یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا ولباس التقوی
ذلک خیر بعضون نے کہا ہی کہ لباس سے مراد علم ہی اور ریش سے مراد یقین ہی اور لباس تقوی سے مراد حیا ہی اور فرمایا اللہ جلشانہ نے ولقد
جئناہم بکتاب فصلناہ علی علم اور فرمایا فلنقصن علیہم بعلم اور فرمایا بل ہو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم اور فرمایا خلق الانسان علمہ البیان اسکو
احسان جتلانے کی جگہ مین مذکور فرمایا ہی اور اخبار مین یہ فضائل وارد ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ
فی الدین ویلہمہ رشدہ اور فرمایا کہ العلماء ورثۃ الانبیاء یعنی عالم انبیاء کے وارث ہین اور ظاہر ہی کہ کوئی رتبہ نبوت کے درجے سے بڑھکر نہین ہی
سے معلوم ہوا کہ اس رتبے کی وراثت سے بڑھکر کوئی اور شرف بھی نہین ہی اور فرمایا کہ عالم کے واسطے زمین اور آسمانون مین جو چیز ہی مغفرت

طلب کرتی ہے اس سے بڑھکر کونسا منصب ہوگا جس منصب والے کے لیے آسمان و زمین کے فرشتے مغفرت چاہنے مین مشغول ہون اور وہ تو اپنے نفس مین مشغول رہتا ہے اور فرشتے اسکے لیے مغفرت چاہنے مین مشغول رہتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حکمت شریف کی بزرگی زیادہ کرتی ہے اور مملوک کو اتنا اونچا کرتی ہے کہ اسکو بادشاہون کی جگہ مین بٹھلاتی ہے اس حدیث مین آپ نے علم کا نتیجہ دنیا مین ارشاد فرمایا اور یہ ظاہر ہے کہ آخرت دنیا کی نسبت کہیں بہتر اور پایدار ہوتی ہے اور فرمایا کہ خصلتان لا یکونان فی منافق حسن سمت وفقہ فی الدین اس حدیث مین بعض فقہا سے وقت کا نفاق دیکھکر تمکو شک نکرنا چاہیے اسلیے کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فقہ سے وہ علم نہین جسکو تم فقہ خیال کرتے ہو بلکہ فقہ کے معنی آگے مذکور ہونگے اور ادنی درجہ فقیہ کا یہ ہے کہ اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے یہ بات جب فقیہ مین ٹھیک اور غالب ہوجاتی ہے تو اسکو نفاق اور نمود سے بری کردیتی ہے اور فرمایا کہ آدمیون مین سے بہتر ایماندار وہ عالم ہے کہ اگر لوگ اسکے پاس حاجت لیجاوین تو انکو فائدہ دے اور اگر اس سے بے پروائی کرین تو وہ اپنے نفس کو بے پروا کرے اور فرمایا کہ ایمان ننگا ہے اور اسکی پوشش تقوی ہے اور اسکی آرایش حیا اور اسکا ثمرہ علم ہے اور فرمایا کہ لوگون مین سے درجہ نبوت کے قریب تر اہل علم اور اہل جہاد ہین اہل علم اسوجہ سے کہ انھون نے لوگون کو وہ باتین بتائین جو رسول لائے تھے اور اہل جہاد اسوجہ سے کہ انھون نے پیغمبرون کی لائی ہوئی شریعت پر اپنی تلوارون سے جہاد کیا اور فرمایا کہ ایک قبیلے کا مرجانا ایک عالم کے مرنے کی نسبت کر آسان تر ہے اور فرمایا الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ فخیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقہوا اور فرمایا کہ قیامت کے روز علما کی سیاہی شہیدون کے خون سے تولی جاویگی اور فرمایا جو شخص میری امت پر چالیس حدیثین میری سنت کی یاد کرکے پہونچاوے تو مین اسکا شفیع اور گواہ قیامت مین ہونگا اور فرمایا کہ جو شخص میری امت مین سے چالیس حدیثین یاد کرلے وہ قیامت کو اللہ تعالے سے فقیہ اور عالم ہوکر ملیگا ۔ اور فرمایا جو شخص اللہ تعالی کے دین مین سمجھ پیدا کرے اللہ تعالی اسکو رنج سے بچاوے اور اسکو ایسی جگہ سے روزی پہونچاوے کہ جہان سے اسکو گمان بھی نہو اور فرمایا کہ خداے تعالی نے حضرت ابرہیم علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابراہیم مین علیم ہون اور ہر علم والے کو دوست رکھتا ہون ۔ اور فرمایا کہ عالم زمین پر خداے تعالی کا امانت دار ہے اور فرمایا کہ میری امت مین سے دو قسمین ایسی ہین کہ جب وہ درست ہون تو سب لوگ درست ہوجاوین اور اگر وہ بگڑجاوین تو سب لوگ بگڑجاوین ایک امیر یعنی حکام ہین دوسرے فقہا ۔ اور فرمایا کہ جب مجھپر کوئی ایسا دن آوے جسمین مجھکو وہ علم نہو جو مجھکو خداے تعالی سے قریب کردے تو اس روز کا آفتاب نکلنا مجھکو نصیب نہووے اور عبادت اور شہادت پر علم کو فضیلت دینے مین یون ارشاد فرمایا کہ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی اب دیکھو کہ علم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث مین کیسا نبوت کے درجے کے ساتھ کیا ہے اور عمل کو کہ علم سے خالی ہو اسکے رتبے کو کیسا کم فرمایا ہے حالانکہ عابد جسمین عبادت کو ہمیشہ کرتا ہے اسکا علم تو رکھتا ہی ہے اگر اسکا علم نہو تو عبادت نہوگی ۔ اور فرمایا فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب اور فرمایا یشفع یوم القیامۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء اس حدیث سے نہایت بڑا رتبہ علم کا ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کے بعد اور شہادت کے اوپر ہے باوجودیکہ شہادت کی فضیلت مین بہت کچھ آیا ہے ۔ اور فرمایا کہ خداے تعالی کی عبادت کسی چیز سے بہتر نہین ہوتی جیسے دین کی سمجھ سے ہوتی ہے اور ایک فقیہ دین کا سمجھنے والا شیطان پر ہزار عابد سے سخت تر ہے اور ہر چیز کا ایک ستون ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے ۔ اور فرمایا تمھارے دین مین سے بہتر وہ ہے جو سب سے آسان زیادہ ہو اور بہتر عبادت فقہ ہے اور فرمایا کہ ایماندار عالم ایماندار عابد سے ستر درجے بڑھکر ہے اور فرمایا کہ تم ایسے زمانے مین ہو جسمین فقیہ بہت ہین

[illegible]

اور خطیب کم اور سائل قلیل ہین اور دینے والے بہت اِس زمانے مین عمل کرنا بنسبت علم کے بہتر ہے اور عنقریب لوگون پر وہ وقت آویگا
جسمین فقیہ کم ہونگے اور خطیب زیادہ دینے والے تھوڑے ہونگے اور مانگنے والے بہت اُسمین علم بنسبت عمل کے بہتر ہوگا اور فرمایا عالم
اور عابد کے بیچ مین سو درجون کا فرق ہے ہر دو درجون مین اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ ستر برس مین ایک گھوڑا تیز دوڑ کر قطع کرے اور صحابہ نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ اعمال مین سے کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ علم خدائے پاک کا لوگون نے عرض کیا کہ ہم اعمال مین سے افضل
پوچھتے ہین آپ نے فرمایا کہ علم خدائے پاک کا لوگون نے عرض کیا کہ ہم عمل کو پوچھتے ہین اور آپ علم ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ علم کے
ساتھ تھوڑا سا عمل کارآمد ہوتا ہے اور جہالت کے ساتھ بہت سا عمل بے سود ہے اور فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالی بندون کو اٹھاویگا
پھر علما کو اٹھاکر اُنسے ارشاد فرماویگا کہ اے گروہ علما مین نے جو تم مین اپنا علم رکھا تھا تو تمکو جانکر ہی رکھا تھا اور مین نے تم مین اپنا علم
اسلیے نہین رکھا تھا کہ تمکو عذاب دون جاؤ مین نے تمکو بخشدیا۔ اللہ تعالی سے ہم بھی یہی مراد چاہتے ہین کہ ہمارا انجام بھی ایسا ہی کریسے اور علم
کے فضائل آثار یعنی صحابہ اور تابعین کے اقوال مین بھی بہت ہین چنانچہ حضرت علی رض نے کمیل کو ارشاد فرمایا کہ اے کمیل علم مال سے بہتر ہے علم تیری
حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی علم حاکم ہے اور مال محکوم علیہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد
ہے کہ عالم افضل ہے روزہ دار شب بیدار جہاد کرنے والے سے اور جب عالم مرتا ہے تو اسلام مین ایسا رخنہ پڑجاتا ہے کہ اسکو بجز اُسکے نائب کے اور
کوئی بند نہین کرتا اور نیز آپ نے ایک قطعہ عربی مین فرمایا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ آدمی جتنے ہین وہ صورت مین ہین سب ایک سے ۔ ہے باپ تو
سب کا ہے آدم اور حوا سب کی ماں ۔ ہو شرف پر اصل کے گر فخر انکو تو کہین ۔ اصل انکی کیا ہے پانی اور مٹی کے سوا ۔ ہان بدن پر عالمون کے ہو
بجا سے فخر جیسے ۔ کیونکہ خود ہین راہ یاب اور دوسرون کے رہنما ۔ حسن جس شیٔ سے ہو حاصل ہو وہی انسان کی قدر ۔ جاہلون کو ہے عداوت
عالمون سے ہے سدا ۔ سیکھ ایسا علم جس سے ہو تو زندہ تا ابد ۔ لوگ سب مُردے ہین پر عالم ہے زندہ دائما ۔ اور ابو اسود فرماتے ہین کہ کوئی چیز علم
سے بڑھکر عزت والی نہین کہ بادشاہ لوگون پر حاکم ہوتے ہین اور علما بادشاہون پر حاکم ہوتے ہین۔ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ حضرت سلیمان
بن داؤد علیہما السلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ علم اور مال اور سلطنت مین سے جو چاہو پسند کرو انھون نے علم کو پسند فرمایا تو مال اور حکومت علم کے
ساتھ انکو عطا ہوئی۔ اور حضرت ابن مبارک رح سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون ہین انھون نے فرمایا کہ علما پھر پوچھا کہ بادشاہ کون ہین فرمایا
زاہد پوچھا کہ کمینے کون ہین فرمایا کہ جو لوگ اپنے دین کو بیچکر کھاتے ہین غرضکہ عالم کے سوا اورون کو آدمی نہ کہا اسلیے کہ جو خاصہ کہ اُس سے
انسان کو چوپایون سے تمیز ہوتی ہے وہ علم ہے اور انسان جبھی تک انسان کہلاویگا کہ جس بات سے اُسکو شرف ہے وہ اُسمین موجود ہو اور انسان کی
شرافت نہ تو جسم کے زور کے باعث ہے اسلیے کہ زور مین اُس سے اونٹ مثلا زیادہ ہے نہ بڑے جثہ ہونیکی جہت سے کہ ہاتھی اُس سے بہت بڑا
نہ شجاعت کے سبب سے کہ درندے اُس سے بھی زیادہ شجاع ہین نہ کھانے کے لیے کہ بیل کا پیٹ اُس سے کہین زیادہ ہے نہ صحبت کے سبب
سے کہ ادنی چڑیا اِس باب مین اُس سے بہت بڑھکر ہے بلکہ اُسکو شرافت ہے تو صرف علم کی رو سے ہے اور اسی علم کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔ اور بعض حکما کا قول
ہے کہ مجھکو کوئی یہ بتاوے کہ جسکو علم نہ ملا اُسکو اور کیا ملا اور جسکو علم ملا اُس سے اور کیا باقی رہا۔ اور فتح موصلی کا قول ہے کہ جب مریض کو دو دن کھانا
پانی وغیرہ کچھ نہ دیا جاوے تو وہ کیا مر نہین جاویگا لوگون نے کہا بے شک مرجاویگا فرمایا کہ یہی حال دل کا ہے جب اُس سے تین دن علم اور
حکمت کو روک دیا جاتا ہے تو مرجاتا ہے اور یہ قول اُنکا سچا ہے اسلیے کہ دل کی غذا علم اور حکمت ہے اور انہین دونون سے اُسکی زندگی ہے جس طرح
کہ بدن کی غذا کھانا ہے اور جس شخص کو علم میسر نہین تو اُسکا دل بیمار ہے اور موت اُسپر لازم مگر اُس شخص کو اپنے دل کی بیماری اور موت کی خبر
نہین ہوتی اسلیے کہ دنیا کی محبت اور اُسکے کاروبار مین لگے رہنے سے اُسکی حس جاتی رہتی ہے جیسے خوف اور نشے کے غلبے مین زخم کا درد
اُسوقت معلوم نہین ہوتا اگرچہ واقع مین درد ہوتا ہے لیکن جب موت دنیا کے بوجھ اور علاقے آدمی سے اُتار دیتی ہے تب اپنے دل کی ہو

یہ فرض ہو اور فرمایا کہ علم ایک خزانہ ہو جسکی کنجیان سوال ہو پس علم کا سوال کرو کہ اسمین چار شخصون کو ثواب ملتا ہو اول سوال کرنے والے دوسرے عالم کو تیسرے سننے والے کو چوتھے اسکو جو اُنسے محبت رکھتا ہو۔ اور فرمایا کہ جاہل کو نہ چاہیے کہ اپنے جہل پر خاموش ہو رہے اور نہ عالم کو چاہیے کہ اپنے علم پر چپکا رہے یعنی جاہل کو رفع جہالت کے لیے سوال کرنا چاہیے اور عالم کو اُسکا جواب دینا چاہیے۔ اور حضرت ابوذر کی حدیث مین ارشاد ہو کہ مجلس علم مین حاضر ہونا ہزار رکعتین پڑھنے اور ہزار بیمارون کو عیادت کرنے اور ہزار جنازون کی شرکت کرنے سے بہتر ہو پس کسی نے عرض کیا کہ قرآن کی تلاوت سے بھی بہتر ہو آپ نے فرمایا کہ قرآن علم کے کب مفید ہو۔ اور فرمایا کہ جس شخص کو موت آوے اور وہ اسلام کے زندہ کرنے کے لیے علم سیکھتا ہو تو اُسکا اور انبیا کا درجہ جنت مین ایک ہوگا۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ جب مین طالب علم تھا تو ذلیل تھا اب جو میرے پاس لوگ سیکھنے لگے تو عزت والا ہوگیا اور اسی طرح ابن ابی ملیکہ نے کہا ہو کہ مین نے حضرت ابن عباس کے مثل کوئی نہین دیکھا اگر صورت کو دیکھو تو سب سے اچھی اور اگر گفتگو کرین تو سب سے فصیح اور فتوی دین تو سب سے زیادہ علم معلوم ہو اور ابن مبارکؒ فرماتے ہین کہ مجکو تعجب آتا ہو اُس شخص پر جو علم کی طلب نکرے کہ اُسکا نفس اُسکو کسی بزرگی کیطرف کیسے بلاتا ہو اور بعض حکمانے کہا ہو کہ مجکو جیسا دو شخصون پر ترس آتا ہو اور کسی پر نہین آتا ایک تو اُسپر کہ علم کا طالب ہو اور سمجھتا نہین اور ایک اُسپر کہ علم کو سمجھتا ہو اور اُسکی طلب نہین کرتا اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ اگر مین ایک مسئلہ سیکھون میرے نزدیک تمام رات کی شب بیداری سے اچھا ہو اور یہ بھی اُنھین کا قول ہو کہ عالم اور طالب علم خیر مین شریک ہین اور دوسرے تمام آدمی بھنگے ہین کہ اُنمین کچھ بہتری نہین اور نیز اُن کا ارشاد ہو کہ یا عالم ہو یا طالب علم یا سننے والا ان تین کے سوا چوتھا مت ہو ورنہ ہلاک ہوجاویگا۔ اور عطاءؒ کا قول ہو کہ ایک مجلس علم کی لہو کی ستر مجلسون کا کفارہ ہوتی ہو۔ اور حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہین کہ ہزار شب بیدار روزہ دار عابدون کا مرجانا ایسے عالم کی موت سے کم ہو جو خدا تعالی کے حلال اور حرام کا ماہر ہو۔ اور امام شافعیؒ کا قول ہو کہ علم کا طلب کرنا نفل سے افضل ہو۔ اور ابن عبد الحکم نے کہا ہو کہ مین امام مالکؒ کے پاس سبق پڑھتا تھا کہ ظہر کا وقت آگیا مین نے اپنی کتاب نماز پڑھنے کے لیے تہ کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ امر فلان جس کے لیے تو اٹھا ہو وہ اس سے بہتر نہین جس مین تو تھا بشرطیکہ نیت درست ہو اور ابو درداء فرماتے ہین کہ جس شخص کی یہ تجویز ہو کہ علم کا طلب کرنا جہاد نہین تو وہ اپنی عقل و تجویز مین ناقص ہو

تیسرا بیان تعلیم کی فضیلت مین

آیتین اسباب مین یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہو ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون اس آیت مین انذار سے مراد تعلیم اور ارشاد ہو اور دوسری جگہ فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اس مین تعلیم کا واجب ہونا مذکور ہو اور فرمایا وان فریقا منہم لیکتمون الحق وہم یعلمون اس مین علم کے چھپانے کی حرمت بیان فرمائی جیسے گواہی کے چھپانے کے لیے ارشاد فرمایا ہو ومن یکتمہا فانہ اثم قلبہ اور فرمایا ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا اور فرمایا ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ اور فرمایا ویعلمہم الکتب والحکمۃ اور حدیثین تعلیم کی فضیلت کی بہت ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے کسی عالم کو جو علم دیا تو اُس سے وہ عہد بھی لے لیا ہو جو پیغمبرون سے لیا ہو کہ اُسکو بیان کرینگے اور چھپاوینگے نہین۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کیطرف بھیجا تو اُنکو یہ ارشاد فرمایا لان یہدی اللہ بک رجلا واحدا خیر لک من الدنیا وما فیہا اور فرمایا کہ جو شخص علم کا ایک باب اسلیے سیکھے کہ اُسکو لوگون کو سکھادے تو اُسکو ستر پیغمبرون صدیقون کا ثواب دیا جاویگا۔ اور حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص عالم ہو اور علم کے بموجب عمل کرے اور لوگون کو علم سکھادے وہ آسمان و زمین کے ملکوت مین عظیم کہلاتا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی عبادت کرنے والون اور جہاد کرنے والون سے ارشاد فرماویگا کہ جنت مین جاؤ علما عرض کرینگے الٰہی انھون نے ہمارے علم کے طفیل سے عبادت اور جہاد کیا لیکن شایان اکرام ہم ہین اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ تم میرے نزدیک میرے

بعض فرشتون سے کہا جاویگا کہ تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت منظور ہوگی پس وہ سفارش کرینگے پھر جنت مین داخل ہونگے اور یہ رتبہ اُسی علم
کا ہے جو تعلیم سے دوسرون کو پہونچے اُس علم کا نہین جو فقط اُسی شخص کے ساتھ رہے دوسرے کو نہ پہونچے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اللہ عز وجل لا ینزع العلم انتزاعا من الناس بعد ان یؤتیہم ایاہ ولکن یذہب بذہاب العلماء فکلما ذہب عالم
ذہب بما معہ من العلم حتی اذا لم یبق الا رؤساء جہالا ان سئلوا افتوا بغیر علم فیضلون ویضلون اور فرمایا من علم علما فکتمہ الجمہ اللہ یوم القیامۃ بلجام من نار اور
فرمایا خوب عطا اور عمدہ ہدیہ کلمہ حکمت ہے جسکو تو سنے اور یاد رکھے پھر اُسکو اپنے بھائی مسلمان کے پاس لیجاوے اور اُسکو سکھلاوے تو ایک
برس کی عبادت کے مساوی ہے اور فرمایا الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ سبحانہ وما والاہ او معلما او متعلما اور فرمایا ان اللہ سبحانہ وملئکتہ
اہل سمواتہ وارضہ حتی النملۃ فی حجرہا وحتی الحوت فی البحر لیصلون علی معلم الناس الخیر اور فرمایا مسلمان اپنے بھائی کو اس سے بڑھکر کوئی فائدہ نہین
پہونچاتا کہ جو عمدہ بات اُسنے سنی ہو وہ دوسرے کو سنادے اور فرمایا ایماندار اگر ایک کلمہ خیر سنے اور سیکھکر اُسکے بموجب عمل کرے تو اُسکے حق
مین ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے پھر آپ نے دو مجلسین دیکھین کہ ایک تو اللہ تعالی
سے دعا مانگتے تھے اور اُسکی طرف راغب تھے اور دوسرے لوگون کو کچھ سکھلاتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجلس اول کے لوگ تو اللہ تعالی
سے سوال کرتے ہین اگر وہ چاہے انکو دے اور چاہے نہ دے مگر دوسری مجلس والے لوگون کو تعلیم کرتے ہین اور مجکو بھی خدا نے تعلیم کرنیوالا
ہی بھیجا ہے پھر آپ دوسری مجلس والون کیطرف پھرے اور اُنکے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا مثل ما بعثنی اللہ عز وجل بہ من الہدی والعلم کمثل الغیث
الکثیر اصاب ارضا فکانت منہا بقعۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منہا بقعۃ امسکت الماء فنفع اللہ عز وجل بہا الناس فشربوا
منہا وسقوا وزرعوا وکانت منہا طائفۃ قیعان لا تمسک ماء ولا تنبت کلاء اس حدیث مین مثال اول ان لوگون کی ہے جنکو اپنے علم سے خود فائدہ
ہوتا ہے اور دوسرے اُن لوگون کی جو دوسرون کو فائدہ پہونچاتے ہین اور تیسری مثال ایسے شخصون کی ہے جو دونون باتون سے محروم
ہین۔ اور فرمایا اذا مات ابن آدم انقطع عملہ الا من ثلث علم ینتفع بہ او صدقۃ جاریۃ او ولد صالح یدعو لہ بالخیر اور فرمایا الدال علی الخیر کفاعلہ اور
فرمایا لا حسد الا فی اثنتین رجل آتاہ اللہ عز وجل حکمۃ فہو یقضی بہا ویعلمہا الناس ورجل آتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ہلکتہ فی الخیر اور فرمایا کہ میرے
نائبون پر خداے تعالے کی رحمت ہو لوگون نے عرض کیا کہ آپ کے نائب کون ہین آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہین جو میرے طریق کو
پسند کرتے ہین اور اُسکو خداے تعالے کے بندون کو تعلیم کرتے ہین اور آثار تعلیم کی فضیلت کے یہ ہین کہ حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جو
شخص کوئی حدیث بیان کرے اور اُسپر عمل کرے تو اُسکو ثواب اُن لوگون کے برابر ملیگا جو وہی عمل کرینگے۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے
ہین کہ جو شخص لوگون کو بہتر بات سکھاتا ہے اُسکے لیے تمام چیزین سمندر زمین کی مچھلیون تک استغفار کرتی ہین۔ اور بعض علما کا قول ہے
کہ عالم خداے تعالے اور اُسکی مخلوق مین واسطہ پڑتا ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ عسقلان مین تشریف لائے
اور کچھ دنون رہے اُن سے کسی نے کچھ نہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجکو سواری کرایہ کر دو کہ اس شہر سے مین نکل جاؤن یہ ایسا شہر ہے
کہ اس مین علم مر جاویگا اور یہ اسی واسطے کہا کہ تعلیم کی بزرگی اور اُسکی جہت سے علم کے باقی رہنے کی آپ کو حرص تھی۔ اور عطاء

فرماتے ہین کہ مین حضرت سعید بن مسیب کے پاس گیا وہ روتے تھے مین نے رونے کی وجہ پوچھی انھون نے فرمایا کہ یہ وجہ ہو کہ
مجھسے کوئی کچھ پوچھتا نہین اور بعضون کا قول ہو کہ علما زمانون کے چراغ ہین ہر ایک اپنے وقت مین شمع ہوتا ہو کہ اس سے اسکے
عہد کے لوگ روشنی حاصل کرتے ہین۔ اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ اگر علما نہوتے تو آدمی مثل چرپایون کے ہوجاتے یعنی علما
لوگون کو تعلیم کی جہت سے حالت بہیمی سے نکالکر سرحد انسانیت پر پہونچا دیتے ہین۔ اور عکرمہ یہ فرماتے ہین کہ اس علم کا کچھ مول ہو کسی
نے پوچھا کہ وہ کیا ہو فرمایا کہ وہ یہ ہو کہ اسکو ایسے کو سکھاوے جو اچھی طرح یاد کرے اور ضائع نکرے۔ اور یحیی ابن معاذ رح فرماتے
ہین کہ علماے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ماباپ کر زیادہ رحیم ہین لوگون نے پوچھا کہ یہ کس طرح ہو انھون نے فرمایا کہ اسلیے کہ ماباپ
تو لوگون کو دنیا کی آگ سے بچاتے ہین اور علما آخرت کی آگ سے بچاتے ہین۔ اور بعض کا قول ہو کہ ابتداے علم سکوت ہو پھر سننا پھر یاد
کرنا پھر عمل کرنا پھر اسکو لوگون مین پھیلانا۔ اور بعض یون فرماتے ہین کہ اپنا علم ایسے کو سکھاؤ جو اس سے جاہل ہو اور ایسے شخص سے سیکھو کہ
جو چیز تمکو نہ آتی ہو اسکو وہ جانتا ہو جب ایسا کروگے تو جو کچھ نہ آتا ہوگا اسکو جان جاؤگے اور جو جانتے ہوگے وہ یاد رہیگا۔ اور حضرت
معاذ بن جبل رح کا قول ہو اور مین نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی پایا کہ علم کو سیکھو اسلیے کہ اسکا سیکھنا خوف الہی ہو اور
اسکی جستجو عبادت اور اسکا درس دینا تسبیح اور اسکی بحث کرنی جہاد اور جو شخص نہ جانتا ہو اسکو اسکی تعلیم کرنی خیرات اور جو اسکا اہل ہو
اسپر اسکا خرچ کرنا قرب منزلت ہو یہی علم تنہائی مین انیس اور سفر مین جلیس اور خلوت مین گفتگو کرنے والا اور دین کا راہنما اور حالت
توانگری اور افلاس مین چراغ اور دوستون کے سامنے نائب اور اجنبی شخصون مین قریب کرنے والا اور دشمنون کے حق مین ہتھیار
اور راہ جنت کا منار ہو اس علم کی بدولت اللہ تعالے کچھ لوگون کو بلند رتبہ عنایت فرماتا ہو کہ انکو امور خیر مین سردار پیشوا ہادی بنا
ہو انکی دیکھا دیکھی اورون کو خیر نصیب ہوتی ہو انکے قدمون پر لوگ چلتے ہین اور انکے افعال کو تاکتے ہین فرشتے انکی دوستی کے
خواہان ہوتے ہین اور اپنے بازوون سے انکو پونچھتے ہین اور تمام خشک وتر انکے لیے بخشش چاہتے ہین یہان تک کہ سمندر کی
مچھلیان اور کیڑے اور خشکی کے درندے اور چوپاے اور آسمان اور اسکے ستارے سب دعاے مغفرت کرتے ہین اسلیے کہ علم
دل کی زندگی ہو اسکے باعث جہالت نہین رہتی اور نور ہے کہ جسکے سامنے تاریکی جاتی رہتی ہو اس سے بدن کو قوت آتی ہو اور ضعف
دور ہوتا ہو اسکے باعث بندہ نیک لوگون کے مراتب اور بلند درجے حاصل کرتا ہو علم مین فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہو اور اسکے
درس مین مشغول رہنا شب بیداری کے مساوی ہو اور اسی کے باعث خداے تعالے کی اطاعت اور توحید اور عبادت اور تمجید ہوتی
ہو اسی سے ورع اور تقوی اور صلہ ارحام اور معرفت حلال اور حرام حاصل ہو علم امام ہو اور عمل اسکا تابع ہو نیک بختون ہی کے
دل مین اسکو جگہ کی جاتی ہو اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہین ہم اللہ تعالے سے حسن توفیق کے خواہان ہین ؛

چوتھا بیان دلائل عقلی کے ذکر مین

اب دلائل عقلی اسباب مین بھی چاہیےین کہ غرض اس جا علم کی فضیلت اور نفاست کے معلوم کرنے سے ہو اور جب تک کہ خود فضیلت
کو نہ سمجھو اور جو اس سے غرض ہو اسکو نہ معلوم کرو تو علم وغیرہ اشیا کی فضیلت کا جاننا ناممکن ہو جیسے کوئی یہ معلوم کیا چاہے کہ زید حکیم ہو یا
نہین اور اسکو ہنوز حکمت کے معنی اور اسکی حقیقت معلوم نہو تو بجز راہ بھٹکنے کے اور اسکو کیا حاصل ہوگا پس واضح ہو کہ فضیلت فضل سے
نکلی ہو جسکے معنی زیادتی کے ہین تو جب دو چیزین کسی بات مین شریک ہون اور ایک مین کوئی بات زیادہ ہو تو اسکو کہینگے کہ یہ دوسرے
سے زیادہ اور افضل ہو لیکن زیادتی ایسی چیز مین ہونی چاہیے جو اس چیز کا کمال ہو مثلاً گھوڑے کو جو گدھے سے افضل کہتے
ہین تو اسی لیے ہو کہ گھوڑا باربرداری مین تو گدھے کا شریک ہو مگر کر و فر اور تگ و دو مین اور خوبصورتی مین اس سے بڑھکر ہو

اب اگر کسی گدھے کو بہت سا زیور پہنا دین تو یہ نہ کہینگے کہ یہ افضل ہو کیونکہ یہ زیادتی صرف ظاہر کی ہو باطن کی نہین نہ کمال مین اُسکو کچھ دخل ہو دوسرے
سے غرض آنکے صفات اور امور باطنی مین نظاہر کا جسم جب یہ معلوم کر چکے تو اب تم پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ اگر علم کو اور اوصاف کے لحاظ
سے دیکھو تو اُس مین ایک طرح کا فضل ہو جیسے گھوڑے کو نسبت اور حیوانات کے فضیلت ہو بلکہ تیزی تگ و دو وجہ گھوڑے مین ہو وہ
مطلق فضیلت نہین اضافی ہو اور علم کو بالذات اور مطلق فضیلت ہو خواہ کسی کی نسبت کر ہو یا نہو اسلیے کہ خدا تعالے کی صفت کمال
ہو اور اسی سے فرشتون اور انبیا کا شرف ہو بلکہ گھوڑون مین سے جسکو تمیز ہوتی ہو وہ احمق اور کم فہم سے اچھا ہوتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ علم کو
فضیلت مطلق ہو خواہ کسی کی نسبت کر ہو یا نہو اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ نفیس چیز کی رغبت جو ہوتی ہو اُسکی تین قسمین ہین ایک وہ کہ غیر کے لیے
مطلوب ہو اور ایک وہ کہ بالذات مطلوب ہو اور ایک وہ کہ بالذات اور غیر کے لیے دونون طرح مطلوب ہو ان تینون قسمون مین سے جو
بالذات مطلوب ہوتی ہو وہ اول کی نسبت کر اشرف اور افضل ہو اور اول قسم یعنی جو چیزین غیر کے لیے مطلوب ہین وہ درہم و دینار ہین
کہ دونون خود پتھر ہین اُن خود سے کسی طرح کا فائدہ نہین اگر بالفرض خدا وند کریم آدمیون کی حاجتین پوری کرنی اُنسے سہل نفرماتا تو اُن کا
اور کنکرون کا ایک سا حال ہوتا اور مطلوب بالذات آخرت کی سعادت اور لذت دیدار الٰہی ہو اور جو چیز کہ بالذات بھی اور غیر کے لیے
بھی مطلوب ہوتی ہو اُسکی مثال بدن کی سلامتی ہو مثلاً پانون کی سلامتی اِس جہت سے بھی مطلوب ہو کہ بدن درد سے سلامت رہے
اور اسلیے بھی مطلوب ہو کہ اُس سے چل کر اپنے مطالب اور حاجات پورے کرین اب اس اعتبار سے اگر علم کو دیکھو تو اُسکو خود بھی
لذیذ پاؤگے اور وسیلہ آخرت اور سعادت اخروی اور قرب الٰہی کا ذریعہ بھی پاؤگے کہ بدون اُسکے خدا تعالے کی طرف وصول
نہین ہوتا اور آدمی کے حق مین سب رتبون مین بڑھکر سعادت ابدی ہو اور سب چیزون مین افضل وہ ہو جو سعادت ابدی کا وسیلہ
ہو اور ظاہر ہو کہ اُسکا ملنا بدون علم و عمل کے ہرگز نہین ہو سکتا اور عمل بھی بدون اُسکے کہ کیفیت عمل کا علم ہو نہین ہو سکتا اس سے معلوم
ہوا کہ دنیا اور آخرت مین سعادت کی اصل علم ہی ہو اسلیے ثابت ہوا کہ سب اعمال سے افضل علم ہو اور کیون نہو کہ فضیلت کسی چیز کی
اُسکے نتیجہ سے بھی معلوم ہوا کرتی ہو اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ علم کا نتیجہ قرب الٰہی اور وصول بزمرہ ملائکہ اور ہمنشینی ملاء اعلی کی ہو یہ
امور تو آخرت مین ہونگے اور دنیا مین عزت اور وقار اور سلاطین پر حکم کرنا اور طبیعتون مین عالم کی قدر و منزلت کا لازم ہونا ہو
یہان تک کہ ترکون مین غبی اور عرب کے کم رتبہ لوگ اپنی طبیعتون کو اس بات پر مخلوق پاتے ہین کہ اپنے بڑون کی توقیر کیا کرین اسلیے
کہ اُنکو تجربہ کرتے کرتے کچھ علم زیادہ ہو جاتا ہو بلکہ چوپایون کو دیکھو تو وہ بھی اپنی طبیعت سے انسان کی توقیر کرتے ہین اسلیے کہ اُنکو
اس بات کا شعور ہو کہ جو درجہ ہمکو ہو اُس سے کمال مین انسان بڑھا ہوا ہو یہ فضیلت علم کی مطلق ہو پھر علوم مختلف ہین جنکا
انکا بیان عنقریب آویگا۔ اور جیسے علوم مین اختلاف ہو اُسی طرح اُنکے فضائل مین تفاوت ہو اور فضیلت تعلیم اور تعلم کی بھی وجہ
مذکورہ بالا سے ظاہر ہو اسلیے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ سب باتون سے افضل علم ہو تو اُسکا سیکھنا افضل بات کا حاصل کرنا ہوگا
اور اُسکا سکھانا افضل امر کی تعلیم ہوگی اور اُسکی تقریر اس طرح ہو کہ خلق کے مقاصد دین اور دنیا مین آجاتے ہین اور دین کا انتظام بدون
دنیا کے انتظام کے نہین ہو سکتا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہو اور جو شخص دنیا کو آلہ آخرت اور قرارگاہ جانے اُسکے حق مین دنیا ذریعہ
وصول الی اللہ کا ہو بشرطیکہ اُسکو اپنا وطن اور قرارگاہ نکرلے اور دنیا کا انتظام آدمیون کے اعمال سے ہو اور آدمیون کے
اعمال اور کاروبار تین قسمون مین منحصر ہین۔ اول تو اصول ہین کہ بدون اُنکے عالم کا قیام نہین اور اصول چار چیزین ہین ایک
زراعت جسپر کھانا موقوف ہو دوم نور بافی لباس کے لیے سوم تعمیر رہنے کے واسطے چہارم سیاست آپس مین مانوس رہنے اور
اجتماع کے لیے اور اسباب معیشت مین ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے دوسرے وہ اعمال ہین جو ان چارون امور کو

مہیا کرتے ہین اور آنکے خادم کی طرح ہین مثلاً آہنگری کہ زراعت کی خادم خاصکر ہو اور دوسری صنعتون کے آلات بھی اس سے بنتے ہین اور دھننا اور کاتنا دونون نوربافی کے خادم ہین کہ شہوت وغیرہ کا ہونا انپر موقوف ہو تیسرے وہ اعمال ہین کہ اصول کو پورا کرتے ہین اور آنکو زینت دیدیتے ہین مثلاً پیسنا اور پکانا زراعت کے لیے اور دھونا اور سینا نوربافی کے لیے اور ان تین طرح کے اعمال کو عالم کے قیام مین ایسا ہی علاقہ ہو جیسے آدمی کے اجزا کو اُسکے تمام وجود کے قیام مین ہو یعنے آدمی کے اجزا بھی تین طرح کے ہین ایک اصول ہین جیسے دل اور جگر اور دماغ مین دوسرے وہ اعضا ہین جو اصول کے خادم ہین جیسے معدہ اور رگین اور شریانین اور پٹھے اور نسین ہین تیسرے وہ اجزا ہین جو زینت کے لیے ہین مثلاً ناخن اور انگلیان اور بھوین اور بال وغیرہ ہین اور ان صنعتون مین سے اشرف اور افضل اصول ہین اور اصول مین سے افضل سیاست ہو جسپر کہ مدار مانوس رہنے اور آپس مین اچھی طرح بسر کرنے کا ہو اور اسی لیے اس خدمت کے بجالانے والے کو وہ کمال ہونا چاہیے جو اور صنعتون مین درکار نہین ہو اور یہی وجہ ہو کہ اس خدمت والا اور صنعتون والون سے خدمت لیا کرتا ہو اور سب کو اپنا تابع جانتا ہو اور خلق کی درستی کے لیے اور دنیا اور آخرت مین اُنکو راہ راست بتانے کے لیے سیاست کے چار مرتبے ہین اول سیاست جو سب مین برتر ہو سیاست انبیا علیہم السلام کی ہو اور آنکا حکم خالص اور عام سب پر ظاہر اور باطن ہر حال مین ہو دوسرے سیاست خلفا اور ملوک اور سلاطین کی ہو اور انکا حکم بھی خاص اور عام سب پر ہو مگر صرف ظاہر پر ہو باطن پر نہین تیسری سیاست اُن علما کی ہو جو اللہ تعالے اور اُسکے دین کے عالم ہین اور یہی علما انبیا کے وارث ہین انکا حکم صرف خاص لوگون کے باطن پر ہو عوام کی سمجھ کا اتنا رتبہ نہین جو اُنسے مستفید ہو اور نہ انکو یہ قوت کہ لوگون کے ظاہر پر کسی بات کے لازم کرنے خواہ روک دینے کا تصرف کرین چوتھی سیاست واعظون کی ہو انکا حکم صرف عوام کے باطنون پر ہو اب ان سب سیاستون مین نبوت کے بعد اشرف اور افضل علم کی تعلیم اور لوگون کے نفس کو مہلکات عادتون اور بری خصلتون سے بچانا اور عمدہ اخلاق اور سعادت کی طرف راہ بتلانا ہو یا تعلیم سے مراد بھی یہی ہو اور تعلیم کو جو صنعت اور اعمال کی نسبت کہ افضل بتایا اسکی وجہ یہ ہو کہ کسی پیشہ کا شرف تین باتون سے جانا جاتا ہو یا تو اس قوت کے لحاظ سے جو اس صنعت کے پہچاننے کا ذریعہ ہو مثلاً عقلی علوم لغوی علوم سے افضل ہین اسلیے کہ حکمت تو عقل سے معلوم ہوتی ہو اور لغت کان کے سننے سے اور عقل سننے کی نسبت کہ افضل ہو تو جو چیز عقل سے معلوم ہو گی وہ بھی افضل ہو گی - یہ شرف باعتبار فائدے کے عام ہونے کے ہوتا ہو جیسے کھیتی نسبت زرگری کے ہو کہ اول کا فائدہ انسانون اور حیوانون کو عام ہو بخلاف زرگری کے کہ اُسکا فائدہ سب انسانون کے لیے نہین - یا شرف باعتبار محل کے ہوتا ہو یعنی اس پیشہ کا اثر ہو جیسے زرگری چمڑا پکانے کی نسبت کہ افضل ہو اسلیے کہ زرگر تو سونے پر اپنا عمل کرتا ہو اور چمڑا پکانے والا مردار کی کھال پر کام کرتا ہو اب تعلیم جو دیکھتے ہین تو یہ تینون وجہین شرف کی اسمین موجود ہین اسلیے کہ علوم دینی یعنے سمجھنا طریق آخرت کا ظاہر ہو کہ عقل کی خوبی اور ذکا کی تیزی اور صفائی ہی سے ہوتا ہو اور عقل تمام صفات انسانی سے اشرف ہو جیسا کہ اُسکا بیان عنقریب آویگا اسلیے کہ عقل ہی کے باعث خدائے تعالے کی امانت مقبول ہوتی ہو اور اسی کی جہت سے قرب الٰہی تک پہونچ جاتا ہو اور فائدہ کا عام ہونا تعلیم مین خود ظاہر ہو کہ مقام شبہ نہین کیونکہ اُسکا فائدہ اور ثمرہ سعادت آخرت ہو اور تعلیم کے محل کی شرافت مین بھی کچھ شک نہین کیونکہ تعلیم کرنے والا آدمی کے دلون اور نفسون پر تصرف کرتا ہو اور ظاہر ہو کہ زمین پر موجود چیزون مین سب سے اشرف انسان کی جنس ہو اور انسان کے اجزا مین سب سے عمدہ اور اشرف انسان کا دل ہو اور تعلیم کرنے والا دل کی تکمیل اور جلا دینے اور پاک کرنے اور اُسکو قرب الٰہی تک پہونچانے مین مشغول رہتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ علم کا تعلیم کرنا ایک طرح سے تو اللہ تعالے کی عبادت ہو اور ایک طرح سے اُسکی خلافت اور یہ خلافت اللہ تعالے کی نہایت بڑھکر ہو کیونکہ اللہ تعالی نے عالم کے دل پر وہ صفت جو اُسکی صفات مین سے خاص تر ہو مفتوح فرمائی تو گویا عالم کا دل خدائے تعالے کے عمدہ خزینون کا خزانچی ہو اب پھر اُسکو اجازت ہو کہ جو اس چیز کا محتاج ہو اُسکو یہ چیز دیدے پس اب غور کرو کہ اس سے زیادہ کونسا رتبہ ہو گا کہ آدمی اللہ تعالی اور اُسکی مخلوق مین واسطہ ہو کہ اُنکو خدائے تعالے

کی نزدیکی اور جنت فردوس کی طرف برابر کھینچتا ہے

دوسری فصل علم محمود اور مذموم کی قسمون اور حکمون کے بیان مین اور اسمین تین بیان ہین

بیان اول اس علم کا جو فرض عین ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان پر اور یہ بھی فرمایا کہ علم کو طلب کرو اگرچہ چین مین ہو پس جو علم کہ ہر مسلمان پر فرض عین ہے اسمین لوگون کا اختلاف ہے اور اس باب مین بیس سے زیادہ فرقے ہوگئے ہین ہم سب کی تفصیل نہین لکھتے مگر حاصل اختلاف یہ ہے کہ ہر فریق نے واجب ہونا اسی علم کا کہا ہے جسکے درپے وہ خود تھا مثلاً کلام کرنے والے کہتے ہین کہ اس علم سے غرض علم کلام ہے اسلیے کہ توحید اسی سے معلوم ہوتی ہے اور خداے تعالی کی ذات اور صفات کا علم اسی سے آتا ہے اور فقہا کہتے ہین کہ وہ علم فقہ ہے اس جہت سے کہ اس سے عبادات اور حلال اور حرام اور معاملات مین سے جائز اور ناجائز معلوم ہوتے ہین اور علم فقہ سے انکی غرض وہ ہے جسکی طرف ہر ایک کو حاجت ہو نہ وہ معاملات جو کمتر واقع ہوتے ہین اور مفسر اور محدث فرماتے ہین کہ وہ علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے کہ انھین دونون سے اور تمام علوم آتے ہین اور اہل تصوف کہتے ہین کہ اس علم سے غرض ہمارا علم ہے پس انہین سے بعض یون کہتے ہین کہ بندہ کو اپنے حال کا اور خداے تعالے کے نزدیک اپنے مقام کا علم مراد ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ وہ علم اخلاص کا اور نفس کی آفتون کا اور شیطان کے خطرون اور فرشتے کے الہام مین تمیز کرنے کا ہے اور بعض کا ارشاد ہے کہ وہ علم باطن ہے اور چند خاص لوگون پر واجب ہے جو اسکے اہل ہین ان لوگون نے لفظ کے عموم کو بدل ڈالا اور اسکو خاص کر لیا۔ اور ابو طالب مکی فرماتے ہین کہ اس سے مراد وہ علم ہے جسکو وہ حدیث متضمن ہے جسمین مبانی اسلام کا مذکور ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ الحدیث اسلیے کہ واجب یہی پانچون چیزین ہین اسی لیے انکے عمل کی کیفیت اور واجب ہونے کی کیفیت کا علم بھی واجب ہونا چاہیے اور جس امر مطالب کو یقین کرنا چاہیے اور شک نہ کرنا چاہیے وہ وہ ہے جسکو ہم ذکر کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ جیسا ہمنے اس باب کے مقدمہ مین بیان کیا ہے علم کی دو قسمین ہین اول علم معاملہ دوم علم مکاشفہ اور جو علم کہ حدیث مین ہر مسلمان پر فرض مذکور ہوا ہے اس سے مراد علم معاملہ ہے اور جو معاملات کہ عاقل اور بالغ شخص کو انکا حکم ہوتا ہے وہ تین ہین ایک اعتقاد اور ایک کرنا اور ایک نکرنا اب اگر فرض کرو کہ کوئی عاقل آدمی احتلام سے یا عمر کی راہ سے دن کو چاشت کے وقت مثلاً بالغ ہو تو اول واجب اسپر یہ ہوگا کہ شہادت کے دونون کلمون کو سیکھے اور ان دونون کے معنی سمجھے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سیکھنا اور انکے معنی کا سمجھنا واجب ہے یہ امر واجب نہین کہ اس باب مین بحث و تکرار کرے اور دلیلون کو لکھکر اسکا یقین کرے مگر اسی قدر کفایت کرتا ہے کہ ان کلمون کی تصدیق اور اعتقاد ایسی طرح کرے کہ اسمین شک کا خلجان اور نفس کا تردد نہ رہے اور اتنی بات بعض اوقات صرف تقلید اور سننے سے بھی بدون بحث اور دلیل کے حاصل ہو جایا کرتی ہے اور بحث و دلیل کے واجب نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے اجلاف سے صرف تصدیق اور اقرار بدون دلیل جاننے کے کفایت فرمائی غرضکہ اگر آدمی اسقدر جان لیگا تو واجب وقت ادا کر لیگا اور اسوقت جو علم کہ اسپر فرض عین تھا وہ کلمون کا سیکھنا اور ان دونون کو سمجھنا تھا اسوقت مین اسکے سوا اور کوئی چیز اسکو لازم نہ تھی اسوجہ سے کہ مثلاً اگر بعد ان دونون کلمون کی تصدیق کے مر جاوے تو بلاشبہ خداے تعالی کا مطیع مریگا اور نافرمان نہوگا اور دوسری چیزین بعد کلمون کے جو اسپر واجب ہوتی ہین وہ عوارض کے باعث ہوتی ہین وہ ہر شخص کے حق مین ضروری نہین اسلیے بعض آدمی جدا بھی ہوسکتے ہین اور یہ عوارض اور اسباب خواہ فعل مین ہوتے ہین خواہ ترک مین خواہ اعتقاد مین فعل کی مثال یہ ہے کہ مثلاً شخص مذکور چاشت کے وقت سے ظہر تک زندہ رہے تو ظہر کے وقت کے داخل ہونے سے ایک نیا واجب اسپر یہ ہوگا کہ طہارت اور نماز کے مسائل سیکھے پس اگر شخص مذکور وقت بلوغ مین تندرست ہو اور ایسا ہو کہ اگر زوال کے وقت تک کچھ نہ سیکھے اور بعد زوال کے سیکھنا شروع کرے تو عین وقت مین سب سیکھ کے عمل نہ کر سکیگا بلکہ اگر سیکھنے مین مشغول رہیگا تو وقت جاتا رہیگا تو ایسی صورت مین کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ ظاہر حال یہی ہے کہ یہ شخص زندہ

اسلیے وقت سے پہلے ہی اُسکو سیکھنا واجب ہے اور یہ بھی کہ سکتے ہین کہ علم کا واجب ہونا جو عمل کے لیے شرط ہے وہ عمل کے واجب ہونے کے
بعد ہوا کرتا ہے یہین پہلے وقت سے اُسپر سیکھنا واجب نہین اور اسی طرح باقی نمازون مین حال ہے پھر اگر وہ رمضان تک زندہ رہیگا تو رمضان
کے سبب سے اُسپر روزہ کا سیکھنا ایک نیا واجب ہوگا یعنی یہ جاننا کہ روزہ کا وقت صبح صادق سے لیکر آفتاب کے ڈوبنے تک ہے اور
روزہ مین واجب نیت ہے اور کھانے اور پینے اور صحبت سے بند رہنا اور یہ بات عید کے چاند دیکھنے خواہ دو گواہون کی گواہی گذرنے
تک قائم رہتی ہے اب اگر اُسکے پاس مال ہو جاوے یا بالغ ہونے کے وقت ہی مال ہووے تو اُسکو مقدار واجب زکوۃ کا معلوم کرنا لازم
ہوگا مگر اُسوقت لازم نہوگا بلکہ وقت اسلام سے ایک برس پورا ہونے پر لازم ہوگا اور اگر اسکے پاس اونٹون کے سوا اور کچھ نہو تو صرف انہین
کی زکوۃ کا سیکھنا بھی لازم ہوگا اسی طرح تمام اقسام مال مین تصور کرنا چاہیے جب اُسپر حج کے مہینے آوین تو اُسپر حج کا علم اُسی وقت جاننا
ضروری نہین اسلیے کہ اُسکا ادا عمر مین ہوتا ہے تو سیکھنا بھی فوراً واجب نہوگا ہان علماے اسلام کو چاہیے کہ اگر اُسکے پاس جمعیت بقدر
زاد و راحلہ کے ہو تو اُسکو آگاہ کردین کہ حج اُس شخص پر عمر مین فرض ہے جو مالک سامان سفر اور سواری کا ہو تاکہ شاید وہ اپنے نفس پر احتیاطاً
ضروری جانکر جلد ہی ادا کرے پس جسوقت وہ تصمیم کرے اُسوقت اُسکو حج کی کیفیت کا سیکھنا لازم ہوگا اور صرف اُسپر ارکان حج اور
اُسکے واجبات کا سیکھنا واجب ہوگا نوافل کا سیکھنا واجب نہوگا اسلیے کہ جس چیز کا کرنا نفل ہے اُسکا سیکھنا بھی نفل ہے تو نفل کا سیکھنا فرض
عین نہوگا۔ رہی یہ بات کہ اصل حج کے واجب ہونے پر اُسکو اُسی وقت آگاہ کر دینے سے سکوت کرنا حرام ہے امر متعلق فقہ سے ہے غرض کہ سب افعال
جو فرض عین ہین اُنکا جاننا بتدریج اسی طرح ہے اور ترک فعل کا معلوم کرنا بھی جب جیسا حال پیش آتا جاویگا اُسی طرح واجب ہوگا یہ امر آدمی کے
حال کے مناسب مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً گونگے کو واجب نہین کہ جو کلام حرام ہے اُسکو معلوم کرے یا اندھے پر ضرور نہین کہ نظر ناجائز کے مسئلے
سیکھے یا جنگل کے رہنے والے پر واجب نہین کہ جن مکانات مین بیٹھنا حرام ہے اُنکو معلوم کرے حاصل یہ کہ اگر معلوم ہو کہ ان اشیا کی ضرورت
اُس شخص کو نہ پڑیگی تو اُنکا سیکھنا اُسپر واجب نہین بلکہ جن امور مین وہ مبتلا ہو اُنپر تنبیہ کردینا واجب ہے مثلاً اگر مسلمان ہونے کے وقت مین حریر
پہنے ہو یا غصب کی زمین مین بیٹھا ہو یا غیر محرم کی طرف دیکھ رہا ہو تو اُسکو اطلاع ان امور کے ترک کی کردینی ضرور ہے اور جن امور کا مرتکب
نہو بلکہ عنقریب اُنمین مبتلا ہوا چاہتا ہو جیسے کھانے پینے کی چیزین ہین تو اُسکا تعلیم کردینا واجب ہے مثلاً اگر کسی شہر مین شراب کا پینا اور سور کے
گوشت کا کھانا رائج ہو تو اُسکو اُنکا ترک سکھلانا اور آگاہ کر دینا واجب ہے اور جن چیزون کا سیکھنا واجب ہے اُنکا سکھانا بھی واجب ہے اور اعتقادات
اور دلون کے اعمال کا علم بھی موافق خطرون کے واجب ہے مثلاً اگر اُسکے دل مین اُن معنون مین شک پیدا ہو جنپر کہ دونون کلمے شہادت کے
دلالت کرتے ہین تو اس صورت مین اُسکو ایسی چیز سیکھنی چاہیے جس سے وہ شک دور ہو جاوے پس اگر یہ شک اُسکو نہو اور مرجاوے اور ابھی
اس بات کا اعتقاد نہ کیا ہو کہ خدا تعالے کا کلام پاک قدیم ہے اور وہ قابل رویت ہے اور اُسمین تبدیل کو گنجایش نہین اور سوا اُسکے اور جتنے
جو اعتقادات مین مذکور ہین کسی کا معتقد نہ ہوا ہو تو ایسا شخص سب کے نزدیک اسلام ہی پر مریگا لیکن یہ خطرے جو موجب اعتقادون کے ہوتے
ہین بعضے تو خود آدمی کی طبیعت سے اُٹھتے ہین اور بعضے اپنے شہر والون کی گفتگو سننے سے دل مین آتے ہین پس اگر یہ شخص ایسے شہر مین ہے
کہ اُسمین گفتگو اور کلام بدعت کے شائع ہون تو چاہیے کہ اُسکو ابتداے بلوغ مین امر حق سکھلا کر بدعت سے محفوظ کر دیا جاوے تاکہ امر باطل پہلے
نہ جم جاوے اسلیے کہ اگر امر باطل اسکے سننے مین آجاویگا تو اُسکا دور کرنا اُسکے دل سے واجب ہوگا اور بعض اوقات اُسکا دور کرنا دشوار
پڑجاتا ہے مثلاً اگر نو مسلم تاجر ہے اور اُس شہر مین معاملہ سود کا رائج ہے تو اُسپر سود سے بچنے کا مسئلہ سیکھنا واجب ہوگا تو جو علم فرض عین ہے اُسمین بھی امر
حق یہی ہے جو ہم نے لکھا یعنی عمل واجب کی کیفیت کا جاننا فرض عین ہے پس جو شخص کہ عمل واجب کو جان لیگا اور اُسکے واجب ہونے کے وقت
کو معلوم کر لیگا تو وہ علم جو اُسپر فرض عین تھا اُسکو سیکھ لیگا اور صوفیون نے جو فرمایا ہے کہ اُس علم سے غرض شیطان کے خطرون اور فرشتے کے

الہام کے جاننے سے ہو تو وہ بھی حق ہو لیکن اُسی شخص کے حق مین جو اُسکا درپے ہو اور چونکہ غالبًا انسان اسباب شر اور ریا اور حسد سے
خالی نہین ہوتا اسلیے اُسکو لازم ہو کہ جلد سوم مہلکات مین سے وہ باتین معلوم کرے جنکی طرف اپنے نفس کو محتاج دیکھے اور یہ باتین کیسے
واجب نہونگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ تین چیزین مہلک ہین بخل اطاعت کیا ہوا اور خواہش جسکی پیروی کی جاوے اور
آدمی کو اپنے نفس کو بڑا جاننا اور ان باتون سے کوئی آدمی خالی نہین اور دل کے بُرے حالات مین سے جنکا ہم آگے ذکر کرینگے مثل کبر اور
عجب اور اُنکے مثل کے وہ اُن تینون مہلکات کے تابع ہین اور اُنکا دور کرنا فرض عین ہو اور جبتک اُن مہلکات کی تعریف اور اسباب اور
علامات کو نہ جان لیا جاوے اور اُنکے علاج کو نہ معلوم کر لیا جاوے تب تک اُنکا دور کرنا ممکن نہین اسلیے کہ جو شخص بدی کو نہین جانتا
وہ اُسمین مبتلا ہو جاتا ہو اور علاج اس طرح ہو کہ ہر ایک سبب کے مخالف سے اُسکا مقابلہ کیا جاوے اور یہ امر بدون سبب اور مسبب کے جانے
کے ممکن نہین اور جلد سوم مہلکات مین جو کچھ ہمنے لکھا ہو وہ اکثر فرض عین ہین کہ سب لوگون نے بے فائدہ امور مین مشغول ہونے کی جہت
سے اُنکو چھوڑ رکھا ہو اور اگر تو مسلم شخص کسی اور مذہب سے بدل کر نہ آیا ہو تو اُسکو بہشت اور دوزخ اور مرنے کے بعد جینے اور قیامت
پر ایمان جلدی سکھانا چاہیے تاکہ ان چیزون پر ایمان لاوے اور اُنکی تصدیق کرے یہ امر بھی دونون شہادت کے کلمون کا تتمہ ہو اسلیے کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لا چکا تو اُسکے بعد یہ چاہیے کہ جو کچھ آپ نے پہونچایا ہو اُسکو سمجھے اور وہ یہ ہو کہ جو اطاعت کرے
اللہ اور رسول کی اُسکو جنت ہو اور جو اُن دونون کی نافرمانی کرے اُسکو دوزخ ہو جب اس تدریج کو معلوم کر چکے تو اب جان لیا ہوگا کہ مذہب حق
یہی ہو اور یہ بھی تحقیق ہو گیا ہوگا کہ ہر شخص پر اُسکے رات دن کے خیالات مین کچھ واقعات عبادتون اور معاملات کے نئے نئے لوازم سے آتے رہتے
ہین اسی لیے جو عجیب بات اُس پر واقع ہو اُسکا پوچھنا اُسکو لازم ہو اور جس چیز کے واقع ہونے کی عنقریب توقع غالب ہو اُسکا سیکھنا جلد ضروری
ہو پس جب یہ بات ظاہر ہو چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد فیض بنیاد مین طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم اس علم معرفت سے اُس عمل کا
علم مراد لیا ہو جسکا واجب ہونا مسلمانون پر مشہور ہو اور کوئی علم مراد نہین لیا تو اس سے صاف وجہ اسبات کی معلوم ہو گئی کہ عمل کے واجب
ہونے کے وقت مین بتدریج علم واجب ہوتا جاویگا واللہ اعلم

دوسرا بیان اُس علم کا جو فرض کفایہ ہو

واضح ہو کہ جبتک علوم کے اقسام ذکر نکیے جاوینگے تب تک فرض اور غیر فرض مین تمیز نہو گی اور جس فرض کے ہم درپے بیان ہو رہے
ہین اُسکے اعتبار سے علوم کی دو قسمین ہین ایک شرعی دوسری غیر شرعی اور شرعی علوم سے ہم وہ علوم مراد لیتے ہین جو انبیا علیہم السلام سے
حاصل ہوے ہون عقل اور تجربہ اور سننا اُنکی طرف ہدایت نکرتا ہو جیسے علم حساب مثلا کہ عقل سے معلوم ہوتا ہو اور علم طب تجربہ سے اور
علم لغت سُننے سے اور جو علم کہ شرعی نہین اُنکی تین قسمین ہین ایک اچھے اور ایک بُرے اور ایک مباح اچھے اُنمین سے وہ علم ہین جنسے دنیا
کے امور کی مصلحت وابستہ ہو جیسے طب اور حساب ہین اور اُن اچھے علوم مین سے بعض فرض کفایہ ہین اور بعضے فقط بہتر ہین مگر فرض نہین
فرض کفایہ وہ علوم ہین جنکی حاجت امور دنیا کے قائم رہنے مین پڑے جیسے طب ہو کہ بدنون کے تندرست رہنے کے لیے ضروری
ہو اور جس طرح حساب کہ معاملات مین اور وصیتون اور ترکون کے تقسیم وغیرہ مین ضروری ہو اور یہ اس طرح کے علوم ہین کہ اگر شہر مین کوئی
نہ جانتا ہو تو شہر والے نہایت دقت اٹھاوین اور جب ایک بھی اُنکو جان جاوے تو کافی ہو اور دوسرے شخصون سے فرض ساقط
ہو جاتا ہو اب اس بات مین تعجب مت کرنا کہ ہمنے طب اور حساب کو فرض کہدیا اسلیے کہ اس اعتبار سے تو اصل صنعتین بھی فرض کفایہ ہین
مثلا نوربافی اور کشتکاری اور سیاست بھی فرض کفایہ ہین بلکہ پچھنے لگانا اور سینا بھی ضروری ہو کہ اگر مثلا کسی شہر مین خون لینے والا نہو تو
جلد مر جاوین اور اپنی جانون کو ہلاک پر پیش کرنیکی دقت اٹھاوینگے اسلیے کہ جسنے بیماری بھیجی ہو اُسی نے دوا بھی اُتاری ہو اور اُسکے استعمال کا

طریق ہدایت فرمایا اور اُسکے اسباب مقرر فرمائے پس اُن اسباب کو بیکار چھوڑ کر آپ سے مرجانا درست نہین اور جو علوم کہ فرض نہین صرف بہتر
ہین وہ یہ ہین کہ مثلاً حساب کے دقائق اور طب کے حقائق مین مشغول ہونا وغیرہ کہ جنکی حاجت نہین پڑتی مگر جسقدر کی ضرورت پڑتی ہو اُنمین قوت
اور ملکہ زیادہ ہوجاتا ہی اور غیر شرعی علوم مین سے بُرے ایسے ہین جیسے سحر اور طلسمات اور شعبدے اور بہت کھنڈے ہین اُنمین سے مباح
یعنی جائز ایسے ہین جیسے اشعار جنمین کچھ نقصان نہو اور علم تاریخ اور جو اُسکے قائم مقام ہو اور علوم شرعی جنکا بیان کرنا مقصود ہی وہ سب اچھے
ہی ہین لیکن چونکہ کبھی دھوکا ہوجاتا ہی کہ اُنکو علوم شرعی جانتے ہین اور واقع مین بُرے ہوتے ہین اسلیے اُنکی دو قسمین ہوئین ایک اچھے
اور ایک بُرے جو علوم اچھے ہین وہ کچھ تو اصل ہین اور کچھ فرع اور کچھ مقدمات اور کچھ تتمہ اور تکملہ کے طور پر یعنی چار طرح کے ہین اول وہ جو اصول
ہین اور وہ چار ہین ایک کتاب اللہ دوم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوم اجماع امت چہارم آثار صحابہ اور اجماع اس جہت
سے اصل ہی کہ وہ سنت پر دلالت کرتا ہی مگر اُس کا درجہ سنت کے بعد ہی اور اسی طرح آثار صحابہ کا حال ہی کہ وہ بھی سنت
پر دلالت کرتے ہین اس لیے کہ صحابہؓ نے وحی کا مشاہدہ فرمایا اور احوال کے قرینون سے آنحضرت سے وہ باتین معلوم کین جنکا دیکھنا
دوسرون سے غائب رہا جو باتین کہ قرینون سے معلوم ہوتی ہین اگر لکھی جاوین تو کیا عجب ہی کہ تحریر مین گنجایش اُنکی نہو اور اسی وجہ سے
علمائے راسخین نے اُنکی پیروی کرنی اور اُنکے آثار کو تمسک گردانا مصلحت جانا ہی مگر یہ پیروی ایک شرط خاص سے بوجہ خاص ہی جسکا بیان
کرنا اس جگہ مناسب نہین۔ دوسری قسم علوم شرعی کے فروع ہین اور وہ ایسے علوم ہین کہ ان چارون اصول سے مفہوم ہوتے ہین نہ یہ
کہ مقتضائے الفاظ سے سمجھے جاتے ہون بلکہ معانی اور علتون کی وجہ سے جنسے عقلون کو آگاہی ہوگئی اور اُنکی وجہ سے احکام کو وسعت ہوگئی
حتے کہ لفظ ملفوظ سے اور باتین بھی سمجھ لی جنکے لیے وہ ملفوظ نہ تھا مثلاً آپ کا ارشاد جو یہ ہی لایقضی القاضی وہو غضبان اس سے
یہ بھی سمجھا گیا کہ جس وقت قاضی کو پیشاب کا دباو ہو یا بھوکا ہو یا کسی مرض سے دردناک ہو اُسوقت بھی حکم نہ دیوے اور یہ علم فروع
دو طرح پر ہی ایک وہ کہ دنیا کی بہتری سے متعلق ہی اس علم کو فقہ شامل ہی اور اسکے کفیل فقہا ہین اور وہ دنیا کے عالم اور دوسرے
وہ کہ جس سے آخرت کی بہتری علاقہ رکھتی ہی اور وہ دل کے حالات اور اُسکی اچھی یا بُری عادات کا معلوم کرنا اور یہ کہ خدائے تعالی کے
نزدیک اُنمین سے کون بات پسند ہی اور کونسی ناپسند اور اس کتاب کا نصف اخیر اسی علم کے بیان مین ہو اور جو بات کہ دل سے اعضا
پر عبادات اور عادات مین مترشح ہوتی ہی اُسکا جاننا بھی اسی علم مین داخل ہی اور وہ اس کتاب کے نصف اول مین مذکور ہی تیسری قسم
علوم شرعی کے مقدمات ہین اور یہ وہ علوم ہین کہ علوم شرعی کے لیے بمنزلہ آلات کے ہین مثلاً علم لغت اور علم نحو کہ دونون کلام مجید اور
حدیث شریف کے لیے آلہ ہین حالانکہ لغت اور نحو خود علم شرعی نہین مگر انمین خوض کرنا بوجہ شریعت کے لازم ہی اسلیے کہ شریعت محمدی علی
صاحبہا الصلوة والسلام لغت عربی مین آئی ہی اور ہر ایک شریعت کا حال اُسکی زبان سے ظاہر ہوتا ہی اس وجہ سے لغت عربی کا سیکھنا آلہ
ٹھہریگا۔ اور آلات مین علم کتابت بھی ہی مگر یہ علم ضروری نہین اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے اگر یہ فرض کیا جاوے کہ جتنی
باتین سنی جاوین انکا یاد کرلینا ممکن ہی تو لکھنے کی کچھ حاجت نہ رہے مگر چونکہ غالباً لوگ اس طرح کے نہین ہوتے اسلیے کتابت بھی یعنی ضروری
ہوئی چوتھی قسم علوم شرعی کے متممات ہین اور وہ قرآن مجید مین ہین اسلیے کہ متممات مین سے بعض تو متعلق الفاظ سے ہین جیسے قراءت اور
حروف کے مخارج کا سیکھنا اور بعض متعلق معنی سے ہین جیسے علم تفسیر کہ اُسکا مدار بھی نقل پر ہی صرف لغت اُسکو کافی نہین اور بعض متعلق
قرآن کے احکام سے ہین جیسے ناسخ اور منسوخ اور عام اور خاص کا جاننا اور انکا ایک دوسرے کے ساتھ مین استعمال معلوم کرنا
ہی اور یہ وہ علم ہی جسکو اصول فقہ کہتے ہین اور اُسمین حدیث بھی شامل ہی اور حدیثون اور آثارون مین تتمے یہ ہین کہ راویون کے نام
اور نسب اور صحابہ کے اسما اور اُنکے صفات جاننا اور راویون کی راستی اور حالات کا معلوم کرنا ہی تاکہ حدیث ضعیف کو قوی سے

جدا کیا جاوے اور راویون کی عمر کا حال معلوم کرنا بھی تتمہ ہو کہ حدیث مرسل مسند سے علحدہ ہو جاوے غرض اسی طرح کے امور جو اس
فن سے متعلق ہون وہ سب تتمون مین داخل ہین - یہ چارون قسمین علوم شرعیہ کی ہین اور یہ سب اچھے ہین بلکہ فرض کفایہ مین سے ہین اب
اگر یہ کہو کہ تمنے فقہ کو علم دنیا مین اور فقہا کو دنیا کے عالمون مین کیون شامل کیا تو اسکا جواب یہ ہو کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کو
مٹی سے نکالا اور انکی اولاد کو چھنی ہوئی مٹی اور اچھلتے پانی سے پیدا کرکے باپ کی پشتون مین سے ما کے رحمون مین اور وہان سے
دنیا مین نکالا اور دنیا سے قبر مین اور وہان سے حساب کتاب کی پیشی مین پھر جنت یا دوزخ مین ڈالیگا غرض آدمیون کی ابتدا او
انتہا اور منزلین یہی ہین اور اللہ تعالے نے دنیا کو آخرت کے لیے توشہ بنایا ہو کہ اسمین جو چیز قابل توشہ کرنے کے ہو اسکو توشہ کر لیا
جاوے پس اگر انسان انصاف سے دنیا کو لیوین تو سب جھگڑے مٹ جاوین اور فقہا بیکار رہ جاوین مگر وہ تو نفس کی خواہش سے
اسکو لیتے ہین اسی لیے اسمین جھگڑے پیدا ہوتے ہین اور اسی وجہ سے ایک سلطان کی حاجت ہوئی تاکہ وہ لوگون کو ڈانٹے رکھے
اور سلطان کو ایک قانون کی ضرورت ہو جس سے کہ خلق کو ڈانٹے پس فقیہ یعنی فقہ کا عالم قانون سیاست کا ماہر اور بصورت
نزاع خلق کو برابر رکھنے کے طریق سے واقف ہوتا ہو غرض کہ فقیہ سلطان کو وہ راہ بتاتا ہو جس سے کہ سلطان خلق کو ڈانٹے اور
انکو پریشان نہونے دے تاکہ انکی راستی سے دنیا مین انکے کام منتظم رہین ہان اسمین بھی شبہ نہین کہ فقہ دین سے بھی متعلق ہو لیکن متعلق خود
دین سے نہین بلکہ بواسطہ دنیا کے ہو کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہو اور دین بدون دنیا کے کامل نہین ہوتا اور سلطنت اور دین دونون
جوڑوان یعنی ایک ساتھ ہین تو دین اصل ہو اور سلطان اسکا نگہبان اور جس چیز کی جڑ نہین ہوتی وہ منہدم ہو جاتی ہو اور جس چیز کا
نگہبان کوئی نہین ہوتا وہ تلف ہو جاتی ہو اور سلطنت اور انتظام بدون سلطان کے کامل نہین ہوتا اور جھگڑون کے فیصلہ کرنے
مین انتظام فقہ سے ہوا کرتا ہو اور جس طرح سے کہ سلطنت سے خلق پر سیاست کرنی علم دین اول درجہ کا نہین بلکہ جن امور سے کہ دین
پورا ہوتا ہو اسکی تکمیل پر سلطنت مددگار ہوتی ہو اسی طرح اس سیاست کے طریق کو جاننا یعنی علم فقہ بھی اول درجہ کا علم دین نہین مثلاً ظاہر
ہو کہ حج بدون ایسے آدمی کے ساتھ لیے جو راہ مین بدوون سے بچاوے پورا نہین ہوتا لیکن حج اور چیز ہو اور چلنا حج کی راہ مین
دوسری چیز اور حفاظت کرنی راہ کی جس سے حج پورا ہوتا ہو وہ تیسری چیز ہو اور جاننا طریق حفاظت اور اسکی تدبیرون اور قانون
کا چوتھی چیز اور علم فقہ کا حاصل طریق سیاست اور حفاظت کا معلوم کرنا ہو اور اس امر پر وہ روایت دلالت کرتی ہو جو اسناد کے ساتھ
مروی ہو کہ آدمیون مین حکم نہ کرتے مگر تین شخص امیر یا مامور یا متکلف اس حدیث مین امیر سے مراد امام ہو کہ اول امام ہی مفتی ہوا
کرتے تھے اور مامور اسکا نائب ہو اور متکلف وہ ہو جو نہ امام ہو اور نہ اسکا نائب اور وہی شخص ہو جو اس عہدہ کو بدون حاجت
اختیار کرلے اور صحابہ کا دستور تھا کہ وہ حکم دینے یعنی فتوے دینے سے بہت بچتے تھے یہان تک کہ ہر ایک ایک دوسرے پر
ٹالدیا کرتا تھا اگر جب کوئی علم قرآن اور طریق آخرت کا حال پوچھتا تھا تو احتراز نہ فرماتے اور بتلادیتے اور بعض روایات مین متکلف کی جگہ
مرائی یعنی ریاکار آیا ہو اسلیے کہ جو شخص فتوے دینے کو اختیار کرتا ہو حالانکہ اس کام کے لیے کچھ وہی معین نہین تو اسکا ارادہ
بجز طلب جاہ اور مال کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا - اب اگر یہ کہو کہ یہ تقریر تمہاری اگر درست بھی ہو تو زخمون اور حدود اور قصاص
کے احکام اور تاوانات اور جھگڑون کے فیصلہ کرنے مین بن سکتی ہو مگر جن امور پر کہ جلد اول اور دوم اس کتاب کی
شامل ہو یعنی عبادات مثل نماز اور روزہ کے اور عادات مثل بیان حرام و حلال معاملات کے اسکو تمہاری تقریر شامل نہین اور فقیہ
ان امور مین بھی فتوے دیتا ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ واقع مین اعمال آخرت مین سے جن اعمال کا فقیہ ذکر کیا کرتا ہو وہ زیادہ تر تین
ہو سکتے ہین ایک اسلام دوم نماز اور زکوۃ سوم حلال اور حرام لیکن انکے باب مین بھی اگر فقیہ کے منتہائے نظر کو سوچو تو جانوگے

کہ اُسکی نظر دنیا کے حدود سے آخرت کی طرف تجاوز نہین کرتی اور جب انہین تینون چیزون مین یہ حال ہو تو اور چیزون مین تو صاف
ظاہر ہو کہ وہ دنیا ہی کے امور مین مثلاً اسلام مین اگر فقیہ کچھ کہیگا تو یہ بیان کریگا کہ اُسکا اسلام درست ہوا اور یہ اسلام نا درست ہوا
اور شرطین مسلمان ہونے کی یہ ہین مگر اس سب بیان مین اُسکا التفات بجز زبان کے اور طرف نہوگا دل اُسکی حکومت سے باہر ہوا اسلیے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبان سیف اور سلطنت کو دل کی حکومت سے معزول فرما دیا ہو چنانچہ جس شخص نے کہ اُس
آدمی کو مار ڈالا تھا جو زبان سے کلمہ اسلام کہ چکا تھا اور یہ عذر آپ کی خدمت مین کیا کہ مقتول نے تلوار کے خوف سے کلمہ کہا تھا
اسکو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہلا شققت عن قلبہ یعنی تو نے اُسکا دل چیر کر معلوم کیا تھا کہ دل سے نہین کہتا۔ بلکہ فقیہ اسلام کی
نسبت کا حکم تلوارون کے سایہ تلے کرتا ہو باوجود یکہ جانتا ہو کہ تلوار سے اُسکا شبہہ دور نہین ہوا اور دل سے پردۂ جہالت نہین اٹھا
تاہم وہ تلوار والے پر حکم کرتا ہو یعنے تلوار مقتول کی گردن پر کھچی ہو اور ہاتھ اُسکے مال پر دراز ہو مگر زبان سے اس کلمہ کے کہنے
سے بحکم فقیہ وہ اپنی گردن اور مال کو بچا لیگا جبتک اُسکی حیات اور مال ہو اس کلمہ کی بدولت دنیا مین کوئی اُسکا معترض نہوگا اور اسی
وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فاذا قالوا ہا فقد عصموا منی دماءہم واموالہم
اس حدیث مین آپ نے اثر اس کلمہ زبانی کا صرف خون اور مال مین ارشاد کر دیا لیکن آخرت مین زبانی اقوال کار آمد نہین بلکہ دلون کے
انوار اور اسرار اور اخلاق مفید ہین اور یہ امور فن فقہ مین سے نہین اور اگر فقیہ انکا بیان کرے تو ایسا ہو جیسے علم کلام اور طب بیان کرنے
لگے اور اُسکا بیان خارج از علم فقہ ہوگا۔ اسی طرح اگر نماز کوئی شخص ظاہر کی سب شرطون سے ادا کرے اور تکبیر اولی کے سوا ساری
نماز مین شروع سے آخر تک غافل رہے اور بازار کے معاملات و داد و ستد کو سوچتا رہے تو فقیہ یہی حکم کریگا کہ نماز درست ہو گئی حالانکہ
یہ نماز آخرت مین کچھ بہت بکار آمد نہین جیسے زبان سے کچھ صرف کلمہ کا ادا کر لینا اسلام کے باب مین روز حشر مفید نہوگا لیکن فقیہ اسلام کی
درستی کا فتویٰ دیگا اس معنی کر کہ جو کچھ اس شخص نے کیا ہو اُس سے تعمیل صیغۂ امر کی ہو گئی اور قتل اور تعزیر اُس پر سے دور
ہو گئی باقی رہا عاجزی اور دل کا حاضر کرنا جو آخرت کا کام ہو اور جس سے ظاہری عمل مفید ہوتا ہو اُسکے در پے فقیہ نہین ہوا
کرتا اور اگر بالفرض ہو تو علم فقہ سے علحدہ ہوگا اور زکوۃ کے باب مین بھی فقیہ کی نظر اسی صورت پر ہوتی ہو جس سے مطالبہ سلطان کا
اُسکے ذمہ نہ رہے یعنی ایسی صورت ہو کہ اگر مالدار زکوۃ کے ادا کرنے سے انکار کرے اور بادشاہ اُسکو زبردستی گرفتار کرے تو اُس پر حکم
ہو کہ یہ شخص بری الذمہ ہو اسکے ذمہ زکوۃ نہین۔ اور روایت ہو کہ قاضی ابو یوسف آخر برس مین اپنا مال اپنی بی بی کو ہبہ کر دیا کرتے تھے
اور اُسکا مال اپنے نام اُس سے ہبہ کرا لیتے تھے تاکہ زکوۃ ساقط ہو جاوے یہ بات کسی نے حضرت ابو حنیفہ رح سے نقل کی آپنے فرمایا کہ ایہ
انکی فقہ کی جہت سے ہو اور درست فرمایا اسلیے کہ یہ حیلہ صرف دنیا کی فقہ کا ہو مگر اُسکا ضرر آخرت مین ہر گناہ سے بڑھکر ہو اور ایسے ہی علم
ضرر کرنے والا کہلاتا ہو۔ اور حلال و حرام کا حال یہ ہو کہ یہ صحیح ہو کہ حرام سے بچنا دین کی بات ہو مگر ورع یعنی حرام سے بچنے کے چار مرتبے ہین اوّل
وہ ہو جو گواہ کے عادل ہونے مین شرط ہو اور اگر وہ نہو تو آدمی گواہی دینے اور قاضی ہونے اور حاکم ہونے کی لیاقت نہ رکھے اس طرح کا
ورع تو صرف یہ ہو کہ ظاہر کے حرام سے بچا رہے دوسرا ورع نیک بختون کا ہو یعنے اُن شبہات سے بچنا جن مین احتمالون کی مساوات سے
حلت اور حرمت دونون کے پائے جاتے ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین دع ما یریبک الی ما لا یریبک۔ اور یہ بھی ارشاد
فرمایا کہ الاثم حواز القلوب یعنی گناہ دلون مین کھٹکنے والا ہوتا ہو تیسرا درجہ ورع متقیون کا ہو اور وہ خالص حلال کو اس وجہ سے
چھوڑ دینا ہو کہ اُس سے خوف حرام تک پہونچنے کا ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین لا یکون الرجل من المتقین حتے
یدع ما لا باس بہ مخافۃ مما بہ باس اور اس ورع کی مثال یہ ہو کہ مثلاً کوئی شخص لوگون کے حالات بیان کرنے سے بچے اس خوف سے

کہ کہین غیبت نہو جاوے یا خواہش کی چیزون کے کھانے سے پرہیز کرے اس خوف سے کہ کہین سرور زیادہ ہو کر سرکشی نہو جاوے جس سے اور ممنوعات کا ارتکاب لازم آتا ہی جو مقام رتبہ صدیقون کے ورع کا ہی اور وہ یہ ہی کہ خدا تعالی کے ماسوائے منھ پھیرا ان ڈر سے کہ کہین کوئی ساعت زندگی کی ایسی نکٹ جاوے کہ جسمین خداوند کریم کی نزدیکی زیادہ نہو گو یقینا معلوم اور ثابت ہو کہ اسمین نوبت حرام تک آویگی پس سوائے درجۂ اول کے سب درجے فقیہ کی نظر سے علیحدہ ہین اسکا التفات صرف گواہون اور قاضیون کے ورع پر اور ان امور پر ہی جو عادل ہونے کے مزاحم ہین اور ایسے ورع پر قائم رہنا اس بات کا منافی نہین کہ آخرت مین گناہ نہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ تو اپنے دل سے فتوی لے اگرچہ لوگ تجکو فتوی دین اور پچھلے جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا فقیہ دل کے خلجانون کا حال بیان نہین کرتا نہ انکے ہوتے ہوے عمل کی کیفیت کو بتاوے بلکہ صرف وہ چیزین ذکر کرتا ہی جنسے عدالت جاتی رہتی ہی حاصل اس کلام کا یہ ہوا کہ فقیہ کی تمام نظر اس دنیا سے وابستہ ہوتی ہی جس سے کہ طریق آخرت کی بہتری ہی اور اگر دل کے صفات اور آخرت کے احکام کہتا ہی تو یہ فقرہ اسکے کلام مین بطفیل دوسرے فکر کے آجاتا ہی جس طرح کہ طب اور حساب اور نجوم اور علم کلام کا ذکر کبھی آجاتا ہی اور جس طرح کہ حکمت علم نحو اور شعر مین کبھی آجاتی ہی اور اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری جو علم ظاہر کے امام ہین فرمایا کرتے تھے کہ اس علم کی طلب زاد آخرت مین سے نہین ہی اور یہ بات درست ہی اسلیے کہ سبکا اتفاق ہی کہ علم مین شرف اسی سے ہی کہ اسکے بموجب عمل کیا جاوے تو کیسے ہو سکتا ہی کہ وہ علم ظہار اور لعان اور سلم اور اجارہ اور صرف کا ہو اور جو کوئی ان امور کو اسلیے سیکھے کہ انکے لین دین سے اللہ تعالے کی نزدیکی ہو گی تو وہ مجنون ہی طاعتون مین عمل تو دل اور اعضا دونون سے ہوتا ہی اور اسی عمل کا علم شریف ہی اب اگر یہ کہو کہ تم نے فقہ اور طب کو برابر کیسے کر دیا کیونکہ طب بھی متعلق دنیا سے یعنی بدن کی صحت سے ہی اور اسپر بھی دین کی درستی کا مدار ہی اور یہ برابری اجماع کے خلاف ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان دونون مین برابری لازم نہین بلکہ دونون مین فرق ہی اسلیے کہ فقہ تین وجہون کے باعث طب سے اشرف ہی اول یہ کہ فقہ علم شرعی ہی یعنی نبوت سے حاصل ہوا ہی بخلاف طب کے کہ وہ علم شرعی نہین دوسرے یہ کہ آخرت کے طریق چلنے والون مین سے ایسا کوئی نہین جسکو فقہ کی حاجت نہو بیمار اور تندرست دونون اسکی حاجت رکھتے ہین بخلاف طب کے کہ اسکی حاجت بیمارون کو ہوتی ہی اور وہ کمتر ہوتے ہین تیسرے یہ کہ علم فقہ علم طریق آخرت کا ساتھی ہی اسلیے کہ اسکا حاصل اعضا کے اعمال مین نظر کرنا اور اعضا کے اعمال کا منشا دلون کے صفات ہین کہ اچھے اعمال اچھی عادتون سے صادر ہوتے ہین اور برے اعمال برے صفات سے اور اعضا کا دل سے طار رہنا صاف ظاہر ہی اور صحت اور بیماری کا منشا مزاج اور خلطون کے صفات ہین جو بدن کے اوصاف مین سے ہین نہ دل کے صفات سے تو جب فقہ کو طب کی طرف اس نسبت کر دیکھا جاوے تو فقہ کا شرف ظاہر ہوگا اور جب اسکو علم طریق آخرت کیطرف نسبت کرکے دیکھا جاوے تو طریق آخرت اس سے شریف معلوم ہوگا تیسرا بیان علم طریق آخرت کی تفصیل اجمالی کے ذکر مین جس سے اسکے سب عنوانون پر اشارہ ہو جاوے کہ سب تفصیلون کو ذکر کرنا ممکن نہین واضح ہو کہ علم طریق آخرت کی دو قسمین ہین ایک علم مکاشفہ دوم علم معاملہ قسم اول کا نام علم باطن ہی اور وہ سب علوم کی انتہا اور علت غائی ہی چنانچہ بعض عارفون نے کہا ہی کہ جس شخص کو اس علم سے بہرہ نہو مجکو اسکے خاتمہ کے برے ہونے کا خوف ہی اور ادنی بہرہ اس علم کا یہ ہی کہ اسکی تصدیق کرے اور جو لوگ اسکے اہل ہین انکے لیے اس علم کا ہونا مانے۔ اور ایک اور شخص نے کہا ہی کہ جسمین دو خصلتین ہون اسکے لیے اس علم مین سے کوئی بات معلوم نہو گی وہ دونون خصلتین بدعت اور غرور ہین۔ اور بعض کا قول ہی کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہی یا خواہش نفس پر اصرار کرتا ہو اسکو یہ علم حاصل نہو گا گو اور سب علمون کا محقق ہو جاوے اور ادنی عذاب اس علم کے منکر کا یہ ہی کہ اس علم مین سے اسکو کچھ نہین ملتا حالانکہ یہ علم مکاشفہ صدیقون اور مقربون کا علم ہی اور وہ ایک نور ہوتا ہی کہ جب دل اپنی بری صفتون سے پاک اور صاف ہوتا ہی اسوقت اسمین ظاہر ہوتا ہی اور اس نور سے آدمی کو بہت سی باتین منکشف ہوتی ہین جنکا

پہلے نام سنا کرتا تھا اور اُنکے لیے کچھ معنی مجمل و مبہم کر لیتا تھا معنی واضح معلوم نہوتے تھے اب اس نور کے باعث اُن سب کے معنی
واضح ہو جاتے ہین یہان تک کہ اسوقت مین خداے پاک کی ذات کی معرفت حقیقی حاصل ہوتی ہے اور اُسکے صفات کاملہ دائمی کی
اور اُسکے افعال کی اور دنیا اور آخرت کے پیدا کرنے مین حکمت کی اور وجہ آخرت کو دنیا پر مرتب کرنے کی معرفت واقعی آجاتی ہے اور نبوت
اور نبی کے معنی اور وحی اور ملائکہ اور شیاطین کے معنی اور انسانون سے شیطانون کی عداوت کی کیفیت اور نبیون کو فرشتون کے معلوم
ہونے کی صورت اور اُنکے پاس وحی پہونچنے کی حقیقت اور آسمانون اور زمین کے ملکوت کی حالت اور دل کی معرفت اور اُسکے
اوپر فرشتون اور شیطانون کے لشکرون کے مقابلہ کی کیفیت اور فرشتے کے آثار سے اور شیطان کے خطرہ مین فرق کی شناخت اور
آخرت اور جنت اور دوزخ اور عذاب قبر اور پل صراط اور میزان اور حساب کی پہچان اور اس آیت کریمہ کے معنی اقرأ کتابک کفی بنفسک
الیوم علیک حسیبا اور اس آیت کے وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون اور خداے تعالی کی لقا اور اُسکی ذات کریم کو دیکھنے کے معنی اور
اُس سے نزدیک ہونے اور اُسکے ہمسایہ مین جا اُترنے کی غرض اور ملاء اعلی کی رفاقت اور ملائکہ کی نزدیکی سے سعادت حاصل ہونے
کی مراد اور بہشت والون کے درجون مین جو اتنا فرق ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو ایسے دیکھینگے جیسے چمکتا ستارا آسمان مین معلوم ہوتا ہے
اس فرق سے مقصود اور سوا اسکے اور باتین جنکی تفصیل طویل ہے اُس نور کے سبب معلوم ہو جاتی ہین اور اس نور کے پہلے ان امور کے
مضمون مین لوگ مختلف رہتے ہین اُنکے اصول کی تصدیق تو کرتے ہین مگر اپنی غرض کے باب مین کچھ کا کچھ کہتے ہین بعضون کا اعتقاد
یہ ہے کہ یہ ساری چیزین مثالین ہین اور اللہ تعالے نے جو چیزین اپنے نیک بندون کے لیے تیار کی ہین وہ ایسی ہین کہ نہ کسی آنکھ نے
دیکھی نہ کسی کان نے سُنی نہ کسی آدمی کے دل پر گذری اور یہ کہ خلق کے لیے جنت مین سے بجز صفتون اور نامون کے اور کچھ نہین اور
بعضون کا اعتقاد یہ ہے کہ اُنمین سے بعض باتین تو مثالین ہین اور بعض امور ایسے کہ جو حقیقت اُنکے لفظون سے سمجھ مین آتی ہے اُسی کے
موافق ہین اور بعضون کی راے یہ ہے کہ انجام اور کمال خداے تعالے کی معرفت کا اُسکی معرفت سے عاجز ہونے کا اقرار کرنا ہے۔ اور
بعض شخص خداے تعالی کی معرفت مین بڑی بڑی باتون کا دعوے کرتے ہین۔ اور بعضے یون کہتے ہین کہ خداے تعالی کی معرفت کی انتہا
سب عوام کے اعتقاد کی حد ہے یعنی خداے تعالے موجود جاننے والا قدرت والا سننے والا دیکھنے والا کلام کرنے والا ہے پس ہماری
غرض علم مکاشفہ سے یہ ہے کہ ان امور پر سے پردہ شبہ برطرف ہو جاوے اور صاف حق واضح ہو جاوے اس طرح کہ گویا آنکھ سے دیکھ لیو
اور شک کی گنجایش اُسکے بعد نرہے اور یہ امر انسان کے جوہر مین ہو سکتا ہے بشرطیکہ آئینہ دل پر دنیا کی خباثتون کے زنگ کی تہین
نہ جم گئی ہون اور علم طریق آخرت سے ہماری غرض یہ ہے کہ آئینہ دل کی جلا کی کیفیت کا علم اُن خباثتون سے جو اللہ تعالے سے اور اُسکے صفات
اور افعال کی معرفت سے روکتی ہین اور اُسکی صفائی اور جلا کی تدبیر بجز اسکے نہین کہ شہوتون سے باز رہے اور انبیا علیہم السلام کا اقتدا اُنکی
سب حالتون مین کرے اس تدبیر سے جسقدر دل صاف ہوتا جاویگا اور اُسکے مقابل امر حق کا حصہ واقع ہوگا اُسی قدر اُسمین اُسکی حقیقتون
کی جھلک واقع ہوگی اور اس جلا کی سبیل بجز ریاضت کے جسکی تفصیل اپنے موقع پر مذکور ہوگی اور بدون سیکھنے کے اور کچھ نہین اور یہ وہ علوم
ہین کہ کتابون مین نہین لکھے جاتے اور جس شخص کو خداے تعالی یہ علم کچھ بھی عنایت کرتا ہے وہ اُسکا ذکر دوسرون سے نہین کرتا صرف جو اُسکے
اہل ہین اُنسے البتہ کہتا ہے اور وہی اُسکے شریک مذاکرہ اور اسرار کے طور پر ہوتے ہین اور یہ وہی علم پوشیدہ ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم نے اس حدیث مین مراد لیا ہے کہ بعض علم مثل ہیئت مکنون کے ہین کہ اُنکو سواے خدا کے عارفون کے اور کوئی نہین جانتا جب وہ اُسکو
بولتے ہین تو بجز اللہ تعالی پر مغالطہ کھانے والون کے اور کوئی اس سے جاہل نہین رہتا پس جس عالم کو خداے تعالے نے اُنمین سے علم
دیا ہو اُسکو حقیر مت جانو کیونکہ خداے تعالے نے اُسکو حقیر نہین کیا اسلیے کہ اُسکو علم مذکور عنایت فرمایا اور قسم دوم یعنی علم معاملہ وہ دل کے حالات

کا معلوم کرنا ہو خواہ اچھے حالات ہون جیسے صبر اور شکر اور خوف و رجا اور رضا اور زہد و تقوی اور قناعت اور سخاوت اور سب حالات
مین خدا کے نعم کے احسان کو پہچاننا اور لوگون سے بسلوک پیش آنا اور خدا سے نیک گمان اچھا رکھنا اور حسن خلق اور حسن معاشرت اور صدق
اور اخلاص اور انکے مثل ہین تو پس انکی حقیقتون اور تعریفون اور ان اسباب کو جاننا جنسے یہ حاصل ہوتے ہین اور انکے ثمرون اور علامتون کو
پہچاننا اور جو انمین سے ضعیف ہو اسکے قوی ہو جانے کا علاج اور جو حال جاتا رہا ہو اسکے پیدا کرنے کا طریق معلوم کرنا علم آخرت مین سے
ہی خواہ دل کے برے حالات ہون جیسے مفلسی کا خوف اور تقدیر پر ناخوش ہونا اور کینہ رکھنا اور حسد کرنی اور نفاق اور برتری کی طلب اور
خواہش ثنا اور دنیا مین مزہ اڑانے کو زیادہ جینے کی محبت اور کبر اور نمود اور غصہ اور شیخی اور عداوت اور بغض اور طمع اور بخل اور حرص
اور تکبر اور اترانا اور توانگرون کی تعظیم کرنی اور فقیرون کی اہانت کا خواہان ہونا اور فخر اور آپس مین ایک دوسرے پر بڑائی کسی امر مین کرنی اور
حق بات سے تکبر کرنا اور بیفائدہ امر مین خوض کرنا اور زیادہ گفتگو کرنے کی محبت اور دوسرے کی کٹتی بات کہنی اور لوگون کے لیے بن ٹھن
کر رہنا اور دین مین سستی کرنا اور اپنے نفس کو بڑا جاننا اور اسکی برائیون سے غافل ہو کر لوگون کی عیب چینی کرنی اور دل مین سے فکر کا دور ہونا اور
خوف الٰہی کا انمین سے جاتا رہنا اور جب نفس کو ذلت پہونچے تو اسکا بدلہ سختی سے لینا اور حق بات کے انتقام مین ضعف ہونا اور باطن کی
عداوت کے لیے ظاہر کے یار بنانے اور عذاب خدا سے بے خوف ہونا کہ جو کچھ لینے دیا ہو کہین چھین نہ لے اور طاعت پر بھروسا کرنا اور مکر
اور خیانت اور فریب اور توقع زیادہ جینے کی اور سخت دلی اور سخت کلامی اور دنیا سے خوش رہنا اور اسکی جدائی سے رنج کرنا اور مخلوق سے
انس کرنا اور انکی علیحدگی سے وحشت کرنی اور ظلم کرنا اور ہلکا پن اور جلدی کرنی اور حیا و رحم کا کم ہونا اور جو ایسی چیزین ہون سب ہی
ہین یہ سب عادتین دل کے صفات مین سے سب برائیون کی اور اعمال بد کی جڑ ہین اور انکے مقابل یعنی اچھی عادتین وہ طاعتون اور ثوابون
کی اصل ہین غرض کہ ان صفات کی تعریفون اور حقیقتون اور سببون اور ثمرون اور علاجون کو معلوم کرنا علم آخرت ہے اور علماے آخرت کے
حکم کے رو سے علم فرض عین ہے پس جو شخص اس سے منھ پھیریگا وہ آخرت مین قہر بادشاہ حقیقی سے ہلاک ہوگا جس طرح کہ اعمال ظاہری سے
روگردانی کرنے والا بادشاہان دنیا کی تلوار سے فقہاے دنیا کے فتوی کے بموجب ہلاک ہوتا ہے حاصل یہ کہ فقہا کی نظر فرض عین چیزون مین دنیا
کی بہتری کی نسبت کر ہوتی ہے اور یہ علم جو ہمنے ذکر کیا آخرت کی بہتری کی نسبت کر ہے اگر کسی فقیہ سے ان باتون مین سے ایک بھی بات مثلاً توکل
یا اخلاص کو پوچھو یا یہ سوال کرو کہ ریا سے بچنے کی کیا صورت ہے تو اس سوال کے جواب مین توقف کریگا حالانکہ یہ بات خود اسپر فرض عین ہے کہ
اسکے نہ معلوم کرنے مین آخرت مین اسکی بربادی ہے اور اگر اس سے لعان اور ظہار اور گھوڑدوڑ اور تیراندازی کا مسئلہ دریافت کرو تو تمہارے
سامنے انکے فروعات دقیق کے دفتر کے دفتر بیان کر دیگا کہ قرنون تک انمین سے کسی کی حاجت نہو اور اگر حاجت بھی پڑے تو شہر اسکے بتلانے
والے سے خالی نہوگا اور فقیہ مذکور کی محنت کو بچا دیگا کہ رات دن ان فروعات مین اور انکے یاد کرنے اور پڑھانے مین مشقت اٹھاتا
ہے اور جو امر خاص اسکے لیے ضروری ہے اور دین مین اہم ہے اس سے غافل ہے اور اگر اسپر کوئی اس باب مین اعتراض کرتا ہے تو کہتا ہے کہ مین اس علم مین
اسلیے مشغول ہوا ہون کہ یہ علم دین اور فرض کفایہ ہے اس دعوے کے مین آگے فقہ کو سیکھتا ہے اور دوسرون کو دھوکا دیتا ہے عاقل شخص جانتا ہے
کہ اگر غرض اسکی یہی ہوتی کہ فرض کفایہ مین حق الامر ادا کرے تو فرض کفایہ پر فرض عین کو مقدم کرتا بلکہ فرض کفایہ تو اور چیزین بھی ہین انکو
فقہ پر مقدم کرتا کیونکہ بعض شہر ایسے ہین کہ انمین طبیب بجز کفار ذمی کے نہین اور جو احکام فقہی کہ متعلق طبیبون سے ہین انمین کفار کی شہادت
مقبول نہین مگر باوجود اسکے طب کو نہین سیکھتا اور علم فقہ خصوصاً مسائل خلافی اور لڑائی جھگڑے کے سیکھنے مین مبالغہ کرتے ہین حالانکہ شہر
مین فقہا اس قسم کے جو فتوی دیتے ہین اور مقدمات مین جواب لکھتے ہین بہت بھرے ہین تو اب ہمکو کوئی یہ بتا دے کہ جب کچھ لوگ اس فرض کفایہ
کی بجا آوری پر مستعد ہین تو فقہاے دین کس طرح اسکے سیکھنے کی اجازت دینگے اور طب کے لیے جو کوئی نہین جانتا چھوڑ دینے کا حکم کرینگے اسلیے

اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ طلب ریاست کی جہت سے اوقاف اور وصیتوں کا متولی ہونا اور یتیموں کے مال کا محافظ ہونا اور عہدۂ قضا اور حکومت
کا پانا اور ہمعصروں پر اسکی جہت سے مقدم ہونا اور دشمنوں پر غالب ہونا میسر نہیں افسوس صد افسوس کہ بڑے عالموں کے وجود کے
سبب سے دین مٹ گیا ہم اللہ تعالے سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمکو اس مغالطے سے بچاوے جس سے اسکی خفگی اور شیطان کی ہنسی ہو علماے
ظاہر میں سے جو اہل ورع تھے وہ علماے باطن اور صاحب دلوں کی فضیلت کے مقر تھے مثلا امام شافعی شیبان چرواہے کے سامنے
ایسے بیٹھتے جیسے لڑکا مکتب میں استاد کے سامنے بیٹھتا ہے اور انسے پوچھتے کہ فلان فلان امر میں ہم کیا کریں لوگ امام شافعی سے کہتے
کہ آپ جیسا شخص اس جنگلی آدمی سے پوچھتا ہے آپ فرماتے کہ جو ہمنے سیکھا ہے اسکی اس شخص کو توفیق ملی ہے۔ اور امام احمد بن حنبل اور یحیی بن
معین معروف کرخی رح کے پاس آیا جایا کرتے حالانکہ علم ظاہر میں وہ ان دونوں کے برابر نہ تھے اور دونوں انسے پوچھا کرتے تھے
کہ ہم کیسے کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جب پوچھا گیا کہ جب ہمکو ایسا امر پیش ہو کہ اسکو قرآن اور حدیث میں نہ پاوین
تو کس طرح کریں آپ نے فرمایا کہ نیکبختوں سے سوال کرو اور اسکو انکے مشورہ پر منحصر کردو۔ اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ علماے ظاہر
زمین اور ملک کی زینت ہیں اور علماے باطن آسمان اور ملکوت کی۔ اور جنید رح فرماتے ہیں کہ مجھے ایک روز میرے مرشد سری رح
نے فرمایا کہ جب تم میرے پاس سے اٹھتے ہو کسکے پاس بیٹھتے ہو میں نے کہا کہ محاسبی رح کے پاس فرمایا کہ بہتر انکا علم و ادب اختیار کرنا
اور وہ جو کلام اور متکلمون کا خلاف اور رد کرتے ہیں وہ مت سیکھنا پھر جب میں آپ کے پاس سے اٹھا تو سنا کہ یہ فرمایا کہ تمکو خدا علم والا
حدیث والا صوفی کرے صوفی حدیث والا نکرے سو اس قول سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص حدیث اور علم کو حاصل کرکے صوفی
بنتا ہے وہ فلاح پاتا ہے اور جو پہلے علم سے صوفی بنتا ہے وہ اپنے نفس کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ تمنے علوم کے اقسام میں کلام اور
فلسفہ کو کیون نہین ذکر کیا اور انکے اچھا ہونے یا برا ہونیکا بیان کیون نکیا تو اسکے لیے جان لو کہ جسقدر دلیلین مفید علم کلام میں پائی
جاتی ہیں انکا حاصل قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور جو امور ان دونوں سے خارج ہیں وہ یا تو برے جھگڑے سے ہیں جو بدعتوں میں سے
ہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر ہوگا یا فرقوں کے خلافیات کی متعلق تقریریں لمبی چوڑی یا انکی تقریروں کے نقل کرنے سے شول کلام ہے تو یہ
سب باطل اور بیہودہ امر ہیں جنکو طبع سلیم معیوب جانتی ہے اور گوش حق نیوش انکو اپنے اندر جگہ نہیں دیتا اور بعض باتیں اس قسم کی ہیں
کہ وہ دین سے متعلق نہیں اور نہ انکا وجود قرن اول یعنی صحابہ رض کے وقت میں تھا اسوقت انمیں خوض کرنا بدعت تھا مگر اب اسکا حکم
بدل گیا اسلیے کہ بدعتیں اس طرح کی بہت ہو گئیں جو قرآن اور حدیث کے مقتضا سے منحرف کردیں اور کچھ لوگ ایسے ظاہر ہو گئے جنھوں نے
بدعتوں کے شبہات کو چکنا دیا اور انمیں تقریریں بنائین اسلیے گو پہلے ان امور کے جواب میں خوض کرنا منع تھا مگر ضرورت کے باعث
سے اب جائز بلکہ فرض کفایہ ہو گیا لیکن اسی قدر کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف میل کرانے کا قصد کرے تو اسکا مقابلہ ہو سکے اور اسکے
لیے ایک حد معین ہے جسکو ہم فصل آیندہ یعنی تیسری فصل میں بیان کرینگے۔ اور فلسفہ کا حال یہ ہے کہ وہ علیحدہ علم نہیں ہے بلکہ اسکے
چار حصے ہیں اول اقلیدس اور حساب اور یہ دونوں جائز ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور بجز ایسے شخص کے کہ جسپر یہ خوف ہو کہ انکے
پڑھنے سے برے علموں کی طرف میل کر جاویگا اور شخص کو انسے منع نکیا جاویگا اور جسپر خوف ہو اسکو منع کیا جاوے اسلیے کہ اسکے
ماہر جو انمیں کثرت سے مہارت کرتے ہیں وہ بدعتوں کی طرف میل کر جاتے ہیں تو ضعیف الایمان کو ان دونوں سے بچانا چاہیے جیسے
چھوٹے بچے کو نہر کے کنارہ پر نہیں کھڑا ہونے دیتے کہ کہیں نہر میں نہ جا پڑے یا نومسلم کو کفار کے میل جول رکھنے سے بچاتے ہیں کہ
کہیں انکی صحبت انمیں اثر نکر جاوے بخلاف قوی کے کہ اسکو کچھ حرج نہیں دوسرا حصہ فلسفہ کا منطق ہے جسمیں دلیل کی کیفیت اور
شرطیں اور حد کی وجہ اور شرطیں مذکور ہوتی ہیں اور یہ علم دونوں باتیں علم کلام میں داخل ہیں تیسرا حصہ آلہیات میں یعنی ذات خدا کے

پاک اور اُسکے صفات کو بیان کرنا اور یہ بھی کلام مین داخل ہی فلسفیون نے اس باب مین کوئی علم نئے طور کا ایجاد نہین کیا بلکہ اُنکے مذہب جداگانہ ہین کہ بعضے کفر ہین اور بعضے بدعت اور جسطرح کہ معتزلی ہو جانا ایک علم جدا نہین بلکہ کلام والون ہی مین سے کچھ لوگون نے بحث و دلیل کرکے مذہب باطل علیحدہ کر لیے ہین اسی طرح فلسفیون کا حال جانو۔ چوتھا حصہ طبعیات ہین کہ بعض تو شریعت اور دین حق کے مخالف ہین دوسرے سے علم نہین کہ اقسام علوم مین بیان کیے جاوین بلکہ جہل ہین اور بعض مین اجسام کی صفات اور خواص اور انکا تغیر اور تبدل اور ایک دوسرے سے بدل جانا مذکور ہوتا ہی اسکا حال طب کے مشابہ ہی فرق یہ ہی کہ طبیب کی نظر خاص بدن انسان میں باعتبار مرض اور صحت کے ہوتی ہی۔ اور طبعیات والون کی نظر سب اجسام مین باعتبار تغیر اور حرکت کے ہوتی ہی مگر طب کو طبعیات پر فضیلت ہی یعنی طب کی طرف حاجت ہوتی ہی اور طبعیات کی طرف کچھ حاجت نہین پڑتی۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ علم کلام اُن چیزون مین سے ہی کہ جنکا سیکھنا فرض کفایہ ہی تاکہ عوام کے دلون کو بدعتیون کے خیالات سے امن رہے اور اس علم کا وجوب بدعتون کے پیدا ہونے سے واقع ہوا جیسے راہ حج مین عرب کے ظلم اور رہزنی کے باعث محافظ کی پناہ کی ضرورت ہو گئی ہی اگر بالفرض عرب کے لوگ اپنی تعدی چھوڑ دین تو پھر راہ حج کی شرطون مین سے نگہبانی محافظین کی نہو گی اسی طرح اگر بدعتی اپنی بک سے باز آوے تو پھر علم کلام کی حاجت اس مقدار سے زیادہ نرہے جو زمانہ صحابہؓ مین تھی پس کلام سیکھنے والے کو معلوم کرنا چاہیے کہ علم کلام کی حد دین مین یہانتک ہی اور متکلم کا درجہ دین مین ایسا ہی جیسے راہ حج مین محافظ کا تو اگر محافظ محافظت کے سوا اور کچھ نہ کرے تو وہ ظاہر ہی کہ حاجیون مین نہو گا بلکہ حج کے اعمال ادا کرنے سے حاجی ہو گا اسی طرح اگر متکلم صرف مناظرہ اور بدعتیون کی روک ہی مین مشغول رہیگا اور طریق آخرت طے نکریگا اور اپنے دل کی خبرگیری اور درستی مین مصروف نہو گا تو وہ بھی دین کے عالمون مین سے ہرگز نہو گا اُسکے پاس بجز عقیدہ کے جسمین سب عوام شریک ہین اور کیا ہی اور عقیدہ اعمال ظاہری دل اور زبان سے متعلق ہی ہان عوام سے اسقدر تمیز اُسکو ہو گی کہ بدعتیونا سے لڑ سکتا ہی اور عوام کی حفاظت کرتا ہی لیکن معرفت خدا تعالیٰ کی اور اُسکے صفات اور افعال کی اور اُن امور کی جنکا بیان ہم نے علم مکاشفہ مین کیا ہی وہ علم کلام سے حاصل نہین ہوتی بلکہ کیا عجب ہی کہ یہ علم انکا حجاب اور مانع ہو اُن تک رسائی تو مجاہدہ سے ہی جسکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہی جیسا کہ ارشاد فرمایا والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔ اب اگر یہ کہو کہ تم نے متکلم کی تعریف بھی کہہ دی کہ عوام کے عقیدہ کو بدعتیون کے اُچھالنے سے محفوظ رکھے جیسے محافظ کا حال ہی کہ حاجیون کے کپڑے عرب کی لوٹ سے بچاتا ہی اور فقیہ کی تعریف یہ بیان کی کہ اُسکو وہ قانون یاد ہو جس سے بادشاہ ایک دوسرے کی تعدی کو روک سکے اور علم دین کی نسبت کے یہ دونون مرتبہ کم ہین حالانکہ علمائے امت جو اہل فضل مشہور ہین وہ فقہا اور اہل کلام ہین اور وہ لوگ خدا تعالیٰ کے نزدیک افضل ہین تو تم اُنکے درجون کو کس طرح علم دین کی نسبت کر کے ایسے پست درجے مین ڈالے دیتے ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص حق کو آدمیون سے پہچانتا ہی وہ گمراہی کے جنگلون مین خاک چھانتا ہی تمکو چاہیے کہ اول حق کو جانو تب اُسکے اہل کو پہچانو بشرطیکہ طریق حق کے سالک ہو اور اگر تقلید پر قانع ہو اور جو درجے فضیلت کے لوگون مین مشہور ہین اُنھین پر تاک رکھتے ہو تو صحابہؓ کے حالات اور مراتب بلند سے غفلت نہ کرو جن لوگون کا ذکر تم نے کیا اُن سب کا اتفاق ہی کہ صحابہؓ سب سے بڑھکر ہین اور دین مین کوئی انکی چال نہین چل سکتا نہ اُنکی گرد کو پہونچے حالانکہ انکی فضیلت علم کلام اور علم فقہ سے نہ تھی بلکہ علم آخرت اور اُسکے طریق کے اختیار کرنے سے تھی حضرت ابوبکرؓ کو جو اورون پر فضیلت تھی تو زیادہ روزے رکھنے اور کثرت سے نماز پڑھنے اور بہت سی روایت کرنے سے نہ تھی نہ فتوے دینے اور علم کلام کی جہت سے بلکہ اُس چیز کی جہت سے تھی جو اُنکے سینے مین کچھ تھی چنانچہ اُنکی شہادت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے لیے فرمائی مین تم کو اُس راز کی جستجو مین حرص کرنی چاہیے کہ جو نفیس اور در مکنون وہی ہی اور جسکو اکثر لوگ متفق ہو کر چند اسباب

کی جہت سے جنکی تفصیل طویل ہو بڑا جانتے ہون اور تعظیم کرتے ہون اُسکو جانے دو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ہزارون
صحابہؓ چھوڑے جو عالم باللہ تھے اُنکی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اُنمین سے کوئی ایسا نہ تھا جو فن کلام سے اچھا واقف ہو
اور سواے کچھ اوپر دس شخصون کے اور کسی نے اپنے آپ کو فتوے دینے کے لیے مقرر نہ کیا حضرت ابن عمرؓ بھی صحابہ کبار مین سے تھے
جب اُن سے کوئی فتوے پوچھتا تو فرماتے کہ فلان حاکم کے پاس جاؤ جسنے اُن لوگون کے کام اپنے ذمے لے رکھے ہین اور اس سوال کو
اُسکی گردن پر رکھو اس جواب مین یہ اشارہ تھا کہ مقدمات اور احکام مین فتوے دینا ولایت اور سلطنت کا تابع ہے اور جبکہ حضرت
عمرؓ کی وفات ہوئی تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ علم کے نو دسوین حصے مر گئے لوگون نے اُنسے عرض کیا کہ آپ یہ قول کیون فرماتے
ہین ہم مین تو بڑے بڑے صحابی موجود ہین اُنھون نے فرمایا کہ میری غرض علم فتوی اور حکم سے نہین میرا مقصود علم خدا سے تھا کاہے بھلا تم
تو کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فن کلام وغیرہ مراد لی تھی اگر یہ مراد نہ تھی تو پھر تمکو کیا ہوا ہے کہ اُس علم کی معرفت پر حرص نہین کرتے کہ حضرت
عمرؓ کے مرنے سے اُسکے نو دسوین حصے مر گئے حالانکہ حضرت عمرؓ وہ تھے جنھون نے کلام اور جدل کا باب مسدود فرمایا اور ضبیغ
نے آپکے سامنے قرآن کی دو آیتون کے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے باب مین سوال پیش کیا تو آپنے اُسکو درہ سے مارا
اور ملنا چھوڑ دیا اور اُن لوگون کو فرما دیا کہ اُسکو چھوڑ دین اور یہ تو جو تم کہتے ہو کہ علما مین سے مشہور فقہا اور اہل کلام ہین تو اُسکا جواب یہ ہے
کہ جس چیز سے خداے تعالے کے نزدیک فضیلت ہوتی ہے وہ اور چیز ہے اور جس سے لوگون مین شہرت ہوتی ہے وہ دوسری چیز ہے چنانچہ
حضرت ابو بکرؓ کی شہرت تو خلافت کی جہت سے تھی اور فضیلت اُس راز کی جہت سے جو اُنکے دل مین منقش تھا اسیطرح حضرت عمرؓ کی شہرت
سیاست کے سبب تھی اور فضیلت اس علم کی جہت سے جسکے نو دسوین حصے آپ کی موت پر جاتے رہے اور اپنی حکومت مین جو قصد خدا تعالے
کی نزدیکی کا اور خلق پر عدل اور شفقت کا کرتے تھے اُسکی جہت سے بزرگی تھی اور وہ ایک امر خفیہ آپکے دل کے اندر تھا آپکے اور افعال ظاہری
جو تھے وہ تو اور لوگون سے بھی سرزد ہونے ممکن ہین جو جاہ اور شہرت اور نام کے طالب راغب ہون غرضکہ شہرت ایسے امر مین ہوتی ہے
جو مہلک ہو اور فضل ایسی بات مین ہوتا ہے جو خفیہ ہو کسی کو اُسپر اطلاع نہو اب فقہا اور اہل کلام مثل حکام اور علما اور قاضیون کے ہین اور کئی طرح کے
ہین بعض تو ایسے ہین کہ اُنھون نے اپنے علم اور فتوی سے خداے تعالی کا قصد کیا ہے اور اُسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کو بچانا منظور رہا ہو
اور شہرت اُنکو مطلوب نہین ان لوگون سے اللہ تعالی راضی ہو اور اُنکی فضیلت خداے تعالی کے نزدیک اس وجہ سے ہے کہ اُنھون نے عمل اپنے
علم کے بموجب کیا اور اپنے فتوی اور دلیل سے اُسی کی ذات مراد لی اسلیے کہ ہر ایک علم عمل ہے کیونکہ علم بھی ایک فعل کسبی ہوا اور ہر ایک عمل علم نہین
ہوا اور طبیب بھی اپنے علم سے خداے تعالے کے تقرب پر قادر ہو تو اُسکو بھی ثواب اسی اعتبار سے ہوگا کہ اپنے علم سے خدا تعالی کے لیے کام کرتا ہے اسیطرح
اگر سلطان خلق کا معاملہ خدا کے واسطے کرے تو خدا تعالی کے نزدیک پسندیدہ اور قابل ثواب ہوگا نہ اس جہت سے کہ وہ علم دین کا ذمہ اٹھا
بلکہ اس سبب سے کہ اُسنے اُس کام کا ذمہ لیا ہے جس سے قصد خدا تعالی کی نزدیکی کا رکھتا ہے اور جن چیزون سے کہ خدا تعالی کی نزدیکی ہو سکتی ہے وہ
تین قسم مین ایک صرف علم وہ تو علم مکاشفہ ہے دوم صرف عمل جیسے بادشاہ کا عدل کرنا اور لوگون کو مجتمع انتظام سے رکھنا سوم مرکب عمل
اور علم سے اور وہ طریق آخرت کا علم ہے جو اس علم کا ہے وہ عالم اور عامل دونون ہے پس اب تم اپنے لیے تجویز کر لو کہ قیامت مین خداے تعالے
کے عالمون مین ہوگے یا عمل کرنے والون مین یا دونون جماعتون مین ہوکر ہر ایک کے ساتھ اپنا حصہ لگاؤ گے یہ بات تمھارے حق
مین زیادہ ضروری اور اہم ہے بہ نسبت محض شہرت کے تقلید کے جیسا کہ کسی کا شعر ہے جسکا ترجمہ یہ ہے شعر لو اُسے جو کچھ کہ دیکھو جو سنو وہ
اُسکو چھوڑ دو ہے زحل کی کیا ضرورت شمس گر ہو سامنے ۔ علاوہ اسکے ہم یہان اگلے فقہا کا وہ حال لکھتے ہین جس سے تمکو معلوم ہو کہ جو لوگ
اُنکے مذہب مین اپنے آپکو بتاتے ہین وہ اُنپر ظلم کرتے ہین اور قیامت کو اُنکے بڑے دشمن وہی ہونگے اسلیے کہ فقہاے سلف نے اپنے

علم سے بجز رضاے پروردگار اور کچھ قصد نہین کیا اور انکے احوال سے علماے آخرت کی علامتین دیکھی گئی ہین چنانچہ آنکا بیان علامات آخرت کی علامتون کے ذکر مین آویگا کیونکہ وہ لوگ صرف علم فقہ ہی کے لیے نہ تھے بلکہ دلون کے علم مین مشغول تھے اور انکے نگران رہتے تھے اور اس علم مین جو انھون نے کچھ تصنیف نہین کیا اور اسکی تدریس نہ کی تو اسکی وجہ وہی تھی جو صحابہ کو فقہ کے باب مین تدریس اور تصنیف کی مانع تھی حالانکہ سب صحابہؓ علم فتوی مین جداگانہ فقیہ تھے اور وجہین مانع یقینا ہوئی ہین انکے ذکر کی کچھ حاجت نہین ہم اب کچھ حالات اسلام کے فقہا کا ذکر کرتے ہین جس سے تم جان لوگے کہ جو کچھ ہمنے لکھا ہے وہ فقہاے سلف کے باب مین طعن نہین بلکہ وہ اُن لوگون پر طعن ہے جو انکی پیروی ظاہر کرتے ہین اور انکے مذہبون سے اپنے آپکو منسوب کرتے ہین حالانکہ وہ عمل مین اُنکے مخالف ہین پس فقہاے سلف جو فقہ کے رئیس اور خلق کے پیشوا جنکے پیرو اکثر ہین وہ پانچ ہین امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوریؒ ان مین سے ہر ایک عابد اور زاہد اور علوم آخرت کا ماہر اور دنیا مین خلق کی بہتری کا سمجھنے والا اور اپنی فقہ سے خدا تعالی کی رضا کا خواہان تھا تو یہ پانچ خصلتین ہین جن مین سے اس زمانے کے فقیہون نے صرف ایک خصلت مین انکا اتباع کیا ہے یعنی فروعات سابقہ مین استعداد اور مبالغہ اسلیے کہ چار خصلتین باقی صرف آخرت ہی کے قابل ہین اور یہ ایک خصلت دنیا و آخرت دونون کے لیے ہو سکتی ہے اگر اس سے آخرت کا ارادہ کیا جاوے مگر دنیا کی بہتری کے لیے اسپر جھک پڑے ہین اور اس ایک خصلت کے سبب سے دعوی ان امامون کی مشابہت کا کرتے ہین بھلا لوہار فرشتون کے مشابہ کیسے ہو سکتے ہین اب ہم ان امامون کے حالات وہ بیان کرتے ہین جنسے وہ چار خصلتین ان مین معلوم ہون اور پانچون خصلت یعنی فقہ کی مہارت تو ظاہر ہی ہے حضرت امام شافعیؒ کے عابد ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ رات کے تین حصے کیا کرتے تھے ایک علم کے لیے دوم نماز کے لیے سوم سونے کے لیے۔ ربیع کہتے ہین کہ امام شافعیؒ رمضان مین ساٹھ قرآن ختم کیا کرتے تھے اور سب نماز ہی مین ختم کیا کرتے تھے اور بویطی جو انکے شاگردون مین سے ہے رمضان مین ایک ختم ہر روز کیا کرتا تھا اور حسین کرابیسی کہتے ہین کہ مین امام شافعیؒ کے ساتھ بہت دفعہ رات کو رہا ہون آپکا دستور تھا کہ مقدار سوم حصہ شب کی نماز پڑھا کرتے تھے مین نے آپکو دیکھا کہ پچاس آیتون سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اور جب زیادہ کرتے تو سو آیتین پڑھتے تھے اور جب کسی آیت رحمت پر گذرتے تو اللہ تعالی سے اسکی دعا اپنے لیے اور مسلمانون اور ایماندارون کے لیے مانگتے تھے اور جب آیت عذاب پڑھتے تو اپنے آپکو اور مسلمانون کو اُس سے نجات پانے کا سوال کرتے گویا رجا اور خوف دونون اُنکے لیے ایک ساتھ تھے اِس روایت سے سمجھو کہ پچاس آیتون پر آپکا اکتفا کرنا اسرار قرآنی کو سمجھنے اور انپر عبور ہونے پر کیسی دلالت کرتا ہے اور خود انکا ارشاد ہے کہ مین سولہ برس سے شکم سیر نہین ہوا اسلیے کہ شکم سیری بدن کو گران کرتی ہے اور دل کو سخت اور دانائی کو کھوتی ہے اور نیند لاتی ہے اور آدمی کو عبادات کم کرنے دیتی ہے تو اِس قول سے آپکی حکمت کو دیکھنا چاہیے کہ شکم سیری کی آفتون کو ذکر کیا پھر عبادت مین کوشش کو لحاظ کرنا چاہیے کہ اُسکے واسطے شکم سیری ترک کر دیا۔ اور ظاہر ہے کہ عبادت کی اصل کم کھانا ہے۔ اور یہ بھی آپکا ارشاد ہے کہ مین نے اللہ کی قسم نہ سچی کھائی نہ جھوٹی اس قول سے خیال کرو کہ آپ حرمت اور توقیر خداے تعالی کی کتنی کرتے تھے اور جلال خداوندی کا کس قدر علم رکھتے تھے اور آپ سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا آپ چپ ہو رہے سائل نے کہا کہ آپ پر خداے تعالی کی رحمت ہو آپ جواب نہین دیتے فرمایا کہ جبتک مجکو یہ نہ معلوم ہو کہ سکوت مین میری بہتری ہے یا جواب دینے مین تب تک مین کچھ جواب نہ دونگا اس روایت سے تامل کرو کہ آپ اپنی زبان کی نگاہداشت کتنی کرتے تھے حالانکہ فقہا پر سب اعضا سے زیادہ زبان مسلط ہے اور اسکے ضبط اور قابو سے باہر اور اسی روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپکا بولنا اور چپ رہنا فضیلت اور ثواب کے حاصل کرنے کے لیے ہوا کرتا تھا اور احمد بن یحیی بن وزیر روایت کرتے ہین کہ ایکبار آپ قندیلون کے بازار سے نکلے اور ہم آپکے پیچھے ہو لیے دیکھا تو ایک شخص کسی عالم سے الجھ رہا ہے اور اسکو بیہودہ کہتا ہے آپ ہماری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اپنے کانون کو فحش کے سننے سے صاف کرو جیسے

زبان کو فحش بکنے سے صاف کرتے ہو اسلیے کہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہو اور کم عقل آدمی اپنے سفر مین جو سب سے زیادہ بُری بات
دیکھتا ہو اُسکو چاہتا ہو کہ تمھارے سفر مین لوٹ لے اگر اُسکا قول اسی پر لوٹا دیا جاوے یعنی اُسکو کانون مین جگہ نہ دی جاوے تو اُسکا سننے
والا نیکبخت ہوگا جیسے بولنے والا بدبخت ہوا - اور آپکا ارشاد ہو کہ ایک حکیم نے دوسرے کو خط لکھا کہ تجکو خدا تعالی نے علم دیا ہو اپنے علم کو
گناہون کی تاریکی سے ملامت کر ورنہ جس روز کہ اہل علم اپنے علم کے نور مین چلینگے تو اندھیرے مین رہیگا - اور آپکا زہد اُن روایتون سے معلوم
ہوتا ہو کہ آپنے فرمایا کہ جو شخص دعوی کرے کہ میرے دل مین محبت دنیا کی اور محبت اُسکے خالق کی ایک ساتھ ہو وہ جھوٹا ہو - اور حمیدی کہتے ہین
کہ آپ ایکبار بعض حکام کے ساتھ یمن کو گئے اور وہان سے دس ہزار درم لیکر مکے کو پھرے مکہ معظمہ کے باہر ایک گانون مین آپکے لیے خیمہ کردیا گیا
لوگ آپ سے ملنے آتے گئے آپنے جبتک وہ سب مال تقسیم نہ کردیا وہان سے نہ ہلے اور ایک روز آپ حمام سے نکلے تو حمام والے کو بہت سا مال دیدالا
اور ایک دفعہ آپکا کوڑا ہاتھ سے گر پڑا ایک شخص نے اُٹھا دیا اُسکو آپنے اُسکے عوض مین پچاس اشرفیان دین اور سخاوت آپکی مشہور ہی بیان
کرنے کی حاجت نہین اور زہد کی اصل سخاوت ہو اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہو اُسکو روک رکھتا ہو اور جدا نہین کرتا اس صورت مین مال سے وہی
جدا کریگا جسکی نظرون مین دنیا حقیر ہو اور یہی معنی زہد کے ہین - اور آپکے زہد پر اور خدا تعالی سے زیادہ خوف رکھنے پر اور اپنی ہمت کو آخرت مین
مشغول رکھنے پر یہ روایتین بھی دال ہین کہ سفیان بن عیینہ نے آپکے سامنے ایک حدیث رقت قلب کے بیان مین روایت کی آپکو غش آگیا لوگون نے
سفیان سے کہا کہ آپ مر گئے اُنھون نے فرمایا کہ اگر مر گئے تو اپنے زمانے کے لوگون سے افضل مر گئے اور عبد اللہ بن محمد بلوی کہتے ہین کہ مین اور عمر بن
نباتہ بیٹھے ہوے عابدون اور زاہدون کا ذکر کرتے تھے مجھسے عمر نے کہا کہ مین نے پرہیزگار اور فصیح محمد بن ادریس شافعی سے کسی کو زیادہ نہین
دیکھا کہ مین اور آپ اور حارث بن لبید صفا کی طرف گئے اور حارث صالح مری کا شاگرد تھا اسنے پڑھنا شروع کیا اور یہ شخص خوش آواز تھا جب یہ
آیت پڑھی ھٰذا یوم لا ینطقون ولا یؤذن لھم فیعتذرون مین نے آپکو دیکھا کہ آپکا رنگ بدل گیا اور بدن پر بال اُٹھ کھڑے ہوے اور زور سے
تڑپ کر بیہوش ہوگئے جب آپکو ہوش آیا تو یون کہنا شروع کیا الہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون جھوٹون کے مقام اور غافلون کے اعراض سے
الہی تیرے ہی لیے عارفون کے دل انکسار کرتے ہین اور تیرے ہی لیے مشتاقون کی گردنین جھکتی ہین الہی اپنی جود مجھکو عنایت کر اور مجکو اپنے پردہ
کرم مین چھپا اور اپنی ذات کے کرم کے طفیل سے میری تقصیر سے درگذر کر عبد اللہ کہتے ہین کہ پھر وہان سے اٹھکر ہم سب چلے آئے جب مین
بغداد مین پہونچا آپ اُن دنون عراق مین تھے مین نہر کے کنارے نماز کے لیے وضو کرتا تھا ایک شخص میرے پاس گذرا اور کہا کہ بیٹا اپنا وضو
اچھی طرح کر خدا تعالی دنیا اور آخرت مین تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آویگا مین نے جو پھر کر دیکھا تو معلوم کیا کہ ایک بزرگ ہین جنکے پیچھے بہت لوگ ہین
جلدی جلدی وضو کرکے اُنکے پیچھے ہوا میری طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تجھے کچھ کام ہو مین نے کہا کہ ہان یہ مطلب ہو کہ جو علم خدا تعالی نے آپکو دیا ہو اُس مین
سے مجکو بھی کچھ سکھلا دیجیے آپنے فرمایا کہ جان رکھ کہ جو شخص اللہ تعالی کی تصدیق کرتا ہو وہ نجات پاتا ہو اور جو شخص اپنے دین کا خوف رکھتا ہو وہ تباہی
سے بچا رہتا ہو اور جو شخص دنیا مین زہد کرتا ہو قیامت کو اللہ تعالے کے ثواب کو دیکھکر اُسکی آنکھین ٹھنڈی ہونگی - اب اور کچھ زیادہ بتاؤن مین
نے کہا بہتر آپنے فرمایا کہ جس شخص مین تین خصلتین ہون اُسنے اپنا ایمان پورا کرلیا ایک یہ کہ اچھی بات کا دوسرے کو حکم کرے اور پہلے آپ عمل کرے
دوسرے یہ کہ بُرائی سے اورون کو منع کرے اور پہلے آپ باز رہے تیسرے یہ کہ اللہ تعالی نے جو حدین مقرر کی ہین اُنکی نگہداشت کرے اور اُنسے
کسی طرف تجاوز نہ کرے اب اور کچھ بتاؤن مین نے کہا بہتر فرمایا کہ دنیا مین زاہد رہ اور آخرت کا راغب ہو اور سب باتون مین خدا تعالے
کو سچا جان اس سے تو اور نجات پانے والون کے ساتھ مین نجات پاویگا یہ کہکر آپ تشریف لے گئے مین نے لوگون سے پوچھا کہ یہ کون ہین
کہا کہ شافعی ہین اس روایت سے آپکے بیہوش ہو جانے کو سوچو پھر نصیحت فرمانے کو خیال کرو کہ اس مین سے آپکا زہد اور شدت
خوف کتنا معلوم ہوتا ہو اور یہ خوف اور زہد بدون معرفت اللہ تعالے کے حاصل نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالے خود فرماتا ہو انما یخشی اللہ من

عبادۃ العلماء امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ خوف اور زہد فقہ کے علم اور احیاء و اور چیزوں سے حاصل نہیں کیا تھا بلکہ آخرت کے علوم جو قرآن اور
حدیث سے نکلے ہیں اُنسے پیدا کیا تھا کیونکہ تمام اولین اور آخرین کی حکمتیں قرآن و حدیث میں بھری ہیں اور دل کے اسرار اور علوم آخرت
سے آپکا واقف ہونا اُن حکمتوں سے تمکو معلوم ہوگا جو آپ سے منقول ہیں مثلاً کسی نے آپ سے پوچھا کہ ریا کیا ہے آپنے بلا تامل فرمایا
کہ ریا ایک فتنہ ہے جسکو خواہش نفس نے علما کے دلوں کے سامنے لا کھڑا کیا اُنھوں نے اُسکی طرف اسوجہ سے کہ نفس یہی بات اختیار کرتا ہے
دیکھا اسلیے اُنکے عمل برباد ہوگئے اور یہ آپکا قول ہے کہ جب تمکو اپنے عمل میں عجب کا خوف ہو تو سوچو کہ تم کس کی رضا چاہتے ہو اور کس ثواب کے
راغب اور کس عذاب سے ترسان اور کونسی عافیت کے شکر گزار اور کونسی مصیبت کو یاد کرتے ہو جب تم ان باتوں میں سے ایک
میں بھی فکر کروگے تو تمہارا عمل تمہاری نظروں میں حقیر ہو جاویگا عجب سے مامون رہیگا پس تامل کرو کہ آپ نے کس طرح ریا کی حقیقت اور
عجب کا علاج فکر فرمایا اور یہ دونوں دل کی بڑی آفتوں میں سے ہیں اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو محفوظ نہ رکھا
اُسکے علم نے اُسکو فائدہ نہ دیا اور فرمایا کہ جو شخص علم سے خدا تعالی کی اطاعت کرتا ہے وہ اُسکے راز کو سمجھتا ہے اور فرمایا کہ ہر ایک آدمی کے
لیے دوست اور دشمن ضرور ہوتے ہیں جب یہ حال ہے تو تم اُنھیں لوگوں کے ساتھ رہو جو خدا تعالی کے اہل طاعت ہیں اور روایت
ہے کہ عبد القاہر بن عبد العزیز ایک مرد نیکبخت پرہیزگار تھے وہ آپ سے پرہیزگاری کے باب میں مسائل پوچھا کرتے اور آپ اُنکے ورع
کی وجہ سے اُنکے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے ایک روز اُنھوں نے شافعی رح سے کہا کہ صبر اور امتحان اور تمکین میں سے کون چیز بہتر ہے
آپنے فرمایا کہ تمکین انبیا کا درجہ ہے اور وہ بعد آزمایش کے ہوتا ہے پس جب امتحان ہوتا ہے تو صبر ہوتا ہے اور صبر کے بعد تمکین دیکھو خدا تعالی
نے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا پھر اُنکو وقار عنایت کیا اور حضرت موسی اور حضرت ایوب علیہما السلام کا اول امتحان لیا
پھر وقار عنایت فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا اول امتحان لیا پھر اُنکو تمکین اور ملک عطا کیے اور تمکین سب درجوں سے
افضل ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وکذلک مکنا لیوسف فی الارض اور حضرت ایوب علیہ السلام کو بعد بہت بڑی آزمایش کے تمکین
دی اور فرمایا وآتیناہ اہلہ ومثلہم معہم رحمۃ من عندنا وذکری للعابدین تو یہ جواب امام شافعی رح کا دلالت کرتا ہے کہ آپکو اسرار قرآنی پر خوب
عبور تھا اور جو لوگ انبیا اور اولیا اللہ تعالی کی طرف کے سالک ہیں اُنکے مقامات سے خوب واقف تھے اور یہ سب باتیں آخرت کے علوم
میں سے ہیں۔ اور آپ سے کسی نے سوال کیا کہ آدمی عالم کب ہوتا ہے فرمایا کہ جس علم کو جانتا ہے اُسمیں جب محقق ہو کر دوسرے علوم کے
درپے ہوتا ہے اور جو بات اُس سے رہگئی ہے اُسمیں تامل کرتا ہے تو اُسوقت عالم ہوتا ہے چنانچہ جالینوس سے کسی نے پوچھا تھا کہ تم ایک
مرض کے لیے بہت سی دوائیں مرکب لکھتے ہو اُسنے جواب دیا کہ مقصود ایک ہی دوا ہے دوسری اُسکے ساتھ اسلیے ہیں کہ اُسکی تیزی
کم ہو جاوے اسلیے کہ مفرد دوائیں قاتل ہیں پس اسطرح کی بہت سی باتیں اور علوم آخرت میں آپکی معرفت الہی علو رتبت پر دلالت کرتی
ہیں رہی یہ بات کہ آپ خاص فقہ سے اور اُسمیں مناظرہ کرنے سے خدا تعالی کی رضا کے خواہاں تھے اس امر پر یہ روایتیں دال ہیں کہ آپنے
فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس علم سے لوگ مستفید ہوں اور اُسمیں سے میری طرف کوئی چیز منسوب نہو تو دیکھو کہ آپکو علم کی آفت اور طلب
شہرت کی برائی کتنی معلوم تھی اور اس باب میں خالص نیت خدا تعالی کی رضا جوئی کی کرکے شہرت کی طرف دل کی توجہ سے مبرا تھے اور
آپ کا ارشاد ہے کہ میں نے کبھی کسی سے مناظرہ اِس طور سے نہیں کیا کہ یہ چاہا ہو کہ وہ خطا کرے اور فرمایا کہ جب میں نے کسی سے گفتگو کی ہے
تو یہ چاہا ہے کہ اُسکو توفیق راستی کی اور اعانت ملے اور اُسکے اوپر خدا تعالی کی حمایت اور حفاظت رہے اور جب میں نے کسی سے کلام
کیا ہے تو یہ پروا نہیں کی ہے کہ امر حق میری زبان خواہ اُسکی زبان سے نکلے! اور فرمایا کہ جب میں نے امر حق اور حجت کو کسی شخص پر پیش کیا اور
اُسنے حق بات کو قبول کیا تو میں اُس سے ہیبت رکھتا ہوں اور اُسکی محبت کا معتقد ہوتا ہوں اور جو کوئی امر حق پر مجھ سے زبردستی

اور اس طرح جگہ دی ہم نے یوسف کو اس ملک میں ۱۲

اور ہم نے دی اُسکو اُسکے گھر والے اور اُنکے برابر اُنکے ساتھ اپنی طرف کی رحمت سے اور نصیحت بندگی والوں کو ۱۲

کر کے جسکی جہت تو ٹرتا ہو تو وہ میری نظرون سے گر جاتا ہو اُس سے ملنا چھوڑ دیتا ہون - تو یہ علامات ہین جنسے معلوم ہوتا ہو آپکی غرض
فقہ سے اور اُسمین مناظرہ کرنے سے خداے تعالی کی رضا جوئی تھی اب دیکھو کہ زمانہ حال کے لوگون نے آپکا اتباع ان پانچ باتون مین
صرف ایک بات مین کس طرح کیا ہو اور پھر اُسمین بھی اُنکے خلاف کرتے ہین اور اسی لیے ابو ثور رحمہ اللہ نے فرمایا ہو کہ نہ مین نے اور نہ دیکھنے
والون نے کوئی شخص شافعی رح کے مثل دیکھا ہو اور احمد بن حنبل رح نے فرمایا کہ چالیس برس سے مین نے ایسی کوئی نماز نہین پڑھی جسکے بعد امام
شافعی رح کے لیے دعا نہ مانگی ہو اس روایت سے دعا مانگنے والے کے انصاف کو اور جنکے لیے دعا کی اُنکے درجے کو خیال کرو اور اُسپر اُس
زمانے کے علما کے حالات کو مطابق کرو کہ اُنکے دلون مین آپس مین کتنا بغض اور عناد ہو تا کہ تمکو معلوم ہو کہ یہ لوگ جو دعوی سلف کی پیروی
کا کرتے ہین اس دعوی مین قصور رکھتے ہین امام احمد رح کے زیادہ دعا مانگنے کی جہت سے اُنکے لڑکے نے اُنسے کہا کہ شافعی کون شخص تھے
جنکے لیے تم اسقدر دعا مانگتے ہو اُنھون نے فرمایا کہ بیٹا شافعی رح دنیا کے حق مین مثل آفتاب کے تھے اور لوگون کے حق مین مثل
تندرستی کے کہ اب بتاؤ کہ ان باتون مین سے کوئی انکی نیابت کرتا ہو - اور امام احمد رح فرمایا کرتے کہ جو کوئی اپنے ہاتھ سے دوات چھوے
اُسکی گردن پر شافعی کا احسان ہو اور یحیی بن سعید پنبہ فروش کہتے ہین کہ مین نے چالیس برس سے جو نماز پڑھی اُسمین شافعی رح کے لیے دعا مانگی
اسلیے کہ اللہ تعالے نے اُنکو علم عنایت فرمایا اور سیدھی طریقہ راستی ہدایت کیا اب ہم آپ کے حالات کو اسیقدر مختصر پر کفایت کرتے ہین اسلیے کہ
سب حالات خارج از حد شمار ہین اور یہ مناقب جو ہمنے لکھے ہین اکثر اُس کتاب سے نقل کیے ہین جو نصر ابن ابراہیم مقدسی رح نے مناقب شافعی رح
مین لکھی ہو اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ بھی ان پانچون خصلتون کے ساتھ موصوف تھے چنانچہ آپسے کسی نے کہا کہ امام مالک
طلب علم مین آپ کیا فرماتے ہین اُنھون نے فرمایا کہ بہتر اور اچھا ہو بلکہ جو شخص صبح سے لیکر شام تک تمھارا ساتھ نہ چھوڑے اُسکا ساتھ تم بھی
نہ چھوڑو اور آپ علم دین کی تعظیم مین بہت مبالغہ فرماتے یہان تک کہ جب حدیث بیان کیا چاہتے تو وضو کرتے اور اپنے فرش کے صدر مقام
پر بیٹھتے اور ڈاڑھی مین کنگھی کرتے اور خوشبو لگاتے اور بیٹھنے مین وقار اور ہیبت کو ملحوظ رکھتے پھر حدیث ارشاد کرتے لوگون نے جو اس باب
مین آپسے کچھ کہا تو آپنے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی عظمت کرون اور آپکا ارشاد ہو کہ علم ایک نور ہو
اُسکو خداے تعالے جہان چاہتا ہو وہان کر دیتا ہو کثرت روایت سے نہین ہوتا اور یہ حرمت اور توقیر اسبات پر دال ہو کہ آپکو اللہ تعالی کے جلال
کی معرفت نہایت قوی تھی - اور علم سے آپکی غرض خداے تعالی کی رضا جوئی آپکے اس قول سے معلوم ہوتی ہو کہ فرمایا دین کے باب مین
جدال کرنا کچھ بھی نہین اور اس امر پر امام شافعی رح کا قول بھی دلالت کرتا ہو کہ مین آپکے پاس حاضر ہوا اُسوقت آپ سے اڑتالیس مسئلے پوچھے
گئے تھے اُنمین سے بتیس کے جواب مین آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہین تو جسکو اپنے علم سے خداے تعالے کے سوا اور کچھ غرض ہوتی
ہو اُسکا نفس کبھی نہین مانتا کہ یون اقرار کرے کہ مین نہین جانتا اور اسی لیے امام شافعی رح نے فرمایا ہو کہ جب عالمون کا ذکر ہو تو امام مالک
اُنمین نجم ثاقب ہین اور امام مالک سے بڑھکر مجھپر کسی کا احسان زیادہ نہین ہوا اور روایت ہو کہ ابو جعفر منصور نے آپکو منع کر دیا
تھا کہ مکرہ کے طلاق کے باب مین حدیث مت بیان کرنا پھر ایک شخص کو خفیہ کہدیا کہ آپسے اُس طلاق کا مسئلہ پوچھے جب اُس شخص نے
دریافت کیا تو آپنے سب لوگون کے سامنے کہدیا کہ جس شخص سے زبردستی طلاق کہلائی گئی ہو وہ طلاق نہین ہوا ابو جعفر نے آپکے
کوڑے لگائے مگر آپنے حدیث بیان کرنا ترک نہ کیا اور امام مالک رح کا ارشاد ہو کہ جو شخص حدیث مین سچا ہوتا ہو اور جھوٹ نہین بولتا
اُسکی عقل سے اُسکو نفع دیا جاتا ہو اور بڑھاپے مین آفت اور فساد عقل طاری نہین ہوتا اور دنیا مین آپکا زہد اس روایت
سے معلوم ہوتا ہو کہ امیر المومنین مہدی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپکا کوئی مکان ہو آپنے فرمایا کہ نہین لیکن اس باب مین تمسے
ایک حدیث بیان کرتا ہون کہ مین نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے سنا ہو کہ وہ فرماتے تھے کہ آدمی کا نسب ہی اُسکا مکان ہو اور

ہارون رشید نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کا مکان ہے آپنے فرمایا کہ نہین پس رشید نے تین ہزار دینار آپکو دیے آپنے انکو لیکر رکھ چھوڑا خرچ نہ کیا جب رشید نے مدینہ منورہ سے چلنا چاہا تو آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپکو بھی ہمارے ساتھ چلنا چاہیے اسلیے کہ مین نے قصد کیا ہے کہ لوگون کو موطا کی ترغیب دون جیسے حضرت عثمان رض نے لوگون کو قرآن پر ترغیب دی تھی آپنے جواب دیا کہ لوگون کو موطا کی ترغیب دینے کی کوئی سبیل نہین اسلیے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد حضرت کے شہرون مین چلے گئے ہین اور حدیثین روایت کی ہین اسی لیے ہر ایک شہر کے پاس علم حدیث موجود ہے اور آپنے ارشاد فرمایا ہے کہ اختلاف امتی رحمۃ باقی رہا تمہارے ساتھ چلنا تو وہ بھی نہین ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون اور یہ بھی ارشاد ہے المدینۃ تنفی خبثھا کما ینفی الکیر خبث الحدید اور یہ تمہارے دینار جون کے تون رکھے ہین چاہو لے لو چاہو چھوڑ جاؤ یعنی تم جو مجھسے مدینہ چھوڑایا چاہتے ہو تو اسلیے کہ تمنے مجھپر احسان کیا ہے پس مین دینار کو حضرت کے مدینہ طیبہ پر ترجیح نہین دیتا ہون غرض کہ دنیا مین آپکے زہد کی یہ صورت تھی اور جب آپکے علم اور شاگردون کے منتشر ہونے کی جہت سے سب طرف سے مال آپکے پاس آنے لگا آپ اسکو امور خیر مین خرچ کر دیا کرتے آپ کی سخاوت سے آپ کا زہد اور دنیا کی محبت کی کمی معلوم ہوتی ہے اور زہد یون نہین ہے تا کہ آدمی کے پاس مال نہو بلکہ یہی صورت ہے کہ مال سے دل بے پرواہ رہے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت مین زہد کرتے تھے اور اس روایت سے حضرت مالک رح کا دنیا کو حقیر جاننا اور بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رح سے نقل ہے کہ مین نے امام مالک کے دروازے پر ایک گلہ خراسان کے گھوڑون اور مصر کے خچرون کا ایسا دیکھا کہ اس سے عمدہ مین نے نہین دیکھا تھا مین نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا عمدہ ہین آپنے فرمایا کہ اے ابو عبداللہ یہ میری طرف سے تمکو تحفہ ہے مین نے کہا کہ آپ ایک ان مین سے اپنی سواری کے لیے رہنے دیجیے آپنے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالے سے شرم آتی ہے کہ جس زمین مین اسکے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہون اس زمین کو سواری کے سم کا پامال کرون اس روایت سے خیال کرو کہ سخاوت آپ مین اسقدر تھی کہ سب گھوڑے خچر یکبارگی دیدالے اور پھر خاک پاک مدینہ طیبہ کی توقیر کا لحاظ کرو اور آپ کی غرض علم سے خداے تعالی کی رضا جوئی اور دنیا کو حقیر جاننا آپ کی اس حکایت سے ثابت ہے کہ فرماتے ہین کہ مین ہارون رشید کے پاس گیا رشید نے مجھسے کہا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لایا کیجیے تا کہ ہمارے لڑکے آپ سے موطا سنین مین نے کہا کہ خداے تعالی امیر کی ترقی کرے یہ علم تمہین لوگون سے نکلا ہے اگر تم اسکی عزت کروگے تو عزیز ہوگا اور اگر ذلت کروگے تو ذلیل ہوگا علم کے پاس لوگ جایا کرتے ہین علم نہین آیا کرتا رشید نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہین اور لڑکون کو حکم دیا کہ مسجد مین جایا کرین اور لوگون کے ساتھ موطا سنو اور حضرت امام ابو حنیفہ کوفی رح بھی عابد اور زاہد اور خداے تعالے کے عارف اور اس سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے اسکی رضا کے خواہان تھے آپکی عبادت اس روایت سے معلوم ہوتی ہے جو ابن مبارک سے مروی ہے آپ صاحب مروت تھے اور نماز بہت پڑھتے تھے اور حماد بن ابی سلیمان روایت کرتے ہین کہ آپ تمام شب عبادت کرتے تھے اور روایت یون ہے کہ آپ نصف شب عبادت کیا کرتے تھے ایک روز آپ چلے جاتے تھے ایک شخص نے آپ کی طرف اشارہ کیا دوسرے نے کہا کہ یہ وہ ہین جو تمام شب عبادت کرتے ہین اس روز کے بعد سے پھر امام صاحب نے تمام شب عبادت کرنی شروع کر دی اور فرمایا کہ مجکو خدا تعالی سے شرم آتی ہے کہ اسکی عبادت جتنی مین نہ کرتا ہون اسقدر لوگ مجھ مین بتاوین اور آپکا زہد ان روایتون سے ثابت ہے کہ ربیع بن عاصم کہتے ہین کہ مجکو یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے بھیجا مین حضرت امام ابو حنیفہ رح کو اسکے سامنے لیگیا اسنے چاہا کہ آپ بیت المال کے حاکم ہون آپنے انکار کیا اسنے آپکے بیس کوڑے مارے تو دیکھا حکومت سے کیسے انکار کیا اور مار کو برداشت فرمایا اور حکم بن ہشام ثقفی نے کہا ہے کہ مجھسے شام مین امام صاحب کے باب مین ایک روایت کسی نے کی کہ آپ سب لوگون سے زیادہ امین تھے اور بادشاہ نے یہ چاہا کہ انکو اپنے خزانون کی کنجیان سپرد کر دے ورنہ انکو پٹوادے آپنے دنیا کا عذاب اختیار کیا اور خدا تعالے کے عذاب کی جرأت نہ کی۔ اور ابن

مبارک کے سامنے جو آپکا ذکر ہوا تو کہتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ تم ایسے شخص کا کیا ذکر کرتے ہو کہ جسپر تمام دنیا پیش کی گئی اور اُس
سے گریز کی اور محمد بن شجاع آپکے بعض شاگردوں سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کسی نے کہا کہ آپکے لیے امیرالمومنین ابوجعفر منصور نے
دس ہزار درہم دینے کو کہا ہی آپ لینے پر راضی نہوے اور جب وہ دن ہوا جس میں توقع اس مال کے آنے کی تھی آپنے صبح کی نماز پڑھی اور منھ لپیٹ
لیا اور کسی سے کچھ کلام نہ کیا پھر حسن بن قحطبہ کا قاصد وہ مال لیکر آپکے پاس آیا آپ اس سے کچھ نہ بولے بعض حاضرین نے کہا کہ آپ ہم سے بھی
ایک آدھ بات کبھی کرتے ہیں یعنی آپکی عادت ایسی ہی ہی کہ کلام نہیں کرتے ہیں مال کو تم اس تھیلی میں مکان کے گوشے میں رکھدو۔ پھر بعد
اسکے امام صاحب نے اپنے سب آثاث البیت کی وصیت کی اور اپنے لڑکے سے کہا کہ جب میں مرجاؤں اور مجھکو دفن کر چکو تو اس تھیلی کو حسن
بن قحطبہ کے پاس لیجانا اور کہنا کہ یہ تمھاری وہ امانت ہی جو تمنے ابو حنیفہ کو سپرد کی تھی آپکے صاحبزادے نے وصیت کے بموجب تعمیل کی حسن
نے فرمایا کہ رحمت ہو خدا کی تیرے باپ پر اسلیے کہ وہ اپنے دین پر نہایت حریص تھے اور روایت ہی کہ آپ اپنے عہدہ قضا کے لیے کہا گیا
تو آپنے فرمایا کہ مجھ میں اسکی لیاقت نہیں لوگوں نے پوچھا کہ کس وجہ سے آپنے فرمایا کہ اگر میں سچا ہوں تب تو واقع میں اسکے لائق نہیں
اور اگر اس قول میں جھوٹا ہوں تو جھوٹا شخص عہدہ قضا کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اور آپ کا طریق آخرت سے ماہر ہونا اور امور دینی
کے راہ سے واقف ہونا اور خدا تعالی کا عارف ہونا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ خدا تعالی سے بہت ڈرتے تھے اور دنیا میں زاہد
تھے چنانچہ ابن جریج رح نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجکو یہ خبر پہونچی ہی کہ تمھارا کوفی نعمان بن ثابت خدا سے تم سے بہت ڈرتا ہی۔ اور شریک
نخعی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رح سکوت بہت رکھتے اور ہمیشہ فکر میں مستغرق رہتے لوگوں سے کلام کم کرتے تو یہ امور صاف دلیل ہیں باطن
کے علم اور دینی مہمات میں مشغول رہنے پر اس لیے کہ جسکو سکوت اور زہد عنایت ہوا اسکو علم کامل عطا ہوا یہ ہی مختصر بیان تینوں اماموں
کے احوال کا اور حضرت امام احمد بن حنبل اور سفیان ثوری کا حال یہ ہی کہ انکے تابع بہ نسبت اُن تین اماموں کے
کم ہیں اور سفیان ثوری کے تابع امام احمد رح کی نسبت کہیں کم ہیں لیکن یہ دونوں ورع اور زہد میں زیادہ مشہور ہیں اور یہ ساری
کتاب ان دونوں کے افعال اور اقوال سے بھری ہی اسلیے اسوقت کچھ ضرورت تفصیل کی نہیں پس اب تم ان تینوں اماموں کی سیرتوں
میں غور کرو اور سوچو کہ یہ حالات اور افعال اور اقوال دنیا سے اعراض کرنے کے اور خالص خدا کے لیے ہو رہنے کے بھلا علم فقہ
کی فروعات یعنی سلم اور اجارہ اور ظہار اور ایلا اور لعان کے جاننے سے ہوتے ہیں یا یہ دوسرے ہی علم سے پیدا ہوسکتے ہیں جو فقہ سے
اعلی اور اشرف ہی اور تامل کرو کہ جو لوگ انکی پیروی کا دعوے کرتے ہیں وہ سچے ہیں یا جھوٹے

تیسری فصل اُن علوم کے بیان میں جنکو لوگ اچھے علوم میں شمار کرتے ہیں اور واقع میں وہ علوم ان میں نہیں اور اس فصل میں تین بیان ہیں

بیان اول اس بات کی وجہ میں کہ بعض علم بُرے کیوں ہوتے ہیں شاید تم یہ اعتراض کرو کہ علم کے معنی تو یہ ہیں کہ کسی چیز کو جیسی وہ ہی
اسی طرح پر جاننا اور علم خدا تعالے کے صفات میں سے بھی ہی تو یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ کوئی چیز علم ہو کر مذموم اور بُری ہو سکے تو
اسکا جواب یہ ہی کہ علم کی برائی خود علم ہونے کی جہت سے نہیں ہوتی بلکہ بندوں کے حق میں تین وجوں میں سے کسی کے پائے جانے
سے بُرا کہا جاتا ہی اول یہ کہ وہ علم خواہ عالم کے حق میں یا دوسرے کے حق میں انجام کو مضر ہوتا ہو جیسے علم سحر اور طلسمات کو برا کہتے ہیں حالانکہ
علم سحر حق ہی اسلیے کہ قرآن اسکا شاہد ہی کہ سحر ایک سبب ہی جس سے خاوند جورو میں جدائی ڈالنے کا ذریعہ کرتے ہیں اور صحیحین میں مذکور
ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کسی نے کر دیا تھا اور اسکے سبب سے آپ بیمار ہو گئے تھے یہانتک کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپکو
خبر دی اور وہ جادو ایک کنوئیں کے اندر پتھر کے نیچے سے نکالا گیا اور جادو ایک علم کی قسم ہی کہ جواہر کے خواص اور ستاروں کے
مطلعوں میں حسابی امور کے جاننے سے حاصل ہوتا ہی اس طرح کہ اُن جواہر سے ایک پتلی اُس شخص کی صورت پر بناتے ہیں جسپر جادو

کرتے ہین اور ایک خاص وقت کے منتظر رہتے ہین جب وہ وقت ستارے کے نکلنے کا آتا ہے تو اُس پتلی پر چند کلمات کفر اور فحش خلاف
شرع بولتے ہین اور اُنکے ذریعہ سے شیطانون سے مدد چاہتے ہین ان سب تدبیرون سے بحکم عادت جاریہ خداے تعالے کے مسحور شخص مین
عجیب حالات پیدا ہوتے ہین اور معرفت ان اسباب کی اس اعتبار سے کہ معرفت ہے بری نہین مگر چونکہ بجز خلق کے ضرر کرنے کے اور بدی کا وسیلہ
ہونے سے اور کسی بات کی انھین لیاقت نہین اس سبب سے اُنکے جاننے کو علم مذموم کہتے ہین بلکہ اگر کوئی ظالم کسی ولی کے قتل کا درپے ہوا اور
وہ اُس سے ڈر کر کسی مضبوط جگہ مین جا چھپے تو ظالم اگر اُسکا حال پوچھے تو اسکی جگہ بتانی نہ چاہیے اور جھوٹ اس موقع مین واجب ہو بلکہ
اسکی جگہ کا ذکر کرنا بتانا ہے اور حقیقی حال کا جتا دینا لیکن برا اسی وجہ سے ہے کہ انجام کو مضر ہو دوم یہ کہ وہ علم غالباً عالم کے حق مین مضر ہو
مثلاً علم نجوم کہ وہ خود اپنی ذات سے برا نہین کیونکہ وہ یا تو حساب کے متعلق ہے اور قرآن مجید مین صاف فرما دیا ہے کہ آفتاب اور چاند کی چال
حساب سے ہے چنانچہ ارشاد فرمایا الشمس والقمر بحسبان اور فرمایا والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم یا احکام ہین جنکا حاصل
سببون سے واقعات کا بتانا ہے یہ ایسا ہے جیسے طبیب نبض سے بتا دیتا ہے کہ یہ مرض عنقریب پیدا ہوگا غرض کہ اسکا جاننا خلق مین خداے تعالے
کی عادت کا معلوم کرنا ہے مگر شرع نے اسکو برا کہا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تقدیر کا ذکر ہو تو چپ ہو جاؤ اور جب
نجوم کا ذکر ہو تو چپ ہو رہو اور جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو سکوت کرو اور فرمایا کہ مین اپنی امت پر تین باتون سے ڈرتا ہون ایک امامون
کا ظلم کرنا دوم نجوم کا معتقد ہونا سوم تقدیر کا نہ ماننا اور حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نجوم کو اسقدر سیکھو کہ اُس سے خشکی اور تری مین تمکو
راہ ملے پھر رکے رہو اور اس سے منع کرنے کی تین وجہین ہین اول یہ کہ اکثر خلق کو یہ مضر ہوتا ہے یعنی جب یہ بات دل مین پڑتی ہے کہ
حالات ستارون کے چال کے بعد اس طرح ہوتے ہین تو اُنکے دلون مین بھی جمتا ہے کہ تاثیر کرنے والے ستارے ہی ہین اور یہی معبود
ہین جو انتظام کرتے ہین اسلیے کہ یہ اجسام شریف اور جواہر لطیف آسمان پر ہین اور اُنکی عزت دل مین بڑھ جاتی ہے اور توجہ دلی اُنھین کی
طرف رہتی ہے خیر کی توقع اور شر سے بچاؤ اُنھین کی جہت سے معلوم ہونے لگتی ہے اور اللہ پاک کا ذکر دل سے مٹ جاتا ہے اسلیے کہ ضعیف
آدمی کی نظر ذریعون تک ہی رہتی ہے اور پکا عالم البتہ واقف ہوتا ہے کہ چاند اور سورج اور ستارے سب خداے تعالے کے امر کے مطیع
ہین ضعیف آدمی کہ سورج کی جوت سورج نکلنے کے باعث دیکھتا ہے اُسکی مثال ایسی ہے جیسے چیونٹی کہ بالفرض اُسکو عقل ہو اور کاغذ پر موجود
ہو اور دیکھ رہی ہو کہ قلم کی سیاہی سے کاغذ سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے تو وہ یہی اعتقاد کر لیگی کہ لکھنا قلم ہی کا فعل ہے اُسکی نظر قلم سے انگلیون پر
اور انسے ہاتھ پر اور ہاتھ سے ارادے پر اور ارادے سے کاتب پر جو ارادہ کر رہا ہے اور کاتب سے اُسکی قدرت اور ہاتھ کے بنانے
والے پر ہرگز ترقی نہ کریگی غرض کہ خلق کی نظر اکثر قریب اور نیچے کے ذریعون پر رہ کر مسبب الاسباب تک ترقی سے باز رہتی ہے
اسی لیے نجوم کے سیکھنے کی ممانعت کی گئی دوسری وجہ ممانعت کی یہ ہے کہ نجوم کے احکام صرف اٹکلی ہین ہر فرد خاص کے باب مین نہ یقینی معلوم ہوتے
ہین نہ ظنی تو اسکے ذریعہ سے حکم کرنا جہالت پر حکم کرنا ہے اس صورت مین اسکی برائی اس اعتبار سے ہے کہ وہ جہل ہے علم ہونے کی جہت سے
نہین کیونکہ یہ تو معجزہ حضرت ادریس علیہ السلام کا ہے جیسا کہ مروی ہے اور یہ علم جاتا رہا اور مٹ گیا اور اگر منجم کی کوئی بات سچی بھی ہوتی ہے تو وہ
اتفاقی ہے اسلیے کہ منجم بعض اوقات کسی سبب پر واقف ہوتا ہے اور مسبب اُسکے بعد بدون بہت سی شرطون کے ہو جانے کے نہین ہوتا اور
ان شرطون پر واقف ہونا بہت سے آدمی کے اختیار مین نہین پس اگر اتفاقاً خداے تعالی باقی شرطون کو بھی مقدر فرما دیتا ہے تب تو منجم کا قول درست
ہو جاتا ہے اور اگر باقی سبب نہین ہوتے تو اسکا کہنا غلط ہوتا ہے اور اُسکا حال ایسا ہے جیسے کوئی شخص دیکھے کہ پہاڑون پر سے بادل اٹھ اُٹھ کر جمع
ہوتے ہین اور چلتے پھرتے ہین تو وہ اٹکل سے کہدے کہ آج مینہ برسیگا حالانکہ اکثر بعد ایسے ابر کے بھی آفتاب نکل آتا ہے اور ابر جاتا رہتا ہے
اور کبھی مینہ بھی برستا ہے تو صرف ابر کا ہونا ہی مینہ کے آنے مین کافی نہین جبتک اور اسباب کا علم نہو اسی طرح ملاح کا قیاس کرنا کہ

کشتی سلامت رہیگی یعنی ہمیشہ سے ہواؤن کا عادی ہو اسی پر اعتماد کرکے کہدیتا ہو حالانکہ اُن ہواؤن کے اور سبب خفیہ بھی ہین کہ اُنکو
اُسکو اطلاع نہین اسی لیے کبھی تو اُسکا کہنا ٹھیک ہوتا ہو اور کبھی اٹکل غلط ہوتی ہو اور اسی وجہ سے قوی شخص کو بھی نجوم کی ممانعت
ہوئی تیسری وجہ یہ ہو کہ اس علم سے کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ ادنی مرتبہ یہ ہو کہ امر فضول مین خوض کرنا ہو جسکی حاجت نہین اور ایک امر بیفائدہ
مین عمر سی چیز کو جو زیادہ نفیس سرمایہ انسان کا ہو تلف کرنا ہو اور یہ بات نہایت درجے کے نقصان کی ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم ایک شخص پر گذرے کہ لوگ اُسکے گرد جمع تھے آپنے فرمایا کہ یہ کون ہو لوگون نے عرض کیا کہ یہ بڑا عالم ہو آپنے فرمایا کہ کس چیز کا
عرض کیا کہ شعر کا اور عرب کے نسبون کا آپ نے فرمایا کہ یہ علم ہو کہ مفید نہین اور جاہل ہو کہ مضر نہین اور فرمایا انما العلم آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او
فریضۃ عادلۃ اس سے ثابت ہوا کہ نجوم مین اور اُس جیسے علوم مین خوض کرنا خطر مین پڑنا اور جہالت مین بیفائدہ مصروف ہونا ہو اسلیے
کہ جو کچھ تقدیر مین ہو وہ ہونا ہو اس سے بچنا ممکن ہو بخلاف طب کے کہ اُسکی طرف ضرورت داعی ہو اور اُسکی اکثر دلیلین ایسی ہین جنپر
اطلاع ہو جایا کرتی ہو اور بخلاف تعبیر کے کہ ہرچند وہ قیاسی ہو مگر نبوت کے حصون مین سے چھیالیسوان حصہ ہو اور اُسمین کچھ اندیشہ
نہین تیسری وجہ یہ ہو کہ آدمی اگر ایسی بات مین خوض کیا کرتا ہو جسکا تحمل اُسکو نہین ہوتا تو وہ اُسکے حق مین مضر ہوتی ہو مثلاً باریک اور خفیہ
علوم کا سیکھنا بنسبت ادنی اور ظاہر علمون کے جس طرح اسرار الٰہی مین بحث کرنی کہ حکما اور اہل کلام نے اُنپر اطلاع چاہی حالانکہ اُنکے حوصلے
سے یہ اسرار زائد تھے انکی تاب اور اُنمین سے بعض کے طریقون پر اطلاع بجز انبیا اور اولیا کے اور کسی کو نہین ہو سکتی اسلیے اُنکی بحث
سے لوگون کو روکنا اور جسقدر شرع مین وارد ہو اُسکا معتقد کرنا ضرور ہو کہ توفیق یافتہ شخص کے لیے اُسقدر کافی ہو اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا
ہو کہ ایک آدمی علوم مین خوض کرتا ہو اور اُنسے ضرر پاتا ہو اگر وہ اُنمین خوض نہ کرتا تو اُسکا حال دین مین اُس سے اچھا ہوتا جو علوم
مین خوض کرنے سے ہو گیا اور علم کا مضر ہونا بعض لوگون کے حق مین یقینی ہو اسمین انکار نہین ہو سکتا جیسے پرند کا گوشت اور لطیف حلوے
شیر خوار بچہ کو مضر ہین بلکہ بعض آدمیون کو بعض باتون سے جاہل ہی رہنا مفید پڑ جاتا ہو چنانچہ مروی ہو کہ کسی شخص نے بی بی کے بانجھ ہونے
کی شکایت طبیب سے کی طبیب نے اُس عورت کی نبض دیکھی اور کہا کہ تجکو اب بچہ پیدا ہونے کی دوا کرنی ضرور نہین کیونکہ تیری نبض سے ایسا معلوم
ہوتا ہو کہ چالیس دن مین تو مر جاویگی عورت کو نہایت خوف معلوم ہوا اور زندگی تلخ ہو گئی اور اپنا مال سب تقسیم کر دیا اور وصیت کی اور وہ
اپنی سب چھوڑ دیا یہان تک کہ مدت گذر گئی اور نہ مری اُسکا شوہر طبیب کے پاس آیا اور کہا کہ وہ تو نہین مری طبیب نے کہا کہ مجھے بھی یہ بات
معلوم تھی اب تو اُس سے صحبت کر کہ تیرے اولاد اُس سے ہو گی اُسنے پوچھا کہ یہ کیسے کہا کہ مین نے اُس عورت کو موٹی دیکھی کہ چربی اُس کے
بچہ دان کے منھ پر جم رہی ہو مین نے سمجھا کہ یہ بدون موت کے خوف کے دبلی نہو گی اسلیے مین نے اُسکو موت سے ڈرا دیا تھا اب کہ وہ دبلی
ہو گئی تو بچہ جننے کی روک جو تھی جاتی رہی۔ اس حکایت سے تمکو معلوم ہوگا کہ بعض علوم سے واقف ہونے مین خطرہ ہوتا ہو اور
اسی سے تمکو معنی اس حدیث شریف کے معلوم ہو جاوینگے نعوذ باللہ من علم لا ینفع تو اس حکایت کا اعتبار کرو اور جن علوم کی
مذمت شریعت نے کی ہو اور اُنسے منع فرمایا ہو اُنکا حال مت دریافت کرو اور صحابہ رضی اللہ تعالے عنہ کی پیروی کو لازم
کرلو اور اتباع سنت پر اقتصار کرو کہ سلامتی اتباع مین ہو اور اشیا کی بحث و تحقیق مین خطرہ ہو اور اپنی رائے اور عقل اور دلیل و برہان پر
مت بھولو کہ ہم اشیا کی بحث اسلیے کرتے ہین کہ جیسی ہین ویسی ہی اُنکو معلوم ہو جاوین اور علم مین فکر کرنے سے ضرر کیا ہو کیونکہ اس علم کا ضرر
تمکو فائدہ سے زیادہ ہوگا اور اکثر چیزین جنپر تم واقف ہوتے ہو ایسی ہین کہ اُنپر تمہارا واقف ہونا اتنا ضرر کریگا کہ آخرت مین اگر خدا کے لطف
نے اپنی رحمت سے تدارک نفرمایا تو تمکو تباہ کر ڈالیگا۔ اور واضح ہو کہ جس طرح علاج کے اسرار کو طبیب حاذق جانا کرتا ہو اور ناواقف
اُس طرح کو بعید سمجھتا ہو اسیطرح انبیا علیہم السلام دلون کے طبیب ہین اور آخرت کی زندگی کے اسباب سے واقف پس اُنکے طریق پر اپنی عقل کو

نافع ذکر نا چاہیے ورنہ ہلاک ہو جاوے گے دیکھو بعض دفعہ کسی شخص کی آنکھ مین کوئی مرض ہوتا ہے تو اسکی عقل اس بات کو چاہتی ہے کہ انگلی
پر لیپ کرے مگر طبیب حاذق اسکا علاج بعض اوقات یہ بتاتا ہے کہ دوسری طرف کے شانے پر لیپ کرو وہ اس بات کو نہایت بعید جانتا ہے
اسلیے کہ اُسکو پٹھون کے پھوٹنے کی کیفیت اور اُنکے نکلنے کی اور بدن پر لپیٹنے کی معلوم نہین اور اسی طرح کا حال آخرت کی راہ کا اور شرع کی مسنونات
اور مستحبات کے متعلق کا ہے۔ اور شرع نے جو عقیدے لوگون کے عبادات کے مقرر کیے ہین اُن مین وہ اسرار اور لطیف باتین ہین کہ عقل کا
حوصلہ نہین کہ اُنکو معلوم کر سکے جیسے کہ پتھرون کے خواص مین بعض عجیب باتین ہین کہ اہل فنون سے اُنکا علم پوشیدہ ہے مثلاً آج تک کسی کو یہ
معلوم نہین ہوا کہ مقناطیس لوہے کو کیون کھینچتا ہے اور دواؤن اور پتھرون کی نسبت عجائب اور غرائب عقیدون مین اور اُن عملون مین
بہت زیادہ اور بڑھکر ہین جنسے دلون کی صفائی اور طہارت اور اصلاح ہوتی ہے اور خدائے تعالیٰ کے قرب کی طرف ترقی اور اُسکے فضل کے
نفحات کی سیر نصیب ہوتی ہے اور جس طرح کہ دواؤن کے کل فائدون کے معلوم کرنے سے عقلین قاصر ہین باوجودیکہ تجربہ ہو سکتا ہے اسی طرح
جو باتین کہ آخرت کی زندگی کے لیے مفید ہین اُنکے معلوم کرنے سے بھی عقلین عاجز ہین اور اسپر طرہ یہ ہے کہ اُنکا تجربہ بھی نہین ہو سکتا ہے اسی طرح جو
ممکن تھی اگر بالفرض کچھ مُردے دنیا مین آکر کہا کرتے کہ جو عمل مقبول اور خدائے تعالیٰ کے قرب کے مفید ہین وہ یہ ہین اور جو اُس سے دور
کرتے ہین وہ یہ ہین اسی طرح عقائد کا حال کہدیا کرتے مگر اس طرح کے تجربے کی طمع نہین ہو سکتی اس صورت مین عقل کا نفع اسقدر تمکو بس ہے
کہ وہ تمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا جاننے کی طرف ہدایت کرے اور آپکے اشارون کے منشا اور مورد سمجھاوے پس جب یہ صورت ہو جاوے
تو اُسکے بعد عقل کو معزول کر دو کہ کچھ تصرف نہ کرے اور اتباع کو اپنے اوپر لازم کرو کیونکہ تمہاری سلامتی اتباع ہی سے ہوگی اور اسی لیے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من العلم جہلا و ان من القول عیا اور ظاہر ہے کہ علم تو جہل نہین ہوا کرتا مگر اسکی تاثیر ضرر پہنچانے مین جہل کی طرح ہوتی
ہے اور نیز ارشاد فرمایا کہ تھوڑی سی توفیق بہت سے علم سے بہتر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ درخت بہت سے ہین مگر سب
بار آور نہین اور پھل بہت سے ہین مگر سب بہتر نہین اور علوم بہت سے ہین الا سب مفید نہین **دوسرا بیان** اُن علوم کے ذکر مین جنکے لفظ
بدل گئے ہین واضح ہو کہ برے علم جو شرعی علوم مین مل جل گئے اُسکا سبب یہی ہے کہ لوگون نے عمدہ نامون کو اپنی فاسد غرضون کی جہت سے
اور معنون مین بدل ڈالا ہے اور جو غرض اُن الفاظ سے پہلے نیک بخت اور قرون اول کے لوگ لیا کرتے تھے اُس سے ان الفاظ کو
تحریف کر کے اور مقصود ٹھہرالیا ہے اور وہ پانچ لفظ ہین فقہ اور علم اور توحید اور تذکیر اور حکمت یہ الفاظ عمدہ ہین اور جو لوگ اُنکے ساتھ موصوف
تھے وہ دین کے رکن ہوتے تھے مگر اب الفاظ برے معنون مین منقول ہو گئے ہین اسلیے جو ان سے موصوف ہوتا ہے اُسکی مذمت
کرنے سے دلون کو نفرت ہوتی ہے کیونکہ یہ تو اول عمدہ لوگون پر بولے جاتے تھے مثلاً اول لفظ فقہ ہے اسمین لوگون نے خصوصیت اگلی
کا تصرف کیا ہے نقل و تبدیل نہین کی یعنی فقہ کو اس معنی مین خاص کر دیا کہ فتوون کے عجیب فروعات اور اُنکی علتون کے دقائق کو جاننا
اور اُن مین بہت سی گفتگو کرنی اور جو اقوال اُنسے متعلق ہون اُنکو یاد کرنا فقہ کہلاتا ہے تو جو شخص ان باتون مین خوب غور کرتا ہو اور زیادہ
مشغول ہو وہ بڑا فقیہ کہلاتا ہے حالانکہ پہلے زمانے مین لفظ فقہ کے یہ معنی نہ تھے بلکہ مطلق طریق آخرت اور نفسون کی آفتون کے دقائق اور
مفسدات عملون کے جاننے اور دنیا کی حقارت کو خوب طرح حاوی ہونے اور لذت آخرت سے اچھی طرح واقف ہونے اور دل پر خوف
چھائے رہنے کا نام فقہ تھا اور اسکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم تو جس فقہ سے کہ ڈرانا اور
خوف دلانا ہوتا ہے وہی فقہ ہے جو ہمنے بیان کی نہ طلاق اور عتاق کے مسئلے اور لعان اور سلم اور اجارہ کے فروعات کہ اُنسے ڈرانا اور خوف
دلانا کبھی نہین بلکہ اگر ہمیشہ اُنھین کا ہو رہے تو دل کو سخت کرتے ہین اور خوف کو دل سے نکالتے ہین چنانچہ جو لوگ اب اُنھین کے در پے
ہو رہے ہین اُنکا حال دیکھتے ہی ہو اور اللہ جل شانہ یہی ارشاد فرماتا ہے لہم قلوب لا یفقہون بہا اس سے ایمان کی باتین نہ سمجھنے سے

مراد ہی فتوون کے نہ سمجھنے سے غرض نہین ۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہو کہ فقہ اور فہم ایک ہی معنی کے لیے دو لفظ ہین اور استعمال کی رو سے شاید
اور حال مین انہین معنون مین بولے جاتے تھے جو ہمنے لکھے ہین اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہو لانتم اشد رہبة فی صدورہم من اللہ ذلک بانہم
قوم لا یفقہون یعنی خدا سے نہ ڈرنے لوگون کے کم ڈرنے اور خلق کا دبدبہ جاننے کو فقہ کی کمی پر حوالہ فرمایا ہو تو تامل کرو کہ یہ بات فروعات فتاوی
کی نہ یاد رکھنے کا ثمرہ ہو یا جن باتون کو ہمنے لکھا ہو اُنکے نہونے کا نتیجہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگون کو جو آپکی خدمت مین
حاضر ہوے تھے فرمایا علماء حکماء فقہاء یعنی یہ لوگ دانا اور حکیم اور فقیہ ہین حالانکہ وہ لوگ فتاوے کے فروعات کو نہ جانتے تھے اور سعد
بن ابراہیم زہری رح سے کسی نے پوچھا کہ مدینہ منورہ کے باشندون مین سے کون زیادہ فقیہ ہو اُنھون نے کہا کہ جو شخص خدا تعالے سے
زیادہ خوف رکھتا ہو گویا اُنھون نے فقہ کے ثمرہ کو بتادیا اور خوف خدا علم باطن کا ثمرہ ہو نہ فتوون اور مقدمات کا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کیا مین تمکو پورا فقیہ نہ بتادون لوگون نے عرض کیا کہ ارشاد ہو آپنے فرمایا کہ پورا فقیہ وہ ہو کہ لوگون کو خدا کی
رحمت سے نا امید نہ کرے اور اُس کے عذاب سے اُنکو بیخوف نہ کرے اور اُسکے فیض سے اُنکو یاس نہ دلادے اور قرآن کے سوا دوسری
چیز کی رغبت مین قرآن کو ترک نہ کرے اور جب انس بن مالک رض نے اس حدیث کو بیان فرمایا کہ لان اقعد مع قوم یذکرون اللہ من غدوة
الی طلوع الشمس احب الی من ان اعتق اربع رقاب تو یزید رقاشی اور زیاد نمیری کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ذکر کی مجالس تمہاری
جیسی مجلسین نہین ہین کہ تم مین سے ایک قصہ کہتا ہو اور وعظ کہتا ہو اور خطبہ لوگون کے سامنے پڑھتا ہو اور حدیث بیان
کردیتا ہو ہم تو یون کرتے تھے کہ بیٹھکر ایمان کو ذکر کرتے اور قرآن کو سمجھتے اور دین مین فہم لگاتے اور اللہ کی نعمتین لیتے اور شمار کرتے
اس روایت مین حضرت انس رض نے قرآن کے سمجھنے اور نعمتون کے شمار کرنے کو دین کی سمجھ یعنی تفقہ فرمایا اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہو
کہ آدمی پورا فقیہ نہین ہوتا یہانتک کہ خدا تعالی کی ذات پاک مین لوگون کو اپنے اوپر ناخوش نہ کرلے اور قرآن کے لیے بہت سی وجہین نہ نکال
لے یہ روایت ابو درداء پر موقوف بھی مروی ہو اور انہین اتنا جملہ اور ہو کہ پھر وہ اپنے نفس پر متوجہ ہو اور سب سے زیادہ اس سے ناخوش
رہے اور فرقد سنجی نے حسن بصری سے کوئی بات پوچھی آپنے اُسکا جواب دیا اُنھون نے کہا کہ فقہا آپکے خلاف کہتے ہین حضرت حسن نے فرمایا
کہ اے فرقد تو نے فقیہ اپنی آنکھ سے کہین دیکھا ہو فقیہ تو وہ ہو جو دنیا مین زاہد اور آخرت کا راغب اور اپنے دین مین عقل رکھنے والا اور اپنے
رب کی عبادت پر مداومت رکھنے والا اور پرہیزگار اور اپنے نفس کو مسلمانون کی اغراض سے بچانے والا اور اُنکے مالون کی طرف طمع نہ کرنیوالا اور
اہل اسلام کی جماعتون کا خیر خواہ ہو یہ ساری باتین آپنے فرمائین انہین یہ نہ فرمایا کہ فروعات فتاوی کا حافظ ہو اور ہم یہ نہین کہتے کہ لفظ فقہ احکام
ظاہری کے فتاوے کو شامل نہ تھا بلکہ یہ کہتے ہین کہ بطریق عموم یا تبعیت کے اُسپر بھی بولا جاتا تھا اور اکثر سلف صالحین فقہ کو علم آخرت پر ہی
بولا کرتے تھے اب جو اُسکو خاص کردیا ہو تو اُس خصوصیت سے بعض لوگون کو دھوکا ہو گیا اور صرف فتاوے کے احکام ہی کے ہو رہے اور
علم آخرت سے اور دلون کے احکام سے روگردانی کرلی اور اپنی اس تجویز پر طبیعت کی طرف سے ایک سہارا پایا کیونکہ علم باطن تو باریک ہو
اور اسپر عمل کرنا مشکل اور اُسکے باعث اور عہدون اور جاہ و مال کا ملنا دشوار ہو اسلیے شیطان نے اس فقہ ظاہری کے دلون مین جمانے
کا خوب ہی موقع پایا کہ وہ فقہ جو شرع مین عمدہ علم تھا اُسکو خاص اس علم فتاوے کے لیے کردیا دوسرا لفظ علم ہو کہ بیشتر خدا تعالی کی معرفت اور
اُسکے آیات کے جاننے اور بندون مین اور مخلوقات مین اُسکے افعال کو پہچاننے کے لیے بولتے تھے حتی کہ جب حضرت عمر رض کی وفات ہوئی
تھی تو حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا تھا مات تسعة اعشار العلم اس علم کے نو دسوین حصے جاتے رہے آپنے علم کو معرفت بولا پھر خود اُسکی تفسیر
کردی کہ اللہ تعالی کا علم اس سے مراد ہو اس لفظ مین بھی لوگون نے خصوصیت کا تصرف کیا ہو یعنی اکثر یہ مشہور کر رکھا ہو کہ جو شخص مخالف مقابل
سے مسائل فقہیہ وغیرہ مین خوب مناظرہ کرے اور اسی مین مصروف رہے حقیقت مین عالم وہی ہو فضیلت کی پگڑی اُسی کے سر پر بندھا اور وہ

مناظرہ مین مہارت نہ رکھتا ہو یا اُنمین پہلو تہی کرے اُسکو ضعیف جانتے اور اہل علم مین شمار نہین کرتے حالانکہ علم کے یہ معنی پہلے نہ تھے یہ اُن لوگون کا تصرف ہے بلکہ جو کچھ علم اور علما کی فضیلت مین وارد ہوا ہے وہ اُنھین علما کی صفت ہے جو خدا تعالی اور اُسکے احکام اور افعال اور صفات کو جانتے ہون اب عالم اُسکو کہنے لگے کہ علم شرع سے تو کچھ بھی نہ جانتا ہو صرف مسائل خلافی مین لڑنے جھگڑنے کا طریق یاد ہو ایسے ہی لوگ بڑے عالمون مین گنے جاتے ہین گو تفسیر اور حدیث اور مذہب وغیرہ کو خاک نہ جانتے ہون اور یہی امر بہت سے طالب علمون کے حق مین سبب مہلک ہو گیا ہے پس لفظ توحید ہے جسکے معنی اب یہ ٹھہرے ہین کہ فن کلام اور طریق جدل سے واقف ہونا اور طرف ثانی کی مخالف باتون پر حاوی ہونا اور اُن باتون کے باب مین بہت سے سوال نکالنے اور کثرت سے اعتراض نکالنے اور طرف ثانی کو الزام دینا یہان تک کہ اکثر حدیث فرقون نے ایسے لوگون مین سے اپنا لقب اہل عدل توحید ٹھہرایا ہے اور کلام والون کا نام توحید کے عالم رکھا ہے باوجودیکہ جو باتین خاص اسی فن کی ہین اُنمین سے کوئی بھی قرن اول مین نہ تھی بلکہ وہ لوگ اُس شخص پر جو جدل اور خصومت کا باب کھولتا تھا سخت انکار سے پیش آتے تھے اور جن باتون پر کہ قرآن مجید شامل ہے یعنی دلیلین صاف صاف کہ ذہن اُنکے ماننے کو مبادرت کرتے ہین اور سنتے ہی قبول کرتے ہین اُنکو اُنمین سے ہر ایک شخص جانتا تھا اور قرآن مجید کا علم پورا علم تھا اور اُنکے نزدیک توحید اور آخرت کو کہتے تھے جسکو اکثر کلام والے نہین سمجھتے اور اگر سمجھتے ہین تو اُسپر عمل نہین کرتے اور وہ یہ ہے کہ سب کامون کا خدا تعالی کی طرف سے اعتقاد کرے اس طرح کہ پھر توجہ اسباب اور ذریعہ کی طرف نہ رہے یعنی خیر اور شر کو بجز خداوند کریم کے اور کسی طرف سے اعتقاد نہ کرے اور یہ توحید ایک بڑا امر ہے جسکا ایک ثمرہ توکل ہے جسکا بیان باب توکل مین آویگا اور اسکا ایک ثمرہ خلق کی شکایت نہ کرنی اور اُنپر غصہ نہ کرنا اور خدا تعالی کے حکم پر راضی رہنا اور سب کام اُسی کے حوالہ کر دینے ہین اور اسی توحید کا ایک ثمرہ یہ تھا کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ بیمار ہوے اور لوگون نے کہا ہم آپکے لیے طبیب کو بلا دین تو آپنے ارشاد فرمایا کہ طبیب ہی نے مجھے بیمار کیا ہے اور ایک روایت یون ہے کہ جب آپ بیمار ہوے اور لوگون نے کہا کہ طبیب نے آپکے مرض کے باب مین کیا کہا ہے تو آپنے فرمایا کہ طبیب نے کہا ہے انی فعال لما ارید یعنی مین جو چاہتا ہون سو کرتا ہون اور عنقریب باب توکل اور توحید مین انشاء اللہ اسکے دلائل مذکور ہونگے اور توحید ایک جوہر نفیس ہے اور اُسکے دو پوست ہین کہ ایک مغز سے بہ نسبت دوسرے کے دور ہے لوگون نے لفظ توحید پوست کے لیے اور اُس فن کے لیے جس سے پوست کی حفاظت ہو خاص کر دیا اور مغز کو بالکل چھوڑ دیا پس توحید کا اول پوست تو یہ ہے کہ اپنی زبان سے کہو لا الہ الا اللہ اور یہ توحید وہ ہے جو تثلیث کے خلاف ہے جسکے قائل نصاری ہین مگر یہ توحید کبھی منافق سے بھی سرزد ہوتی ہے جسکا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہے اور دوسرا پوست توحید کا یہ ہے کہ جو قول زبان سے کہا ہے دل مین اُسکے مضمون کا خلاف اور انکار نہ ہو بلکہ ظاہر قلب مین اس مضمون کا اعتقاد اور تصدیق موجود ہو اور یہ توحید عوام کی ہے اور کلام والے اسی توحید کو اہل بدعت سے بچاتے ہین جیسا پہلے گذرا اور مغز توحید یہ ہے کہ سب امور کو خدا تعالی کیطرف اس طرح اعتقاد کرے کہ بیچ کے واسطون پر التفات نہ رہے اور اُسکی عبادت اسی طرح کرے کہ اُس سے خاص اُسی کو معبود ٹھہراوے دوسرے کی عبادت نہ کرے اس توحید سے جو خواہش نفس کے پیرو ہین وہ خارج ہین اسلیے کہ جو شخص اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہے وہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیتا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ بڑا معبود جسکی پرستش زمین مین کیجاے وہ خواہش نفس ہے اور واقع مین اگر کوئی تامل کرے تو جان لے کہ بت پرست بت کی عبادت نہین کرتا بلکہ اپنی خواہش نفس کی عبادت کرتا ہے اسلیے کہ اُسکا نفس اپنے باپ دادون کے دین کی طرف مائل ہوا اور وہ اُسی میل کا اتباع کرتا ہے اور نفس کا میل کرنا خوگرفتہ چیزون کیطرف اُنھین باتون مین سے ہے جنکو خواہش نفس کہتے ہین اور اس توحید سے خلق پر غصہ کرنا اور اُنکی طرف التفات کرنا بھی خارج ہے اسلیے کہ جو شخص سب باتون کو خدا تعالی کی طرف سے اعتقاد کریگا وہ دوسرے پر کیسے غصہ کریگا

بجالانا کونہ [illegible]
[illegible]

غرض کہ پیشتر اس مقام کو توحید کہا کرتے تھے اور یہ مقام صدیقون کا ہو تو دیکھو کہ لوگون نے اسکو کس چیز کی طرف بدل ڈالا اور کون سے پوست پر اکتفا کر لیا اور اسکو مدح اور فخر کے باب مین کیسے تمسک ٹھہرالیا باوجودیکہ جو اصل تعریف کی بات تھی اس سے بالکل خالی ہین اور اسکا حال ایسا ہی ہو جیسا کوئی صبح کو اٹھکر قبلہ رخ ہو کر کہے وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا کہ اگر اسکے دل کی توجہ خاص خدائے تعالی کی طرف نہو گی تو پہر روز اول ہی اول خدائے تعالی سے جھوٹ بولا کریگا اسلیے کہ منہ سے مراد اگر ظاہر کا رخ ہو تو اسکا رخ تو کعبے کی طرف ہو اور اسکو صرف اور جہتون سے پھیر کر کعبے کی طرف کیا ہو اور کعبہ آسمان و زمین بنانے والے کی طرف نہین کہ جو کعبہ کی طرف متوجہ ہو جاوے وہ تو جہتون کے احاطے سے نرالا ہو اور اگر منہ سے مراد دل کی توجہ ہو جو مقصود عبادت ہو تو جس صورت مین کہ دل دنیاوی حاجات اور اغراض مین مبتلا ہو اور مال اور جاہ کے جمع کرنے کے حیلے بنا رہا ہو اور بالکل اسی کیطرف متوجہ ہو اس صورت مین یہ قول کیسے سچا ہو گا کہ مین نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جسنے آسمان و زمین بنائے یہ جملہ اصل حقیقت توحید سے خبر دیتا ہو واقع مین توحید والا وہی ہو کہ سوائے واحد حقیقی کے اور کسی کو نہ دیکھے اور اپنے دل کے رخ کو بجز اسکے اور طرف نہ پھیرے اور یہ توحید اس ارشاد کا ماننا ہو کہ قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اور اس سے مراد زبانی قول سے نہین اسلیے کہ زبان تو دل کے حال سے خبر دیتی ہو کبھی سچی ہوتی ہو اور کبھی جھوٹی اور اللہ تعالے کے دیکھنے کی جگہ دل ہو جو توحید کا معدن اور منبع ہو چوتھا لفظ ذکر و تذکیر ہو جسکے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہو وذکر فان الذکری تنفع المومنین اور ذکر کی مجلسون کی تعریف کے باب مین بہت سی حدیثین وارد ہین مثلاً ارشاد فرمایا اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قیل وما ریاض الجنۃ قال مجالس الذکر اور دوسری حدیث مین یون ارشاد ہو ان للہ تعالے ملائکۃ سیاحین فی الھواء سوی ملائکۃ الخلق اذا راوا مجالس الذکر ینادی بعضہم بعضا الا ہلموا الی بغیتکم فیاتونہم ویحفون بہم ویستمعون الا فاذکروا اللہ وذکروا بانفسکم اس ذکر و تذکیر کو لوگون نے بدل کر ان باتون کا نام رکھ دیا جنکو زمانہ حال کے واعظ عام بیان کرتے ہین یعنی قصے اور اشعار اور شطح اور طامات حالانکہ قصے بدعت ہین اور اکابر سلف نے قصہ گو کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا ہو چنانچہ ابن ماجہ نے ابن عمر رض سے روایت کی ہو کہ قصے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین نہ تھے نہ حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض کے وقت مین تھے یہانتک کہ فتنہ پیدا ہوا اور قصہ گو نکل کھڑے ہوے۔ اور ابن عمر رض سے مروی ہو کہ ایک روز وہ مسجد سے نکلے اور فرمایا کہ مجکو قصہ گو ہی نے مسجد سے نکالا اگر وہ نہوتا تو مین نہ نکلتا۔ اور ضمرہ کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری رح سے کہا کہ ہم قصہ گو کی طرف اپنے منہ کرین انھون نے فرمایا کہ بدعتون کی طرف سے اپنی پیٹھ پھیر لیا کرو اور ابن عون کہتے ہین کہ مین ابن سیرین رض کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آج کچھ اچھا نہوا کہ امیر نے قصہ گویون کو قصہ کہنے سے منع کر دیا آپنے فرمایا کہ امیر کو بہتر توفیق ملی۔ اور اعمش رح بصرہ کی جامع مسجد کے اندر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک شخص بیان کر رہا ہو اور کہتا ہو کہ ہمسے اعمش نے روایت کی کہ آپ حلقے کے اندر مجلس گئے اور اپنی بغل کے بال اکھاڑنے لگے واعظ نے کہا کہ میان تمھین شرم نہین آتی اعمش نے فرمایا کہ مین کیون شرم کرون مین تو امر مسنون کرتا ہون اور تو جھوٹا ہو کہ کہتا ہو اعمش نے ہمسے کہا ہو مین اعمش ہون مین نے تجھسے نہین کہا اور احمد رح کا ارشاد ہو کہ سب لوگون مین زیادہ جھوٹے قصہ گو اور بھیک مانگنے والے ہین اور حضرت علی رض نے بصرہ کی جامع مسجد مین سے قصہ گو کو نکلوا دیا اور جبکہ حضرت حسن بصری رح کا کلام سنا تو انکو نہ نکالا اسلیے کہ وہ علم آخرت اور موت کے یاد دلانے اور نفس کے عیوب اور آفتون کے عمل پر متنبہ کرنے اور شیطانون کے وسوسے اور انسے بچنے کی تدبیر کے باب مین گفتگو کرتے تھے اور خدائے تعالے کی نعمتون کا اور انکی شکر گزاری سے بندہ کا قاصر ہونا ذکر کرتے تھے اور دنیا کی حقارت اور عیب اور ناپائداری اور بیوفائی اور آخرت کا خطرہ اور اسکے احوال کا اندیشہ بتاتے تھے حاصل یہ کہ عمدہ تذکیر شرعی یہی ہو جسکے لیے اس حدیث مین ترغیب وارد ہو جو ابو ذر رض سے مروی ہو کہ مجلس ذکر مین حاضر ہونا ہزار رکعت کے پڑھنے سے بہتر ہو اور مجلس علم مین آنا ہزار بیمارون کی عیادت سے اور ہزار جنازہ کے ساتھ جانے

سے اچھا ہے کسی نے پوچھا کہ یا حضرت قرآن مجید کی تلاوت سے بھی افضل ہے آپنے فرمایا کہ قرآن کا پڑھنا بھی علم ہی سے مفید ہوا ہے اور عطاءؒ
کا قول ہے کہ ایک مجلس ذکر کی ستر لہو کی مجلسوں کا کفارہ ہو جاتی ہے ان چکنی باتیں بنانے والوں نے ان باتوں کو اپنے نفسوں کی صفائی
کے لیے ٹھہرا لیا ہے اور اپنی خرافات کا نام تذکیر رکھ لیا ہے حالانکہ عمدہ ذکر کی راہ بھول کر قصوں میں مصروف ہیں جنمیں کمی اور بیشی اور اضافات
کو دخل ہوا اور جو قصے کہ قرآن میں وارد ہیں انسے خارج اور زائد ہیں اسلیے کہ قصے بعضے ایسے ہیں جنکا سننا مفید ہوتا ہے اور بعضوں کا
سننا مضر ہوتا ہے اگرچہ سچے ہوں اور جو شخص اس امر کو اپنے لیے اختیار کرتا ہے اسمیں سچ اور جھوٹ ملجاتا ہے اور مفید اور مضر آپس میں خلط
ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اس سے منع کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام احمدؒ نے فرمایا کہ لوگوں کو سچے حالات بیان کرنے والے کی بڑی
ضرورت ہے پس اگر قصہ کسی نبی کا انبیا علیہم السلام سے ہو اور وہ لوگوں کے دین سے متعلق ہو اور کہنے والا بھی سچا ہو تو ایسے قصے کے
سننے میں تو ہمکو کچھ مضائقہ نہیں معلوم ہوتا مگر بیان کرنے والے کو چاہیے کہ جھوٹ سے احتراز کرے اور نیز ان احوال کی حکایتوں
سے جن میں لغزشوں اور سستیوں کا اشارہ پایا جاوے جنکے دریافت کرنے سے عوام کی فہم قاصر ہے اور ایسی لغزش نادر کو بھی ذکر نہ کرے
جسکے پیچھے لغزش کرنے والے نے بہت سی نیکیاں کی ہوں جنسے وہ لغزش چھپ گئی ہو اسلیے کہ عامی شخص اس سے اپنی لغزش اور
خطا پر تمسک کیا کرتا ہے اور اپنے واسطے عذر کی تمہید کرکے حجت یوں کیا کرتا ہے کہ فلاں مشائخ کے حال میں یوں بیان کرتے ہیں اور ہم سب گناہوں
کے درپے رہتے ہیں اگر میں نے خطا کی تو کیا عجب ہے فلاں شخص جو ایسا بزرگ اور مجھسے افضل تھا اسنے بھی یہ خطا کی تھی اور اس بات سے
اسکو بدون جانے خدا تعالے پر جرأت ہو جاتی ہے پس ان دونوں امر سے اگر قصہ کو بچا رہے تو قصہ بیان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں
اور ان قیدوں کے ساتھ میں عمدہ قصے وہی رہینگے جنکو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ شامل ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ طاعتوں کے
باب میں رغبت کی حکایتیں گڑھ لینی درست جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا قصد انسے خلق کو حق کیطرف بلانے کا ہے اور یہ ایک شیطانی وسوسہ
ہے اسلیے کہ سچ میں بہت گنجایش ہے وہ کیا تھوڑا ہے کہ جھوٹ کی حاجت ہو اور جو چیزیں کہ اللہ تعالے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نے ذکر فرمائی ہیں انکے ہوتے ہوئے وعظ میں نئی بات اختراع کی ضرورت نہیں اور کیسے نہو کہ قافیہ کا تکلف بکروہ ٹھہرا ہے اور بناوٹ
میں شمار کیا گیا چنانچہ سعد بن ابی وقاص کے بیٹے عمر انکے پاس کسی کام کے لیے آئے تھے آپنے سنا کہ مقفی عبارت سے حاجت بیان کرتے
ہیں آپنے کہا کہ ابھی سے میں تجکو برا جانتا ہوں تیری حاجت کبھی ادا نہ کرونگا جبتک کہ تو یہ نہ کریگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
عبداللہ بن رواحہ سے تین کلمے مقفی سنکے ارشاد فرمایا کہ ای ابن رواحہ اپنے آپکو سجع سے دور رکھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجع دو
کلموں سے زیادہ بیہودہ داخل تکلف اور ممنوع تھا اور اسی جہت سے جب ایک شخص نے جنین کے خونبہا میں یہ الفاظ کہے کیف ندی
من لا شرب ولا اکل ولا صاح ولا استہل ومثل ذلک یطل یعنی ہم ایسے کی دیت کیسے دیں جسنے نہ پیا نہ کھایا نہ چیخا نہ چلایا اس جیسا تو معاف
میں ہوتا ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ عرب کے سجع کے موافق سجع کہا اور اشعار کا حال یہ ہے کہ وعظوں میں انکی کثرت بڑی ہے اللہ تعالے فرماتا ہے
والشعراء یتبعھم الغاوون الم تر انھم فی کل واد یھیمون اور فرمایا وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ اور جن شعروں کی عادت واعظوں کو ہو رہی ہے انمین
سے اکثر وہی ہوتے ہیں جن میں عشق کا وصف اور معشوق کی خوبصورتی اور وصال کی راحت اور جدائی کا درد مذکور ہوتا ہے اور
مجلس واعظ میں عوام اور اجلاف ہی بھرے رہتے ہیں اور انکے باطن شہوات سے پر ہوتے ہیں اور انکے دل بھی خوبصورتوں
کی طرف التفات کرنے سے خالی نہیں ہوتے پس اشعار انکے دلوں میں سے اس چیز کو ابھارتے ہیں جو انمیں چھپی رہتی ہے اسلیے
شہوات کی آگ انمیں بھڑک اٹھتی ہے اور چیختے ہیں اور حال کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ شعروں میں سے اکثر یا سب کا انجام ایک طرح
کی خرابی ہوتی ہے اس نظر سے بجز ان اشعار کے جنمیں نصیحت اور حکمت ہو اور وہ بھی دلیل اور انس دلانے کے طور پر ذکر ہوں

اور کسی قسم کا شعر استعمال نہ کرنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اِنّ من الشعر لحکمۃ اور اگر مجلس مین دین کے خواص جمع ہون اور معلوم ہو کہ اُنکے دل اللہ تعالیٰ کی محبت مین ڈوبے ہوے ہین اور اُنکے ساتھ کوئی اور نہو تو ایسے لوگون کے حق مین وہ شعر ضرر نہین کرتا جو ظاہر مین خلق کیطرف معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ سُننے والا جو کچھ سنتا ہو اُسکو اُسی چیز پر ڈھال لیتا ہو جو اُسکے دل پر غالب ہوتی ہو چنانچہ اُسکی تحقیق باب السماع مین مذکور ہوگی اور اسی وجہ سے حضرت جنید بغدادی رح کچھ اوپر دس آدمیون مین وعظ کہا کرتے اور اگر زیادہ ہوتے تو کچھ نہ کہتے اور اُنکی مجلس مین کبھی پورے بیس آدمی نہوے اور ایکبار ابن سالم کے مکان کے دروازے پر کچھ لوگ جمع ہوے اُنسے کسی نے کہا کہ آپ بیان فرمائیے آپکے یار موجود ہین اُنھون نے فرمایا کہ یہ میرے یار نہین یہ تو مجلس کے لوگ ہین میرے اصحاب خاص لوگ ہین اور شطح سے ہماری غرض کلام کی اُن دو قسمون سے ہو جسکو بعض صوفیون نے گڑھا ہو ایک تو عشق آلہی مین اور وصال ہونے مین بڑے لمبے چوڑے دعوی جسکے بعد اعمال ظاہری کی کچھ حاجت نہ رہی یہان تک کہ بعض لوگ اتحاد کا دعوی کرنے لگتے ہین اور کہتے ہین کہ حجاب اُٹھ گیا اور دیدار کا مشاہدہ ہوتا ہو اور خطاب حضوری حاصل ہوا اور کہتے ہین کہ ہمکو یہ حکم ہوا اور ہمنے یہ کہا اور اس باب مین حسین بن منصور حلاج کی مشابہت کرتے ہین جو اسی طرح کے چند کلمات کے بولنے سے سولی دیا گیا تھا اور اسکے انا الحق کہنے کو اور حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو سند لاتے ہین یعنی آپ سے بھی منقول ہو کہ آپنے سبحانی سبحانی کہا تھا اور یہ قسم کلام کا ایسا ہو کہ جسکا ضرر عوام مین بہت ہوا ہو یہان تک کہ بعض کسانون نے اپنا کام چھوڑ کر اسی طرح کے دعوی کرنے شروع کر دیے اسلیے کہ یہ کلام طبیعت کو اچھے معلوم ہوتے ہین کہ اسمین کچھ ظاہری عمل نہین کرنا پڑتا نہ مقامات اور احوال کے لیے نفس کا تزکیہ کرنا پڑے تو پھر کم فہم اپنے لیے ایسا دعوی کیون نہ کرین اور کلمات خبط اور مہمل کیون نہ بکین اور اگر کوئی اُنپر اس باب مین انکار کرے تو جواب مین یہ کہتے ہین کہ اس انکار کا منشا علم اور مناظرہ ہو اور علم حجاب ہو اور مناظرہ نفس کا عمل ہو اور یہ بات جو ہمکو حاصل ہو بذریعہ مکاشفہ نور حق کے صرف باطن سے معلوم ہوا کرتی ہو غرض کہ اس طرح کے امور جہان مین پھیل گئے اور انکا ضرر عوام کو اتنا بڑھ گیا کہ اگر انمین سے کوئی اس طرح کی کچھ بات کہے تو اُسکا مار ڈالنا دس آدمیون کے زندہ رکھنے کی نسبت کہین اچھا ہو اور حضرت بایزید سے جو قول منقول ہو اول تو اُسکی صحت مین کلام ہو اور اگر بالفرض اُنسے وہ الفاظ کسی نے سُنے تو غالباً بر سبیل حکایت خداے تعالیٰ کے ارشاد کو اپنے جی مین مکرر کہتے ہونگے جیسے مثلاً یہ آپ کہتے ہوے سُنے اِنّنی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی تو اس سے یہ سمجھنا نہین چاہیے تھا کہ وہ اپنا حال بیان کرتے ہین بلکہ بطور حکایت ہی جاننا چاہیے تھا۔ دوسری قسم شطح کی وہ کلمات ہین کہ سمجھ مین نہ آوین ظاہر کے تو اچھے ہون اور اُنکے معانی ہولناک اور فائدہ کسی طرح کا اُنسے متعلق نہو اور یہ کلمات یا تو خود کہنے والے کے بھی سمجھ مین نہین آتے بلکہ اپنی عقل کے خبط اور خیال کی پریشانی کے باعث کہتا ہو اور اس خبط کی وجہ یہ ہو کہ جو کلام اُسکے کان مین پڑتا ہو اُسکے معنی کم یاد کرتا ہو اور اکثر تو ایسا ہی ہو یا خود تو سمجھتا ہو لیکن اُنکو دوسرون کو نہین سمجھا سکتا اور ایسی عبارت نہین بنا سکتا جس سے اُسکا مافی الضمیر معلوم ہو اس جہت سے کہ علم کی مہارت کم ہو اور طریق معانی کو الفاظ مین ادا کرنے کا نہین سیکھتا اور اس طرح کے کلام سے کچھ فائدہ نہین بجز اسکے کہ دلون کو پریشان اور عقلون اور ذہنون کو حیران کرے یا اُس سے وہ معنی سمجھ لیے جاوین جو اُس سے مقصود نہین اور اس صورت مین ہر ایک شخص اُسکو اپنی خواہش اور طبیعت کے موجب سمجھیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو جو کوئی تم مین سے کسی قوم سے ایسی حدیث بیان کریگا جسکو وہ نہ سمجھین تو وہ اُنپر ایک بلا ہو گی اور فرمایا لوگون سے وہ باتین کرو جنکو وہ جانتے ہون اور جنکو نہ جانتے ہون انکا ذکر نہ کرو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی تکذیب ہو اور یہ ایسے کلام کے باب مین ہو کہ کہنے والا تو اسکو سمجھتا ہو مگر سُننے والے کی عقل اُسکو نہ پہونچتی ہو کہ ایسے کلام کا کہنا جائز نہوگا اس سے معلوم ہوتا ہو کہ جس کلام کو خود کہنے والا بھی نہ سمجھے اُسکو کہنا کیسے درست ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ حکمت ایسے لوگون کو مت سناؤ جو اُسکے

لائق نہون ورنہ حکمت پر تمہاری زیادتی ہوگی اور جو اسکے اہل ہون اُنسے حکمت کو مت روکو کہ ایسا ظلم ہوگا اپنا حال نرم دل طبیب کی طرح
کر لو کہ جہان مرض دیکھے وہان دوا لگاوے اور ایک روایت مین یون ہے کہ جو شخص حکمت نااہلون مین بیان کرے وہ جاہل ہے اور جو حکمت
کے اہل سے اُسکو روکے وہ ظلم کرتا ہے حکمت کا ایک حق ہے اور کچھ لوگ اُسکے اہل ہین پس ہر ایک اہل حق کو اُسکا حق دینا چاہیے اور طامات
مین وہ امور بھی داخل ہین جو ہمنے شطح مین ذکر کیے ہین اور ایک امر انکے علاوہ ہے کہ وہ خاص طامات مین ہے یعنے شریعت کے ظاہر الفاظ
سے جو مراد مفہوم ہوتی ہے اسکو نہ لینا اور اُنسے امور باطنی ایسے نکالنے کہ ذہن مین اُنکا فائدہ نہ آتا ہو جیسے فرقہ باطنیہ قرآن مجید مین تاویلین
کرتے ہین تو یہ بھی حرام ہے اور اُسکا نقصان بہت زیادہ ہے اسلیے کہ جب الفاظ کے ظاہری معنی بدون دلیل نقلی شارع کے اور بدون کسی
حاجت و ضرورت عقلی کے چھوڑ دیے گئے تو اس سے الفاظ پر اعتماد جاتا رہیگا اور اُس سے کلام خدا اور کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نفع
ساقط ہوگا کیونکہ جو کچھ لفظون سے سمجھا جاتا ہے اُسپر تو اعتماد نہ رہا اور باطن سب کا ایک طرح کا نہین ہوتا اُسمین خطرے ایک دوسرے
کے خلاف ہوا کرتے ہین اور مختلف طور پر الفاظ کو ڈھال سکتے ہین یہ امر بھی بڑی عام بدعتون مین سے ہے جنکا ضرر زیادہ ہوتا ہے
اور طامات والون کا مقصود ایک امر غریب نکالنا ہے اسلیے کہ غریب کی طرف نفس مائل ہوتا ہے اور اُس سے لذت پاتا ہے اُس تدبیر سے
باطنیہ فرقہ نے ساری شریعت کو برباد کر دیا کہ ظاہر الفاظ کو تاویلین کرکے اپنی راے کے موافق بنا لیا چنانچہ اُنکے مذہب ہمنے کتاب
مستظہری مین جو اس فرقہ کے رد مین بنائی ہے لکھے ہین اور طامات والون کی تاویل کرنے کی یہ مثال ہے کہ بعض اس آیت کے معنی
اذہب الی فرعون انہ طغی یون کہتے ہین کہ اُس مین اشارہ دل کیطرف ہے اور فرعون سے مراد وہی ہے اور سرکش بھی ہر ایک انسان پر
وہی ہے اور وان الق عصاک کے معنی یہ کہتے ہین کہ بجز خدا تعالے کے جس چیز پر بھروسا اور اعتماد ہو اسکو ڈال دینا چاہیے اور اس
حدیث مین کہ تسحروا فان فی السحور برکۃ یہ کہتے ہین کہ مراد سحر کے وقت استغفار سے ہے اور اسی طرح تاویلات کرتے ہین یہان تک کہ قرآن کو
اول سے آخر تک ظاہری معنی اور اس تفسیر سے جو حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے علما سے منقول ہے بدل دیتے اور ان تاویلون مین
سے بعض کا باطل ہونا تو یقینا معلوم ہو جاتا ہے مثلاً فرعون سے دل کو مراد لینا اسلیے کہ فرعون ایک شخص محسوس تھا کہ اُسکا ہونا اور
حضرت موسیٰ کا اُسکو اسلام کی طرف بلانا متواتر ہمکو پہونچا ہے اور جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہما کافرون مین سے کہ موجود شخص تھے اور
شیطانون اور فرشتون مین سے نہ تھے جو جس سے معلوم نہین ہوتے تاکہ اُن لفظون کو ڈھال لیا جاوے ایسا ہی حال سحر کے لفظ
سے استغفار مراد لینے کا ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا اُسوقت نوش فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہلموا الی الغذاء المبارک
یعنی اس برکت والے کھانے کی طرف آؤ تو اس طرح کی تاویلین خبر متواتر اور حس سے باطل ٹھہرتی ہین اور بعضی تاویلین غالب ظن سے
معلوم ہوتی ہین اور وہ ایسے امور ہین کہ حواس یعنی دیکھنے وغیرہ سے متعلق نہون بہر حال یہ سب تاویلین حرام اور گمراہی اور لوگون
کے دین کا خراب کرنا ہین اور اُنمین سے کچھ بھی نہ صحابہؓ سے منقول ہوا نہ تابعین سے نہ حضرت حسن بصریؒ سے باوجودیکہ وہ خلق کو
اسلام کیطرف بلاتے اور اُنکو نصیحت کرنے کے عاشق تھے اور یہ جو حدیث مین ارشاد ہے من فسر القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار اس کی مراد
بھی کچھ اسی طرح کی تاویل کرنے سے ہے یعنی آدمی کی غرض اور رائے ایک امر کے ثابت اور مقرر کرنے کی ہو اور اُس غرض کے ثبوت کیلیے
قرآن کو شاہد بنالے اور اُسکے لفظون سے اپنی غرض نکالے بدون اُسکے کہ کوئی دلالت لفظی لغت کی راہ سے یا دلالت نقلی موجود ہو اور
اس حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرآن کی تفسیر استنباط اور فکر سے کرنی نہ چاہیے اسلیے کہ بہت سی آیتین ہین جنمین صحابہؓ اور مفسرینؒ سے
پانچ اور چھ اور سات معنی منقول ہین اور معلوم ہے کہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے نہین کیونکہ وہ معانی بعض اوقات
ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہین کہ جمع نہین ہو سکتے تو ضرور ہے کہ فہم کی خوبی اور طول فکر سے نکلے ہونگے اور اسی لیے آنحضرت

[illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو فرمایا اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل اور جو شخص طامات والوں میں کا اس جیسے تاویلات
کو درست کہتا ہو باوجودیکہ اسے معلوم ہو کہ یہ معنی اُن لفظوں کے مقصود نہیں اور پھر کہتا ہو کہ میرا ارادہ ان سے لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف
بلانے کا ہو تو اُنکی مثال ایسی ہو جیسے کوئی ایسے امر میں جو واقع میں حق ہو مگر شریعت میں اُسکا ذکر نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹی حدیث
بناوے یا ہر ایک مسئلہ میں کو حق سمجھے ایک حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے موضوع کر لے تو یہ امر ظلم اور گمراہی اور اس حدیث
شریف کے مضمون میں داخل ہوتا ہو من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار بلکہ الفاظ کی تاویل کرنی اس سے بھی بڑھکر برا ہے اسلیے کہ
اس سے تو الفاظ کا اعتبار ہی بیکار رہتا ہو اور قرآن کے سمجھنے اور اس سے فائدہ لینے کے طریق کو بالکل برہم کرنا ہو اب تمکو معلوم ہوا
کہ شیطان نے لوگوں کے ارادہ کو اچھے علموں کی طرف سے کس طرح بُرے علموں کی طرف پھیر دیا اور یہ ساری باتیں علماے بد کے
نام بدلنے کی بدولت ہیں پس اگر تم انکا اتباع صرف شہرت کے اعتبار پر کروگے اور جو معانی کہ اول قرن میں معروف تھے انکی طرف توجہ
نہ کروگے تو تمہارا حال وہ ہوگا کہ حکمت کے سبب سے شرف کی طلب میں کسی نام کے حکیم کا اس زمانے میں اتباع کرو اور یہ خبر نہ ہو کہ
حکمت پہلے کیا تھی اور اب کیا ہو پانچواں لفظ حکمت ہو کہ حکیم کا لفظ اب طبیب اور شاعر اور منجم پر بولتے ہیں بلکہ جو شخص سڑکوں
پر عوام کے ہاتھوں میں قرعہ ڈالتا ہو اُسکو بھی حکیم کہتے ہیں حالانکہ حکمت وہ ہو جسکی خدا تعالیٰ نے تعریف بیان فرمائی ہو یؤتی الحکمۃ من
یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے باب میں فرمایا کہ حکمت کا ایک کلمہ اگر آدمی سیکھے تو اُسکے
حق میں دنیا وما فیہا سے بہتر ہو اب تامل کرو کہ پہلے حکمت کیا تھی اور بالفعل کس طرف منتقل ہو گئی اور اسی پر باقی الفاظ کو قیاس کر لو اور
علماے بد کے دھوکے اور فریب میں نہ آؤ اسلیے کہ دین پر انکی خرابی بہ نسبت شیطانوں کے بڑھکر ہو کیونکہ شیطان انھیں کے ذریعہ سے لوگوں
کے دلوں میں سے دین کو نکالتے ہیں اور اسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ بدترین خلق کون ہیں تو آپنے
انکار کیا اور فرمایا کہ الٰہی مغفرت کر یہاں تک کہ کئی بار پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ علماے بد ہیں پس اچھے اور بُرے علم کو تم جان چکے اور
یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں ایک دوسرے میں کس وجہ سے ملتبس ہو جاتے ہیں تو اب تمھیں اختیار ہو کہ اپنے نفس کی بھلائی چاہو تو سلف
کا اقتدا کرو اور اگر چاہو فریب میں گرا چاہو تو پچھلوں کی مشابہت اختیار کرو جتنے علوم کہ سلف کو پسند تھے وہ سب مٹ گئے اور جن پر کہ اب
لوگ اوندھے منہ گرتے ہیں وہ اکثر بدعت اور نو پیدا ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا بجا ہو کہ بدأ الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما
بدأ فطوبی للغرباء فقیل ومن الغرباء قال الذین یصلحون ما افسدہ الناس من سنتی والذین یحیون ما اماتوہ من سنتی اور دوسری روایت میں ہو کہ
غریب وہ لوگ ہیں جو اُس چیز پر تمسک رکھنے والے ہونگے جس پر تم آج متمسک ہو اور ایک اور حدیث ہو کہ غربا کم نیکبخت لوگ ہیں بہت سے
لوگوں میں اور خلق میں انسے بغض رکھنے والے بہت ہوتے ہیں بہ نسبت دوستی رکھنے والوں کے۔ اور یہ علوم اس طرح کے غریب ہو گئے
کہ جو کوئی انکا ذکر کرتا ہو اُسکے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں اور اسی لیے سفیان ثوری رح نے فرمایا ہو کہ جب تم کسی عالم کے دوست بہت دیکھو تو
جان لو کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ ملانے والا ہو اسواسطے کہ اگر حق ہی کہتا تو لوگ اُس سے عداوت رکھتے تیسرا بیان عمدہ علموں
میں سے مقدار محمود کے ذکر میں۔ واضح ہو کہ علم اس اعتبار سے تین قسم پر ہو ایک تو وہ کہ اُسمیں سے تھوڑا اور بہت برا ہی ہو دوسرا وہ کہ اُسکا
قلیل اور کثیر اچھا ہو اور جسقدر بہت ہووے اسی قدر بہتر اور عمدہ ہو سوم وہ کہ اُسمیں سے بقدر کفایت تو اچھا ہو اور مقدار کافی سے زائد
قابل تعریف نہو اور یہ تینوں قسمیں مثل بدن کے حالات کے ہیں کہ اُن میں سے بعض حالت خواہ تھوڑی ہو یا بہت اچھی گنی جاتی ہو جیسے
تندرستی اور خوبصورتی اور بعض حالات بُری گنی جاتی ہو کم ہو یا زیادہ جیسے بدصورتی اور بدخلقی اور بعض حالتیں ایسی ہیں کہ انھیں
میانہ روی اچھی متصور ہوتی ہو جیسے مال کا دینا کہ اسراف قابل تعریف نہیں گو وہ بھی خرچ کرنا ہو جیسے شجاعت کہ تہور کی تعریف نہیں

اگرچہ وہ بھی شجاعت کی جنس ہے اسی طرح علم کا حال ہے اسکی اول قسم جو تھوڑا ہو یا بہت برا ہی گنا جاوے ایسا علم ہے کہ جسمیں نہ دین کا
فائدہ ہو نہ دنیا کا یا اسکا نقصان بہ نسبت فائدہ کے زیادہ ہو جیسے علم سحر اور طلسمات اور نجوم میں کہ بعضون میں تو کچھ فائدہ نہیں اور عمر
سی نفیس چیز جو عمدہ سرمایۂ انسانی ہے انہیں صرف کرنی مفت برباد کرنی ہے اور نفیس چیزون کا برباد کرنا برا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ نسبت
اس فائدے کے جو اس علم سے متصور رہتا ہے یعنی دنیاوی حاجت کبھی کوئی نکل جاتی ہے انکا نقصان زائد ہوتا ہے بلکہ وہ فائدہ بہ نسبت
نقصان کے ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ اور جو علم ہیں سرے سے اس سرے تک اچھا ہی ہے وہ علم خدا تعالے کی معرفت اور اُسکے صفات اور
افعال کا اور خلق میں اُسکی عادت جاری کا اور دنیا پر آخرت کی ترجیح کی حکمت کا ہے اسلیئے کہ یہی علم مطلوب بالذات اور وسیلہ سعادت
اخروی ہے اور اسمیں جسقدر کوشش کیجاوے وہ مقدار واجب سے کم ہی ہوگی کیونکہ یہ دریا وہ ہے کہ جسکی تھاہ نہیں معلوم ہوتی تمام گھومنے
والے اسکے کنارون پر ہی پھرتے ہیں جتنا جس سے ہو سکتا ہے اتنی گردش کرتا ہے اسکے اندر بجز انبیا اور اولیا اور مضبوط عالمون کے اور کوئی
نہیں جاتا وہ البتہ موافق اختلاف اپنے درجون اور قوتون کے جسقدر کہ تقدیر الٰہی نے اُنکے حق میں لکھدیا ہے اُسمیں خوض کرتے ہیں یہ وہی
علم پوشیدہ ہے کہ کتابون میں لکھا نہیں جاتا۔ اس علم پر تنبیہ ہو جانے کے لیے علم سیکھنا اور علماے آخرت کے حالات دیکھنے مفید ہوتے ہیں یہ
تو ابتدا میں چاہیے اور انجام کے لیے اس علم پر مدد مجاہدہ اور ریاضت اور قلب کے صاف کرنے اور دنیا کے علاقون سے اُسکو خالی کرنے
اور دنیا میں انبیا اور اولیا کی مشابہت پیدا کرنے سے ملتی ہے جو کوئی اس علم کے لیے اس طرح سعی کریگا تو اُسکو جتنا اُسکے نصیب میں ہے ملجاویگا
بقدر کوشش نہیں ملیگا ہان مجاہدہ کی حاجت اسمیں ضرور ہے بدون مجاہدہ کچھ نہیں ہوتا کہ ہدایت کی کنجی سوا اُسکے اور کوئی نہیں اور تیسری
طرح کے علوم جو ایک مقدار خاص تک اچھے ہیں وہ وہ ہیں جنکو ہم فرض کفایہ میں لکھ آئے ہیں کہ اُنمیں ہر علم کے تین درجے ہیں ایک بقدر
کفایت وحاجت وہ تو ادنی ہے اور ایک متوسط سے زائد کہ آخر عمر تک اُسکی انتہا ہو تو آدمی کو چاہیے کہ دو باتون میں سے ایک اختیار کرے
یا تو اپنے نفس کی فکر کرے یا جب اپنے نفس سے فارغ ہو جاوے تو دوسرے کی فکر کرے مگر ایسا ہرگز نہ کرے کہ اپنے نفس کی اصلاح سے
پیشتر دوسرے کی اصلاح میں مشغول ہو اب اگر تمکو اپنے نفس کا دھندا کرنا ہو تب اُسی علم میں مشغول ہو جو تمپر فرض عین بحسب [illegible]
حالات ہوتا جاوے اور جو اعمال ظاہر کے متعلق ہے مثلاً نماز اور روزہ اور طہارت لیکن بڑا ضروری اور اہم جسکو سب لوگون نے چھوڑ رکھا ہے
وہ دل کی صفتون کا علم ہے اور یہ کہ انمیں سے کونسی اچھی ہے اور کونسی بری اسواسطے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جو بری صفتون سے
مبرا ہو اور حرص اور حسد اور ریا اور کبر اور عجب وغیرہ اُسکے اندر نہون اور یہ صفات سب ہلاک کرنے والی ہیں اور انکو ویسے ہی
چھوڑ دینا اور صرف اعمال ظاہری میں مشغول رہنا ایسا ہے کہ آدمی خارش یا پھوڑون کی تکلیف میں ظاہر بدن پر لیپ کرے اور اندر کا
مواد فصد اور سینگی سے نکالنے میں سستی کرے۔ اور نام کے علما اور کچھ اعمال ظاہری ہی بتاتے ہیں جیسے سر کون پر طبیب ظاہر بدن پر
لیپ کرنے کو کہتے ہیں اور آخرت کے علما بجز باطن کی صفائی اور دور کرنے مواد شر کے اس طرح کہ اُنکی جڑیں اکھاڑ ڈالی جاوین اور کچھ
نہیں بتاتے اور اُنکی جڑیں دل کے اندر ہیں۔ اور اکثر لوگ جو اعمال ظاہری کے پابند ہیں اور دلون کی صفائی نہیں کرتے اسکی وجہ
یہ ہے کہ ظاہر اعضا کے اعمال آسان پڑتے ہیں اور دل کے اعمال مشکل جیسے کوئی شخص کڑوی اور بدمزہ دوا پینے کو سخت جانکر ظاہر بدن
پر لیپ کر لیتا ہے اور اسی دردسری میں مبتلا رہتا ہے اور مواد بڑھتا جاتا ہے اور اُسکے سبب سے اور روگ دونے ہوتے جاتے ہیں پس اگر
تمکو قصد آخرت اور طلب نجات اور ہلاک ابدی سے گریز منظور ہے تو باطن کے روگون اور اُنکے علاج کے علم میں مشغول ہو جس طرح
ہمنے جلد ثالث میں اُسکی تفصیل کی ہے اُسکے جاننے سے تم ان عمدہ مقامات پر بالضرور پہنچ جاؤ گے جو جلد چہارم میں مذکور ہیں کیونکہ دل
جب بری بات سے خالی ہوتا ہے تو اچھی بات سے بھرتا ہے اور زمین جب گھاس سے نولائی جاتی ہے تب اُسمیں کھیتی اور چمن کی بہار ہوتی

ہے اور جب تک تمکو اس فرض عین سے فراغت نہو تب تک فرض کفایہ مین مصروف نہو خصوصاً اسوقت مین کہ کوئی دوسرا اسکو جانتا ہو
اور تعمیل کرتا ہو اسلیے کہ جو شخص اپنی جان کو ہلاک کرے اسلیے کہ دوسرے کی اصلاح شاید ہو جاوے تو وہ بیوقوف ہو مثلاً اگر سانپ اور
بچھو کسی کے کپڑون مین گھسے ہوئے ہون اور اسکے قتل کے درپے ہون اور وہ ایک پنکھا ڈھونڈھتا پھرتا ہو جس سے کہ دوسرے کی مکھی دور
کرے اور وہ دوسرا ایسا ہو کہ اگر سانپ اور بچھو اسکو دو دو ڈنک پہونچا دین تو وہ اسکے کام نہ آوے اور نہ ان کی مصیبت سے
چھٹکارا دے تو بھلا اُس سے بڑھکر کون احمق ہوگا کہ اپنی جان کی فکر تو نہ کرے دوسرے کے لیے بیفائدہ کاوش کرے۔ اور اگر تمکو اپنے نفس
کی صفائی سے فراغت ملے اور ظاہر اور باطن کے گناہ چھوڑنے پر قدرت ہو جاوے اور یہ امر ایک عادت دائمی کے طور پر تم مین حاصل
ہو جاوے اور ایسا ہونا کچھ بعید نہیں تو اسوقت البتہ فرض کفایہ مین مشغول ہونا چاہیے اور اسمین ترتیب اور درجہ کا لحاظ رکھنا چاہیے
یعنی اول کلام مجید پھر حدیث شریف پھر علم تفسیر اور علوم قرآنی ناسخ اور منسوخ اور مفصول اور موصول اور محکم اور متشابہ پہچاننے کے اور
اسی طرح حدیث کے علوم اسلیے چاہیین پھر انکے فروع مین مشغول ہونا یعنی علم فقہ کے مذہب معتبرہ جاننا چاہیے نہ خلاف کو پھر اصول فقہ
کو اور اسی طرح باقی اور علمون کو جہانتک کہ عمر مین گنجایش ہو اور وقت یاری دے مگر اپنی عمر کو ایک فن خاص مین مستغرق مت کرو اس لحاظ
سے کہ اسمین کمال پیدا کرو اسلیے کہ علوم بہت ہین اور عمر تھوڑی اور یہ علوم دوسرے مقصود کے لیے آلات اور مقدمات ہین خود مطلوب
بالذات نہیں اور جو چیز غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہے اسمین یہ نہیں چاہیے کہ اصل مقصود بھلا دیا جاوے اور ذریعہ کی کثرت کیجاوے
پس علم لغت مین سے اسی قدر پر اکتفا کرو جس سے کہ تم عربی زبان کو سمجھ سکو اور بول سکو اور جو لغت کم رائج ہون انمین سے اسقدر
جان لو کہ قرآن اور حدیث کے سب الفاظ پر وقوف ہو جاوے اس سے زیادہ مین خوض کرنا کچھ ضرور نہیں اسی طرح نحو سے اسی قدر پر اکتفا کرو
جو قرآن اور حدیث کے متعلق ہو اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ علم کے تین مراتب ہین ایک بقدر کفایت دوم متوسط سوم درجہ کمال تو ہم حدیث
اور تفسیر اور فقہ اور کلام مین ان تینون مراتب کو بتائے دیتے ہین تاکہ اور علوم کو تم انھین پر قیاس کر لو پس علم تفسیر مین مقدار کفایت یہ ہے کہ
حجم قرآن کی دونی ہو جیسے علی واحدی نیشاپوری کی تفسیر ہے جسکا نام وجیز ہے اور متوسط درجہ یہ ہے کہ قرآن کے حجم سے تگنی ہو جیسے تفسیر نیشاپوری
جسکو وسیط کہتے ہین اور درجہ کمال اس سے زائد ہو جسکی کچھ حاجت نہیں اور عمر بھر تک اُسکا انجام بھی نہیں ہوتا۔ اور حدیث مین مقدار
کفایت یہ ہے کہ مضمون بخاری اور مسلم کا کسی شخص فاضل اور متین حدیث کے واقف سے سمجھ لو اور راویون کے نام کا یاد کرنا ضرور نہیں
اسلیے کہ یہ کام تم سے پہلے لوگ کر چکے ہین اور سب کچھ لکھ گئے ہین تمکو اتنا ہی چاہیے کہ انکی کتابون کو معتبر سمجھو اور یہ بھی تم پر لازم نہیں کہ بخاری
اور مسلم کے الفاظ حدیث کو حفظ کرو بلکہ اس طرح تحصیل کرو کہ ضرورت کے وقت جس مسئلہ کی ضرورت تمکو پڑے اُن مین سے نکال سکو
اور متوسط درجہ یہ ہے کہ جتنی کتابین حدیث کی صحیح ہین اُن سبکو صحیحین کے ساتھ پڑھ لو اور درجہ کمال یہ ہے کہ جو کچھ حدیثین منقول ہون
خواہ ضعیف ہون یا قوی اور صحیح ہون یا معلل سبکو پڑھو اور اسناد کے بہت سے طریق اور راویون کے حالات اور اُنکے نام اور
اوصاف معلوم کرو اور فقہ مین مقدار کفایت اسقدر ہے کہ جیسے مختصر مزنی رہ کی ہے جسکو ہمنے خلاصۃ المختصر مین لکھا ہے اور متوسط وہ ہے جو مختصر
کی تین گنی ہو یعنی اتنی بڑی جتنی بڑی ہماری کتاب فقہ کی وسیط ہے اور درجہ غایت اُسکو سمجھو جو ہمنے بسیط مین لکھا ہے اور بڑی بڑی
کتابون کے اور علم کلام کا مقصود صرف اتنا ہے کہ جو عقیدے اہل سنت نے سلف صالحین سے نقل کیے ہین وہ محفوظ رہین اور کچھ مطلب نہیں اور
اگر ہے تو امور کے حقائق کا کشف ہو جانا بدون طریق کشف کے اُس سے کچھ غرض متعلق نہیں ہان مقصود حفظ سنت کے لیے مقدار کافی علم
کلام کی ضرور ہونی چاہیے اور وہ ایک مختصر رسالہ عقائد سے ہو سکتی ہے جسکے مضمون کو باب قواعد العقائد اس جلد کا حاوی ہے اور متوسط
درجہ کی مقدار یہ ہے کہ سو ورق کا رسالہ ہو جیسا کہ ہمنے کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد لکھی ہے اور حاجت علم کلام کی اس وجہ سے ہے کہ اس سے

بدعتی کا مناظرہ کیا جاوے اور اسکی بدعت کو اثر کرکے عامی کے دل مین سے نکالدیا جاوے اور یہ بات صرف عوام ہی کے ساتھ مین کارآمد ہے بشرطیکہ اُنکو تعصب بڑھ گیا ہو اور نہ بدعتی اگر تھوڑا سا بھی مناظرہ جان جاتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ اُسکو کلام مفید ہے کیونکہ اگر اُسکو تقریر مین ساکت بھی کردو تب بھی اپنا مذہب نہ چھوڑیگا اور اپنے نفس کو ناقص سمجھکر فرض کریگا کہ اس بات کا جواب ضرور ہے مگر مجھکو نہین آتا طرف ثانی مجھکو مغالطہ دیتا ہے اور قوت مناظرہ سے حق کو مشتبہ کیے ڈالتا ہے اور عامی کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر ذرا سی تقریر مین حق سے منحرف ہو جاتا ہے تو اسی قدر تقریر مین پھر درست ہو سکتا ہے بشرطیکہ تعصب نہ بڑھ گیا ہو اور اگر تعصب ور اپنی چاوکی پچ پر آجاویگا تو پھر عامی سے بھی ناامیدی ہو جاتی ہے اسلیے کہ پچ ہموقع کرنی نفسون مین عقیدون کو پختہ کر دیتی ہے اور یہ آفت بڑے علما مین ہے کہ حق کے لیے تعصب مین مبالغہ کرتے ہین اور مخالفین کو بچشم حقارت دیکھتے ہین اور اُسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ بھی مکافات اور مقابلہ پر آمادہ ہوتے ہین اور باطل کی مدد زیادہ کرتے ہین اور جس چیز کا اُنپر الزام لگایا جاتا ہے اُسکو خوب مضبوطی سے تمسک کرتے ہین اگر حضرات علما براہ مہر و رحمت اور خیر خواہی کے اُنکو خلوت مین نصیحت کر دیتے اور تعصب اور حقارت کے موقع سے قطع نظر کرتے تو غالبًا کامیاب ہوتے لیکن چونکہ جاہ بدون لوگون کی پیروی کے راست نہین ہوتا اور پیروی پر میل لوگون کا بدون تعصب اور طرف ثانی کے لعن و دشنام کے نہین آتا اسلیے علما نے تعصب کو اپنی عادت اور حربہ ٹھہرا لیا ہے اور کہتے ہین کہ ہم دین کی حفاظت کرتے ہین اور مسلمانون کی طرف سے لڑتے ہین اور واقع مین اِس صورت سے خلق کی بربادی اور نفسون مین بدعت کا جم جانا حاصل ہے۔ اور اموری خلافی جو ان پچھلے زمانون مین ایجاد ہوے ہین اور اُنمین وہ تحریرین اور تصنیفین اور مناظرے نکلے ہین کہ ویسے کبھی زمانہ سلف مین نہ تھے تو اُنکے تم گرد بھی مت پھرنا اور اُنسے ایسی طرح بچنا جیسے زہر قاتل سے اسلیے کہ وہ مرض لاعلاج ہے وہی روگ ہے جسنے تمام فقیہون کو آپس کی حرص اور مباہات مین مبتلا کر دیا ہے چنانچہ عنقریب اُنکے آفات اور غوائل ہم بیان کرینگے۔ اور کبھی اِس تقریر کو کوئی ویساہی عالم سنتا ہے تو کہتا ہے کہ جس شخص کو کوئی بات نہین آتی وہ اُسکا دشمن ہوا کرتا ہے تو تم کو اِس کہنے سے یہ گمان نہو کہ ہم بھی اِس علم سے ناواقف ہین بلکہ تم نے تو اس فن مین ایک عمر تلف کی اور تصنیف اور تحقیق اور جدال اور بیان مین اول لوگون پر کو سبقت لے گئے مگر بحمد اللہ تعالیٰ نے ہمکو راہ راست الہام کیا اور اس فن کے عیب پر مطلع فرمایا تب ہم اُسکو ترک کرکے اپنے نفس کی فکر مین مشغول ہوے اس نظر سے تمکو نصیحت ہماری قبول کرنی چاہیے کہ تجربہ کار کا کہنا ٹھیک ہے اور اگر کوئی یون کہے کہ فتوی شریعت کا رکن ہے اور اُسکی علتین بدون علم خلاف کے معلوم نہین ہوتین اسلیے اُسکا جاننا ضروری ہے تو اس قول سے تم مغالطہ مین نہ آنا کیونکہ مذہب کی علتین خود مذہب مین کو ہین اُنسے جو باتین زائد ہین وہ مفت کے جھگڑے ہین کہ قرن اول کے لوگ اور صحابہؓ اُنکو نہ جانتے تھے حالانکہ اور ون کی نسبت علم فتوی کو زیادہ جانتے تھے بلکہ یہ باتین قطع نظر اس سے کہ علم مذہب مین کچھ مفید نہین فقہ کے مزہ کو خراب کرتی ہین اور ضرر پہونچاتی ہین اسلیے کہ جس شخص کے لیے مفتی کا فکر شاہد ہو جاتا ہے تو اگر مفتی کی طبیعت مین ذوق صحیح فقہ کا ہوتا ہے تو اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اُس سے جدل کی شرطون کے بموجب حکم کا اجرا نہین ہوسکتا اور جس شخص کی طبیعت جدل کی رسمون کی عادی ہوتی ہے اُسکا ذہن جدل کے مقتضیات کو مانتا ہے اور فقہ کے ذوق کے ماننے سے پہلوتہی کرتا ہے اور اِس فن مین وہی لوگ مشغول ہوتے ہین جنکو شہرت اور جاہ کی طلب ہوتی ہے اور بہانہ یہ کرتے ہین کہ ہم مذہب معتبر کی علتین تلاش کرتے ہین حالانکہ بعض اوقات ساری عمر گذر جاتی ہے اور اُنکی ہمت مذہب کے جاننے پر مصروف نہین ہوتی علتون ہی مین بسر ہو جاتی ہے اسلیے تمکو چاہیے کہ جن کے شیطانون سے بھی بچو اور انسانون کے شیطانون سے بھی احتراز کرو کہ اُن لوگون نے بہکانے اور گمراہ کرنے مین شیاطین جن کو راحت دے دی ہے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہے کہ تم جہان مین اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ اکیلا فرض کرلو اور جان لو موت اور پیشی اور حساب اور بہشت اور دوزخ سامنے مین پھر تامل کرو کہ ان سامنے کی چیزون مین کونسی بات تمکو بکار آمد ہے اُسکو اختیار کرو اور

سو اسکو ترک کر دو والسلام بعض مشائخ نے کسی عالم کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ جن علوم سے تم جھگڑا کیا کرتے تھے اور آنکے باب مین مناظرے
بروئے کار لاتے تھے انکا احوال کہو عالم نے اپنی ہتھیلی پھیلا کر اسمین پھونک ماری اور کہا سب خاک کی طرح اڑ گئے صرف دو رکعتین کام
آئین جو رات کو مین نے ادا کین صرف وہی میرے کام آئین اور حدیث شریف مین ارشاد ہے ما ضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل ثم قرأ
ما ضربوہ لک الا جدلا بل ہم قوم خصمون اور ایک حدیث مین اس آیت کے معنون مین فاما الذین فی قلوبہم زیغ یہ ارشاد ہے ہم اہل الجدل الذین
عناہم اللہ تعالی بقولہ فاحذرہم ان یفتنوک اور بعض اکابر کا قول ہے کہ آخر زمانے مین کچھ لوگ ہونگے کہ عمل کا دروازہ انپر بند کر دیا جاویگا اور
جدل کا دروازہ انکے لیے کھل جاویگا اور بعض احادیث مین وارد ہے کہ تم ایسے زمانے مین ہو کہ اسمین عمل کا الہام ہوا ہے اور عنقریب ایک قوم
ایسی ہوگی کہ انکے دلون مین جدل ڈالا جاویگا۔ اور حدیث مشہور مین وارد ہے ابغض الخلق الی اللہ تعالی الالد الخصیم ایک روایت مین یون ہے
کہ جس قوم کو گفتگو ملی وہ عمل سے روک دی گئی۔ اور علی بن نفیس حمصی اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے خلیل بن احمد کو بعد
انکی وفات کے خواب مین دیکھا اور کہا کہ ہمکو خلیل سے زیادہ کوئی عاقل نہین ملتا کہ اس سے کچھ پوچھین خلیل نے فرمایا کہ جس بات مین ہم مصروف
تھے اسکا حال بھی تمنے معلوم کیا ہوگا تو سوائے ان کلمات کے اور کوئی چیز مفید نہوئی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ۔ چوتھی

فصل اس ذکر مین کہ علم خلاف پر خلق کے متوجہ ہونے کا کیا سبب ہے اور مناظرہ کی آفتون کی تفصیل اور آسکے جائز ہونے کی شرطون مین

اس فصل مین تین بیان ہین **بیان اول** علم خلاف پر لوگون کے متوجہ ہونیکے ذکر مین واضح ہو کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امر خلافت کے
متکفل خلفاے راشدین ہوئے یہ لوگ عالم باللہ تھے اور اسکے احکام سمجھنے والے اور مقدمات کے فتاوی کے ماہر اسی جہت
سے ان لوگون کو فقیہون سے مدد لینے کی بہت ہی کم حاجت ہوتی تھی فقط ایسے معاملات مین کہ جنمین مشورہ سے گریز نہ تھا کسی کی ضرورت
پڑتی تھی اسی لیے علما صرف علم آخرت ہی کے ہو رہتے تھے اور کچھ شغل نہ رکھتے تھے اور فتاوے اور خلق کے احکام دنیاوی کو ایک دوسرے
پر ٹالتے تھے اور ہمہ ہمت متوجہ الی اللہ تھے چنانچہ انکی سیرتون سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جبکہ نوبت خلافت ان لوگون پر پہونچی جو بے
استحقاق خلافت اور بدون رسوخ علم فتاوے اور احکام کے حاکم ہو گئے تو انکو چار ناچار فقہا سے مدد لینی اور سب حالون مین انکو ساتھ رکھنے کی
ضرورت پڑی تاکہ جو حکم جاری کرین اسمین فتوے طلب کر لین اور اسوقت علماے تابعین مین سے وہ لوگ باقی تھے جو طرز اول قرن کے عادی
اور دین خالص کے ملازم تھے اور علماے سلف کے قدم بقدم چلتے تھے اسلیے انکا یہ حال تھا کہ اگر حکام انکو بلاتے تھے تو وہ بھاگتے تھے اور
روگردانی کرتے تھے لہذا حکام کو انکی طلب مین اصرار کرنا پڑا کہ عہدہ قضا اور حکومات دیوین پس اسوقت کے لوگون نے جو علما کی عزت دیکھی
کہ حاکم اور امام انکی طرف متوجہ ہین اور یہ انکو منھ نہین لگاتے تو علم کے حاصل کرنے پر متوجہ ہو گئے تاکہ حاکمون کی طرف سے عزت اور
جاہ ملے اسی لیے علم فتاوے پڑھنے لگے اور اپنے آپ کو حاکمون کے سامنے پیش کیا اور انسے تعارف بہم پہونچا کر عہدے اور انعام لیے
اور بعض تو پھر بھی محروم رہے اور بعض مراد کو پہونچے جو مراد کو پہونچے وہ بھی طلب کی ذلت اور بدون بلائے جا کھڑے ہونے کی خواری
سے نہ بچے غرض کہ فقہا جو مطلوب رہا کرتے تھے اب طالب ہو گئے اور پیشتر جو سلاطین کو منھ نہ لگاتے تھے اور عزت سے تھے اب انکے
پاس آنے سے ذلیل ہوئے مگر پھر بھی علماے دین الٰہی مین سے جنکو توفیق عنایت ہوئی وہ ہر وقت مین اس ذلت سے محفوظ رہے
اور اس زمانے مین اکثر توجہ لوگون کی فتاوے اور مقدمون کے علم پر تھی اسلیے کہ عہدون اور حکومتون مین اسی کی بڑی ضرورت تھی
پھر انکے بعد بعض رؤسا اور امرا ایسے ہوئے کہ انھون نے عقائد کے قواعد مین لوگون کی گفتگوئین سنین اور اسباب مین دلائل سننے کا انکو
شوق ہوا جب لوگون کو معلوم ہوا کہ ان امرا کو رغبت علم کلام کے مناظرہ اور جھگڑنے کی ہے تو اسی کا چرچا شروع کر دیا اور اسمین بہت سی تصنیفات
کین اور طرق جھگڑنے کے نکالے اور طرف ثانی کے اقوال پر اعتراضات کے ڈھنگ ایجاد کیے اور یہ خیال کیا کہ ہمکو دین الٰہی کی طرف سے

بری باتون کا دفع کرنا اور سنت کی طرف سے لڑنا اور بدعت کا استیصال کرنا منظور رہی جیسا انکے پیشتر کے فقہا کہتے تھے کہ ہماری غرض
دین کے فتاوے کا اچھی طرح جاننا اور مسلمانون کے احکام کا متکفل ہونا ہی اور انہین خلق خدا پر شفقت اور انکی خیر خواہی منظور ہی۔ پھر انکے
بعد بعض رؤسا ایسے ہوئے کہ انکو علم کلام مین خوض کرنا اچھا نہ معلوم ہوا اس جہت سے کہ اسمین مناظرہ کا باب مفتوح ہونے سے بڑے
بڑے تعصبات اور خصومات پیدا ہوئے جنسے نوبت کشت وخون اور شہرون کی بربادی کی پہونچی مگر انکو فقہ مین مناظرہ ہونے کا اور خاص
امام شافعی اور امام اعظم رح کے مذہبون مین اولی کے معلوم کرنیکا ذوق ہوا اسلیے لوگون نے علم کلام اور دوسرے فنون کو ترک کر دیا اور خاص
ان دونون امامون کے مسائل خلافی کی طرف میل کیا جو خلاف کہ امام مالک اور احمد اور سفیان ثوری وغیرہم کے ساتھ ہی اسمین سہولت برتی اور
اپنے خیال خام مین یہ سمجھا کہ ہماری غرض شریعت کی باریک باتون کا نکالنا اور مذہب کی علتون کا ثابت کرنا اور فتاوے کے اصول کی بنا ڈالنی
ہی اور اس بات مین بہت سی تصانیف لکھین اور طرح طرح کے جھگڑے انہین درج کیے اور اب تک اسی پر چلے جاتے ہین نہین معلوم کہ ہمارے بعد کے
زمانون مین خدا تعالی نے کیا مقدر کر رکھا ہی غرض کہ باعث خلافیات پر جھکنے کا اور مناظرون پر مائل ہونے کا یہی تھا اور کچھ نہ تھا اگر بالفرض
دنیا والون کے نفس کسی اور امام کے ساتھ خلاف معلوم کرنے کے راغب ہو جاوین یا کسی اور علم کی طرف شائق ہون تو علما بھی انکے ساتھ ہی
جھکینگے اور اس بہانے سے باز نہ آوینگے کہ جس علم مین ہم مشغول ہین یہ علم دین ہی اور ہمکو مطلب سوائے خدائے تعالے کے اور کچھ نہین

دوسرا بیان اس بات کی غلطی مین کہ یہ مناظرے صحابہؓ کے مشورون اور اکابر سلفؒ کی تقریرون کے مشابہ ہین - جاننا چاہیے کہ علما کبھی
لوگون کو یہ مغالطہ دیتے ہین کہ ہماری غرض ان مناظرون سے حق بات پر بحث کرنا ہی تاکہ حق کھلجاوے اسلیے کہ امر حق مطلوب ہی اور فکر
کرنے مین ایک دوسرے کی مدد کرنی اور بہت سی رایون کا متفق ہو جانا مفید ہی اور صحابہؓ کی عادت بھی اپنے مشورون مین اسی طرح کی تھی
مثلاً دادا کے ساتھ بھائیون کے محروم ہونے کی صورت اور شراب خواری کی سزا مین اور جب امام چوک جاوے تو اسپر تاوان کے واجب
ہونے مین جیسا اس مسئلہ مین کہ کسی عورت نے بباعث خوف حضرت عمرؓ کے اپنا بچہ گرا دیا تھا اور اسی مسائل فرائض وغیرہ مین انکے
مشورے مشہور ہین اور جو خلاف کہ شافعی اور احمد اور محمد اور مالک اور ابو یوسف وغیرہم رحمہم اللہ سے منقول ہی وہ اسی بات کا مد ہی اور ہم
تمکو اس مغالطے کی تہ بتائے دیتے ہین اور وہ یہ ہی کہ طلب حق پر ایک دوسرے کی مدد چاہنی البتہ دین کی بات ہی مگر اسکے لیے کئی شرطین اور علامتین
ہین **اول** یہ کہ جب یہ مناظرہ فرض کفایہ ہو تو جو شخص کہ فرض عین سے فراغت نہ کر چکے اسکو اسمین مشغول ہونا نہ چاہیے اور جس شخص پر
فرض عین ہو اور وہ فرض کفایہ مین مصروف ہو جاوے اور کہے کہ میری غرض طلب حق ہی تو وہ جھوٹا ہی اور اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی خود
تو نماز ترک کر بیٹھے اور کپڑون کے پیدا کرنے اور سینے مین کوشش کرتا پھرے اور کہے کہ میری غرض اس سے یہ ہی کہ جو شخص ننگے بدن نماز پڑھے اور کپڑا
نمیسر ہو اسکا ستر عورت کرون کیونکہ یہ بات کبھی ہو بھی جاتی ہی اسکا واقع ہونا ممکن ہی جیسا فقیہ کہتا ہی کہ جو امور کہ انسے خلاف مین بحث ہوتی ہی
انکا واقع ہونا ممکن ہی گو کم ہوتے ہون - اور جو لوگ مناظرہ مین مشغول رہتے ہین وہ ایسی باتون کو چھوڑے ہوئے ہین جو بالاتفاق فرض عین ہین یا
اگر کوئی ودیعت کو فوراً ادا کرنا چاہے اور کھڑا ہو کر نماز کی نیت باندھ لے جو سب قربتون سے عمدہ ہی اور کسی شرط وغیرہ کا لحاظ نہ کرے تو ظاہر ہی
کہ اس نماز سے وہ نافرمان خدا تعالی کا ہوگا اس سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی کے مطیع ہونے مین بھی امر کافی نہین کہ وہ کوئی فعل طاعت کی جنس کا کرتا
ہو جبتک کہ اسمین وقت اور شرط اور ترتیب کا لحاظ نہ کرے دوسرے یہ کہ مناظرہ کی نسبت اگر کوئی دوسرا فرض کفایہ اہم نہ سمجھے اگر
اسکی نسبت اور فرض کفایہ اہم اسکو معلوم ہوا اور پھر مناظرہ مین مشغول ہوگا تو نافرمان ہوگا اور اسکی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص ایک جماعت
کو دیکھے کہ پیاس کے مارے مرے جاتے ہین اور لوگون نے انکو چھوڑ رکھا ہی خبر گیری نہین کرتے اور اسکو انکے جلانے کی یعنی پانی پلانے کی
قدرت ہی تو اب یہ پانی نہ پلاوے پچھنے لگانے سیکھے اور کہے کہ اسلیے سیکھتا ہون کہ یہ فرض کفایہ ہی اگر شہر مین اسکا جاننے والا نہ رہیگا تو لوگ

ہلاک ہو جاوینگے اور کوئی اُس سے کہے کہ شہر مین تو سینگی لگانے والے بہت ہین اسیقدر کافی ہین تو جواب دیتا ہو کہ اس بات سے
اس فعل کا فرض کفایہ ہونا تو نہین گیا غرض کہ جو شخص ایسا کرے اور جو کام کہ نہایت ضرور ہو اُسکو نہ کرے یعنی پہلے مسلمانون کی خبر نہ لے اُسکا
حال اس شخص جیسا ہو کہ مناظرہ مین فرض کفایہ جانکر مصروف رہے اور شہر مین جن فرضون کفایہ کو کوئی نہین کرتا اُنمین تندہی نہ کرے مثلاً فتوے
ہی ہو کہ اسکے لیے بہت لوگ ہین اور فرض کفایہ ہر ایک شہر مین کچھ نہ کچھ چھوٹے ہوئے ہین کہ اُنکی طرف فقہا توجہ بھی نہین کرتے مثلاً سب سے نزدیک طب
ہی ہو کہ اکثر شہرون مین مسلمان طبیب نہین جنکی گواہی شرعاً امور طبیہ مین درست ہو اور فقہا مین سے کوئی طب کی رغبت نہین کرتا اسیطرح امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہو اکثر مناظرہ کرنے والا مجلس مناظرہ مین دیکھتا ہو کہ حریر کا لباس ہو یا فرش بچھا ہو اُسکو چپکا دیکھا کرتا ہو اور ایسے مسئلہ مین مناظرہ
کرتا ہو کہ وہ کبھی واقع نہو اور اگر ہو بھی تو اُسکے بتانے والے بہت سے ہون پھر یہ کہتا ہو کہ مین فرض کفایہ مین مشغول ہونے سے خدا تعالیٰ کا قرب
چاہتا ہون اور حضرت انس رض سے روایت ہو کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب ترک ہو جاوینگے
آپنے فرمایا کہ جب تم سے پہلے لوگون مین مداہنت پیدا ہو گی اور بڑون مین بیحیائی اور چھوٹون مین سلطنت چلی آئیگی اور رذیلون مین فقہ تیسری
یہ کہ مناظرہ کرنے والا مجتہد ہو کہ اپنی رائے سے فتویٰ دے مذہب امام شافعی اور امام اعظم وغیرہ پر مقید ہو کر فتویٰ نہ دے یہانتک کہ اگر اُسکو
حق امام ابو حنیفہ کے مذہب سے معلوم ہوا تو امام شافعی کی تجویز کو ترک کرے اور جو کچھ امر حق معلوم ہوا ہو اُسی کے بموجب فتویٰ دیوے جس طرح کہ صحابہ
اور امام کیا کرتے تھے اور جس شخص کو کہ اجتہاد کا رتبہ نہین جیسا کہ حال سب زمانہ بھر کا ہو اور جب اُس سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا ہو تو اپنے امام کا قول
نقل کرکے حکم دیتا ہو اور اگر اپنے امام کے مذہب مین کچھ ضعف معلوم ہوتا ہو تو اُس مذہب کا چھوڑنا اُسکو جائز نہین تو ایسے شخص کو مناظرہ سے کیا
فائدہ ہو مذہب تو اُسکو معلوم ہی ہو اُسکے سوا اور مذہب پر فتویٰ دینے کا اُسکو اختیار نہین اور جو بات اُسکو مشکل پڑے تو اُسکے جواب مین یہ کہنا
لازم ہو کہ شاید ہمارے امام کے یہان اسکا کچھ جواب ہو گا ہمکو اجتہاد مین اتنا رسوخ نہین کہ اصل شرع مین سے بات نکالین۔ اور اگر ایسے مسائل مین
مباحثہ کرتا کہ جنمین اسکے امام سے دو صورتین یا دو قول ہین تو البتہ مناسب تھا کیونکہ وہ مثلاً اکثر ایک روایت کے بموجب حکم دے دیتا ہو تو بحث سے یہ
فائدہ ہو گا کہ جونسی روایت قوی ہو گی وہ معلوم ہو جاویگی حالانکہ ایسے مسائل مین کبھی مناظرے نہین ہوتے بلکہ جس مسئلہ مین امام سے دو وجہین یا قول
مروی ہون اُسکو چھوڑ دیتے ہین اور ایسا مسئلہ تلاش کیا جاتا ہو جسمین قطعاً دوسرے امام کا خلاف ہو چوتھی یہ کہ مناظرہ ایسی صورتون مین کرے جو
ہو چکی ہون یا عنقریب ہونے کو ہون اسلیے کہ صحابہ رض نے اُنھین واقعات مین مشورہ فرمایا ہو جو سنے ہوئے ہین یا جو اکثر ہوا کرتے ہین جیسے
فرائض کے مسائل مگر مناظرہ کرنے والون کو نہ دیکھوگے کہ جن مسائل مین لوگ اکثر مبتلا ہوتے ہین اور فتوے کی حاجت ہو اُنکی تحقیق کا اہتمام کبھی کرتے
ہون بلکہ ایسے ہی مسائل کو ڈھونڈتے ہین جنمین گنجائش جھگڑنے کی کسی صورت سے نکل آوے اور اکثر ایسا ہوتا ہو کہ جو بات اکثر واقع ہوتی
ہو اُسکو چھوڑ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ مسئلہ حدیث کے متعلق ہو یا مختصر ہو کچھ طویل مسئلہ نہین پس تعجب کی بات ہو کہ مقصود تو امر حق دریافت
کرنا ہو اور پھر مسئلہ کو یہ کہکر چھوڑ دین کہ متعلق بہ حدیث ہو اُسکے باب مین امر حق حدیثون سے دریافت ہوتا ہو یا اس وجہ سے ترک کرین کہ مسئلہ
طویل نہین کہ اسمین کلام کو طول دیا جاوے حالانکہ امر حق مین مقصود یہی ہوتا ہو کہ کلام مختصر کرکے جلد مطلوب پر پہنچ جاوین نہ یہ کہ تقریر
کو طول دیا جاوے پانچوین یہ کہ خلوت اور تنہائی مین مناظرہ کرنا اچھا معلوم ہوتا ہو بنسبت محفلون اور امرا اور حکام کے سامنے ہونے کے
اسلیے کہ خلوت مین ہمت مجتمع اور ذہن اور فکر صاف رہتے ہین اور حق کو جلد سمجھتے ہین اور لوگون کے سامنے ہونے کے لوازم اُبھر کھڑے ہوتے
ہین اور ہر کسی کو فریقین مین سے یہی حرص ہوتی ہو کہ مین ہی برتر ہون اُسکی پروا نہین کہ حق پر ہون یا باطل پر اور تمکو معلوم ہو کہ اب مناظرہ
کرنے والے محفلون اور مجمعون مین بحث کرنے کے زیادہ حریص ہین اور ایک شخص دوسرے کے ساتھ مدتون تک رہتا ہو مگر تنہائی مین کچھ تقریر نہین
کرتا بلکہ اگر ایک کچھ پوچھتا ہو تو دوسرا جواب نہین دیتا اور اگر کوئی رئیس وہان ہو یا مجمع ہو تو پھر کوئی دقیقہ باقی نہین رکھتا تاکہ کلام مین سبقت ثابت

ہو جیسی کہ امر حق کی طلب مین ایسا حال ہو جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہو کہ اس بات کی تمیز نکرے کہ وہ میرے ہاتھون لگے یا دوسرے کے اور بحث کرنے مین طرف ثانی کو اپنا مددگار جانے مقابل اور خصم نسمجھے اگر وہ اسکی غلطی پر آگاہ کردے یا حق بات بتادے تو اسکا شکر گزار اور ممنون ہو جسطرح کہ گم شدہ چیز کی تلاش مین اگر ایک رستہ چلا ہو اور دوسرا شخص اسکو وہ چیز دوسری سڑک پر بتائے تو یہ شخص دوسرے کا شکور ہوتا ہے اسکی برائی نہین کرتا اور اُس سے خوش ہوتا ہے اسکو بُرا نہین جانتا اور صحابہؓ کے مشورون کا بھی حال ایسا ہی تھا یہانتک کہ ایک عورت نے حضرت عمرؓ کو عین خطبہ مین مجمع کے سامنے ٹوکا اور حق پر آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ عورت نے ٹھیک کہا اور مرد نے غلطی کی۔ اور ایک شخص نے حضرت علیؓ سے کچھ پوچھا آپ نے جواب دیا اُسنے کہا کہ یا امیر المومنین یہ مسئلہ اس طرح نہین ایسے ہے آپ نے فرمایا کہ تو درست کہتا ہے مین نے خطا کی اور ہر علم والے سے بڑھکر دوسرا علم والا ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت ابو موسی اشعریؓ کو وہ بات بتادی جو اُنسے فوت ہو گئی تھی تو اُنھون نے فرمایا کہ جبتک یہ عالم تم مین ہے تب تک مجھسے کچھ نہ پوچھا کرو اور وہ حال اس طرح ہے کہ کسی نے حضرت ابو موسی سے یہ پوچھا کہ ایک شخص نے خدا کی راہ مین جہاد کیا اور مارا گیا اسکا حال کیا ہے آپنے فرمایا کہ وہ جنت مین ہے اور اسوقت آپ کوفہ کے حاکم تھے حضرت ابن مسعودؓ نے سائل سے فرمایا کہ امیر سے دوبارہ پھر پوچھو شاید وہ تمھارا سوال سمجھے نہین اُسنے دوبارہ وہی سوال کیا آپنے پھر وہی جواب دیا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر وہ مارا گیا اور حق کو پہونچا تب جنتی ہے حضرت ابو موسی نے فرمایا کہ حق یہی ہے جو آپ نے فرمایا اور واقع مین جو طالب حق ہے تو اُسکو ایسا ہی انصاف کرنا چاہیے اگر اسطرح کی بات آج کل کسی ادنی فقیہ کے سامنے کوئی ذکر کرتا تو وہ نہ مانتا اور بعید جانتا اور کہتا کہ مسئلہ مذکورہ مین حق کو پہونچنے کی قید کی کچھ حاجت نہین کیونکہ یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے غرض کہ اپنے اس زمانے کے مناظرین کو دیکھو کہ اگر امر حق طرف مقابل کی زبان سے ظاہر ہوتا ہے تو انکا چہرہ کیسا سیاہ پڑجاتا ہے اور چھپ کر جہانتک اُنسے بنتا ہے اُس حق کے انکار مین کوشش کرتے ہین اور جو شخص اُنکو الزام دیتا ہے اُسکی برائی عمر بھر کرتے رہتے ہین اور پھر شرم نہین کرتے کہ مناظرے مین اپنے آپکو صحابہؓ کے مشابہ بناتے ہین ساتوین یہ کہ مناظرہ کا شریک اگر ایک دلیل سے دوسری کی طرف آیا یا ایک اعتراض سے دوسرے پر بدلنا چاہے تو اُسکو روکنا نہ چاہیے اسلیے کہ سلف کے مناظرے سب ایسے ہی ہوتے تھے اُنکے کلام سے سب جھگڑے کے دقائق جواب نئے نکلے ہین خارج تھے مثلاً اس کہنے سے کیا حاصل کہ اس بات کا ذکر مجھپر لازم نہین اور یہ لیر تمھاری پہلی تقریر کے خلاف ہے اسلیے نہین مانا جاویگا کیونکہ امر حق کیطرف رجوع کرنا تو ہمیشہ باطل کے خلاف ہے اور ہر حق کا قبول کرنا واجب ہے اور اب مناظرہ کی مجلسون کو دیکھتے ہو کہ سب ایک دوسرے کی بات کاٹتے اور لڑائی جھگڑے مین بسر ہو جاتی ہین مثلاً ایک شخص اپنے گمان مین کسی اصل کی ایک علت ٹھہراکر استدلال کرتا ہو تو وہ اُس سے کہتا ہے کہ اُسکی کیا دلیل ہے کہ اصل مین حکم اسی علت سے ہوا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اگر تمکو کوئی اور علت واضح تر اور بہتر معلوم ہوئی ہو تو اُسکو ذکر کرو کہ مین بھی اُسمین تامل کرون تو معترض اصرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو علت تمنے ذکر کی اُسکے سوا اور بات ہے اور مین اُسکو جانتا ہون مگر کہونگا نہین اسلیے کہ مجھکو اُسکا کہنا ضروری نہین اور استدلال کرنے والا کہے جاتا ہے کہ جس امر کو تم علت بتاتے ہو اُسکو ظاہر کرو اور معترض یہی اصرار کرتا ہے کہ مجھپر تو کہنا لازم نہین اور اسی طرح کے سوالون وغیرہ سے مناظرون کی مجلسین شور و غوغا رہتا ہے اور معترض بیچارہ کو یہ معلوم نہین کہ اُسکا یہ کہنا کہ مین جانتا ہون اور علت حکم کو بیان نہین کرتا اسلیے کہ میرے ذمہ اسکا بیان کرنا ضروری نہین شریعت پر جھوٹ بولتا ہے اسلیے کہ اگر واقع مین حکم کی علت کو نہین جانتا اور طرف اپنے مقابل شخص کے عاجز کرنے کو وہ حق جاننے کا مکر کرتا ہے تب تو وہ فاسق اور جھوٹا اور خدا نے تعالی کا نافرمان اور مستحق اُسکی خشگی کا ہے کہ جو بات اُسکو نہین آتی اُسکے جاننے کا دعوی کرتا ہے اور اگر اپنے دعوی مین سچا ہے تب بھی فاسق ہے اسلیے کہ جو امر شرعی اسکو معلوم ہے اُسکو چھپاتا ہے حالانکہ اُسکا بھائی مسلمان اُس سے پوچھ رہا ہے تاکہ اُسمین سمجھکر تامل کرے اگر وہ علت قوی ہو تو خود بھی اُسکو اختیار کرے اور اگر ضعیف ہو تو اُسکا ضعف ثابت کرکے معترض کو جہل کی تاریکی سے

علم کی روشنی مین پہونچا وے اور یہ امر باتفاق ثابت ہر کہ آدمی علوم دین مین سے جو کچھ جانتا ہو اگر کوئی اُس سے پوچھے تو سوال کے بعد اُسکو بتانا اور ظاہر کرنا واجب اور لازم ہوا کرتا ہو پھر معترض جو یہ کہتا ہو کہ مجکو اُسکا بیان کرنا لازم نہین اس سے یہ غرض ہو کہ اس طریق جدل مین جو سمجھنے بموجب خواہش اور رغبت حیلہ جوئی اور تقریر لڑانے کے ایجاد کیا ہو اس شریعت مین لازم نہین ورنہ شرع محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام مین جو اُسپر بیان کرنا لازم ہو اسلیے کہ بیان نہ کرنے سے یا جھوٹا ٹھہرتا ہو یا فاسق اب صحابہ رضی کے مشورون اور علما سے سلف کی تقریرون کو دیکھو کہ اُنھین کہین اس طرح کی بات سُنی ہو اور کبھی اُنھین سے کسی نے ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف جانے سے منع کیا ہو اور قیاس سے قول صحابی کیطرف اور حدیث سے آیت کی طرف میل کرنے سے روکا ہو بلکہ اُنکے تو سب مناظرے اسی طرح کے ہوتے تھے کہ جو اُنکے دل مین گذرا بجنس اُسی طرح ذکر کر دیا اور پھر اُسمین سب نے تامل کیا آٹھوین یہ کہ مناظرہ ایسے شخص سے کرے جس سے کہ توقع فائدہ اُٹھانیکی ہو اور جو کہ علم مین مشغول ہو اور اب غالبًا یہ رواج ہو کہ مناظرہ کرنے والے بڑے بڑے علما سے مناظرہ کرتے ہوئے ڈرتے ہین کہ امر حق اُنکی زبان سے نہ نکل جاوے اور ہماری قلعی کھلجاوے اور جو لوگ اپنے آپ سے علم مین کم ہین اُنکے ساتھ مناظرہ کرنے کے راغب ہین کہ اُنکے سامنے باطل کو رواج دین۔ یہ شرطین ہین مناظرہ کی اور اُنکے سوا اور شرطین باریک بہت سی ہین مگر تمکو ان آٹھ شرطون ہی سے مناظرہ کرنیوالے کا حال معلوم ہو جاویگا کہ خدائے تعالی کے واسطے مناظرہ کرتا ہو یا کسی اور سبب کے لیے اور حاصل اسکا یہ ہو کہ جو شخص شیطان سے تو مناظرہ نہ کرے کہ وہ اُسکے دل پر حاوی اور سب مین بڑا دشمن اور ہمیشہ ہلاک کا خواہان ہو اور دوسرے شخص سے اُن مسائل اختلافی مین مناظرہ کرے کہ اُنمین اجتہاد کرنے والا یا مصیب ہی ہو یا ثواب مین مصیب کا شریک ہو تو وہ شیطان کا کھلونا اور اخلاص والون کے لیے عبرت ہو اور ایسے شیطان نے اُس سے راضی ہو کر اُسکو اُن آفات کے گرداب مین غوطہ دیا جنکی شمار و تفصیل بعون اللہ وحسن توفیقہ ہم آگے لکھتے ہین تیسرا

بیان مناظرہ کی آفتون اور اُن مہلک عادتون کے ذکر مین جو مناظرہ سے پیدا ہوتے ہین۔ واضح ہو کہ جو مناظرہ اس غرض کے لیے ہو کہ اپنا غالب ہونا اور دوسرے کا ساکت کرنا اور اپنے فضل اور شرف کا اظہار اور لوگون مین اپنی فصاحت اور خوش تقریری اور فخر کو دکھلانا اور لوگون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنا اُس سے منظور ہو تو ایسا مناظرہ جتنی عادتین کہ خدائے تعالی کے نزدیک مذموم اور اُسکے دشمن یعنی شیطان کے نزدیک اچھی ہین سب کا منبع ہوتا ہو اور باطن کی برائیون سے یعنی کبر اور حسد اور عجب اور حرص اور تزکیہ نفس اور محبت جاہ وغیرہ کو اس مناظرے سے وہ نسبت ہو جو ظاہر کی خرابیون مثل زنا اور گالی اور قتل اور چوری وغیرہ کو شراب پینے سے ہو اور جس طرح کہ کسی شخص کو شراب پینے اور ان ساری خرابیون کے کرنے مین اختیار دیا جائے تو وہ شراب پینے کو ادنی جانکر جرأت کر بیٹھے اور پھر نشے کی حالت مین اس سے باقی خرابیاں بھی سرزد ہون اسی طرح جس کے دل مین محبت دوسرے کی ساکت کرنی اور اپنے غلبہ اور مناظرہ کی اور جاہ و فخر کی طلب غالب ہوتی ہو تو یہ باتین اُسکو اُس امر کی مقتضی ہوتی ہین کہ سب طرح کی خباثتین اُسکے دل مین مخفی ہون اور سب عادات بد ہیجان مین آوین اور ان عادات بد کی مذمت حدیثون اور آیتون سے جلد ثالث مین ہم بیان کرینگے مگر یہان صرف اُن عادات کو کلیۃً بیان کرتے ہین جو مناظرے سے اُبھرتی ہین پس ایک اُنمین سے حسد ہو جسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب اور مناظرہ کرنے والا حسد سے خالی نہین ہوتا اسلیے کہ وہ کبھی غالب ہوتا ہو اور کبھی مغلوب اور بعض اوقات اُسکے کلام کی تعریف ہوتی ہو اور بعض اوقات غیر کے کلام کی تو جب تک دنیا مین ایک بھی ایسا شخص ہوگا جو قوت علمی اور مناظرے مین معروف ہو یا مناظرہ کرنے والے کے گمان مین اُسکا مناظرہ اور کلام اُس سے بہتر اور قوی ہو تو بالضرور اُسکی حسد کریگا اور خدا تعالی کی نعمت کو اُس سے دور ہونا چاہیگا اور یہ پسند کریگا کہ لوگون کے دل اُس سے پھر کر میری طرف ہو جاوین اور حسد ایک جلتی آگ ہو جو اُسمین مبتلا ہوتا ہو وہ دنیا مین عذاب الیم مین رہتا ہو اور آخرت کا عذاب سخت اور زیادہ تر ہو اور اسلیے حضرت ابن عباس رضی نے فرمایا ہو کہ علم کو جہان سے پاؤ حاصل کرو اور فقہا کے اقوال جو ایک

دوسرے پر ہون انکو مست ہانو کہ وہ لوگ ریوڑ ون کے بکرون کی طرح لڑتے رہتے ہین اور ایک لوگون پر تکبر کرنا ہے جسکے باب مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالے اسکو پست کرتا ہے اور جو شخص فروتنی کرتا ہے اللہ اسکو بلند کرتا ہے اور حدیث قدسی
مین یون ارشاد ہے کہ العظمۃ ازاری والکبریاء ردائی فمن نازعنی واحدا فیہما قصمتہ اور مناظرہ کرنے والے اپنے اقران اور ہمسرون پر تکبر کرنے اور
برائی ڈھونڈھنے اور اپنی لیاقت سے بڑھکر جگہ پانے سے خالی نہین رہتے یہان تک کہ جو مقام صدر مکان کے قریب یا دور ہوتا ہے یا بلندی خواہ
پستی مین اسکی رغبت کیجاتی ہے آپس مین بیٹھنے کے لیے لڑمرتے ہین اور راستے کی تنگی کی صورت مین پہلے جانے پر کشت وخون کرتے ہین اور بعض
وقات ایسا ہوتا ہے کہ جو احمق اور مکار فریبی ہوتا ہے وہ یہ بہانہ کرتا ہے کہ ہمکو عزت علم کی حفاظت منظور ہے اور ایمانداروں کو اپنے نفس کو ذلیل بنانا بھی شرعا
ممنوع ہے پس اس بہانے سے تواضع کو جسکی صفت اللہ تعالی نے اور اسکے تمام انبیا نے فرمائی ہے ذلت بتاتا ہے اور تکبر کو جو خدا تعالی کے نزدیک
برا ہے دین کی عزت سے تعبیر کرتا ہے تاکہ لفظون کو بدلکر خلق خدا کو گمراہ کرے جیسے علم وحکمت کے الفاظ کو بدل کر اور معنی کر لیے اور ایک کینہ ہے کہ
مناظرہ کرنے والا کم اِس سے خالی ہوتا ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ایماندار کینہ ور نہین ہوا کرتا اور کینہ کی برائی مین بہت کچھ
مروی ہے مگر کسی مناظرہ والے کو ایسا نہ پاؤگے کہ جب وہ کسی شخص کو دیکھے کہ میرے کلام مین توقف کرتا ہے اور اچھی طرح نہین سنتا اور طرف ثانی کے
کلام پر سر ہلاتا ہے تو دگھرا دے اور اس شخص سے دل مین کینہ نہ رکھے غایت ضبط اگر کریگا تو یہ کہ دل مین نفاق رکھیگا الا کبھی نہ کبھی ظاہر مین بھی
نکلیگا اسکا اثر آجا دیگا اور چونکہ سب سننے والون کا اتفاق ایک شخص خاص کے کلام کی ترجیح دینے پر ممکن نہین کہ سب حالات مین اسی کے ادب
اور جواب کو اچھا بتاوین اسلیے ضرور ہوا کہ مناظرہ والے کے کلام کو نہ سننے والا بھی مجلس مین ضرور ہو اور یہی وجہ اسکے نفاق و عداوت کی ہو
ہو بلکہ جہان طرف ثانی کی طرف سے کوئی ادنی سبب ہوا جسکے باعث سے کسی نے مناظرہ والے کے کلام کی طرف کم توجہی کی تو اسکے دل مین
اسکی طرف سے عمر بھر کو کینہ جم جاتا ہے اور ایک غیبت ہے جسکو اللہ تعالی نے مردار کھانے سے تشبیہ دی ہے اور مناظرہ کرنے والا مردار ہی کھاتے
کا عادی رہتا ہے کہ ہمیشہ اپنی طرف مقابل کے کلام نقل کرکے اسکی برائی کیا کرتا ہے اور نہایت احتیاط اسکی یہ ہے کہ جس بات کو اسکی نقل کرے سچ سچ
بیان کرے جھوٹ نہ کہے ورنہ اتنا یہی ہوگا کہ اسکی ایسی باتین بیان کریگا جس سے اسکی گفتگو مین قصور اور اسکا ہار جانا اور فضیلت مین گھٹنا
پایا جاوے اور ظاہر ہے کہ اس طرح کا ذکر داخل غیبت ہے اور اگر جھوٹ بولیگا تو بہتان اسکے ذمے لگا دیگا جو غیبت سے بھی زائد ہے اسی طرح مناظرہ
والے سے یہ بھی نہین ہوسکتا کہ جو شخص اسکے کلام سے روگردانی کرے اور اسکے طرف مقابل کے کلام سننے اور اسکی طرف متوجہ ہو تو یہ اسکی
حکایت کرے ہے یہ اسکو جاہل اور احمق اور کم فہم کہے اور ایک تزکیہ نفس ہے جسکے لیے اللہ تعالے فرماتا ہے فلا تزکوا انفسکم ہو اعلم بمن اتقی اور
کسی حکیم سے سوال کیا گیا کہ برا سچ کونسا ہے تو کہا کہ اپنے نفس کی تعریف کرنی اور مناظرہ کرنے والا اپنے نفس کی تعریف قوت اور غلبہ مین اور
ہمسرون پر فضل کی بابت مقدم ہونے مین کیا ہی کرتا ہے بلکہ درمیان مین مناظرہ کے کہہ اٹھتا ہے کہ مین ایسا نہین کہ اس جیسی باتین مجھپر مخفی
رہین ... مین ان فنون مین ماہر ہون اور علوم مین اصل اور احادیث مین حافظ ہون اور سوا اسکے اسی طرح کی باتین کبھی تو شیخی کے طور پر اور
کبھی اپنے کلام کے رواج دینے کی ضرورت سے کہا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ شیخی اور لاف مارنی شرعاً اور عقلاً ممنوع ہین اور ایک عیب
جوئی اور ... ہے جسکے لیے اللہ تعالی فرماتا ہے ولا تجسسوا یعنی عیب مت ٹٹولا اور مناظرہ کرنے والا اپنے ہمسرون کی لغزشین اور
اون کے عیب ڈھونڈھتا رہتا ہے یہانتک کہ جب کسی مناظرہ کرنے والے کو اپنے شہر مین آیا ہوا سنتا ہے تو ایسے شخص کی تلاش کرتا ہے
جو اسکے اندرونی حالات بتاوے اور اسکی برائیان پوچھ پوچھکر کہلاتا ہے تاکہ اپنے لیے ذخیرہ کر رکھے اور وقت ضرورت اسکو فضیحت
اور رسوا کرے حتی کہ اسکے لڑکپن کے حالات اور بدن کے عیب بھی دریافت کرتا ہے کہ شاید کوئی لغزش یا عیب مثلاً گنج وغیرہ کے
دریافت ہوجاوے پھر مناظرہ کے وقت اگر اسکی طرف سے ذرا سا غلبہ بھی معلوم ہوتا ہے تو خود اگر وہ ضبط دار ہوتا ہے تو اس عیب کو کنایۃً اس سے

کہتا ہو اور اس امر کو اور لوگ بھی پسند کرتے ہین اور خود مناظرہ والا اس بات کو ایک لطیف سبب جانتا ہو اور اگر خود جھگڑالو ہوتا ہو تو
کھلا کھلی اور علانیہ اس عیب کے جتانے سے نہین ترک کرتا چنانچہ ایک قوم کا حال اسی طرح کا سنا گیا ہو جو بڑے معتبر مناظرہ کرنے والون مین
ہین اور ایک لوگون کی برائی سے خوش ہونا اور انکی خوشی پر رنج کرنا ہو اور جو شخص کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہ بات نہ چاہے جو
اپنے لیے چاہتا ہو تو وہ ایمانداروں کے اخلاق سے بمراحل دور ہو تو جو شخص کہ فضل کے جتانے سے فخر کا طالب ہو اسکو بالضرور وہ بات اچھی
معلوم ہوگی جو اسکے ہمسرون اور فضل کے شریکون کو بری لگے اور انمین عداوت ایسی ہی ہوگی جیسے سوتون مین ہوا کرتی ہو تو جس طرح
ایک سوت دور سے دوسری کو دیکھ کر کانپ اٹھتی ہو اور زرد پڑ جاتی ہو اسی طرح مناظرہ کرنے والا جب دوسرے کو دیکھتا ہو اسکا رنگ بدل جاتا
ہو اور فکر مین پریشانی آجاتی ہو گویا بھوت سامنے آگیا یا کوئی درندہ ہلاکو مقابل ہوا پس ان لوگون مین وہ الفت و راحت کہان ہو جو
علمائے دین مین ملاقات کے وقت ہوا کرتی ہو اور جس طرح کا بھائی چارہ آپسمین ایک دوسرے کی مدد کرنی اور رنج و راحت مین شریک
رہنا انسے مروی ہو وہ ان مین کہان ہو حتی کہ امام شافعی فرماتے ہین کہ فضل و عقل والون مین علم ایک قرابت قریبہ ہو اب ہمکو نہین معلوم کہ
جن لوگون مین کہ علم ایک عداوت قطعی ہوگیا ہو وہ لوگ امام شافعی کے مذہب کی اقتدا کا کیسے دعوی کرتے ہین بھلا کہین ہو سکتا ہو کیا وجود
مباہات اور غلبہ کے طلب کے انمین انس ثابت ہو یہ ہرگز ہرگز نہوگا اور اس مناظرے کی برائی تمکو اتنی ہی کافی ہو کہ تم سے مومنون کی عادتین
چھڑا کر منافقون کی عادتین تمھارے ساتھ کرے اور ایک نفاق ہو جسکی برائی کی دلیلین لکھنے کی کچھ حاجت ہی نہین اور مناظرہ والون کو یہی کرنا
پڑتا ہو مثلا جب طرف ثانی یا انکے دوستون اور پیروون سے ملتے ہین تو ناچار زبان سے انکی دوستی کا اظہار کرتے ہین اور شوق جتاتے ہین اور
انکے رتبے کے قائل ہوتے ہین حالانکہ کہنے والا اور مخاطب اور جو کوئی غیر انکی باتین سنتا ہو سب جانتے ہین کہ یہ سب جھوٹ اور مکر اور نفاق اور بکار
ہو کہ ظاہر مین زبان سے تو دوست ہین اور دل سے دشمن خدا تعالی ایسی عادت سے پناہ دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب آدمی علم
سیکھین اور اسپر عمل کرنا چھوڑ دین اور زبان سے دوست بنے رہین اور دلون سے ایک دوسرے کے دشمن ہون اور قرابتون کو قطع کرین تو اسوقت مین
اللہ تعالی انپر لعنت کرتا ہو پس بہرا کر دیتا ہو انکو اور انکی بینائی کھو دیتا ہو روایت کیا اسکو حسن نے اور اس حال کے تجربہ ہو جانے سے معلوم ہوا کہ یہ مضمون
درست ہو اور ایک حق بات سے برائی رکھنی اور اس سے نفرت کرنی اور اسمین ادھیڑنے کی حرص کرنی ہو یہانتک کہ مناظرہ کرنے والے کے نزدیک سب
سے بری بات یہ ہو کہ فریق ثانی کی زبان سے امر حق ظاہر ہو اور جب ایسا ہوتا ہو تو اسکے انکار اور نہ ماننے کے لیے اپنی طاقت کے موافق
مستعد ہوتا ہو اور جتنا کہ اس سے ہو سکتا ہو اسکے دفع کے لیے مکر و فریب و حیلہ کرتا ہو یہانتک کہ امر حق مین جھگڑنا اسکی عادت جبلی ہوجاتی ہو
کہ کوئی کلام جو اسکے روبرو بیان ہوتا ہو اسی وقت طبیعت مین سے اسپر اعتراض کرنے کی سوجھی ہوتی ہو سنتے ہی اور قرآن مجید کی دلیلون مین اور شریعت
کی لفظون مین بھی اسکے دل پر غالب ہوجاتا ہو اور ایک کا مقابلہ دوسرے سے کرتا ہو اور جھگڑنا ایسا برا ہو کہ باطل کے مقابلہ مین بھی اس سے
نہی آئی ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق سے باطل پر جھگڑا نہ کرنے کو ارشاد فرمایا چنانچہ ایک حدیث مین یون فرمایا من ترک المراء وهو
مبطل بنی اللہ له بیتا فی اعلی الجنة اور اللہ تعالے نے خود اپنی ذات پر جھوٹ کا افترا کرنے کو اور امر حق کے جھٹلانے کو برابر فرمایا چنانچہ فرمایا ومن
اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بالحق لما جاءه اور فرمایا فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذ جاءه اور ایک ریا اور خلق کو دکھانا اور
انکے دلون کے پھیرنے مین کوشش کرنی ہو اور ریا وہ مرض لاعلاج ہو جسکے سبب مین بڑا کبیرہ گناہ سرزد ہوتا ہو چنانچہ اسکا بیان باب الریا مین
آویگا اور مناظرہ کا مقصود صرف خلق مین نمود ہوتی ہو اپنی تعریف مین انکی زبان کا گویا ہونا ہو تو یہ سب باطن کی برائیان دس ہوئین جو سب بڑی خباثتون
کی جڑ ہین اور جو جو برائیان کہ بعض مناظرون مین ہوجایا کرتی ہین وہ انکے علاوہ رہین مثلا اس طرح جھگڑنا کہ نوبت ہشت مشت اور دھول دھپے
اور لاتون گھونسون تک پہنچے کپڑے پھاڑنے اور ڈاڑھی پکڑنے اور ماں باپ اور استادون کو برا کہنے اور صریح گالی دینے کی ہو پہنچے اس طرح کے لوگ

زمرۂ انسانیت سے خارج ہین جو لوگ کہ عاقل اور بزرگ ہین انہین یہ دسون خصلتین ضرور ہوتی ہین ہان بعض اوقات کوئی مناظر سے والا ان
عادتون مین سے بعض سے بچ بھی رہتا ہو بشرطیکہ اسکا مقابل بظاہر اس سے کم رتبہ ہو یا بہت بڑھکر ہو یا اسکے شہر سے اور اسباب معیشت سے
دور رہتا ہو اور جو مناظرہ والے کہ ہمسر اور پاس پاس رہنے والے اور درجے مین مساوی ہون وہ ان سون سے نہین خالی ہوتے پیران دس خصلتون سے
دس اور باجی حرکات متفرع ہوتی ہین جنکی تفصیل ایک ایک کی ہم طول سمجھکر قلم انداز کرتے ہین مثلاً ناک چڑھانی اور غصہ کرنا اور دشمنی اور طمع
اور جاہ و مال کی طلب کی محبت جو غلبہ اور مباہات ولے کو ہوتی ہی اور خوش ہونا اور اترانا اور تونگرون اور حکام کی تعظیم اور انکے پاس
آنا جانا اور انکے مال حرام مین سے لینا اور گھوڑون اور سواریون اور ممنوع لباس سے زینت کرنا اور فخر و تکبر سے لوگون کو حقیر جانتا اور
بیفائدہ امر مین خوض کرنا اور کلام بہت کرنے اور دل مین سے خوف و رجا کا جاتا رہنا اور اسپر غفلت کا چھا جانا اس درجہ تک کہ انہین سے نماز
پڑھنے والے کو یہ معلوم نہو کہ کتنی پڑھی اور کیا پڑھتا ہی اور کس سے مناجات کرتا ہی اور اپنے دل سے خشوع کی خبر تک نہو با وجودیکہ عمر بھر ان
علوم مین ڈوبا رہے جو مناظرہ پر مددیون یہان کہ عبارت کا اچھا بولنا اور لفظ مقفی کہنا اور نادر باتون کا یاد کرنا وغیرہ امور سے شمار مین
مصروف رہتا ہی حالانکہ آخرت مین یہ کچھ کام نہ آوینگے اور مناظرہ کرنے والے مناظرہ مین موافق اپنے درجون کے مختلف ہوتے ہین اور
انکے درجات بہت سے ہین اور جو شخص کہ انمین سے بڑا دیندار اور زیادہ عاقل ہوتا ہی انہین بھی ان اخلاق کے مواد مجتمع رہتے ہین اور نہایت
اسکی یہ ہو کہ نفس پر مجاہدہ کرکے انکو پوشیدہ رکھتا ہو اور یہ رذیل عادتین اس شخص کے ساتھ بھی رہتی ہین جو وعظ و نصیحت مین مشغول رہتا ہی
بشرطیکہ اسکا ارادہ وعظ سے لوگون مین مقبول ہونا اور جاہ و ثروت و عزت کا حاصل کرنا ہو۔ اگر کوئی شخص علم مذہب و رفتاوی مین لگا رہے
اور اسکی غرض یہ ہو کہ عہدۂ قضا اور وقفون کی تولیت ملے اور ہمسرون پر فوقیت ہو تو اسکو بھی یہ عادتین لازم ہونگی۔ حاصل یہ کہ یہ عادتین
ایسے شخص کے ساتھ ہونگی جو علم سے سوائے آخرت کے ثواب الٰہی کے غیر چیز کا طالب ہو اور ایسے علم کے ساتھ بھی ہونگی جو عالم کو دیسا ہی
نہ رکھے بلکہ ہمیشہ کو ہلاک کرے یا زندۂ جاوید بنادے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کو سخت تر عذاب آدمیون مین
اس عالم کو ہوگا کہ اللہ تعالے اسکو اسکے علم سے نفع نہ دے تو دیکھو کہ علم نے کہ نفع نہ دیا مگر نقصان کیا اور کاش اس سے اور ون کے برابر ہی عذاب
ہو کر نجات ملجاوے مگر یہ کہان ہو سکتا ہی کہ علم کا خطر بہت بڑا ہی اور اسکا طالب ملک دائم اور دولت قدیم کا طالب ہی تو ضرور ہی کہ یا سلطنت
ہی ملے یا ہلاک ہی ہونے کہ طالب علم کا حال مثل اس شخص کے ہی جو دنیا مین سلطنت کا خواہان ہو کہ اگر اتفاق سے سلطنت نہ ملے تو یہ توقع نہین
کہ ادنی شخصون کی طرح بچا رہے بلکہ بڑی بڑی رسوائیان ہونی ضرور ہین اب اگر یہ کہو کہ مناظرہ کی اجازت دینے مین یہ فائدہ ہی کہ لوگون کو طلب
علم کی رغبت ہوتی ہی اسلیے کہ اگر ریاست کی محبت نہو تو علم ہی مٹ جاوے اس شوق مین پڑ نے تو ہین تو واقع مین یہ تمہارا کہنا ایک طرح سے
درست تو ہی مگر مفید نہین اسلیے کہ اگر لڑکون کو گیند بلے اور چڑیون سے کھیل کا وعدہ نہ کیا جاوے تو انکے مکتب کی رغبت نہین ہوتی اس سے
یہ نہین نکلتا کہ انہین رغبت کرنی اچھی ہی اسی طرح اگر محبت ریاست نہو تو علم مٹ جاوے یہ جملہ اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ جو شخص ریاست
کا طالب ہو وہ نجات کا پانے والا ہی بلکہ وہ تو ان لوگون مین سے ہی جنکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین ان اللہ
لیؤید ہذا الدین باقوام لاخلاق لھم اور دوسری جا ارشاد ہی ان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر اس سے معلوم ہوا کہ طالب ریاست خود تو
ہلاک ہونے والون مین ہی مگر کبھی اسکے باعث سے دوسرے کی بہتری ہو جاتی ہی جس صورت مین کہ وہ دوسرون کو ترک دنیا کی طرف
بلاتا ہو اور ایسے رئیسون مین ہوتا ہی جنکا ظاہر حال بظاہر مثل علمائے سلف کے ظاہر حال کے ہوتا ہی مگر باطن مین جاہ کا قصد پوشیدہ رکھتے
ہین انکی مثال شمع کیسی ہی کہ خود تو جلتی ہی اور دوسرے اس سے روشنی پاتے ہین یعنی دوسرون کی بہتری انکے ہلاک ہونے سے ہوا کرتی
ہی لیکن اگر کوئی رئیس دنیا کی طلب کی رغبت دلاوے تو اسکو آتش سوزان کی طرح جانو جو آپ جلتی ہی اور دوسرون کو بھی پھونکتی ہی غرض

کہ علما تین طرح کے ہیں یا تو وہ کہ آپ بھی ہلاک ہوں اور دوسروں کو بھی ہلاک کریں وہ تو ایسے ہیں جو علانیہ طلب دنیا کی تصریح کرتے ہیں
اور اسکی طرف متوجہ ہیں یا وہ کہ خود بھی سعید ہیں اور دوسروں کو سعید کرتے ہیں وہ ایسے علما ہیں کہ خلق کو ظاہر اور باطن دونوں میں خدا
تعالی کی طرف بلاتے ہیں یا وہ کہ خود ہلاک ہونے والے ہیں اور دوسروں کو سعید کرتے ہیں وہ ایسے عالم ہیں کہ آخرت کی طرف بلاتے ہیں
اور ظاہر میں دنیا کے تارک ہیں مگر دل میں یہی مقصود ہے کہ لوگوں میں مقبول ہوں اور جاہ قائم ہو اب تم اپنے حال میں غور کر لو کہ تم کونسی
قسم سے ہو اور وہ کونسا شخص ہے جسکے لیے تم تیاری میں لگے ہو اور یہ ہرگز مت گمان کرنا کہ خدائے تعالی علم و عمل میں سے ایسے کو قبول کرے
جو اسکی ذات پاک کے لیے خالص نہو اور انشاء اللہ ہم باب الریا بلکہ تمام جلد ثالث میں وہ بیان کرینگے جس سے تمکو شک اس بات میں کچھ نہ رہے

پانچویں فصل طالب علم اور معلم کے آداب کے ذکر میں اور اسمیں دو بیان ہیں **بیان اول** طالب علم کے آداب میں ہرچند طالب علم کے
آداب بہت ہیں مگر وہ سب دس آداب میں آجاتے ہیں **ادب اول** یہ ہے کہ اپنے نفس کو رذیل عادات اور بری صفات سے پاک کرے
اسلیے کہ علم دل کی عبادت اور باطن کی درستی اور اسکا نزدیک ہونا خدائے تعالی سے ہے اور جس طرح نماز کہ وظیفہ اعضائے ظاہری ہے بدون
طہارت ظاہر کے حدث اور نجاست سے درست نہیں ہوتی اسی طرح عبادت باطن یعنی علم کے باعث ہو دل کی عبادت بھی بدون برے اخلاق
اور نجس صفات سے پاک ہونے کے درست نہیں ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بنی الدین علی النظافۃ یعنی دین ستھرائی پر بنی
ہوا ہے تو ستھرائی ظاہر و باطن دونوں کی چاہیے اللہ تعالی فرماتا ہے انما المشرکون نجس یعنی مشرک ناپاک ہیں اسمیں عقلوں کو اس بات کی آگاہی
ہے کہ طہارت اور نجاست ظاہری پر موقوف نہیں جو آنکھ سے سوجھے بلکہ مشرک بعض اوقات کپڑے بھی صاف پہنے ہوتا ہے اور نہایا ہوا ہوتا ہے مگر
باطن اسکا پلیدیوں میں آلودہ رہتا ہے اور نجاست اسکو کہتے ہیں جس سے احتراز کیا جائے اور علیحدگی مطلوب ہو اور صفات باطن کی نجاستیں
احتراز کیے جانے کے لیے زیادہ اہم ہیں اسلیے کہ دو سردست تو پلید ہی ہیں اور انجام کو مہلک ہیں اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب اور قلب انسان کا وہ گھر ہے جسمیں فرشتوں کا گذر اور اترنا اور مقام ہوتا ہے اور بری صفتیں مثل غضب و شہوت
اور کینہ اور حسد اور کبر اور عجب وغیرہ کے بھونکتے کتے ہیں تو جب دل میں یہ کتے بھرے ہونگے تو پھر فرشتوں کا گذر اسمیں کہاں ہوگا اور نور
علم جو خدائے تعالی دل میں پہونچاتا ہے وہ صرف فرشتوں کے ذریعہ سے پہونچاتا ہے چنانچہ خود فرماتا ہے وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا
او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء اور اسی طرح علوم کی رحمت جو دلوں پر بھیجتا ہے اسکے کفیل بھی وہ فرشتے ہوتے ہیں جو ان علوم پر
مقرر ہیں اور فرشتے پاک اور صاف اور صفات مذمومہ سے مبرا ہیں تو وہ پاک ہی جگہ دیکھتے ہیں اور جو اللہ تعالی کی رحمت کے خزانے انکے
پاس ہیں انکو پاک ہی دل میں بھرتے ہیں۔ اور ہم یہ نہیں کہتے کہ حدیث مذکور میں بیت سے مراد دل ہے اور کلب سے غضب اور صفات مذمومہ ہیں
تاکہ فرقہ باطنیہ پر اعتراض کریں کہ جس امر سے ہمکو مانع ہو وہ ہی خود کیے لیتے ہو بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے تنبیہ اس مطلب پر پائی جاتی
ہے ظاہر لفظوں کو عمل کر باطن کے معنی لینے اور بات ہے اور ظاہری معنی قائم رکھکر باطنی معنوں کی طرف اس سے تنبیہ پائی جانی اور بات
ہے یہ دوسری شق عبرت حاصل کرنے کی ہے اور علما اور نیک بندوں کا طریق یہی ہے اسلیے کہ عبرت اسی کو کہتے ہیں کہ جو چیز دوسرے کو کہی جاوے
اس سے اسی پر کفایت نہ کرے بلکہ خود نصیحت حاصل کرے مثلا اگر کوئی عاقل غیر پر مصیبت دیکھے تو وہ اپنے لیے اسکو عبرت کر لیتا ہے کہ ہم
بھی ہدف مصیبت ہیں اور دنیا میں انقلاب ہوتا ہی رہتا ہے تو دوسرے کا حال دیکھکر اپنے نفس کی طرف خیال کرنا اور نفس سے اصل
دنیا کو سوچنا ایک عمدہ عبرت ہے اسی طرح اس سبب سے جو خلق کا بنایا ہوتا ہے تم بھی دل کی طرف خیال کرو جو خدائے تعالی کے گھروں میں
سے ایک مکان ہے اور کلب سے جسکی مذمت صفت کے سبب سے یعنی درندگی اور نجاست سے ہوئی ہے نہ صورت کی جہت سے روح
کلبی کا دھیان کرو جو درندگی ہے۔ اور جان لو کہ جس دل میں غضب اور دنیا کی حرص اور اسپر لڑنا جھگڑنا اور مال پر حریص ہونا اور لوگوں

کی ہتک کرنا برا ہے کہ وہ دل باطن مین کلب ہو اور ظاہر مین قلب اور نور عقل باطن کو دیکھا کرتا ہے ظاہر کا لحاظ نہین کرتا اور اس جہان مین معانی
پر صورتین غالب ہین اور معانی انکے اندر ہین اور آخرت مین صورتون کے معانی کار آمد ہونگے اور معانی غالب رہینگے اسی لیے ہر شخص کا
حشر اسکی معنوی صورت پر ہوگا مثلاً جو شخص لوگون کی ہتک عزت کرتا ہوگا وہ اس کتے کی شکل پر اٹھیگا جو شکار پر جھپٹتا ہو اور جو شخص کہ لوگون
کے مال کا حریص ہوگا وہ ظالم بھیڑیے کی صورت پر اور تکبر کرنے والا چیتے کی صورت پر اور ریاست کا طالب شیر کی صورت پر اٹھیگا اور
اس امر پر اخبار وارد ہین اور صاحبان بصیرت و بصارت کے نزدیک عبرت اسپر شاہد ہے پس اگر کوئی کہے بہت سے طالب علم اخلاق بد
رکھتے ہین اور انھون نے علوم حاصل کیے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کبھی نہین ہو سکتا جو شخص اخلاق بد رکھتا ہے اسکو علم حقیقی جو آخرت
مین کار آمد موجب سعادت ابد ہو کبھی نہ آویگا وہ اس سے بمراحل دور ہے اسلیے کہ اس علم کے آغاز ہی مین یہ ہے کہ طالب کو یہ بات معلوم ہو جاے
کہ گناہ زہر قاتل اور ہلاک کرنے والے ہین۔ اور تمنے کبھی کسی کو دیکھا ہے کہ زہر کھالیوے باوجودیکہ جانتا ہو کہ یہ زہر قاتل ہے جس علم کو تمنے
سنا ہے وہ رسمی لوگون کی ایک بات ہے کہ کبھی اپنی زبان پر اسکو چلا دیتے ہین اور کبھی اپنے دلون مین اسکو بار بار کہتے ہین اسکو علم مین کچھ
دخل نہین حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ علم کثرت روایت سے نہین ہوتا بلکہ وہ ایک نور ہے کہ دل مین ڈالا جاتا ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ علم صرف قول الٰہی ہے اسیلیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء گویا ان صاحب نے علم کے ثمرات مین جو خاص ترین تھا اسکی طرف
اشارہ کر دیا اور اسی جہت سے بعض محققون نے اس جملہ کے معنی کہ تعلمنا العلم لغیر اللہ فابی العلم ان یکون الا للہ یعنی ہمنے غیر خدا کے
واسطے علم سیکھا مگر علم نے انکار کیا بجز اسکے کہ خدا کے لیے ہو اسطرح کہتے ہین کہ علم ہمکو نہ آیا اور اسکی حقیقت ہمپر نہ کھلی صرف ظاہری الفاظ
وعبارت حاصل ہوئی۔ اب اگر کہو کہ ہم تو بہت سے علماے محققین اور فقہا کو دیکھتے ہین کہ فروع و اصول مین فائق اور بڑے ماہرون
مین شمار کیے جاتے ہین مگر انکے اخلاق برے ہین انسے وہ پاک و صاف نہین ہوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب تم علوم کے مراتب اور
علم آخرت کو جان لوگے تو تمکو ظاہر ہوگا کہ جس علم مین یہ علما مشغول ہین وہ علم ہونے کی جہت سے کم مفید ہے اسکا فائدہ صرف اس جہت
سے ہوتا ہے کہ اسکی طلب اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور مقصود اس سے خداے تعالیٰ کا قرب ہو چنانچہ اس بات کی طرف ہم اشارہ کر چکے
ہین اور عنقریب اس باب مین زیادہ بیان اور توضیح کیجاوے گی انشاء اللہ تعالیٰ **دوسرا ادب** یہ ہے کہ طالب علم دنیا کے شغل کے
علاقے کم کر دے اور اپنے اقارب اور وطن سے دوری اختیار کرے اسلیے کہ علاقے سب حارج اور مانع ہین اور اللہ تعالیٰ نے کسی
انسان کے اندر دو دل نہین بنائے تو جب فکر بٹا رہیگا حقیقتون کے دریافت سے قصور کریگا اور اسی لیے کسی نے کہا ہے کہ علم تجکو اپنا
تھوڑا حصہ نہ دیگا جبتک تو اسکو اپنا سب دل و جان حوالہ نہ کرے اور جب تو ایسا کریگا تو تھوڑا حصہ جو تجکو علم دیگا اس سے تجکو خطر ہے معلوم نہین
کہ نافع ہو یا نہو اور جو فکر کہ بہت کامون مین بٹا رہتا ہے اسکا حال نالے کا سا ہے جسکا پانی پھیل گیا ہو کہ جو کچھ تو زمین پی جاتی ہے اور کچھ
ہوا اسکو اڑا دیتی ہے تو اسمین اتنا نہین رہتا کہ اکٹھا ہو کر کھیتی مین پہونچے **تیسرا ادب** یہ ہے کہ علم پر تکبر نہ کرے اور نہ استاد پر حکومت بلکہ اپنے
معاملے کو ہر حال مین بالکل اسکے اختیار پر چھوڑ دے اور اسکی نصیحت کو ایسا مانے جیسے جاہل بیمار طبیب مشفق و حاذق کی مانتا ہے اور چاہیے کہ استاد
سے انکسار کے ساتھ پیش آوے اور اسکی خدمت سے ثواب و شرف کا طالب ہو شعبی روایت کرتے ہین کہ حضرت زید بن ثابت رضی نے ایک جنازے
کی نماز پڑھی پھر انکا خچر قریب کر دیا گیا کہ اسپر سوار ہون حضرت ابن عباس رضی تشریف لائے اور اسکی رکاب تھام لی زید بن ثابت رضی نے فرمایا کہ
اے چچا زاد بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ رکاب چھوڑ دین آپ نے فرمایا کہ ہمکو یون ہی حکم ہے کہ علما اور بڑے لوگون سے
اسی طرح پیش آوین انھون نے آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا کہ ہمکو بھی یہی حکم ہے کہ اپنے پیغمبر کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح کرین اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ایماندار کی عادت مین نہین کہ خوشامد کرے الا علم کی طلب مین پس طالب علم کو نہ چاہیے کہ علم پر تکبر

کرے مثلاً تکبر علم پر اس طرح بھی ہوسکتا ہو کہ اُسی سے پڑھینگے جو معروف و مشہور عالم ہو دوسرے سے پڑھنے مین لگیا وے یہ امر عین حماقت ہی اسلیے کہ علم نجات اور سعادت کا سبب ہی تو جو شخص کسی درندہ کے ضرر پہونچانے والے سے مفر اور گریز کا طالب ہو وہ اس بات مین فرق نہ کریگا کہ اُسکو گریز کی تدبیر کوئی مشہور آدمی بتاوے یا گمنام اور ظاہر ہی کہ درندہاے آتش کا نقصان خداے تعالیٰ کو نجاننے والون پر بنسبت ہر ایک درندہ کے ضرر کے نہایت سخت ہوگا اور حکمت ایماندار کی گم ہوئی چیز ہی جہان ملجاوے اُسکو غنیمت جانے اور جو کوئی اُسے اُس تک پہونچاوے اسکا احسان مانے خواہ کوئی ہو اور اسی بلیے کسی نے شعر کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی شعر علم کو اہل تکبر سے تنفر ہی مدام جیسے کہ اونچی ہی مکانون سے عداوت سیلاب غرض کہ علم بدون انکسار اور کان لگانے کے نہین آتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وہو شہید اور دل والا ہونے سے یہ غرض ہی کہ علم کی قابلیت اور سمجھنے کی استعداد رکھتا ہو پھر سمجھنے پر قادر ہونا ہی کافی نہین جبتک کہ کان حضور دل سے نہ لگاوے تاکہ جو کچھ کان مین ڈالا جاوے اُسکو اچھی طرح سنکر انکسار اور شکر اور خوشی اور منت کے ساتھ قبول کرلے استاد کے سامنے شاگرد کو ایسا رہنا چاہیے جیسے نرم زمین جسپر بہت سا مینھ برسے اور وہ سب پی جاوے کہ جب اُستاد کوئی سا طریق تعلیم کا اُسکو بتاوے اُسکی پیروی کرے اپنی راے کو دخل نہ دے اسلیے کہ مرشد اگر خطا پر بھی ہوگا تو وہ خطا خود شاگرد کے صواب سے اُسکے حق مین زیادہ مفید ہی کیونکہ تجربہ سے ایسی باتین باریک معلوم ہوتی ہین جنکے سننے سے تعجب آتا ہی مگر اُنکا فائدہ بہت ہوتا ہی مثلاً بہت سے بیمار گرم مزاج ہوتے ہین کہ طبیب اُنکا علاج بعض اوقات مین گرم دواؤن سے کرتا ہی تاکہ حرارت اتنی قوی ہوجاوے کہ علاج کا صدمہ اُٹھا سکے تو جس شخص کو فن علاج مین وقوف نہین اُسکو اس علاج سے تعجب ہوتا ہی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر اور حضرت موسیٰ کے قصہ سے تنبیہ فرمادی کہ حضرت خضر نے یہ فرمایا انک لن تستطیع معی صبرا وکیف تصبر علی ما لم تحط بہ خبرا پھر شرط کرلی کہ چپ رہنا اور جبتک مین نہ کہون کچھ مت پوچھنا چنانچہ فرمایا فان اتبعتنی فلا تسالنی عن شیء حتی احدث لک منہ ذکرا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر نہ کیا اور بار بار اُنکو ٹوکتے رہے یہانتک کہ یہی دونون مین جدائی کا باعث ہوا حاصل یہ کہ جو شاگرد اپنے استاد کی راے کے سامنے اپنے آپ راے اور اختیار باقی رکھیگا تو وہ اپنی حاجت سے محروم رہیگا اب اگر یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اس سے تو پوچھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین پوچھنا درست ہی لیکن جن چیزون کے پوچھنے کی اجازت اُستاد دے وہی پوچھے اسلیے کہ ایسی بات پوچھنی جسکی سمجھ کا تجھکو حاصل نہین بری ہی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوچھنے سے منع فرمادیا تھا غرضکہ وقت سے پیشتر سوال نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ اُستاد کو خوب معلوم ہی کہ تمکو کس چیز کی حاجت ہی اور وہ کسوقت بتانی چاہیے اور ہر مقام مین درجات کے مراتب جبتک کہ بتانے کا وقت نہین آتا تب تک پوچھنے کا وقت بھی نہین آتا اور حضرت علی نے ارشاد فرمایا ہی کہ عالم کا حق یہ ہی کہ اُس سے سوال بہت مت کرو اور جواب مین اُسکو طعنہ مت دو اور جب وہ تھک جاوے تو اصرار نہ کرو اور جب اُٹھے تو اُسکا کپڑا مت پکڑو اور اُسکے بھید کو ظاہر نہ کرو اور نہ اُسکے پاس کسی کی غیبت کرو اور نہ اُسکی لغزش کی تلاش کرو اور اگر وہ لغزش کرے تو اُسکا عذر قبول کرو اور اُسکی عزت و توقیر کو خدا کے واسطے اپنے اوپر لازم سمجھو جبتک کہ وہ خداے تعالیٰ کے حکم کی حفاظت کرے اور اُس سے آگے مت بیٹھو اور اگر اُسکو کوئی حاجت ہو تو سب لوگون سے پیشتر اُسکے لیے اُٹھو چوتھا ادب یہ ہی کہ طالب علم ابتداے امر مین لوگون کے اختلاف کے سننے سے احتراز کرے خواہ علم دنیا کا طالب ہو خواہ علم آخرت کا اسلیے کہ اختلافون کے سننے سے مبتدی کی عقل متحیر اور ذہن پریشان اور راے سست ہوجاتی ہی اور ادراک اور اطلاع سے مایوس ہوجاتا ہی بلکہ یون چاہیے کہ اول ایک عمدہ طریقہ جو اُستاد کے نزدیک پسندیدہ ہو اُسکا تو یقین کرلے پھر اُسکے بعد اور مذہبون اور اُنکے شبہون کو سنے اور اگر اُسکا اُستاد ایک راے کے اختیار کرنے مین پختہ نہو اور اُسکی عادت یہی ہو کہ ایک مذہب سے دوسرے مین بدلتا رہتا ہو اور اُنکے اقوال کو نقل کرتا ہو تو ایسے اُستاد سے بچنا چاہیے اسلیے کہ ایسا شخص ہدایت کم کرتا ہی اور گمراہ زیادہ تو بھلا اندھون کو اندھا راہ بتانے کے لائق کب ہی اور اس طرح کا

شخص ہنوز وادی حیرت اور تیہ نابینائی میں ہے ع او خویشتن گم ست کرا رہبری کند ۔ اور مبتدی کو شبہات سے منع کرنا ایسا ہے جیسے نومسلم کو
کفار کے ملنے سے اور منتہی کو اختلافوں میں نظر کرنے کی ترغیب ایسی ہے جیسے قوی الایمان کو کفار کے ملنے کی اسلیے کہ ہر کا پے و ہر مرے سے سوجہ
سے نامرد کو نہیں کہا کرتے کہ کفار پر حملہ کر بلکہ شجاع آدمی کو اس کام کے لیے بلاتے ہیں ۔ اور بعض ضعیفوں نے اس دقیقہ سے غافل ہو کر یہ گمان
کر لیا کہ جو مساہلات قوی لوگوں سے منقول ہیں اُنمیں اقتدا کرنا درست ہے یہ نہ جانا کہ زبردستوں کے معاملات کمزوروں کے معاملوں سے
علیحدہ ہیں اور اس باب میں بعض مشایخ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے مجکو ابتدا میں دیکھا وہ تو صدیق ہو گیا اور جسنے انتہا میں دیکھا وہ زندیق ہوا
اسلیے کہ انتہا میں اعمال باطن پر جا ٹھہرتے ہیں اور ظاہر کے اعضا بجز فرائض کے اور حرکات سے ساکن ہو جاتے ہیں تو دیکھنے والوں کو یہی
سوجھتا ہے کہ یہ امر سستی اور کسل اور بیکار رہنا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ تو دل کی نگرانی عین حضوری کے ابتدا اور مدام ذکر کا ملازم رہنا ہے جو سب
اعمال سے بہتر ہے اور ضعیف آدمی جو قوی کے ظاہر حال کو دیکھکر جانتا ہے کہ یہ لغزش ہے اور خود لیا کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک
پانی کے کوزے میں تھوڑی سی نجاست ڈالدے اور اسکا عذر یہ کرے کہ سمندر میں تو اسکی ہزار گنی نجاست ڈالدیتے ہیں اور وہ کوزہ سے
کہیں بڑا ہے تو جو بات سمندر کو درست ہے وہ کوزہ کو بطریق اولےٰ ہونی چاہیے اور اس بیچارہ کو یہ معلوم نہیں کہ سمندر اپنی قوت کے باعث
نجاست کو پانی بنا لیتا ہے اور سمندر کے غلبہ سے نجاست بھی اسی طرح کی ہو جاتی ہے اور تھوڑی نجاست کوزے پر غالب ہوتی ہے وہ کوزہ
کو اپنی طرح کر دیتی ہے ۔ اور اسی طرح کی دلیل کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ بات درست کی گئی جو غیروں کے لیے نہ ہوئی مثلاً
آپ کے لیے نو بیبیاں مباح ہوئیں اس لیے کہ آپ میں اتنی قوت تھی کہ اُنکے باعث عورتوں میں عدل فرماتے تھے گو کتنی ہی بہت ہوں
اور دوسرا شخص تھوڑی میں بھی عدل نہیں کر سکتا بلکہ اُنکے درمیان کا نقصان خود اُس تک بہونچیگا کہ اُنکی رضامندی کی طلب میں نوبت
خداے تعالیٰ کی نافرمانی کی پہونچیگی بھلا جو شخص فرشتوں کو لوہاروں پر قیاس کرے کہیں اُسکو فلاح ہو گی **پانچواں ادب** یہ ہے کہ طالب علم عمدہ علوم
میں سے کوئی فن اور کوئی قسم بدون دیکھے نہ چھوڑے اور اس طرح پر دیکھے کہ اسکے مقصود اور علت غائی سے مطلع ہو جائے پھر اگر زندگی وفا کرے
تو اُسمیں کمال پیدا کرنیکا طالب ہو ورنہ جو اہم ہو اُسمیں مشغول ہو کر اُسکو تو کامل کرلے اور باقی علوم میں سے تھوڑا تھوڑا حاصل کرلے کیونکہ
علوم ایک دوسرے کے مددگار اور آپس میں وابستہ ہیں اور سردست جو علم کو نہیں سیکھتے تو عداوت کی جہت سے ہے کہ جو چیز آدمی کو نہیں آتی اُسکا
دشمن ہوا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واذ لم یھتدوا بہ فسیقولون ھذا افک قدیم اور کسی کا شعر ہے شعر مرد جس کا ہو مرض سے کڑوا اُسے شیریں
پانی کو وہ جانے کڑوا ۔ غرض کہ عمدہ علوم اپنے مدارج کے موافق یا تو بندہ کو خداے تعالیٰ کی راہ کا سالک کرتے ہیں یا سلوک میں کسی قسم
کی اعانت کرتے ہیں اور مقصود سے دوری اور نزدیکی میں ہر ایک علم کا ایک مقام خاص ٹھہرا ہوا ہے جو لوگ اُن علوم سے آگاہ ہیں
وہ ایسے ہیں جیسے جہاد میں گھاٹیوں اور رگاتوں کے محافظ ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لیے اُنمیں سے ایک مرتبہ ہے اور اپنے درجے
کے موافق آخرت میں ہر ایک کو ثواب ہے بشرطیکہ اس علم سے خداے تعالیٰ کی رضا مقصود ہو **چھٹا ادب** یہ ہے کہ علم کے فنون سے
کسی فن کو دفعۃً اختیار نکرے بلکہ ترتیب کا لحاظ رکھے اور جو اہم ہو اُس سے شروع کرے اس وجہ سے کہ عمر تو اکثر سب علوم کے لیے کافی نہیں
ہوا کرتی اس لئے احتیاط کی بات یہ ہے کہ ہر چیز میں سے عمدہ حاصل کرے اور تھوڑی میں سے تھوڑی سی پر قانع ہو اور تھوڑے سے علم کے
باعث جتنی قوت ہوتی ہے وہ سب اُس علم کے پورا کرنے میں صرف کرے جو اشرف علوم ہے یعنی علم آخرت کی دونوں قسموں معاملہ اور مکاشفہ میں
کہ علت غائی علم معاملہ کی مکاشفہ ہے اور مکاشفہ کا انجام خداے تعالیٰ کی معرفت ہے اور ہماری غرض علم مکاشفہ سے وہ اعتقاد نہیں جسکو عوام باپ دادوں
سے سنتے آتے ہوں یا زبانی یاد کر لیا ہو اور نہ طریق کلام مراد ہے کہ طرف ثانی کے مقابلہ میں عبارت بنی رہے وہ قدح نہ کر سکے چنانچہ غایت
کلام جاننے والے کی اتنی ہی ہے بلکہ علم مکاشفہ سے ہماری غرض ایک قسم کا یقین ہے جو اُس نور کا نتیجہ ہوتا ہے جسکو خداے تعالیٰ

سے کے دل مین ڈالدیتا ہی جب کہ وہ اپنے باطن کو مجاہدہ کرکے خباثتون سے پاک کرلیتا ہی یہانتک کہ بوجہ ہوتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان
اس مرتبہ تک پہونچ جاتا ہی جسکی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح فرمائی کہ اگر ابوبکر کا ایمان تمام عالم کے ایمان سے
تولا جاوے تو بھی جھکتا رہیگا۔ ہمارے نزدیک یہ نہین معلوم ہوتا کہ جس بات کا معتقد عامی ہی اور جسکو متکلم بناتا ہی کہ وہ بھی عامی سے
حضرت ابوبکر کی فضیلت مین بڑھکر ہی اور اسی وجہ سے اُسکے فن کا نام کلام ہوا ہی وہ بات حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم
کو نہ آتی تھی اور حضرت ابوبکر اسی مین اُن سے فائق تھے بلکہ اُنکی افضلیت کی بات عامی اور متکلم کے عقائد کے سوا تھی یعنے اُس بھید کے
سبب اُنکو فضیلت تھا جو اُنکے سینے مین ڈالا گیا تھا اور تعجب اُس شخص سے ہی کہ اس جیسے اقوال صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے
پھر اُسکے موافق جو کچھ سنے اُسکو حقارت کرے اور کہے کہ یہ صوفیون کی بیہودہ باتین ہین اور کچھ سمجھ مین نہین آتین اس بات مین آدمی
کو تامل کرنا چاہیے کہ اسی جگہ راس المال جاتا رہتا ہی۔ حاصل یہ کہ تمکو اُس بھید کی معرفت کا حریص ہونا چاہیے جو فقہا اور متکلمین کے
حوصلہ اور سرمایہ سے خارج ہی اور تمکو اُسکا راستہ بجز اُسکے نہ ملیگا کہ اُسکے طلب کے حریص ہو۔ خلاصہ یہ کہ سب علوم مین اشرف اور سب
کی علت غائی خدائیتعالی کی معرفت ہی اور وہ ایک دریا ہی جسکی تھاہ معلوم نہین ہوتی اس باب مین سب آدمیون سے بڑھکر انبیا کا درجہ
ہی پھر اولیا کا پھر جو اُنکے متصل ہون۔ اور ایک روایت ہی کہ پہلے حکیمون مین سے دو حکیمون کی تصویر کسی مسجد مین نظر پڑی ایک کے ہاتھ مین
ایک پرچہ ہی جسمین یہ لکھا ہی کہ اگر تم ہر ایک چیز کو درست کرلو تو یہ نجانو کہ ایک چیز کو بھی درست کیا ہی جبتک کہ خدائیتعالی کو نہ پہچانو اور یہ نجانو
کہ مسبب الاسباب اور چیزون کا ایجاد کرنے والا وہی ہی اور دوسرے کے ہاتھ کے پرچے مین یہ ہی کہ خدائیتعالی کی معرفت سے پہلے مین پانی
پیتا تھا اور پیاسا رہتا تھا یہانتک کہ جب اُسکو پہچانا تو بدون پیے ہی پیاس بجھ گئی **ساتوان ادب** یہ ہی کہ کسی فن مین قدم نہ رکھے جبتک کہ
اُس سے پیشتر کے فن کو پورا نہ کرلے اسلیے کہ علوم ایک ترتیب ضروری سے مرتب ہین اور ایک علم دوسرے کا راستہ ہی تو توفیق یافتہ وہی ہی
جو اس ترتیب اور درجات کا لحاظ رکھے اللہ تعالی فرماتا ہی الذین آتیناہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ یعنے ایک فن سے آگے نہین بڑھتے جبتک
کہ علم و عمل کے رو سے اُسکو پختہ نہ کرلین اور چاہیے کہ جس علم کا قصد کرے اُسمین نیت اُس سے اوپر کے علم پر ترقی کرنے کی ہو اور اگر
کسی علم مین لوگون کا اختلاف واقع ہو یا کوئی ایک شخص اُس مین خطا کرین یا اپنے علم کے بموجب عمل نہ کرین تو چاہیے کہ ان وجہون سے
اس علم کو نکما نہ کہے جیسے بعض لوگ معقولات اور فقہیات نہین دیکھتے اور کہتے ہین کہ اگر اُنکی کچھ اصل ہوتی تو جو لوگ اُنکے ماہر ہین اُنکو
ملتی اور کتاب معیار العلم مین ہم اس شبہ کا جواب لکھ چکے ہین اور بعض لوگ طبیب کی خطا دیکھکر طب کو نکما سمجھتے ہین اور ایک نجومی کی بات
اتفاقاً سچ نکلنے سے کچھ لوگ اُسکی درستی کے معتقد ہوتے ہین اور کچھ لوگ دوسرے نجومی کی خطا معلوم کرکے اُسکو بیکار بتاتے ہین حالانکہ
سب غلطی پر ہین بلکہ یون چاہیے کہ چیز کو فی نفسہ جان لین کہ کیسی ہی ہر شخص کسی علم مین اتنا تبحر نہین رکھتا کہ اُسکی سب جزئیات سے
واقف ہو اور اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہی کہ حق کو مردون سے مت پہچانو بلکہ حق کو معلوم کرلو پھر حق والون کو خود جان جاؤگے
آٹھوان ادب یہ ہی کہ اُس سبب کو معلوم کرے جس سے علوم کا شرف حاصل ہوتا ہی اور شرف دو چیزون کے باعث سے ہوتا ہی
اول ثمرہ کے شرف سے دوم دلیل کی پختگی اور قوت سے مثلاً علم دین اور علم طب کو جو دیکھتے ہین تو اول کا ثمرہ زندگی ابدی ہی اور دوسرے
کا ثمرہ زندگانی فانی اسی جہت سے علم دین اشرف ہوگا کہ اُسکا ثمرہ اشرف ہی اور علم حساب اور علم نجوم کو اگر دیکھو تو حساب کی دلیلین پختہ اور
قوی ہین اُسکو علم نجوم پر شرف ہی اور اگر حساب کو علم طب کے لحاظ سے دیکھین تو اس صورت مین ثمرہ کے اعتبار سے شرف ہی اور حساب کو دلیلون
کی رو سے اور ثمرہ کا لحاظ کرنا بہ نسبت دلیلون کے بہتر ہی اسلیے طب حساب سے اشرف ہی اگرچہ علم طب اکثر تخمین اور قیاس سے ہی۔ اور
اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ سب علوم سے اشرف علم خدائے تعالی اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور رسولون کا اور وہ علم ہی جو ان علوم تک

پہونچنے کا ذریعہ ہو تو اب تکو بجز اس علم کے اور علم کی طرف رغبت اور حرص نہ کرنی چاہیے نواں ادب یہ ہے کہ طالب علم کا قصد علم سے
سر دست تو یہ ہو کہ اپنے باطن کو آراستہ اور فضیلت سے مزین کرے اور انجام کو یہ ہو کہ خدا تعالیٰ کا قرب اور فرشتوں اور مقربان ملاء اعلیٰ
کی ہمسایگی حاصل ہو اور علم سے غرض ریاست اور مال و جاہ اور بیوقوفوں سے جھگڑنے اور ہمسروں پر فخر کرنے کی نہو اور جس شخص کی نیت
علم سے قرب الٰہی ہو تو بالضرور وہ ایسے علم کو طلب کرے جو اُسکے مقصود سے بہت قریب ہو یعنی علم آخرت کا طالب ہو اور باوجود اسکے اُسکو
چاہیے کہ علم فتاویٰ اور علم نحو اور علم لغت جو متعلق کتاب اور سنت کے ہیں اور سوا اُنکے اور علوم کو جنکا ذکر ہمنے مقدمات اور تتمات
میں کیا ہے اور وہ فرض کفایہ علموں کے اقسام میں ہیں اُنکو حقارت کی آنکھ سے دیکھے اور ہمنے جو علم آخرت کی تعریف میں بہت سا مبالغہ کیا ہے
اس سے تم یہ مت سمجھنا کہ یہ علوم برے ہیں اسلیے کہ جو لوگ ان علموں کے عالم ہیں اُنکا حال مثل اُن لوگوں کے ہے جو گھاٹیوں کی محافظت
اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یعنی اُن میں سے بعض لوگ تو لڑاتے ہیں اور بعض لوگ مدد کرتے ہیں اور کچھ اُنکو پانی پلاتے ہیں
کچھ اُنکے گھوڑوں کی حفاظت اور خدمت کرتے ہیں اور اُنمیں سے کوئی شخص ثواب سے خالی نہیں بشرطیکہ اُسکی نیت خدا تعالیٰ کے بول بالا
کرنے سے ہو یہ نہو کہ لوٹ ملیگی اسی طرح علما کا حال ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اور فرمایا ہم درجات
عند اللہ یعنی وہ کئی درجہ ہیں اللہ کے نزدیک غرض کہ اہل علوم کی فضیلت اعتباری اور اضافی ہے کسی کی نسبت اعلیٰ ہیں اور کسی کے
لحاظ سے ادنیٰ یہ نہیں کہ بذات خود حقیر ہوں مثلاً اگر صرافوں کو بادشاہوں کی نسبت کم رتبہ کہا جاوے تو اس سے یہ نہ معلوم ہوگا کہ اگر جاروب
کشوں کی نسبت کر اُنکو قیاس کریں تب بھی حقیر ہونگے پس یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ جو علم اعلیٰ رتبہ سے کم ہو وہ بیقدر ہے بلکہ یوں جاننا چاہیے
کہ سب سے اعلیٰ رتبہ انبیا کا ہے پھر اولیا کا پھر اُن علما کا جو علم میں مضبوط ہیں پھر نیک بندوں کا موافق اُنکے درجات کے حاصل یہ کہ جو ذرہ
برابر خیر کریگا اسکا ثواب اُسکو ملیگا اور جو شخص علم سے خدا تعالیٰ کی رضا قصد کریگا خواہ کوئی سا علم ہو تو وہ علم اُسکو مفید ہوگا اور بالضرور اسکا
رتبہ بلند کریگا دسواں ادب یہ ہے کہ علم کی نسبت اصلی مقصود کی طرف معلوم کرے تاکہ جو مقصود سے قریب ہو اُسکو بعید پر ترجیح دے اور جو علم
مہم ہو اُسکو اختیار کرے اور معنی مہم کے یہ ہیں کہ جو تمکو فکر میں ڈالے اور ظاہر ہے کہ دنیا اور آخرت میں تمکو بجز تمہارے حال کے اور کوئی چیز فکر میں نہیں
ڈالتی اور چونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ دنیا کے مزوں اور آخرت کی راحتوں کو اکٹھا لے سکو چنانچہ قرآن مجید میں اس امر کا ذکر آچکا ہے اور نور بصیرت بھی
اسکا شاہد ہے جو بمنزلہ آنکھ سے دیکھنے کے ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ اہم وہی ہے جو ابد الآباد تک رہے اور اس صورت میں دنیا ایک منزل ہو جاتی
اور بدن سواری اور اعمال مقصود کی طرف کو چلنا اور مقصود بجز دیدار الٰہی کے اور کچھ نہیں کہ تمام لذت و راحت اُسمیں ہے گو اس جہان میں اُسکی
قدر کم لوگ جانتے ہیں اور علوم کو اگر خدائے تعالیٰ کی ملاقات اور اُسکی ذات پاک کی دیدار کی نسبت کر دیکھو تو تین قسم کے ہیں اور دیدار سے وہ غرض ہے
جسکے طالب انبیا تھے اور وہی اُسکو سمجھتے تھے وہ دیدار مراد نہیں جو عوام اور کلام والوں کے ذہن میں آتا ہے ان قسموں کو تم ایک مثال سے سمجھ لوگے
وہ یہ ہے کہ اگر کسی غلام سے کہا جاوے کہ اگر تو حج کریگا اور اعمال کو کامل طور پر بجا لاویگا تو تو آزاد بھی ہو جاویگا اور سلطنت بھی ملیگی اور اگر تو حج
کا راستہ شروع کر دیگا اور اُسکی تیاری کریگا اور راہ میں کوئی مانع پیش آویگا تو تو آزاد تو ہو جاویگا اور بند غلامی سے رہائی پاویگا مگر سلطنت کی سعادت
سے مشرف نہوگا تو غلام مذکور کو تین طرح کے کام پیش آوینگے اول سامان سفر کرنا یعنی اونٹ خریدنا اور مشک سینا اور غلہ وغیرہ معمول لینا دوم
وطن سے جدا ہو کر کعبہ کو منزل بمنزل چلدینا سوم اعمال حج میں مشغول ہونا اور ایک ایک رکن کو بترتیب ادا کرنا ان تینوں حالتوں سے
اور احرام اور طواف رخصت سے فارغ ہو کر غلام مذکور مستحق آزادی اور سلطنت کا ہوگا اور ہر حال میں یعنی غلام مذکور کے بہت سے مراتب ہیں یعنی
شروع سامان سے اُسکے آخر تک اور آغاز سفر سے اُسکے تمام ہونے تک اور ابتدا سے ارکان حج سے اُسکے انجام تک بہت سے درجات ہیں اب
ظاہر ہے کہ جو شخص ابھی زاد اور سواری کی تیاری میں ہو یا چلنا شروع کر دیا ہو وہ سعادت سے اتنا قریب نہوگا جتنا وہ شخص ہوگا جسنے ارکان حج

شروع کر دیے کیونکہ وہ دو حالات طے کر چکا ہی اور نہایت قریب پہونچ گیا ہی۔ جب یہ مثال معلوم ہو چکی تو اب علوم کی بھی تین قسمین ہین ایک
تو وہ علوم ہین کہ بمنزلہ سامان سفر کے خریدنے کے ہین اور وہ علم طب اور فقہ اور جو علوم کہ دنیا مین بدن کی مصلحتون کے متعلق ہین اور ایک
قسم بمنزلہ جنگل کے چلنے اور گھاٹیون کے طے کرنے کے ہین اور وہ صفات کی کدورتون سے بدن کا پاک کرنا اور اُن اونچی گھاٹیون پر چڑھنا ہی جنسے
سوائے توفیق یافتہ لوگون کے اگلے پچھلے سب عاجز ہین تو یہ امور راہ کے چلنے مین داخل ہین اور اُنکا علم حاصل کرنا ایسا ہی جیسے راہ کی طرفون
اور منزلون کا جان لینا اور جس طرح کہ صرف منزلون اور جنگل کی راہون کا جان لینا بدون اُنکے طے کرنے کے کافی نہین اسی طرح تہذیب اخلاق کا
جان لینا کفایت نہین کرتا جبتک کہ تہذیب نہ کرے گو عادتون کی تہذیب بدون علم کے نہین ہو سکتی اور تیسری قسم وہ ہی جو بمنزلہ نفس حج اور
اُسکے ارکان کے ہی اور وہ خدائے تعالی اور اُسکے فرشتون اور صفات اور افعال کا علم اور اُن باتون کا علم ہی جو علم مکاشفہ کے معانی مین ہم لکھ آئے
ہین اس قسم کے بعد رہائی اور سعادت ملا کرتی ہی مگر رہائی یعنی سلامتی تو ہر سالک طریق کو نصیب ہوتی ہی بشرطیکہ اُسکی غرض مقصد حق ہو اور سعادت کو
پہونچنا بجز خدائے تعالی کے عارفون کے اور کسی کو نہین ملتا اور یہی لوگ مقرب ہوتے ہین اور انکو ہین پر خدائیتعالی کے ہمسایہ مین رحمت و راحت و
ریحان و جنت نعیم کا انعام ہوتا ہی اور جو لوگ کمال کے مرتبے سے ادھر رہ گئے ہین اُنکو نجات اور سلامتی حاصل ہوتی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی فاما
ان کان من المقربین فروح و ریحان و جنۃ نعیم واما ان کان من اصحاب الیمین فسلام لک من اصحاب الیمین اور جو لوگ کہ متوجہ مقصد نہوے اور اُسکی طرف حرکت
نہ کی یا حرکت تو کی مگر بغرض فرمان برداری اور بندگی کے نہ کی بلکہ کسی دنیاوی غرض کے لیے کی تو وہ لوگ اصحاب شمال اور گمراہون مین ہین اُنکے لیے یہ انعام
ہی فنزل من حمیم و تصلیۃ جحیم اور جان لینا چاہیے کہ مضبوط علما کے نزدیک یہ امر حق الیقین ہی یعنی انھون نے اُنکو اپنے باطن کے مشاہدہ سے دریافت
کر لیا ہی جو آنکھون کے مشاہدہ کی نسبت کر قوی تر اور ظاہر تر ہی صرف سننے کی پیروی کی حد سے ترقی کر گئے ہین اور انکا حال ایسا ہی جیسا کوئی شخص
کوئی خبر سنے اور اُسکو سچ جانے پھر آنکھ سے دیکھ لے اور یقین کرے اور دوسرون کا حال ایسا ہی کہ خبر کی تصدیق اعتقاد و ایمان کی خوبی کی جہت سے
کر لے مگر آنکھون سے دیکھنا نصیب نہوا ہو۔ غرضکہ سعادت علم مکاشفہ کے بعد ہی اور علم مکاشفہ علم معاملہ کے بعد ہی یعنے طریق آخرت کے چلنے اور
صفات کی گھاٹیون کے طے کرنے کے بعد ہوتا ہی اور صفات مذمومہ کو مٹانے کی راہ چلنی صفات کے جاننے اور طریق علاج اور چلنے کی کیفیت
معلوم کرنے کے بعد ہی اور یہ امر بدن کی سلامتی اور اسباب تندرستی کی موافقت کے جاننے پر منحصر ہی اور بدن کی سلامتی اجتماع اور ایک دوسرے
کی مدد کرنے سے جس سے کہ پوشاک اور غذا اور سکونت ملا کرتی ہی دو سلطان کے متعلق ہی اور اُسکا قاعدہ لوگون کو عدل و سیاست کے طور پر
منتظم رکھنے کا فقیہ کے مغز مین رہتا ہی اور صحت کے اسباب طبیعت کے مغز مین۔ اور جس شخص نے کہ کہا ہی کہ علم دو ہین علم بدن اور علم دین
اور اس سے اشارہ فقہ کا کیا ہی تو اُسنے علوم مروجہ ظاہری کو مراد لیا ہی علوم باطنی کا ارادہ نہین کیا۔ اب ہم اس بات کی وجہ لکھتے ہین کہ ہمنے
علم طب اور فقہ کو بمنزلہ تیاری زاد و راحلہ کے کیون کہا ہی تو معلوم کرنا چاہیے کہ خدائے تعالی کے قرب کے حاصل کرنے کو اُسکی طرف چلنے والا
دل ہی بدن نہین اور ہماری غرض دل سے وہ گوشت نہین جو آنکھ سے سوجھا کرتا ہی بلکہ وہ ایک لطیفہ اور بھید ہی خدائیتعالی کے لطیفون اور
بھیدون مین سے جو حواس سے نہین معلوم ہوتا اور کبھی اُسکو روح کہا کرتے ہین اور بعض اوقات نفس مطمئنہ بولتے ہین اور شرع اُسکو دل سے
تعبیر فرماتی ہی اسلیے کہ دل اُس بھید کی اول سواری ہی اُسی کے ذریعہ سے تمام بدن اُسکی سواری اور آلہ بن رہا ہی اور اس بھید کا حال
بخوبی علم مکاشفہ سے معلوم ہوتا ہی اور وہ ایسا ناقابل افشا نہین بلکہ اسکے ذکر کرنے کی اجازت نہین اور غایت اجازت اسمین یہ ہی کہ مقصد یہ کہین کہ وہ
ایک جوہر نفیس اور گوہر عزیز ہی کہ ان اجسام محسوس کی نسبت کہ اشرف ہی اور ایک امر الہی ہی چنانچہ خدائیتعالی فرماتا ہی ویسئلونک عن الروح
قل الروح من امر ربی اور کل مخلوقات خدائیتعالی کی طرف منسوب ہین مگر اُسکی نسبت تمام اعضاء بدن کی نسبت سے اشرف ہی کیونکہ خلق اور امر
دونون اللہ ہی کے ہین اور امر خلق کی نسبت کہ اشرف ہی اور یہ جوہر نفیس جو خدائیتعالی کی امانت کا اُٹھانے والا ہی اور اس رتبہ مین آسمانون

اور زمین اور پہاڑون سے مقدم ہو کہ وہ اُس بار کے اُٹھانے سے ڈر کر انکار کر گئے عالم امر سے ہی اور اس بیان سے تم اسکے قدیم ہونیکا اشارہ
مت سمجھنا اسلیے کہ جو شخص روح کے قدیم ہونے کا قائل ہو وہ جاہل اور مغالطہ کھانے والا ہی اسکو وقعت نہین کہ کیا کہتا ہی اب ہم عنان بیان کو
اس فن سے روکتے ہین کہ جس بات کے ہم درپے ہین اُس سے یہ فن خارج ہی مقصود یہ ہی کہ یہ لطیفہ اپنے رب کی طرف سعی کرنے والا ہوتا ہی
اسلیے کہ وہ امر رب سے ہی تو خدا تعالی ہی اسکا مصدر ہی اور اُسی کی طرف اُسکا رجوع اور بدن اُس لطیفے کی سواری ہی جسپر سوار ہو کر اسکے
ذریعہ سے چلتا ہی تو بدن خدا تعالی کی راہ مین دل کے لیے ایسا ہی جیسے بدن کے لیے راہ حج مین اونٹنی ہوتی ہی یا مشک جسمین پانی بھر رہتا ہی اور
بدن کو اُسکی حاجت ہوتی ہی غرضکہ جو عمل کہ اُسکا مقصود بدن کی مصلحت ہی وہ سواری کی مصلحتون مین داخل ہی اب ظاہر ہی کہ طب سے
بھی بدن کی بہتری مقصود ہی اسلیے کہ بدن کی صحت کی نگاہداشت کے لیے کہین اسکی ضرورت پڑتی ہی اور اگر انسان بالفرض اکیلا ہوتا تو
طب کی حاجت اُسکو ہوتی اور فقہ اور طب مین یہی فرق ہی کہ اگر انسان بالفرض اکیلا ہوتا تو کیا عجب تھا کہ فقہ کی ضرورت نہ پڑتی لیکن اُسکی
پیدایش اسطرح ہوتی ہی کہ تنہا نہین زندہ رہ سکتا کیونکہ سب کام اکیلے سے نہو سکینگے کہ کھانے کے لیے جوتنا بونا پیسنا پکانا اور لباس اور مکان
کا حاصل کرنا اور ان سب چیزون کے آلات تیار کرنے ایک شخص کسطرح کرے تو اس نظر سے دوسرون مین ملنا اور اُن سے مدد چاہنی ضرور
ہوئی اور جب آدمی ملے اور اُنکی خواہشین اُبھرین تو شہوت کے اسباب کو اُنھون نے کھینچا تانی کی اور آپس مین نزاع اور قتال کرنے لگے اور
اُن لڑائی جھگڑون سے برباد ہونے لگے اور سبب ہلاکی کا یہی نزاع و مخالفت ظاہری ہوئی جیسے اندر کی خلطون کے لگاڑ سے بربادی ہوا کرتی
ہی اور طب سے جو نزاع اور فساد خلطون مین ہو جاتا ہی اُسکا بچاؤ کیا جاتا ہی اور سیاست اور عدل سے ظاہر کے فساد کو دور کر کے اعتدال
خواہشون مین کر دیا جاتا ہی اور خلطون کے معتدل رکھنے کا طریق معلوم کرنا طب ہی اور معاملات مین لوگون کے احوال کو معتدل رکھنے کا طور جاننا فقہ ہی
اور یہ دونون بدن کی حفاظت کے لیے ہین جو دل کی سواری ہی پس جو شخص صرف علم فقہ اور طب کا ہو رہے اور اپنے نفس پر مجاہدہ نکرے
وہ ایسا ہی کہ صرف اونٹنی لیکر اُسکو گھاس دانہ دیوے اور مشک لیکر اُسکو تیار کرے اور راہ حج مین قدم نہ رکھے اور جو شخص کہ عمر بھر اُن کلمات کے
دقیقون مین پڑا رہے جو فقہ کی بحثون اور مناظرون مین آتے ہین وہ ایسا ہی کہ عمر بھر ایسے وسیلون مین ڈوبا رہے جیسے حج کے لیے مشک مضبوط
سلے اور ایسے فقیہون کو اصلاح قلب یعنی ذریعہ علم مکاشفہ کے طریق پر چلنے والون سے وہ نسبت ہی جو مشک کی درستی مین رہنے والون
کو راہ حج چلنے والون سے یا اُسکے ارکان کے بجا لانے والون سے ہی پس اس بات کو اول تامل کرو اور اس شخص کی نصیحت قبول کرو جو تم سے
اُسکی مزدوری نہین چاہتا اور اکثر اسی امر مین رہا ہی اور تمکو یہ بات بدون بہت سی سخت محنت کے حاصل نہو گی عوام اور خواص سے علیحدہ
ہونے کے لیے جرأت کامل کرنی پڑیگی اور صرف اپنی خواہش کے بموجب اُنکی پیروی کرنے سے باز آنا ہوگا طالب علم کے لیے اتنے ہی ادب کافی
معلوم ہوتے ہین دوسرا بیان اُستاد کے آداب کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ علم کے باب مین آدمی کے چار حال ہین جیسے مال کے حاصل
کرنے مین ہوتے ہین مثلاً مال والا اول تو مال پیدا کرتا ہی اُسوقت کھانے والا کھلاتا ہی دوم اپنی کمائی کو جمع کرتا ہی تو تونگر ہو جاتا ہی کہ خاص
دوسرے سے مانگنے کی نہین رکھتا سوم اُس مال کو خود اپنی ذات پر خرچ کرتا ہی تو اُس سے منتفع اور متمتع ہوتا ہی چہارم اسکو دوسرون کو دیتا
ہی اس صورت مین سخی اور اہل فضل گنا جاتا ہی اور یہ پچھلی حالت ہین حالتون سے اشرف ہی اسی طرح علم کا حال ہی وہ بھی مال کی طرح تحصیل
کیا جاتا ہی اور چار حالتین اُسکی بھی ہین ایک طلب کا زمانہ اور ایک حاصل کیے ہوئے پر ایسا عبور ہونا کہ حاجت سوال کی نرہے اور ایک
جس بات کو حاصل کیا ہی اُسمین فکر کر کے اُس سے مستفید ہونا اور ایک دوسرے کو اُس سے فائدہ پہونچانا اور یہ حال سب مین اشرف ہی
اسلیے کہ جو شخص علم تحصیل کرے اور عمل کرے اور لوگون کو علم سکھاوے تو ایسے ہی شخص کو آسمان و زمین کے ملکوت مین عظیم کہا کرتے ہین کہ اسکا
حال آفتاب کی طرح ہی کہ دوسرون کو روشنی دیتا ہی اور آپ بھی روشن ہی یا مشک جیسا ہی کہ دوسرون کو معطر کرتا ہی اور خود بھی خوشبودار ہی اور

جو شخص دوسرون کو بتاتا ہی آپ علم کے بموجب عمل نہین کرتا اُسکا حال دفتر کا سا ہی کہ دوسرے کو اُس سے فائدہ ہوتا ہی اور وہ خود علم سے
خالی ہی یا سان کا سا ہی کہ لوہے کو تیز کر دیتی ہی اور خود نہین کاٹتی یا سوئی کا سا ہی کہ غیرون کے لیے لباس تیار کرتی ہی اور خود ننگی رہتی ہی
یا چراغ کی بتی ہی کہ اورون کو روشنی دیتی ہی اور اسپنے آپ جلتی ہی چنانچہ کسی کا شعر ہی شعر بے عمل عالم ہی فتیلہ شمع ÷ خود جلے اور ہو اُس سے
روشن جمع ÷ اور جب آدمی تعلیم مین مشغول ہوا تو ایک بڑا کام اور نہایت درجہ کا خطرا اپنے ذمے لیا اس لیے اسکے آداب و قواعد کو یاد کرنا
چاہیے ادب اول یہ ہی کہ شاگردون پر شفقت کرے اور اُنکو اپنے بیٹون کے برابر جانے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ انما
انا لکم مثل الوالد لولدہ یعنی آخرت کی آگ سے شاگردون کو بچانے کا قصد کرے اور یہ بات ماں باپ کی اپنے بیٹے کو دنیا کی آگ سے بچانے کی نسبت
کراہم ہی اور اسی لیے استاد کا حق ماں باپ کے حق سے بڑھکر ہی اسلیے کہ باپ اُسکی زندگی اور وجود فانی کا سبب ہی اور اُستاد زندگانی باقی
کا باعث ہی اگر اُستاد نہوتا تو جو چیز باپ سے حاصل ہوئی تھی وہ ہلاک دائمی کی طرف پہونچاتی اُستاد ہی کی بدولت زندگانی اُخروی ہمیشہ کو
ہوتی ہی مگر اُستاد سے ہماری مراد علوم آخرت کا سکھانے والا یا دنیا کے علوم آخرت کی نیت سے بتانے والا ہی نہ دنیا کے ارادہ سے اسلیے
کہ تعلیم کرنا دنیا کے ارادے سے تو خود بھی تباہ ہوتا ہی اور دوسرے کو تباہ کرتا ہی ایسی تعلیم سے خدا پناہ دے - اور جسطرح کہ ایک شخص کے
بیٹون کا دستور ہی کہ آپس مین پیار و محبت سے رہتے ہین اور مقاصد پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اسی طرح ایک اُستاد کے شاگردون مین دوستی
اور یاری ہونی چاہیے اور اگر انکا مقصود آخرت ہوتی ہی تب تو ایسے ہی ہوتے ہین اور اگر دنیا مراد ہوتی ہی تو آپس مین حسد اور بغض
ہوتا ہی اسلیے کہ علما اور آخرت کے لوگ خدا تعالی کی طرف سفر کرنے والے اور دنیا سے اُسکی طرف گذر جانے والے ہین اور دنیا کے برس اور
مہینے اُس راہ کی منزلین ہین اور جو مسافر شہرون کو جاتے ہین راہ مین اُنکو رفیق کا ملنا دوستی اور یاری کا سبب ہوجاتا ہی اور جب جنت
اعلی کا سفر ہو تو اُسکے راستے مین رفیق کے ساتھ محبت کیسے نہو گی اور سعادت اُخروی مین تنگی نہین ہی کہ ایک کو ملجاویگی تو دوسرا رہجاویگا تو
اسی جہت سے آخرت کے لوگون مین نزاع اور حسد نہین ہوتا بخلاف دنیا کی سعادات کے کہ اُنمین گنجایش نہین اسی لیے ہمیشہ اُنکے باہم
مین لڑائی جھگڑے رہتے ہین - اور جو لوگ کہ علوم سے طلب ریاست کی طرف مائل ہین وہ اللہ تعالی کے اس قول سے خارج ہین کہ انما[آیت]
المؤمنون اخوۃ اور اس آیت کے مضمون مین داخل[آیت] الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقین دوسرا ادب یہ ہی کہ تعلیم کے باب مین صاحب
شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کرے یعنی علم سکھانے پر مزدوری طلب کرے نہ اور کسی طرح کے بدلے کی نیت ہو نہ شکر کا خواہان ہو بلکہ
صرف خدا تعالی کے واسطے اور اُسکے قرب کے طلب کے لیے سکھا دے اور یہ نجانے کہ شاگردون پر میرا احسان ہوتا ہی بلکہ اُنکا احسان مند
بھی ہونا اور یہ تصور کرنا لازم ہی کہ فضل مجکو انھین کے سبب سے ہوا ہی کہ انھون نے اپنے دلون کی تہذیب کی اور میرے حوالہ کیے کہ مین
اُنمین علوم کو بوکر خدا تعالی کا قرب حاصل کرون جیسے کوئی شخص تمکو اپنی زمین عاریت دے دے تاکہ تم اپنے واسطے اُسمین کھیتی کرو تو ظاہر
ہی کہ زمین والے کے فائدے کی نسبت کہ اُس سے تمکو فائدہ زیادہ ہو گا پس جب اُستاد کو تعلیم مین شاگرد کی نسبت کہ ثواب خدا تعالی
کے نزدیک زیادہ ہوتا ہو تو پھر شاگرد پر احسان رکھنے کے کیا معنی اگر شاگرد نہوتا تو اُستاد کو یہ ثواب کہان سے ملتا اسی لیے بجز خدا تعالی
کے ثواب اور بدلا اور کسی سے نہ مانگنا چاہیے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی[آیت] قل لا اسئلکم علیہ اجرا اسلیے کہ مال اور دنیا کی چیزین بدن کی خادم
ہین اور بدن نفس کی سواری ہی اور مخدوم علم ہی کہ اسی کی جہت سے نفس کا شرف ہی تو جو شخص علم کے بدلے مین مال طلب کرے
اسکی مثال ایسی ہی کہ کسی کی جوتی مین نجاست لگ گئی ہو اور وہ اُسکو صاف کرنے کے لیے اپنے منہ سے رگڑ ڈالے تو ظاہر ہی کہ اس
مین مخدوم کو خادم کر دیگا اور خادم کو مخدوم اور یہ کمال درجہ کا انقلاب ہی اور اسی طرح کا شخص قیامت مین مجرمون کے ساتھ اپنا
سر اوندھا کیے خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا - حاصل یہ کہ فضل اور منت اُستاد کو ہی اب دیکھو کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہمارا قصد

خداے تعالی کی طرف نزدیک ہونے کا ہو انکی نوبت علم فقہ اور کلام مین اور انکی تدریس مین کہانتک پہونچی ہو کہ مال اور جاہ خرچ کرتے
ہین اور طرح طرح کی ذلتین سلاطین کی خدمت مین جاگیرین لینے کے لیے اٹھاتے ہین اور اگر اس بات کو وہ ترک کردین انکو کوئی نہ پوچھے
اور نہ انکے پاس کوئی جاوے پھر اُسپر یہ ہو کہ استاد شاگرد سے بھی توقع رکھتا ہو کہ میری ہر اڑی مین کام آوے اور میرے خیرخواہ کی مدد
کرے اور بدخواہ سے عداوت رکھے اور ضروریات دنیاوی مین گدھے کی طرح لدا کرے اور جب سب حاجاتمین فرمان بردار بنا رہے
اور اگر اس امر مین ذرا بھی قصور کرے تو پھر اُستاد جی اُسکے دلی دشمن ہین بس اسطرح کا عالم نہایت دنی اور خسیس ہو جو اپنے لیے یہ مرتبہ
پسند کرے اور اُسپر خوش ہو اور اس قول سے شرم نہ کرے کہ میری غرض پڑھانے سے علم کا پھیلانا ہو تاکہ اُسکی نزدیکی اور اُسکے دین کی
مدد ہو غرضکہ نشانیون اور علامات کو دیکھو تاکہ تمکو مغالطہ مین پڑنے کے اقسام معلوم ہو جاوین تیسرا ادب یہ ہو کہ شاگرد کی نصیحت مین
کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے مثلاً بایں طور کہ اگر وہ قابلیت سے پہلے کسی رتبہ کا درپے ہو یا علم ظاہر تحصیل کرنے سے پیشتر علم باطن اور مخفی
مین مشغول ہونا چاہے تو اُسکو منع کرے پھر اسکو تنبیہ کردے کہ علوم کی طلب قرب الٰہی کے لیے کرے نہ ریاست کی طلب اور فخر کرنے کے لیے
اور اس امر کی برائی اُسکے دل مین جسقدر ممکن ہو اول ہی جما دے اس لیے کہ عالم فاجر کی اصلاح کم ہوتی ہو اور خرابی زیادہ پس اگر اُستاد نے
شاگرد کے باطن سے یہ معلوم کرے کہ یہ شخص دنیا ہی کے لیے علم کا طالب ہو تو جس علم کی طلب ہو اسکو دریافت کرے اگر وہ علم فقہ مین
جھگڑا کرنے کا اور کلام مین اور مقدمات کے فتاوے واحکام مین مناظرہ کرنے کا ہو تو شاگرد کو اُن سے باز رکھے اور منع کردے کہ یہ علوم
آخرت کے علم نہین اور نہ اُن علوم مین سے ہین جنکے باب مین کسی بزرگ کا قول ہو کہ ہمنے علم کو غیر خدا کے لیے سیکھا مگر علم نے انکار کیا
کہ بجز خداے تعالی کے اور کسی کے لیے ہو اور اس طرح کے علوم علم تفسیر اور حدیث اور علم آخرت جسمین سلف کے لوگ مشغول رہتے تھے
اور اخلاق نفس کو پہچاننا اور انکی تہذیب کی کیفیت معلوم کرنی ہین پس اگر طالب علم ان علوم کو دنیا کی غرض سے سیکھے تو اُستاد مزاحم نہو
اسلیے کہ طالب علم وعظ کی طمع اور لوگون کی پیروی کرنے کی لالچ سے اسپر مستعد ہوتا ہو اور بعض اوقات اثناے تحصیل مین انجام تک
ہو جاتا ہو اسلیے کہ انہین وہ علوم ہین کہ اللہ تعالی سے خوف دلاوین اور دنیا کو نظرون مین حقیر اور آخرت کو بڑی کردین اور اس سے توقع پڑتی
ہو کہ انجام کو طلب مذکور راہ راست پر آجاوے اور جن امور کی نصیحت دوسرون کو کرے اُن سے خود بھی نصیحت مانے۔ اور لوگون مین مقبول
ہونے اور جاہ پیدا کرنے کی محبت علم کی تحصیل مین ایسی ہو جیسے پرندون کے شکار کے جال کے گرد دانہ ڈالدیتے ہین اور اللہ تعالی نے یہ
امر اپنے بندون کے ساتھ لطف فرمایا ہو کہ شہوت کو پیدا کیا تاکہ خلق کی نسل اُسکے ذریعہ سے باقی رہے اور محبت جاہ کو بھی اسی لیے پیدا کیا ہو
کہ سبب علوم کے قائم رہنے کا ہو اور یہ بات نہین علوم مذکورہ مین ہو سکتی ہو مگر محض خلافی مسائل اور کلام کے جھگڑے اور اُنکے فروعات
عجیبہ کو معلوم کرنا یہ ایسے ہین کہ اگر آدمی انھین کا ہو رہے اور دوسرے علوم سے اعراض کرے تو دل کی سختی اور خداے تعالی سے غافل رہنا
اور گمراہی مین پڑا رہنا اور جاہ کا طالب ہونا اُنسے بڑھتا ہو اور کچھ فائدہ نہین مگر جسکو کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے بچالے یا ان باتون کے ساتھ
اور کوئی علم دینی ملاوے تو البتہ فائدہ ہو سکتا ہو اور تجربہ اور مشاہدہ کی طرح اسپر کوئی دلیل نہین پس دیکھکر عبرت کرو اور چشم بصیرت کھولو تاکہ
اسکی تحقیق بندون اور شہرون مین تمکو معلوم ہو اور اللہ سے مددگار ہو۔ ایک بار حضرت سفیان ثوریؒ کو کسی نے ملول دیکھا اور باعث ملال کا
پوچھا فرمایا کہ ہم دنیا دارون کے لیے تجارت گاہ بن گئے کہ علم کے لیے انمین سے کوئی ہمارے پیچھے پڑتا ہو یہانتک کہ جب سیکھ لیتا ہو تو قاضی یا عامل
یا خانساماں کر دیا جاتا ہو چوتھا ادب جو تعلیم کے باب مین عمدہ اور باریک ہو وہ یہ ہو کہ شاگرد کو اخلاق بد سے جبتک ہو سکے کنایہ اور پیار کی
راہ سے منع کرے تصریح اور توبیخ کے ساتھ نہ جھڑکے اسلیے کہ تصریح ہیبت کا حجاب دور کرتی ہو اور خلاف کرنے پر جرأت کا باعث
اور اصرار پر حریص ہونے کا موجب ہوتی ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کل اُستادون کے اُستاد ہین ارشاد فرماتے ہین کہ اگر آدمیونکو

مینگینان توڑنے سے منع کر دیا جاوے تو اُنکو ضرور بچورین اور کہین کہ ہم کو جو اس سے منع کیا ہو تو ضرور اُنمین کوئی بات ہو اور اس امر پر قصہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کا جنکو درخت کے پاس جانے سے منع کر دیا گیا تھا ایک خوب شاہد ہو ہمنے جو اس قصہ کو تمکو یاد دلایا تو اسلیے نہین ہو کہ تم کہانی سے جان لو بلکہ اسلیے کہ اُس سے عبرت کے طور پر خبردار ہو جاؤ۔ اور ایک وجہ تصریح نہ کرنے کی یہ بھی ہو کہ جو نفوس اچھے اور ذہن تیز ہوتے ہین وہ کنایہ کہنے مین بھی اُسکے معانی نکال لیتے ہین اور مقصود کو سمجھ جانے کی خوشی اُسکے بموجب عمل کرنے کی رغبت دلاتی ہو تاکہ دوسرون کو معلوم ہو کہ یہ بات انکی دانائی سے مخفی نہ رہی پانچوان ادب یہ ہو کہ استاد جس علم کو سکھاتا ہو اُسکو چاہیے کہ شاگردونکے دل مین اُس علم کے اوپر کے علوم کی بُرائی نہ ڈالے جیسے لغت پڑھانے والے کی عادت ہوتی ہو کہ علم فقہ کو بُرا کہا کرتا ہو اور فقہ سکھانے والے کی عادت ہو کہ علم حدیث اور تفسیر کی بُرائی بیان کرتا ہو کہ یہ علوم صرف نقلی اور سننے کے متعلق اور بڑھیو نکے لیے زیبا ہین عقل کو اُنمین دخل نہین اور کلام والا فقہ سے نفرت کرتا ہو اور کہتا ہو کہ علم فقہ ایک فرع ہو جسمین عورتون کے حیض کا بیان ہو وہ کلام کو کہان پہونچ سکتا ہو جسمین ذکر صفت رحمان ہو تو اُستادون مین یہ عادتین بُری ہین اُنسے پرہیز کرنا چاہیے بلکہ جو اُستاد ایک علم کی تعلیم کا کفیل ہو اُسکو چاہیے کہ شاگرد پر دوسرے علم کے سیکھنے کی راہ بھی نکالدے اور اگر کئی علم کا کفیل ہو تو اُنمین ترتیب کا لحاظ رکھے کہ شاگرد ایک رتبہ سے دوسرے پر ترقی کرتا جاوے چھٹا ادب یہ ہو کہ شاگرد کے سامنے بیان کرنے مین صرف اُسکی سمجھ پر کفایت کرے ایسی بات اُس سے نہ کہے جس تک اُسکی عقل نہ پہونچے تاکہ وہ اُس سے نفرت نہ کرنے لگے یا اُسکی عقل خبط نہو اور اس ادب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ ہم انبیا کے گروہ ہین ہمکو یہ حکم ہو کہ لوگون کو اُنکے مرتبون مین رکھین اور اُنکی عقلون کے بموجب اُنسے گفتگو کرین۔ تو اُستاد کو بھی چاہیے کہ شاگرد کے سامنے حقیقت کسی امر کی اُسوقت ظاہر کرے کہ اُسکو معلوم ہو جاوے کہ شاگرد اُسکو اچھی طرح سمجھ جاویگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کسی قوم کے سامنے ایسی بات کہتا ہو کہ جسکو اُنکی سمجھ نہین پہونچتی تو اُنمین سے کچھ لوگون پر فتنہ ہو جاتا ہو۔ اور حضرت علی رض نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس مین بہت سے علوم ہین بشرطیکہ اُسکے سمجھنے والے ہون یعنی مین اُنکو اسلیے اظہار نہین کرتا کہ اُن علوم کا کوئی متحمل نہین اور آپ نے سچ فرمایا کہ نیک بندون کے دل بھیدون کی قبرین ہین اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو نہ چاہیے کہ جو کچھ جانتا ہو اُسکو ہر کسی سے کہدے اور یہ اُس صورت مین ہو کہ طالب علم اُسکو سمجھتا ہو مگر اُس سے فائدہ لینے کا اہل نہو اور جس صورت مین کہ سمجھتا ہی نہو تب تو بطریق اولی ذکر کرنا اُسکے آگے نہ چاہیے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جواہر کو سورون کی گردن مین مت ڈالو کہ حکمت جواہرون سے بہتر ہو اور جو شخص اُسکو بُرا جانتا ہو وہ سورون سے بدتر۔ اور اسی جہت سے کسی بزرگ نے کہا ہو کہ ہر شخص کو اُسکی عقل کے پیمانے کے بموجب ناپو اور اُسکی سمجھ کی ترازو کے بموجب اُسکے لیے سخن سنج ہو تاکہ تم اُس سے بچے رہو اور وہ تمسے نفع پاوے ورنہ وہ تنگی حوصلہ کے سبب نہ مانیگا اور کسی شخص نے ایک عالم سے کوئی بات پوچھی اُسنے جواب نہ دیا سایل نے کہا کہ تمنے سنا نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جو شخص علم مفید کو چھپاویگا روز قیامت مین اُسکے منھ مین آگ کا لگام دیا جاویگا عالم نے جواب دیا کہ لگام کو رہنے دو اور چلدو اگر کوئی سمجھنے والا آویگا اور اُس سے مین چھپاؤنگا تو وہ مجکو لگام دے لیگا اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو ولا تؤتوا السفہاء اموالکم اسمین بھی یہی تنبیہ ہو کہ علم جس شخص کو خراب کردے اور ضرر پہونچاوے اُسکو اُس سے باز رکھنا بہتر ہو اور غیر مستحق کو چیز کے دینے مین بہ نسبت مستحق کے نہ دینے کے کچھ ظلم کم نہین بلکہ دونون مین ظلم برابر ہو چنانچہ کسی نے قطعہ کہا ہو جسکا ترجمہ یہ ہو

قطعہ

سلک گہر کو کرکے مین حیوانون مین نثار ✤ غمگین کیون ہون گر مجھے راعی کہین ہزار ✤ چرواہون کو ہو جہل سے کب جوہرون کی قدر ✤ دانستہ اُنکو کیسے بناؤن گدھون کا ہار ✤ گر فضل سے خدائے کریم و لطیف کے ✤ علم و ہنر کا اہل کوئی ہووے آشکار ✤ تب قفل اس خزانے کا کھولون براہ مہر

ورنہ چھپاؤن اسکو میں جون ٹررشا ہوا ور تعلیم جو کوئی کرے ناکس کو ہو برباد گر اہل کو سکھاوے نہ کچھ ہو ستم شعار ۔ ساتوان ادب یہ ہو کہ جب شاگرد کا حال معلوم ہوجاوے کہ کم سمجھ ہو تو استاد کو چاہیے کہ اسکو موٹی بات جو اسکے لائق ہو بتادے اور اس سے یہ نہ کہے اسمین کوئی دقیق بات بھی ہو جو ہمنے تجکو نہین بتائی کیونکہ اس کہنے سے شاگرد کی رغبت اس موٹی بات مین پھیکی پڑ جاویگی اور اسکے دل کو پراگندگی ہوگی اور یہ وہم کریگا کہ مجکو بتانے سے دریغ کرتے ہین کیونکہ اپنے گمان مین ہر کوئی یہی سمجھتا ہو کہ مین ہر ایک علم دقیق کا قابل ہون اور ہر شخص خدا تعالے سے اس بات پر راضی ہو کہ میری عقل کامل بنائی اور بڑا احمق اور کم عقل وہ ہو جو اپنی عقل کے کامل ہونے سے زیادہ خوش ہو اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ عوام مین سے اگر کوئی شخص شرع کا پابند ہو اور جو عقیدے کہ سلف سے منقول ہین بلا تشبیہ اور بدون کسی تاویل کے اسکے دل مین جمے ہون اور باوجود اسکے اسکا باطن بھی اچھا ہو اور اسکی عقل کو اس سے زیادہ کا تحمل نہو تو ایسے شخص کے اعتقاد کو پریشان نہ کرنا چاہیے بلکہ اسکو اسکے کام مین مشغول رہنے دینا چاہیے اسلیے کہ اگر اسکے سامنے ظاہر کے تاویلات ذکر کیے جاوین تو عوام کی بلندی سے نکل جاویگا اور خواص مین داخل ہونا اسکو میسر نہوگا تو جو آڑ اسمین اور گناہون مین تھی وہ دور ہو جاویگی پھر پورا شیطان سرکش بنکر اپنے آپ کو اور غیرون کو ہلاک کریگا پس عوام کے سامنے باریک علمون کی حقیقتین بیان ہی نہ کرنی چاہیین بلکہ انکو تو صرف عبادات اور جن کامون مین وہ ہون انمین ایمانداری کی تعلیم کرنی مناسب ہو اور قرآن کے مضمون کے بموجب جنت کی رغبت اور دوزخ کے خوف سے انکے دلون کو پر کرنا چاہیے اور کسی شبہہ کی تحریک انکے سامنے نہ کیجاوے کہ اکثر شبہہ انکے دل مین اٹک رہتا ہو اور اسکا نکلنا دشوار ہوجاتا ہو اور اسی وجہ سے ہلاک اور تباہ ہوجاتے ہین حاصل یہ کہ عوام کے لیے بات بحث مفتوح نہ کرنا چاہیے ورنہ انکو انکے کام سے کھو دینا ہو جسپر کہ مدار خلق کے تمام رہنے اور خواص کی زندگی جاوید کا ہو آٹھوان ادب یہ ہو کہ استاد اپنے علم کے بموجب عمل کرتا ہو ایسا نہو کہ کہے کچھ اور کرے کچھ اسلیے کہ علم تو دل کی آنکھ سے معلوم ہوتا ہو اور عمل ظاہر کی آنکھ سے اور ظاہر بین لوگ بہت سے ہین تو اگر عمل علم کے خلاف کریگا تو ہدایت نہوگی اور جو شخص خود ایک کام کو کرے اور دوسرون کو کہے کہ اسکو نہ کرو کہ زہر قاتل ہو تو لوگ اس سے تمسخر کرینگے اور تہمت لگاوینگے اور اس کام کے کرنے کے زیادہ حریص ہونگے اور کہینگے کہ اگر یہ کام اچھا اور مزہ دار نہوتا تو استاد جی کیون اختیار کرتے اور استاد کو اگر شاگرد کے لحاظ سے دیکھو تو ایسا ہو جیسا نقش کاری کی نسبت گار اور لکڑی سایہ کے لحاظ سے تو جس چیز مین خود نقش نہوگا وہ گارے مین کیسے نقش کریگی اور لکڑی اگر خود سیدھی نہوگی تو اسکا سایہ سیدھا ہوگا اسی لیے کسی نے اس مضمون مین شعر کہا ہو شعر منع مت کر اس خطا سے جس مین تو مشغول ہو یہ بڑا ہی عیب ہو اور نامعقول ہو ۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہو اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اور یہین وجہ گناہون کا وبال عالم پر بہ نسبت جاہل کے زیادہ ہوتا ہو اس جہت سے کہ عالم کے مبتلا ہونے سے ایک عالم مبتلا ہوجاتا ہو اور لوگ اسکی پیروی کرتے ہین اور جو شخص کہ کوئی طریق بد نکالتا ہو تو اسپر اسکا گناہ اور جو کوئی اس طریق پر چلے اسکا گناہ ہوتا ہو اور اسی جہت سے حضرت علی رض نے فرمایا ہو کہ دو شخصون نے میری کمر توڑ دی ایک تو اس عالم نے کہ اپنی عزت کھو دی ہو اور علانیہ مرتکب گناہ ہو دوسرے اس جاہل نے کہ زاہد بن رہا ہو اسلیے کہ جاہل اپنے زاہد بننے سے لوگون کو دھوکا دیتا ہو اور عالم ارتکاب خطا سے مغالطہ دیتا ہو ۔ واللہ اعلم

چھٹی فصل علم آفتون اور علماے آخرت اور علماے بد کی علامتون کے بیان مین علم اور علما کے فضائل مین جو کچھ وارد ہوا ہو اسکو تو ہم بیان کر چکے ہین اور علماے بد کے باب مین بہت سخت وعید آئی ہین جنسے معلوم ہوتا ہو کہ قیامت مین عذاب زیادہ تر سخت اور لوگون کی نسبت انھین پر ہوگا اسلیے جاننا ان علامتون کا جو علماے آخرت اور علماے دنیا کو علحدہ کردین بہت ضروری ہوا اور ہماری غرض علماے دنیا سے علماے بد ہین جنکی غرض علم سے دنیا مین چین اڑانا اور اہل دنیا کے نزدیک جاہ و منزلت کا ذریعہ ہو جانا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کو سب لوگون کی نسبت کہ سخت تر عذاب اس عالم پر ہوگا کہ اللہ تعالی نے اسکو اسکے علم سے نفع نہ دیا ہو اور فرمایا آدمی عالم نہین ہوتا جبتک کہ اپنے علم پر عامل نہو اور فرمایا العلم علمان علم علی اللسان فذلک حجۃ اللہ تعالی علی ابن آدم وعلم کی

[illegible]

علی القلب فذالک العلم النافع اور فرمایا کہ آخر زمانے مین عابد جاہل ہونگے اور علما فاسق اور فرمایا علم کو اس غرض سے مت سیکھو کہ اُس سے
علما کے ساتھ فخر کرو اور بیوقوفون سے بحث کرو اور لوگون کے منھہ اپنی طرف پھیرو اور جو کوئی ایسا کریگا تو وہ دوزخ مین جاویگا - اور فرمایا جو
شخص اپنے پاس کے علم کو چھپاوے اُسکو خدا تعالی آگ کی لگام دیگا - اور فرمایا البتہ مین دجال کی نسبت غیر دجال سے تمپر زیادہ خوف
کرتا ہون کسی نے عرض کیا وہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ گمراہ کرنے والے امامون سے ڈرتا ہون - اور فرمایا جو شخص علم مین زیادہ ہو اور ہدایت
مین زیادہ نہو وہ اللہ تعالی سے دوری مین زیادہ ہوگا - اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ کب تک آخر شب مین چلنے والون کے لیے تم
راستہ صاف کروگے اور خود حیرت والون کے ساتھ کھڑے رہوگے غرضکہ یہ اخبار اور اُنکے سوا اور بھی اس بات پر دلالت کرتے ہین
کہ علم کا خطر بڑا ہی اسلیے کہ عالم یا تو ہلاک ابد کا متعرض ہوتا ہی یا سعادت جاویدکا اور علم مین خوض کرنے سے اگر سعادت نہ پاویگا تو سلامت
رہنے سے بھی محروم رہیگا اور آثار بھی اس باب مین بہت ہین حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ مجکو اس امت پر زیادہ تر خوف منافق علم والے
کا ہی لوگون نے عرض کیا کہ منافق کسطرح علیم ہو سکتا ہی فرمایا کہ زبان کا علیم ہو اور دل اور عمل کے لحاظ سے جاہل - اور حضرت حسن بصریؒ
کا قول ہی کہ تو اُن لوگون مین نہو کہ علم اور ظرافت کو مثل علما اور حکما کے رکھتے ہون اور عمل مین بیوقوفون کے برابر ہون - اور ایک آدمی نے
حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا کہ مین علم سیکھنا چاہتا ہون مگر یہ ڈر ہی کہ کہین اُسکو ضائع نہ کرون آپنے فرمایا کہ علم کو ضائع کرنے کے لیے تمھارا
چھوڑ بیٹھنا ہی کافی ہی - اور ابراہیم بن عقبہ سے کسی نے کہا کہ لوگون مین سب سے زیادہ ندامت کس کو ہوتی ہی آپنے فرمایا کہ دنیا مین
تو اُسکو ہوتی ہی جو ایسے شخص پر احسان کرے کہ اُسکا مشکور نہو اور موت کے وقت اس عالم کو ہوگی جسنے عمل مین کوتاہی کی ہو - اور خلیل
بن احمد نے کہا ہی کہ آدمی چار ہین ایک وہ کہ واقع مین جانتا ہی اور جانتا ہی کہ مین جانتا ہون تو وہ شخص عالم ہی اسکا اتباع کرو اور ایک
وہ کہ جانتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ جانتا ہون تو وہ سونے والا ہی اور اُسکو ہشیار کرو اور ایک وہ کہ نہین جانتا اور جانتا ہی کہ نہین جانتا ایسا
شخص ہدایت کے قابل ہی اُسکو ہدایت کرو اور ایک وہ کہ نہین جانتا اور یہ بھی نہین جانتا کہ نہین جانتا تو وہ جاہل ہی اسکو ترک کرو - اور
حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہین کہ علم عمل کو پکارتا ہی اگر عمل نے ہان کہا تو خیر ورنہ علم رخصت ہوتا ہی - اور ابن مبارکؒ فرماتے ہین کہ
آدمی جبتک طلب علم مین رہتا ہی تب تک عالم ہوتا ہی اور جب یہ گمان کرتا ہی کہ مین جان چکا تب جاہل ہو جاتا ہی - اور فضیل بن عیاضؒ
فرماتے ہین کہ مجکو تین شخصون پر ترس آتا ہی ایک وہ شخص کہ اپنی قوم مین عزت رکھتا تھا اور ذلیل ہوگیا اور ایک وہ کہ قوم مین تونگر تھا
اور مفلس ہوگیا اور ایک وہ عالم جس سے دنیا بازی کرتی ہو اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ علما کا عذاب دل کا مر جانا ہی اور دل
کی موت یہ ہی کہ آخرت کے عمل سے دنیا کی طلب ہو اور پھر ایک قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ عجب ہی اُس سے جو دیکر ہدایت لیوے
گمراہی * جو دین کو دیکے دنیا لے تو ہی زائد عجب اُس سے * وے اُن دونون سے زائد تعجب اُس سے ہی مجکو * کہ بدلے غیر کی دنیا کے
اپنے دین کو بیچے * اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان العالم لیعذب عذابا لیطیف بہ اہل النار استعظاما لشدۃ عذابہ
اس مین مراد عالم بدکار سے ہی اور اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ یون فرماتے تھے یؤتی بالعالم
یوم القیامۃ فیلقی فی النار فتندلق اقتابہ فیدور بہا کما یدور الحمار بالرحی فیطوف بہ اہل النار فیقولون مالک فیقول کنت آمر بالخیر ولا آتیہ وانہی
عن الشر وآتیہ اور معصیت کے سبب سے عالم کے عذاب کے مضاعف ہونے کی وجہ یہ ہی کہ اُسنے دانستہ نافرمانی کی اور اسی لیے خدا تعالی
فرماتا ہی ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار یعنے منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے مین رہین گے اسلیے کہ اُنھون نے
علم کے بعد انکار کیا ہی اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے یہودیون کو نصاری سے بدتر فرمایا باوجودیکہ اُنھون نے خدا تعالی کو ثالث ثلثہ
تیسرا تین مین کا نہین کہا مگر چونکہ اُنھون نے علم کے بعد انکار کیا چنانچہ خود فرماتا ہی یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم اسکو جانتے ہین جیسا اپنے

بیٹون کو جانتے ہین اور دوسری جا ارشاد ہو فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین اسلیے حرب ٹھہرے۔ اللہ عالم بن باعور کے قصے
مین ارشاد ہو: واتل علیہم نبأ الذی آتیناہ آیاتنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ہواہ
فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث یہی حال عالم بدکار کا ہو بلعام کو بھی کتاب اللہ ملی تھی مگر وہ شہوات مین جم گیا اسلیے کتے کے
ساتھ تشبیہ دیا گیا کہ برابر ہو اُسکو حکمت ملی یا نہ ملی وہ شہوات کی طرف ہانپتا ہو۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ علماے بد کی مثال ایسی
ہو جیسے کوئی پتھر نہر کے منھ پر گر دیا جاوے کہ وہ نہ خود پانی پیوے نہ پانی کو بہنے دے کہ کھیتی مین جاوے۔ اور علماے بد کی مثال ایسی ہو جیسے [illegible]
مین کے پختہ نالے کہ باہر گچ ہو اور اندر بدبو یا قبرین جیسے ہین کہ اوپر سے آباد ہین اور اندر مُردون کی ہڈیان ہین۔ پس ان اخبار اور آثار سے معلوم
ہوتا ہو کہ جو عالم دنیا دارون مین سے ہو وہ جاہل کی نسبت کر بھی رذیل حال اور سخت عذاب مین ہوگا اور جو لوگ فلاح کو پہونچنے والے اور مقرب
ہین وہ آخرت کے عالم ہین اور اُنکی بہت سی علامتین ہین ایک یہ کہ اپنے علم کی جہت سے دنیا کی طلب نہ کرے اسلیے کہ کمتر درجہ عالم کا یہ ہو
کہ دنیا کی حقارت اور خست اور کدورت اور ناپایداری اور آخرت کی بزرگی اور پایداری اور اُسکی نعمتون کی صفائی اور اُسکی سلطنت کی بڑائی
معلوم کرے اور جانے کہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد اور مثل دو سوتون کے ہین کہ جب ایک کو راضی کرو تو دوسری ناخوش ہو اور ترازو
دو پلون کی طرح ہین کہ جتنا ایک جھکے وتنا ہی دوسرا اُٹھے یا مشرق و مغرب جیسے ہین کہ جتنا ایک سے پاس ہو وتنا ہی دوسرے سے دور ہو یا دو
پیالون کی طرح ہین جن مین سے ایک بھرا ہو اور ایک خالی تو جسقدر بھرے ہوے مین سے خالی مین اُسکے بھرنے کو ڈالوگے وتنا ہی بھرا ہوا
خالی ہوگا۔ اور جو شخص کہ دنیا کی حقارت اور اُسکی کدورت اور اُسکے نوش کا مزہ نیش کے ساتھ نہین جانتا اور نہ یہ جانے کہ جو لذت دنیا کی
صاف ہے خلش ہوتی ہو وہ بھی کچھ مدت بعد گذر ہی جاتی ہو تو ایسا شخص عقل مین فساد رکھتا ہو اسلیے کہ دیکھنے اور تجربہ سے امر مذکور ثابت ہو تو جس
شخص کو عقل ہی نہو وہ علما مین سے کسطرح ہوگا اور جو شخص کہ امر آخرت کی بزرگی اور پایداری کو نہین جانتا وہ کافر مسلوب الایمان ہو تو جس کا
ایمان ہی نہین وہ عالم کیسے ہوگا اور جو شخص دنیا اور آخرت کا ضد ہونا نہین جانتا اور یہ کہ ان دونون کو جمع کرنا ایک طمع بے سود ہو تو وہ
سب انبیا کی شریعتون سے ناواقف ہو وہ قرآن مجید کا اول سے آخر تک منکر ہو تو ایسا شخص بھی علما مین شمار نہین ہو سکتا اور جو شخص ان سب
باتون کو جان کر آخرت کو دنیا پر اختیار نہ کرے تو وہ شیطان کا قیدی ہو کہ اُسکی شہوت نے اُسکو تباہ کر دیا اور بدبختی اُسپر غالب آگئی تو جن لوگون کے یہ
درجے ہون وہ علما کے زمرہ مین کیسے متصور ہو سکتے ہین اور حضرت داود علیہ السلام کی روایات مین اللہ تعالی کا ارشاد اسطرح مروی ہو کہ عالم جب
اپنی شہوت کو اختیار کرتا ہو تو ادنی بات اُسکے ساتھ مین یہ کرتا ہون کہ اُسکو اپنی مناجات کے مزہ سے محروم کر دیتا ہون اے داود میری کیفیت ایسے
عالم سے مت پوچھنا جسکو دنیا نے متوالا کر دیا ہو ورنہ وہ تجکو میری محبت کی راہ سے روک دیگا اس قسم کے لوگ میرے بندون کے حق مین
راہزن ہین اے داود جب تو کوئی میرا طالب دیکھے تو اُسکا خادم بن اے داود جو شخص کسی بندے بھاگے ہوے کو میری طرف ہٹا لاتا ہو مین
اُسکو بڑا ہوشیار خبردار لکھتا ہون اور جسکو ایسا لکھ لیتا ہون اُسکو کبھی عذاب نہین اور اسی جہت سے حضرت حسن بصری نے فرمایا ہو کہ علما کی
سزا دل کا مرجانا ہو اور دل کی موت عمل آخرت کے عوض مین دنیا کا طلب کرنا ہو اور یحیی بن معاذ رازی فرماتے ہین کہ جب علم اور حکمت سے
دنیا طلب کیجاتی ہو تو اُنکی رونق جاتی رہتی ہو اور سعید بن مسیب نے فرمایا ہو کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ وہ بات کا افشا کرتا ہو تو وہ چور ہو۔ اور حضرت
عمر نے فرمایا ہو کہ جب تم عالم دنیا کا خواہان دیکھو تو تم اُسکو دین مین متہم جانو اسلیے کہ خواہشمند کسی چیز کا اپنی خواہش کی چیز ہی مین گھسا رہتا ہو
اور مالک دینار کا قول ہو کہ مین نے بعض پہلی کتابون مین پڑھا ہو کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو کہ عالم جب دنیا کی محبت کرتا ہو تو سب سے ادنی امر
مین اُسکے ساتھ یہ کرتا ہون کہ اپنی مناجات کی حلاوت اُسکے دل مین سے نکال لیتا ہون۔ اور ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا کہ تجکو علم
عنایت ہوا ہو اپنے علم کے نور کو گناہون کے اندھیرے سے مت بجھانا اور نہ جس روز اہل علم اپنے علم کے اُجالے مین چلینگے تو تاریکی

مین رہیگا۔ اور یحییٰ ابن معاذ رازی علماے دنیا کو یون کہا کرتے تھے کہ علم والو تمہارے محل قیصر کے سے ہین اور مکانات کسریٰ کے سے اور کپڑے
بہت ٹیپ ٹاپ کے اور موزے جالوت کی طرح کے اور سواریان قارون کی سی اور برتن فرعون کے سے اور گناہ جاہل کی طرح کے اور مذہب
شیطان کے تو شریعت محمدی کہان ہوئی کسی کا شعر ہی شعر گزند گرگ سے راعی بچاتے ہین گلہ سنئے جو خود وہی بن جاوین گرگ تب کیا ہو + اور کسی دوسرے
نے کہا ہی شعر نمکین کلام لوگ اگر کچھ ہوا اسکو یاد مصلح نمک کا کیا ہو پڑے اسمین جب فساد + اور کسی شخص نے ایک عارف سے پوچھا کہ آپ کے
نزدیک جس شخص کو گناہون سے راحت ہوتی ہو کیا وہ خداے تعالی کو نہین پہچانتا انھون نے فرمایا کہ اس بات مین شک نہین کرتا کہ جسکے نزدیک
دنیا بہ نسبت آخرت کے ترجیح رکھتی ہو وہ بھی خداے تعالی کو پہچانتا حالانکہ یہ شخص بہ نسبت پہلے شخص کے بہت کم ہو۔ اور یہ مت گمان کرنا کہ مال کا ترک کرنا
علماے آخرت مین ملنے کے لیے کافی ہو اسلیے کہ جاہ کا ضرر مال سے زیادہ ہو۔ اور اسی وجہ سے بشر نے کہا ہو کہ لفظ حدثنا جو روایت حدیث
کے لیے کہا جاتا ہو دنیا کے دروازون مین سے ایک دروازہ ہو جب تم کسی کو حدثنا کہتے ہوئے سنو تو وہ یہ کہتا ہو کہ مجھکو جگہ دو اور انھین بزرگ نے
کچھ اوپر دس بستے کتابون کے دفن کر دیے تھے اور کہتے تھے کہ مجھکو خواہش ہو کہ حدیث بیان کرون اگر یہ خواہش جاتی رہے تو حدیث بیان
کرون اور انھین کا اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہو کہ جب تمکو خواہش ہو کہ حدیث کہو تب خاموش ہو رہو اور جب خواہش نہو تب بیان کرو
اور اسکی وجہ یہ ہو کہ تعلیم اور ارشاد کا منصب ملنے سے جاہ کی لذت تمام دنیاوی لذتون سے بڑھکر ہو تو جو اپنی خواہش کو اس باب مین مانیگا وہ
دنیادارون مین سے ہوگا اور اسی لیے سفیان ثوری نے فرمایا ہو کہ حدیث کا فتنہ مال اور اہل اور اولاد کے فتنہ سے بڑھکر ہو اور کیونکر اسکا فتنہ
قابل خوف نہو کہ سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد خداوندی ہوا ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئا قلیلا اور سہل تستری فرماتے ہین
کہ علم سب دنیا ہو اسمین سے آخرت صرف اسپر عمل کرنا ہو اور عمل بالکل گرد ہو سواے اخلاص کے اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہو کہ آدمی عالمون
کے سوا سب مردے ہین اور عالم عاملون کے سوا سب متوالے ہین اور عامل اخلاص والون کے سوا سب مغالطہ مین پڑے ہین اور اخلاص
والون کو یہ ڈر ہو کہ انکا انجام کیا ہوگا۔ اور ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہو کہ جب آدمی حدیث کو طلب کرے یا نکاح کرے یا طلب معاش کے لیے
سفر کرے تو وہ دنیا کا مائل ہو چکا اسمین انکی غرض یا طلب حدیث سے اونچی سندین طلب کرنی یا ایسی حدیث کی طلب سے آخرت مین حاجت
نہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ جس شخص کی رفتار اپنی آخرت کی طرف ہو اور وہ دنیا کی راہ کیطرف متوجہ ہو تو وہ اہل علم کیونکر ہوگا
اور جو شخص کلام کا طالب اسلیے ہو کہ اُس سے امتحان کرے نہ اس غرض سے کہ اُسپر عمل کرے تو وہ اہل علم کیسے ہوگا۔ اور حسان بن صالح بصری
کہتے ہین کہ مین نے بہت سے اکابر اساتذہ سے ملاقات کی وہ سب اللہ سے پناہ مانگتے تھے بدکار عالم حدیث سے۔ اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت
ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من طلب علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ تعالی لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیمۃ اور
اللہ تعالی نے علماے بد کا وصف یہ فرمایا کہ علم کے باعث دنیا کھاتے ہین اور علماے آخرت کی صفت فروتنی اور زہد سے فرمائی چنانچہ
دنیا کے عالمون کے باب مین یہ ارشاد فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا
قلیلا اور علماے آخرت کی شان مین یہ فرمایا وان من اہل الکتب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ لا یشترون بایت
اللہ ثمنا قلیلا اولئک لہم اجرہم عند ربہم اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہو کہ علما انبیا کے جتھے مین اٹھینگے اور قاضیون کا حشر سلاطین کے
زمرہ مین ہوگا اور جس فقیہ کا قصد اپنے علم سے دنیا کی طلب ہو وہ بھی قاضیون کے حکم مین شامل ہو۔ اور ابو درداء رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالی نے بعض انبیا کو وحی بھیجی کہ تو اُن لوگون سے جو دین کے سوا اور چیز کے لیے تفقہ سیکھتے ہین اور
عمل نہ کرنے کے لیے علم سیکھتے ہین اور آخرت کے عمل سے دنیا کو طلب کرتے ہین لوگون کی نظرون مین بکریون کی کھال پہنتے ہین اور انکے
دل بھیڑیون کے سے ہین زبان انکی شہد سے میٹھی اور دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہین مجھکو فریب دیتے ہین اور مجھی سے ٹھٹھول کرتے ہین

یہ بات کہدے کہ مین اُنکے لیے ایسا فتنہ برپا کرونگا جس سے حلیم بھی حیران رہ جاوے - اور صحیح کہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے عالم دو شخص ہین ایک وہ کہ اللہ تعالی نے اُسکو علم دیا اور اُسنے اُسکو لوگون مین خرچ کیا
اور اُسپر کچھ مال کی حرص نہ کی اور نہ اُس سے تھوڑا سا مول لیا تو ایسے شخص پر اوپر کے پرندے اور سمندر کی مچھلیان اور زمین کے چوپائے اور
کرام کاتبین سب رحمت بھیجتے ہین اور وہ قیامت مین خدا تعالی کے پاس سید اور شریف ہوکر آویگا یہانتک کہ رسولون کے ہمراہ ہوگا اور ایک وہ کہ اللہ تعالی
نے اُسکو علم دیا مگر اُسنے اللہ تعالی کے بندون سے اُسپر بخل کیا اور مال کی طمع کی اور اُسکے عوض مین تھوڑا سا مول لیا تو ایسا شخص قیامت کو
آگ کی لگام دیا ہوا آویگا اور ایک پکارنیوالا خلق کے سامنے پکاریگا کہ یہ فلان ہے فلان کا بیٹا اُسکو اللہ تعالی نے دنیا مین علم دیا مگر اُسنے علم پر بخل
کیا اور اُسکے بندون کو نہ سکھایا اور طمع کا دامن پھیلایا اور علم کے عوض تھوڑا سا مول لیا اُسکو عذاب رہیگا یہانتک کہ سب آدمیون کے حساب
سے فراغت ہو جاوے - اور اس سے بھی سخت یہ روایت ہے کہ ایک شخص حضرت موسی علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا لوگون مین
اُسنے کہنا شروع کیا کہ مجھسے موسی صفی اللہ نے ایسا کہا اور موسی نجی اللہ نے یون فرمایا اور موسی کلیم اللہ نے یون ارشاد کیا یہانتک کہ اُسکے
پاس بہت سا مال ہو گیا جب حضرت موسی علیہ السلام نے اُسکو نہ دیکھا تو اُسکا حال پوچھنا شروع کیا مگر کہین اُسکا سراغ نہ ملا یہانتک کہ ایک
روز ایک شخص آپ کی خدمت مین ایک سور کے گلے مین سیاہ رسی ڈالے ہوئے لایا اور عرض کیا کہ آپ فلان شخص کو جانتے ہین آپنے
فرمایا کہ ہان اُسنے کہا کہ یہ سور وہی شخص ہے حضرت موسی علیہ السلام نے جناب الہی مین عرض کیا کہ الہی تو اُسکو اصلی صورت پر کردے تاکہ
مین اس سے پوچھون کہ کس بات سے اس نوبت کو پہونچا اللہ تعالی نے اُنپر وحی بھیجی کہ اگر تم اُن صفات سے مجھکو یاد کروگے جو آدم سے لیکر آج
تک کے انبیا اور اولیا نے مجکو اُن صفات سے پکارا ہے تب بھی مین اس بات کو نہ مانونگا لیکن جس سبب سے مین نے اسکی صورت مسخ کی
ہے وہ بتائے دیتا ہون کہ یہ شخص دین کے بدلے مین دنیا طلب کیا کرتا تھا - اور اس سے بھی سخت تر روایت وہ ہے جو معاذ بن جبل سے
مروی ہے موقوفا اور ایک روایت مین مرفوعا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی مصیبت یہ ہے کہ بولنا اُسکے نزدیک سننے سے
اچھا ہو حالانکہ تقریر مین زینت اور زیادتی ہو جاتی ہے اور صاحب تقریر خطا سے مامون نہین اور خاموشی مین سلامتی اور علم ہے اور علما مین سے
ایک وہ ہے کہ اپنے علم کو جمع کر رکھتا ہے یہ نہین چاہتا کہ وہ دوسرے کے پاس بھی موجود ہو تو وہ شخص دوزخ کے اول طبقے مین ہوگا اور ایک
وہ ہے کہ اپنے علم مین بادشاہ کی طرح ہو کہ اگر اُسپر کچھ اعتراض کیا جاوے یا اُسکے حق مین کچھ سستی کیجاوے تو آگ بگولا ہو جاوے یہ شخص
دوزخ کے دوسرے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہے کہ اپنے علم اور عمدہ حدیثون کو خاص شرف اور دولت والون کے لیے کر دیتا ہے اور جنکو انکی
حاجت ہوتی ہے اُنکو اہل نہین جانتا یہ شخص دوزخ کے تیسرے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہے کہ اپنے آپکو فتوی کے لیے ٹھہرا لیتا ہے اور سخت حکم
کر دیتا ہے حالانکہ اللہ تعالی تکلف والون سے بغض رکھتا ہے یہ شخص دوزخ کے چوتھے طبقے مین ہوگا اور ایک وہ عالم ہے کہ یہودیون اور نصاری
کی بولیان بولتا ہے تاکہ اپنے علم کو زیادہ کرے ایسا شخص پانچوین طبقے مین ہوگا اور ایک وہ عالم ہے کہ اپنے علم کو لوگون مین بلندی اور بڑائی
اور مروت ٹھہراتا ہے وہ چھٹے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہے کہ کبر اور عجب کو خفیف جانتا ہے اگر وعظ کہتا ہے تو درشتی کرتا ہے اور اگر اُسکو کوئی نصیحت کرتا ہے
تو ناک چڑھاتا ہے ایسا شخص دوزخ کے ساتوین طبقے مین ہوگا اور تجکو چاہیے کہ علم مین خاموشی اختیار کرے تاکہ شیطان پر غالب ہو اور بدون
کسی عجیب بات کے خندہ ہرگز نہ کر اور بدون حاجت کے اپنی جگہ سے ہل اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ ان العبد لینشر له من الثناء
ما بین المشرق والمغرب وما یزن عند اللہ جناح بعوضۃ اور روایت ہے کہ حضرت حسن بصری مجلس وعظ سے اُٹھے ایک خراسانی شخص
نے ایک گٹھری جسمین پانچ ہزار درم اور دس تھان باریک کپڑے کے تھے آپکی نذر کیے اور عرض کیا کہ درم تو خرچ کے لیے ہین اور کپڑا پہننے کو
آپنے فرمایا کہ خدا تعالی تمکو عافیت سے رکھے یہ خرچ اور تھان اُٹھا لو اپنے ہی پاس رہنے دو ہمکو اسکی حاجت نہین جو شخص میرے سے

مجلس مین بیٹھے اور اس جیسی نذر قبول کرے وہ جس روز اللہ تعالی کے سامنے جاویگا تو دین سے بے بہرہ جاویگا۔ اور جابر سے موقوفاً اور مرفوعاً
روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک عالم کے پاس مت بیٹھو بلکہ اُس عالم کے پاس بیٹھو کہ پانچ امور سے دوسرے پانچ چیزونکی
طرف بلاوے اول شک سے یقین کی جانب دوم ریا سے اخلاص کی طرف سوم دنیا کی خواہش سے زہد کی طرف چہارم کبر سے تواضع
کی جانب پنجم عداوت سے خیر خواہی کی طرف اور اللہ تعالی ارشاد فرمایا ہی فخرج علی قومہ فی زینتہ قال الذین یریدون الحیوۃ الدنیا یالیت لنا مثل
ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن وعمل صالحا ولا یلقیھا الا الصابرون اس آیت مین اہل علم کی صفت
دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے اور اختیار کرنے کی فرمائی اور ایک علامت آخرت کے علما کی یہ ہی کہ اُسکا فعل قول کے خلاف نہو بلکہ کوئی چیز کرنے کو
جبھی کہے کہ جب اول اُسکا خود عامل ہولے اللہ تعالی فرماتا ہی اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اور فرمایا کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون اور
حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ مین ارشاد فرمایا وما ارید ان اخالفکم الی ما انہاکم عنہ اور فرمایا واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ اور دوسری جا واتقوا اللہ واعلموا
اور بعض جا واتقوا اللہ واسمعوا اور اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ اے مریم کے بیٹے تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت پذیر
ہو جاوے تب لوگون کو نصیحت کر ورنہ مجھسے حیا کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مررت لیلۃ اسری بی باقوام کان تقرض شفاہم بمقاریض
من نار فقلت من انتم فقالوا کنا نامر بالخیر ولا ناتیہ وننہی عن الشر ولا ناتیہ اور فرمایا کہ میری امت کی بربادی عالم بدکار اور عابد جاہل ہی اور سب برون مین
سے برے علمائے بد ہین اور سب اچھون سے اچھے علمائے بہتر ہین۔ اور اوزاعی کہتے ہین کہ نصاری کے مقبرون نے جناب الٰہی مین شکایت
کی کہ کفار کے مردون کی بدبو ہم کو بہت ستاتی ہی اللہ تعالی نے اُنکو حکم بھیجا کہ علمائے بد کے پیٹ مین زیادہ بدبو ہی اس بدبو سے جو تمہارے اندر ہی اور
فضیل ابن عیاض فرماتے ہین کہ مین نے ایسا سُنا ہی کہ قیامت مین بت پرستون سے پیشتر علمائے بد کا حساب ہوگا۔ اور ابو درداؓ نے فرمایا ہی کہ جو شخص
نہین جانتا اُسکو تو ایک دفعہ ہلاکی ہی اور جو جانتا ہی اور عمل نہین کرتا اُسکے لیے سات بار خرابی ہی۔ اور شعبیؒ نے فرمایا ہی کچھ لوگ جنت کے دوزخ کے
بعض لوگون کو دیکھکر کہینگے کہ تم دوزخ مین کس لیے گئے ہمکو تو خدائے تعالی نے تمہاری تعلیم اور تادیب کے طفیل سے جنت مین داخل کیا وہ
کہینگے کہ ہم اورون کو خیر کا حکم کرتے تھے خود نیک کام نہ کرتے تھے۔ اور حاتم اصمؒ نے فرمایا ہی کہ قیامت مین اُس عالم سے زیادہ حسرت اور کسی کو
نہو گی جسنے لوگون کو سکھایا اور لوگون نے اُسپر عمل کیا اور خود اُسنے عمل نہ کیا تو لوگ تو اُسکے سبب سے اپنے مقصد کو پہونچ گئے اور وہ خود تباہ ہو گیا
اور مالک بن دینارؒ نے فرمایا ہی کہ عالم جب اپنے علم کے بموجب عمل نہین کرتا تو اُسکی نصیحت دلون پر ایسی رپٹ جاتی ہی جیسے قطرہ پتھر پر سے ڈھل
جاتا ہی اور پھر آپ نے ایک قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ کرتے ہو نا صحو لوگون کو نصیحت تو مگر ✤ عیب اُن مین جو بتاتے ہو وہ خود کرتے ہو ✤
کیا ہوا جہد اگر اُنکے لیے بند مین کی ✤ معصیت کرنے سے جس وقت نہین ڈرتے ہو ✤ دینا اور رائل دنیا کو برا کہتے ہو لیک ✤ اُسپہ سب لوگون
سے زائد تو تمھین مرتے ہو ✤ اور کسی دوسرے کا شعر ہی شعر منع کرتے ہو جس تصور سے تم ✤ ننگ ہی تمکو گر کرو اُسکو ✤ اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے
ہین کہ مکہ معظمہ مین میرا گذر ایک پتھر پر ہوا جسپر یہ لکھا تھا کہ مجھکو الٹ کر عبرت حاصل کر مین نے اُسکو پلٹا تو اُسپر یہ لکھا تھا کہ تو جو کچھ جانتا ہی اُسپر
تو عمل کرتا ہی نہین پس ایسی چیز کا علم کیسے طلب کرتا ہی جو تجھکو معلوم نہین۔ اور ابن سماکؒ نے فرمایا ہی کہ بہت سے لوگ ایسے ہین کہ خدا کی یاد دلاتے
ہین اور خود اُسکو بھولے ہین اور بہت ایسے ہین کہ اللہ سے ڈراتے ہین اور خود اُسپر دلیر ہین اور بہت اللہ تعالی سے نزدیک کرنے والے ہین کہ خود اُس سے
دور ہین اور بہت اُسکی طرف اورون کو بلاتے ہین اور خود اُس سے بھاگتے ہین اور بہت ایسے ہین کہ اللہ تعالی کی کتاب کو پڑھتے ہین اور اُسکے آیات سے
علیحدہ ہین۔ اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہین کہ ہمنے اپنے کلام کو صحیح کیا تو اُسمین غلطی نہ کی مگر اعمال مین غلطی کی تو اُسکو درست نہ کیا۔ اور اوزاعیؒ

فرماتے ہین کہ جب خوش تقریری کو دخل ہوتا ہی تو خشوع جاتا رہتا ہی - اور مکحول عبد الرحمن بن غنم سے روای ہین کہ اُنھون فرمایا کہ مجھسے دس
صحابیون نے یہ حدیث بیان کی ہی کہ ہم علم کا چرچا مسجد قبا مین کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ جسقدر
چاہو سیکھو اللہ تعالی تمکو ثواب ہرگز نہ دیگا جبتک کہ عمل نہ کروگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ جو شخص علم سیکھتا ہی اور اُسپر عمل نہین کرتا
اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی عورت خفیہ زنا کرے اور اُسکو حمل رہجاوے اور جب حمل ظاہر ہو تو رسوا ہو اسی طرح جو شخص اپنے علم کے موجب
عمل نہین کرتا اللہ تعالی اُسکو قیامت کے دن مجمع مین فضیحت کریگا اور حضرت معاذ کا قول ہی کہ عالم کی لغزش سے ڈرو اسلیے کہ لوگون مین اُسکی قدر
بڑی ہی اُسکی لغزش مین لوگ اُسکی پیروی کرتے ہین - اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہی کہ جب عالم لغزش کرتا ہی تو اُسکی لغزش سے ایک عالم کو لغزش ہوجاتی ہی
اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہی کہ تین باتین ہین جنسے دنیا کے لوگ برباد ہوجاتے ہین ایک اُنمین سے عالم کی لغزش ہی اور حضرت ابن مسعودؓ نے
فرمایا ہی کہ لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا کہ دل کی شیرینی کھاری ہوجاویگی اور عالم کو اُسوقت مین علم سے فائدہ نہوگا اور نہ طالب علم کو کچھ نفع ہوگا
اُنکے علماء کے دل مثل زمین شور کے ہونگے کہ اُسپر پانی کے قطرے گرتے ہین اور ذرا شیرینی اُنمین نہین معلوم ہوتی اور یہ حال اُسوقت ہوگا کہ علما کے
دل دنیا کی محبت کی طرف اور آخرت پر اُسکو ترجیح دینے کی طرف مائل ہونگے اُسوقت اللہ تعالی دلون مین سے حکمت کے چشمے نکال لیگا اور
ہدایت کی شمعون کو گل کردیگا جب اُنکے عالمون سے تم ملوگے تو زبان سے کہینگے کہ ہم خدا تعالی سے ڈرتے ہین مگر بدکاری اُنکے عمل مین ظاہر
ہوگی زبان کی بڑی ارزانی ہوگی اور دل کی نہایت گرانی قسم ہی اُس ذات کی جسکے سوا اور کوئی معبود نہین کہ یہ امر اسلیے ہوگا کہ اُستادون نے
غیر اللہ کے لیے سیکھا اور شاگردون نے غیر اللہ کے واسطے سیکھا - اور توریت اور انجیل مین لکھا ہوا ہی کہ جس چیز کو تم نہین جانتے اُسکا علم طلب مت کرو
جبتک کہ جسقدر تمکو معلوم ہی اُسپر عمل نہ کرو - اور حذیفہ فرماتے ہین کہ تم ایسے زمانے مین ہو کہ اگر کوئی اپنے علم کے دسوین حصے کو بھی چھوڑ دے
تو ہلاک ہوجاوے اور عنقریب ایک ایسا وقت آویگا کہ اگر کوئی اُسمین اپنے علم کے دسوین حصے پر بھی عمل کریگا تو نجات پاویگا اور یہ بات جھوٹون
کی کثرت کے باعث ہوگی اور جان لو کہ عالم کی مثال قاضی کی طرح ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی القضاۃ ثلثۃ قاض قضی بالحق
وہو یعلم فذلک فی الجنۃ وقاض قضی بالجور وہو یعلم او لا یعلم فہما فی النار اور کعبؓ نے فرمایا ہی کہ آخر زمانے مین ایسے عالم ہونگے کہ لوگون کو دنیا مین
زہد کرنے کو کہینگے اور آپ زہد نہ کرینگے اور لوگون کو ڈراوینگے اور آپ نہ ڈرینگے اور حکام کے پاس آنے سے اورون کو منع کرینگے اور خود اُنکے
پاس جاوینگے اور دنیا کو آخرت پر اختیار کرینگے اور اپنی زبان کی بدولت کھاوینگے تو اُمرا کو اپنے پاس بٹھاوینگے نہ فقیرون کو علم پر ایسا لڑینگے
جیسے عورتین مردون پر لڑتی ہین جب کوئی اُنکا ہمنشین دوسرے کے پاس جا بیٹھیگا تو وہ اُسپر غصہ ہونگے یہ لوگ متکبر اور اللہ تعالی کے دشمن
ہونگے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تم پر کبھی علم ہی کے ذریعے سے غالب ہوجایا کریگا لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے
ہوگا آپنے فرمایا کہ یون کہیگا کہ علم سیکھ اور جبتک سیکھ نہ چکے تب تک عمل مت کر بس آدمی علم مین مصروف رہتا ہی اور عمل مین لیت ولعل کرتا ہی
یہانتک کہ مرجاتا ہی اور کچھ عمل نہین کرتا - اور سری سقطیؒ فرماتے ہین کہ ایک شخص جو طالب علم ظاہر کا حریص تھا اُسنے عبادت کے لیے عزلت
اختیار کی مین نے اُس سے وجہ عزلت کی پوچھی اُسنے کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی یون کہتا ہی کہ خدا تجھے کھووے علم کو کب تک کھوویگا
مین نے جواب دیا کہ مین تو اُسکو یاد کرتا ہون اُسنے کہا کہ اُسکا یاد کرنا یہ ہی کہ اُسکے موجب عمل کرے اسلیے مین نے تحصیل علم کو ترک کر کے عمل
کی طرف توجہ کی - اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہی کہ علم کثرت روایت سے نہین ہوتا بلکہ علم خوف خدا ہی - اور حضرت حسن بصریؒ نے
فرمایا کہ جتنا چاہو علم سیکھو خدا تعالی ثواب ہرگز نہ دیگا جبتک کہ عمل نہ کروگے اسلیے کہ بیوقوفون کا مقصود علم سے روایت کرنا ہی اور علماء
کی غرض رعایت اور پاسداری ہی - اور مالک کا ارشاد ہی کہ علم کا تحصیل کرنا اور اُسکا پھیلانا دونون اچھے ہین بشرطیکہ نیت درست ہو مگر دیکھو
کہ جو چیز صبح سے لیکر شام تک تمھارے ساتھ رہے اُسپر دوسری چیز کو اختیار مت کرو - اور حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہی کہ قرآن اسلیے

نازل ہوا ہی کہ تم اُسپر عمل کرو تم نے اسکے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرالیا اور عنقریب کچھ لوگ ایسے ہونگے کہ وہ اُسکو نیزہ کی طرح سیدھا کرینگے وہ تم سے بہتر نہونگے۔ اور عالم جو عمل کرتا اُسکی مثال ایسی ہی جیسے بیار کہ دوا کی صفت بیان کرے یا بھوکا شخص جو لذیذ کھانون کے نام لے اور مزے بیان کرے اور اُسکو وہ کھانے نہ ملین اور اس جیسے شخص کے باب مین یہ قول اللہ تعالی کا ہی ولکم الویل مما تصفون اور حدیث شریف مین ہی کہ جن چیزون سے مین اپنی امت پر ڈرتا ہون انمین سے عالم کی لغزش ہی اور قرآن مین منافق کا جھگڑا اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ اُسکی توجہ ایسے علم کی تحصیل کی طرف ہو جو آخرت مین کام آوے اور طاعت مین رغبت دلاوے اور اُن علوم سے اجتناب کرے جنکا فائدہ کم ہو اور گفتگو اور لڑائی جھگڑا اُنمین بہت ہو اسلیے کہ جو شخص اعمال کے علم سے روگردان ہو کر لڑائی جھگڑے کے فن مین مشغول ہو اُسکی مثال ایسی ہی کہ کسی بیار کو بہت سے روگ ہون اور وہ کسی طبیب حاذق سے ملے اور وقت بھی تنگ ہو کہ وہ شاید جلد چلا جاوے اور ایسے وقت مین وہ طبیب مذکور سے دواؤن کی خاصیت اور طب کی عجیب باتین پوچھنے لگے اور جس ضرورت مین خود گرفتار ہی اُسکو دریافت نکرے تو اُسکی حماقت مین کیا شک ہی اور ایک روایت مین ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھکو کچھ علم کی عجیب باتین سکھلائیے آپ نے فرمایا کہ تو نے اصل علم مین کیا کیا ہی اُسنے عرض کیا کہ اصل علم کیا ہی آپ نے فرمایا کہ تو نے اللہ تعالی کو پہچانا اُسنے کہا کہ ہان آپنے فرمایا کہ تو نے اُسکے حق مین کیا کیا اُسنے عرض کیا کہ کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ تو نے موت کو پہچانا عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ اُسکی تیاری کیا کی کہا کہ کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ تو اب جا اور پہلے ان امور مین پختہ ہو تب تجکو علم کے عجائب بھی بتاوینگے۔ بلکہ سیکھنا اُس جنس کا ہونا چاہیے جیسے شفیق بلخی رح کے شاگرد حاتم اصم کے مروی ہی کہ ایک روز شفیق نے حاتم رح سے پوچھا کہ تم کتنے دنون سے میرے ساتھ ہو اُنھون نے کہا تینتیس برس سے شفیق نے فرمایا کہ اس عرصے مین تم نے مجھسے کیا سیکھا حاتم نے کہا کہ آٹھ مسئلے اُنھون نے فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون میری اوقات تمھارے اوپر ضائع ہوگئی کہ تمنے صرف آٹھ مسئلے سیکھے حاتم نے کہا کہ یا استاد زیادہ مین نے نہین سیکھے اور جھوٹ بولنے کو مین ناپسند کرتا ہون اُنھون نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ کون سے آٹھ مسئلے ہین کہ مین بھی سنون حاتم نے کہا کہ اول یہ ہی کہ مین نے خلق کو دیکھا تو معلوم کیا کہ ہر ایک شخص کا ایک محبوب ہوتا ہی اور قبر تک وہ اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہی جب قبر مین پہونچ جاتا ہی تو اپنے محبوب سے جدا ہو جاتا ہی اسلیے مین نے اپنا محبوب نیکیون کو ٹھہرالیا کہ جب قبر مین جاؤن تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ رہے شفیق رح نے فرمایا کہ تمنے بہت اچھا سیکھا اب باقی سات باتین کہو اُنھون نے کہا کہ دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مین نے اللہ تعالی کے اس ارشاد مین تامل کیا واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ہی الماوی اور سمجھا کہ خداے تعالی کا فرمانا درست ہی اسلیے اپنے نفس پر خواہش کے دور کرنے کی محنت ڈالی یہانتک کہ وہ خدا یتعالی کی اطاعت پر جم گیا تیسرا یہ ہی کہ اس دنیا کو جو دیکھا تو یہ پایا کہ جس شخص کے پاس کوئی چیز قدر وقیمت کی ہی اُسکو اُٹھا کر بہت چھپاتا ہی اور حفاظت کرتا ہی پھر اللہ تعالی کے قول کو دیکھا تو فرماتا ہی ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق تو جو کچھ قدر وقیمت کی چیز میرے ہاتھ لگی اُسکو مین نے خدا یتعالی کی طرف کو پھیر دی تاکہ اُسکے پاس موجود رہے چوتھا یہ کہ لوگون کو جو دیکھا تو ہر ایک کا میل مال اور حسب اور نسب اور شرافت کی طرف پایا اور ان امور مین جو غور کیا تو ہیچ معلوم ہوے پھر اللہ تعالی کے ارشاد کو سوچا کہ فرماتا ہی ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اسلیے مین نے تقوی اختیار کیا کہ خدا یتعالی کے نزدیک کریم اور بزرگ ہو جاؤن پانچوان یہ کہ لوگون کو دیکھا کہ آپس مین ایک دوسرے پر گمان بد کرتے ہین اور برا کہتے ہین اور اسکی وجہ حسد ہی اور پھر اللہ تعالی کے قول کیطرف میل کیا تو یہ پایا نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیوۃ الدنیا اسلیے مین نے حسد کو چھوڑ کر خلق سے کنارہ کیا اور جان لیا کہ قسمت اللہ پاک کے یہان سے ہی اسلیے خلق کی عداوت چھوڑ دی چھٹا یہ کہ لوگون کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے سرکشی اور کشت وخون کرتے ہین اور اللہ تعالی کے قول کی طرف رجوع کیا تو فرماتا ہی ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا اس بناء پر مین نے صرف اُس اکیلے کو اپنا دشمن ٹھہرالیا اور اسی بات پر کوشش کی کہ اُس سے بچتا رہون اسلیے کہ اللہ تعالی نے اُسکی عداوت کی گواہی فرمائی ہی اسی جہت سے اُسکے سوا مین نے اور مخلوق کی عداوت چھوڑی ساتوان یہ کہ لوگون کو

دیکھا کہ ہر ایک پارۂ نان کے خواہان اور اُسکے باب مین اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہین اور ایسے امور مین قدم دھرتے ہین کہ اُنکو جائز نہون اور اللہ تعالے
کے ارشاد پر غور کیا تو فرماتا ہی وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا مین نے یہی سمجھا کہ مین خدا تعالی کے اُن حیوانون مین سے ہون جنکا رزق
اُسکے اوپر ہی اسلیے مین اُن باتون مین مشغول ہوا جو اللہ تعالی کے حقوق مجھپر ہین اور میرا رزق جو خداے تعالی کے ذمے ہی اُسکی طلب ترک کر دی آٹھوین
یہ کہ مین نے خلق کو دیکھا تو سب کو کسی چیز پر بھروسا کرتے پایا کوئی اپنی زمین پر بھروسا رکھتا ہی کوئی تجارت پر کوئی حرفے پر اور کوئی اپنے بدن کی
تندرستی پر غرضکہ ہر ایک مخلوق کو اپنے طرح کی مخلوق پر بھروسا پایا اور خداے تعالی کے قول کی طرف جو رجوع کیا تو یہ ارشاد پایا ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ
اسلیے مین نے خدا تعالی پر توکل کیا کہ وہی مجھے کافی ہی شفیق بلخیؒ نے فرمایا کہ اے حاتم خدا تعالی تمکو توفیق دے مین نے جو توریت اور انجیل اور زبور
اور قرآن کے علوم پر نظر کی تو اُن سب کی اصل انھین آٹھ مسئلون کو پایا وہ سب انمین آجاتے ہین جو کوئی ان آٹھون پر عمل کرے وہ گویا چارون
آسمانی کتابون کا عامل ہو۔ حاصل یہ کہ اس طرحکے علم کے ادراک اور سمجھنے کا قصد علماے آخرت ہی کرتے ہین اور علماے دنیا تو اُن امور مین
مشغول ہوتے ہین جنسے مال اور جاہ کی پیدا ہو اور اُن علوم کو چھوڑ دیتے ہین جنکے لیے خدا تعالی نے تمام انبیا علیہم السلام کو بھیجا ہی ضحاک رح
کہتے ہین کہ مین نے اکابر کو ایسا پایا کہ ایک دوسرے سے بجز ورع کے اور کچھ نہ سیکھتے تھے اور آج بجز کلام کے اور کچھ نہین سیکھتے اور ایک علامت
علماے آخرت کی یہ ہی کہ کھانے اور پینے مین آسایش کی طرف اور لباس مین مزا اُڑانے اور مکان اور اسباب مین زینت کیطرف مائل نہو بلکہ
ان سب امور مین میانہ روی اختیار کرے اور اس باب مین سلف کے اکابر کی مشابہت پیدا کرے اور سب امور مذکورہ مین مقدار قلیل پر گذر
کرے جسقدر کہ ان چیزون کی طرف خواہش کی قلت ہوگی اُسی قدر اللہ تعالی کا قرب بڑھیگا اور علماے آخرت کے مرتبے کی طرف ترقی کریگا اور یہ روایت
اُسکی شاہد ہی جو ابی عبداللہ خواص کہ حاتم اصم کے شاگرد ہین روایت کرتے ہین کہ مین حاتم کے ساتھ رَے مین گیا ہمارا قافلہ تین سو بیس آدمیون کا
تھا حج کے ارادے سے نکلے سب کمل پوش تھے کسی کے پاس توشہ دان اور کھانا نہ تھا ہم ایک شخص سوداگر کے یہان اُترے جو بہت مقدور نہ
رکھتا تھا مگر فقیر دوست تھا اُسنے اُس شب ہماری ضیافت کی جب صبح ہوئی تو اُسنے حاتم سے کہا کہ آپکو کچھ ضرورت ہو تو فرما دیجیے کہ مین ایک
فقیہ کی عیادت کو جانا چاہتا ہون اُنھون فرمایا کہ مریض کی بیمار پرسی مین ثواب ہی اور فقیہ کو دیکھنا عبادت ہی مین بھی تمھارے ساتھ چلتا ہون
اور وہ فقیہ جو بیمار تھا محمد بن مقاتل رَے کا قاضی تھا جب ہم دروازے پر پہونچے تو دروازہ کرسی دار بہت اچھا تھا حاتم ششدر رہ گئے کہ عالم کا
دروازہ ایسا ہی پھر جب اجازت کے بعد اندر گئے تو دیکھا کہ مکان وسیع خوبصورت فرش اور پردے کا ہی حاتم اور بھی متحیر ہوے پھر اُس مقام پر گئے جہان
قاضی تھا وہان فرش نرم بچھا ہوا اور اُسپر قاضی لیٹا ہوا تھا اور سر کے پاس ایک غلام پنکھا لیے کھڑا تھا پس تاجر قاضی کے سرہانے کی طرف
بیٹھا اور حال پوچھا اور حاتم کھڑے رہے قاضی نے اُنکو بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا فرمایا کہ مین بیٹھنے کا نہین پوچھا کہ تمکو کچھ حاجت ہی کہا کہ ہان پوچھا
کہ کیا ہی فرمایا کہ ایک مسئلہ پوچھنا ہی کہا کہ دریافت کرو فرمایا کہ تم اُٹھکر بیٹھ جاؤ تو پوچھون قاضی اُٹھ بیٹھا حاتم نے کہا کہ تم نے علم کس سے سیکھا ہی
کہا معتبر علما سے جنھون نے میرے سامنے حدیث بیان کی کہا اُنھون نے کس سے کہا کہ اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اصحاب رضؓ نے کس سے
کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ نے کس سے کہا کہ جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبرئیل نے کس سے کہا کہ اللہ تعالی سے
فرمایا کہ جو علم خداے تعالی کے یہان سے جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچایا اور آپ نے صحابہؓ کو اور انھون نے علماے
معتبر کو اور علما نے تمکو اُسمین تمنے کہین یہ بھی سنا ہی کہ جس شخص کے گھر مین کرسی ہو اور وسعت زیادہ ہو اُسکا مرتبہ خدا تعالی کے نزدیک
بڑا ہوتا ہی قاضی نے کہا کہ نہین حاتم نے پوچھا کہ پھر کیسے سنا ہی کہا کہ یون سُنا ہی کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اور آخرت کی خواہش کرے اور مساکین
سے محبت رکھے اور آخرت کے لیے سامان مقدم کرلے تو اُسکا مرتبہ خدا تعالی کے نزدیک ہوگا حاتم نے فرمایا کہ پھر تمنے کسکا اقتدا کیا ہی آیا رسول اللہ
صلی علیہ وسلم اور اُنکے اصحابؓ اور صلحا رحمہم اللہ کا اقتدا کیا ہی یا فرعون اور نمرود کی پیروی کی ہی جنھون نے اول گچ اور اینٹ سے عمارت

بنائی تھی ای علماے بدتحقیق جیسون کو جاہل آدمی جو دنیا پر لڑتے ہین اور اُسکے حریص ہین دیکھکر کہتے ہین کہ عالم اس حال پر ہین تو ہم اُنسے
کیا بدتر حال بھی نہون یہ کہکر حاتم اُسکے پاس سے چلے آئے ابن مقاتل کی بیماری اور زیادہ ہوگئی اور رے کے لوگون کو معلوم ہوا کہ حاتم مین اور قاضی
مین یہ گفتگو ہوئی اسلیے اُنسے کہا کہ قزوین مین طنافسی اُس قاضی کی نسبت کر بھی بہت زیادہ ہین حاتم اُسکے پاس قصداً گئے اور اندر جاکر
کہا کہ مین ایک عجمی شخص ہون مین یہ چاہتا ہون کہ تم مجکو میرے دین کا آغاز اور مفتاح نماز یعنی وضو سکھلا دو طنافسی نے کہا کہ بہت بہتر
غلام سے کہا کہ جا کر ایک برتن مین پانی لے آ وہ پانی لے آیا طنافسی نے بیٹھکر وضو کیا اور تین تین بار اعضا دھوئے پھر کہا کہ اس طرح وضو کرتے
ہین حاتم نے کہا کہ آپ کھڑے رہین تاکہ تمھارے سامنے وضو کرون اور جو بات مجھے منظور ہو وہ پختہ ہوجاوے طنافسی کھڑے رہے اور
حاتم وضو کرنے کو بیٹھے اور وضو مین اپنے ہاتھ چار چار مرتبہ دھوئے طنافسی نے کہا کہ میان صاحب تمنے اسراف کیا حاتم نے کہا کہ کس بات
مین کہا کہ تمنے اپنے ہاتھ چار بار دھوئے حاتم نے فرمایا کہ سبحان اللہ مین نے ایک چلو پانی مین اسراف کیا تم نے ان سب نازونعم کے جمع مین
اسراف نہین کیا طنافسی نے جان لیا کہ اُنکو وضو سیکھنے کی غرض نہ تھی بلکہ یہی امر جتانا منظور تھا سنکر گھر مین چلے گئے اور چالیس روز تک لوگون کے
سامنے نہوے۔ پھر جب حاتم بغداد مین گئے تو بغداد والے اُنکے پاس آئے اور کہا کہ ای ابوعبدالرحمن تم ایک عجمی شخص ہو اور رُک کر بات کہتے ہو
مگر جو کوئی تمسے تقریر کرتا ہی تم اُسکو رُک دیتے ہو فرمایا کہ میرے پاس تین خصلتین ہین جنسے مین اپنے طرف ثانی پر ور رہتا ہون اول یہ کہ جب طرف ثانی
امر راست کہتا ہی تو مین خوش ہوتا ہون اور جب وہ خطا کرتا ہی تو رنج کرتا ہون اور اپنے نفس کو قابو مین رکھتا ہون کہ طرف ثانی پر جہالت نہ کرے
یہ خبر حضرت امام احمد بن حنبل رح کو پہونچی اُنھون نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ بڑے عاقل شخص ہین چلو ہمکو بھی اُنکے پاس لے چلو جب یہ مجمع حاتم رح
کے پاس آیا تو امام احمد نے اُن سے پوچھا کہ ای ابوعبدالرحمن سلامتی کس بات مین ہی حاتم نے فرمایا کہ ای ابوعبداللہ جبتک تم مین چار خصلتین
نہونگی تب تک دنیا سے سلامت نہ رہوگے اول یہ کہ لوگ اگر جہالت کرین تو تم درگذر کرو دوسرے اپنی جہل کو اُنسے روکو تیسرے اپنی چیز اُنکو دو چوتھے
اُنکی چیز سے مایوس ہو جب ایسے ہوجاؤگے تو سلامت رہوگے پھر حاتم مدینہ منورہ کو گئے وہان کے لوگ آپکے استقبال کو آئے آپ نے پوچھا
کہ یہ کونسا مدینہ ہی لوگون نے کہا کہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی آپنے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محل کہان ہی کہ مین بھی اُسمین نماز
پڑھون لوگون نے کہا کہ آپ کا تو کوئی محل نہ تھا آپ کا تو گھر بہت پست تھا حاتم رح نے کہا کہ آپکے اصحاب کے محل ہی بتا دو اُنھون نے کہا
کہ اُنکے محل نہ تھے اُنکے تو گھر زمین سے لگے تھے حاتم نے کہا کہ لوگو یہ شہر فرعون کا ہی لوگون نے اُنکو گرفتار کیا اور سلطان کے پاس لیگئے
اور کہا کہ یہ عجمی کہتا ہی کہ یہ مدینہ فرعون کا ہی حاکم نے کہا کہ کس لیے ایسا کرتا ہی حاتم نے کہا کہ جلدی نہ کرو مین ایک آدمی عجمی مسافر ہون جب
شہر مین آیا تو لوگون سے پوچھا کہ یہ کسکا مدینہ ہی اُنھون نے جواب دیا کہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی مین نے کہا کہ آپ کا محل کہان ہی
اور سب ماجرا حرف بحرف کہکر فرمایا کہ اللہ تعالی یون فرماتا ہی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اب مین یہ پوچھتا ہون کہ تمنے کسکا اتباع کیا ہی
آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یا فرعون کا جسنے اول اینٹ اور گچ سے عمارت بنائی حاکم لاجواب ہوکر اُنکو رہا کر دیا تو حاتم اصم کی یہ حکایت
تھی اور اکابر سلف کی عادت زہد اور زینت کے ترک کرنے مین اپنے مقام مین اور بھی مذکور ہوگی جو اس مدعا پر شاہد ہی۔ اور تحقیق یہ ہی کہ امر مباح
سے زینت کرنا حرام تو نہین لیکن اسمین گھسا رہنا موجب اس سے اُنس کا ہوجاتا ہی یہانتک کہ اُسکا ترک کرنا دشوار ہوجاتا ہی اور ہمیشہ زینت مین
پڑا رہنا بدون ایسے سامان کے ممکن نہین ہوتا کہ اکثر اُسکی رعایت کرنے سے مداہنت اور خلق کی طرفداری اور اُنکی نمائش وغیرہ امور ممنوعہ کا ارتکاب لازم
آتا ہی اور احتیاط اسی مین ہی کہ اس سے اجتناب کیا جاوے اسلیے کہ جو دنیا مین گھستا ہی یقیناً اُس سے سلامت نہین نکلتا اور اگر باوجود دنیا مین
منصرف رہنے کے سلامتی ہوجایا کرتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترک دنیا مین کبھی مبالغہ نہ فرماتے یہانتک کہ مروی ہی نزع[۲۳۷] القمیص المعلم
نزع خاتم الذہب فی اثناء الخطبۃ اور اُنکے سوا اور امور جنکا بیان عنقریب آویگا ترک دنیا مین آپ سے مروی ہین۔ اور کہتے ہین کہ یحیی ابن

یزید نوفلی نے حضرت مالک بن انس رضی کو ایک خط لکھا اسطرح بسم اللہ الرحمن الرحیم و صلی اللہ علی رسولہ محمد فی الاولین و الآخرین یحیی بن یزید کی طرف سے مالک بن انس کو بعد حمد و صلوۃ کے معلوم ہو کہ مین نے سنا ہی کہ تم باریک کپڑے پہنتے ہو اور پتلی چپاتیا کھاتے ہو اور نرم بچھونے پر بیٹھتے ہو اور اپنے دروازہ پر دربان مقرر کرتے ہو حالانکہ تم مجلس علم مین بیٹھے ہو تمھارے پاس راہ دور دراز سے لوگ سوار ہو کر آتے ہین اور تمکو اپنا پیشوا کر رکھا ہی اور تمھارے کہنے سے راضی ہین اور تمکو خوف خدا چاہیے اور تواضع اور انکسار کو اپنے اوپر لازم سمجھنا چاہیے تمکو مین نے یہ خط نصیحت کے طور پر لکھا ہی اور اسکی خبر بجز خدا تعالی کے اور کسی کو نہین والسلام حضرت مالک بن انس رضی نے اس خط کا جواب یہ لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم و صلی اللہ علی محمد و آلہ و صحبہ و سلم مالک بن انس کی طرف سے یحیی بن یزید کو ہو کہ خدا تعالی کا سلام تم پر ہو آپ کا خط پہونچا اور شفقت اور ادب مین نصیحت کے موقع پر لگا خدا تعالی تمکو تقوی سے متمتع کرے اور اس نصیحت کے عوض مین جزا خیر دیوے اور مین بھی اللہ تعالی سے توفیق مانگتا ہون گناہون سے بچنے اور اسکی طاعت بجالانے کی طاقت بدون اسکی مدد کے نہین ہی باقی یہ جو آپ نے لکھا کہ مین باریک کپڑے پہنتا ہون اور پتلی چپاتی کھاتا ہون اور نرم فرش پر بیٹھتا ہون اور دربان رکھتا ہون سو واقع مین ایسا کرتا ہون اور خدا تعالی سے مغفرت چاہتا ہون مگر اللہ تعالی فرماتا ہی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق اور مین یہ جانتا ہون کہ اسکا ترک کرنا بہ نسبت کرنے کے بہتر ہی اور تم اپنی خط و کتابت ہمکو فراموش مت کرنا ہم بھی خط و کتابت آپ سے نہ چھوڑینگے والسلام اب امام مالک صاحب کے اقرار کو دیکھو کہ کہدیا کہ اس امر کا نہ کرنا ارتکاب کی نسبت کے اچھا ہی اور یہ بھی حکم کیا کہ یہ امر مباح ہی اور واقع مین دونون باتون مین سچ ارشاد فرمایا اور امام مالک جیسا مرتبے والا اس جیسی نصیحت مین اگر انصاف اور اعتراف اپنے نفس پر گوارا کرے تو اسکا نفس مباح کی حدود کو معلوم کرنے پر بھی قادر ہوگا تاکہ امور مباح کو کرنے سے مداہنت اور ریا اور مکروہات مین مبتلا ہونے سے محفوظ رہے مگر دوسرے شخص کو یہ حوصلہ نہین کہ مباح کی حدون پر قائم رہے اسلیے مباح سے لذت حاصل کرنے مین بہت خوف ہی اور خوف الہی سے یہ امر بہت دور ہی اور علماے آخرت کی خاصیت خوف الہی ہی اور خوف خدا مقتضی اسی کا ہی کہ خطر کی جگہ سے دوری اختیار کرے اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ حکام سے دور رہے اور جبتک انسے علیحدگی کی صورت ممکن ہو کبھی انکے پاس نہ جاوے بلکہ انکے ملنے سے احتراز کرے گو وہ خود اسکے پاس آوین اسلیے کہ دنیا شیرین اور سبز ہی اور اسکی باگ حکام کے قبضے مین ہی اور جو شخص حکام سے ملتا ہی اسکو کچھ نہ کچھ تکلف انکی رضاجوئی اور دلداری مین کرنا پڑتا ہی باوجودیکہ وہ ظالم ہوتے ہین اور ہر دیندار کو انسے کنارا اور انکے ظلم کا اظہار کر کے انکو دلتنگ کرنا اور انکے حرکات کی برائی بیان کرنی واجب ہی اور جو انکے پاس جاویگا وہ یا تو انکی زینت کی طرف توجہ کریگا اور اپنے اوپر خدا تعالی کی نعمت کو حقیر جانیگا یا انپر انکار کرنے سے خاموش رہیگا تو مداہنت مین مبتلا ہوگا یا اپنے کلام کو بتکلف انکی مرضیون کے موافق انکے افعال کو درست کرنے کے لیے ادا کریگا اور یہ صریح جھوٹ ہوگا یا اس بات کی طمع ہوگی کہ انکی دنیا مین سے کچھ ملے اور یہ حرام ہی اور باب حلال و حرام مین مذکور ہوگا کہ حکام کے مالون مین کسکا لینا جائز ہی اور کسکا ناجائز خواہ راتب ہو یا انعام و جاگیر وغیرہ ۔ حاصل یہ کہ انسے ملنا تمام خرابیون کی کلید ہی اور علماے آخرت کا طریق احتیاط کا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من بدا جفا و من اتبع الصید غفل و من اتی السلطان افتتن اور فرمایا سیکون علیکم امراء تعرفون منہم و تنکرون فمن انکر فقد بری و من کرہ فقد سلم و لکن من رضی و تابع ابعدہ اللہ تعالی قیل افلا نقاتلہم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا ما صلوا اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جہنم مین ایک جنگل ہی جس مین وہی عالم رہینگے جو بادشاہون کی زیارت اور ملاقات کو جاتے ہین ۔ اور حذیفہ رضی نے ارشاد فرمایا ہی کہ اپنے آپ کو فتنہ کی جگہون سے بچاؤ لوگون نے پوچھا کہ وہ کونسی جگہین ہین فرمایا امیرون کے دروازے کہ جب کوئی تم مین سے امیر کے پاس جاتا ہی تو جھوٹ پر اسکی تصدیق کرتا ہی اور اسکی شان مین وہ بات کہتا ہی جو اسکے اندر واقع مین نہین ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ علما خدا تعالی کے بندون پر رسولون کے امین ہین جبتک کہ سلاطین سے میل جول نہ کرین اور جب ایسا کرین تو انھون نے رسولون کی خیانت کی ان سے ڈرو اور الگ ہو جاؤ روایت کیا اسکو انس رضی نے اور اعمش رضی نے کسی نے

کہا کہ تم عالم کو زندہ کرو یا اس جہت سے کہ آپ سے بہت لوگ سیکھتے ہین فرمایا کہ ذرا صبر کرو جتنے سیکھتے ہین اُنمین سے ایک تہائی تو قبل معرفت
پیشتر ہی مر جاتے ہین اور ایک تہائی سلاطین کے دروازون پر جا پہنچتے ہین وہ لوگ سب خلق سے برے ہین رہے تہائی اُنمین سے کمتر ہین
لوگون کو فلاح ہوتی ہی اور اسی وجہ سے سعید بن المسیبؓ نے فرمایا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ امرا کو گھیرتا ہی تو اُس سے احتراز کرو کہ وہ چور ہی اور عمرؓ
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک کوئی چیز اُس عالم سے زیادہ بری نہین جو حاکم کے پاس جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ بدترین علما وہ ہین جو امیرون کے پاس جاتے ہین اور بہترین حکام وہ ہین جو علما کے پاس آتے ہین۔ اور مکحول دمشقی کہتے ہین کہ جو شخص
قرآن سیکھے اور دین مین تفقہ پیدا کرے پھر خوشامد اور طمع کی جہت سے سلطان کی صحبت اختیار کرے تو وہ بقدر اپنے قدمون کے دوزخ کی آگ
مین گھستا ہی۔ اور سمنون کہتے ہین کہ عالم کے حق مین کیا ہی برا ہی کہ کوئی مجلس مین آوے اور عالم کو نہ پاوے اور جب اُسکا حال پوچھے تو یہ
سنے کہ وہ حاکم کے یہان ہی اور اُنھون نے یہ بھی فرمایا ہی کہ مین سنتا تھا کہ قول بزرگونکا ہی کہ جب عالم کو دیکھو کہ دنیا سے محبت رکھتا ہی تو اُسکو تم
اپنے دین مین متہم جانو یہان تک کہ اس مضمون کا مین نے تجربہ کر لیا یعنے جب مین حاکم کے یہان گیا اور وہان سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا
محاسبہ لیا تو معلوم ہوا کہ اُسکو بہت دوری ہو گئی حالانکہ جس ڈھنگ سے مین حاکم سے ملتا ہون اُسکو تم دیکھتے اور جانتے ہو کہ سخت اور درشت
رکھتا ہون اور اکثر اُسکی خواہش کی مخالفت کرتا ہون اور یہی چاہتا ہون کہ اُس تک جانے کی نوبت ہی نہ پہونچے اور باوجود اسکے مین اُس سے
کچھ لیتا نہین نہ اُسکے گھر کا پانی پیون پھر فرمایا کہ اب ہمارے زمانے کے علما بنی اسرائیل کے علما سے بھی بدتر ہین کہ بادشاہون کو جائز امور
بتاتے ہین اور وہ جو اُنکی مرضی کے موافق ہون ایسی باتین سناتے ہین اور اگر اُنکو وہ اُمور سکھاوین جو اُنپر واجب ہین اور جنمین اُنکی نجات ہی تو حاکم
اُنسے نفرت کرین اور اپنے پاس اُنکا آنا برا سمجھین اور یہ امر اللہ تعالی کے نزدیک اُنکی نجات کا باعث ہی۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ان لوگون
مین جو تمسے پہلے تھے ایک بزرگ تھے جو اسلام مین پیشتر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ تھے عبداللہ بن مبارک کہتے ہین
کہ ان بزرگ سے سعد بن ابی وقاصؓ مراد ہین حسنؒ فرماتے ہین کہ وہ سلاطین کے پاس نہ جاتے تھے اور اُنسے نفرت کرتے تھے اُنکے بیٹون نے
اُنسے کہا کہ جو لوگ کہ اسلام کی زیادتی اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تمھارے برابر نہین وہ بادشاہون کے پاس جاتے ہین اگر آپ
بھی جاوین بہتر ہو اُنھون نے فرمایا کہ بیٹو دنیا مردار ہی اور کچھ لوگون نے اُسکو گھیر رکھا ہی بخدا مین حتی الوسع اُنکا شریک نہونگا اُنھون نے کہا کہ تم
لاغری مین مر جاؤگے فرمایا کہ مین ایمان کے ساتھ لاغری مین مر جانا اس سے اچھا جانتا ہون کہ نفاق کے ساتھ موٹا ہو کر مرون حسنؒ فرماتے ہین
کہ بخدا آپ نے اُنکو ہرا دیا اور خوب حجت نکالی اسلیے کہ جان لیا کہ مٹی گوشت اور فربہی کو کھا دیگی اور ایمان کو نہ کھاویگی اور اسمین اشارہ ہی کہ بادشاہ
کے پاس جانے سے آدمی نفاق سے یقیناً نہین بچتا جو ایمان کی ضد ہی اور حضرت ابوذر غفاریؓ نے سلمہؓ سے فرمایا کہ اے سلمہ بادشاہون کے دروازون
پر مت جائیو اسلیے کہ تمکو اُنکی دنیا مین سے جبھی کچھ ملیگا کہ جب تمھارے دین مین سے وہ اُس سے بہتر لے لینگے۔ اور علما کے لیے یہ امر ایک بڑا فتنہ
ہی اور شیطان کا ایک سخت ذریعہ علما پر ہی خصوصاً ایسے عالم پر جسکی آواز اچھی اور کلام شیرین ہو اسلیے کہ شیطان ہمیشہ اُسکو یہی سمجھاتا ہی کہ سلاطین
کے پاس جانے اور اُنکو نصیحت کرنے سے وہ لوگ ظلم سے باز رہینگے اور شریعت کے احکام اُنمین جاری اور قائم ہو جاوینگے اور ہوتے ہوتے
یہ خیال دل مین ڈال دیتا ہی کہ تمھارا اُنکے پاس جانا دین مین داخل ہی پھر جب اُنکے پاس جاتا ہی تو یہ نہین ہو سکتا کہ کلام مین نرمی اور مداہنت
نکرے اور اُنکی تعریف اور خوشامد کی نہ ملے اور ان باتون مین دین کی خرابی ہی۔ اور اکابر سلف یون کہا کرتے تھے کہ علما جب جان لیتے تھے
تو عمل کرتے تھے اور عامل ہونے پر مشغول ہوتے تھے اور مشاغل ہونے کے بعد گمنام ہوتے تھے اور گمنام ہونے کے پیچھے اُنکی طلب
ہوتی تھی اور طلب پر بھاگا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت حسن بصریؒ کو خط لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ التماس ہی کہ آپ
مجکو ایسے لوگ بتا دین جنسے مین خدا تعالی کے امر مین مدد لیا کرون اُنھون نے جواب مین یہ لکھا کہ اہل دین تو تمھارے پاس آنے کے نہین اور دنیا والون

سے تمکو غرض نہین تاہم تم اشراف اپنے ساتھ رکھو کہ وہ لوگ اپنے شرف کو آلودگی خیانت سے محفوظ رکھتے ہین - یہ حال عمر بن عبد العزیز کو لکھا جو
اپنے زمانہ مین سب سے زیادہ زاہد تھے تو جب اہل دین کو ایسے حاکم کے پاس سے بھی گریز کرنا شرط ہو تو دوسرے حاکم کی طلب اور اُس سے
میل جول رکھنا کیسے ٹھیک ہوگا اور سلف کے علما مثل حسن بصریؒ اور سفیان ثوریؒ اور ابن مبارکؒ اور فضیلؒ بن عیاض اور ابراہیم بن ادہم
اور یوسف بن اسباط دنیا کے علما یعنی کہ اور شام وغیرہ کے عالمون مین دو عیب بتایا کرتے تھے یا دنیا کا مائل ہونا یا سلاطین سے ملنا اور
ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہو کہ فتوی دینے مین جلدی نہ کرے بلکہ جبتک اُس سے بچے رہنے کی سبیل معلوم ہو تب تک توقف اور احتراز
ہی کرے پس اگر ایسا مسئلہ کوئی پوچھے جسکو قرآن یا قطعی حدیث یا اجماع یا قیاس ظاہر سے یقیناً جانتا ہو تب تو حکم بتلادے اور اگر ایسا مسئلہ پوچھے
جسمین شک ہو تو کہدے کہ مجھے معلوم نہین اور اگر ایسا مسئلہ پوچھے جسکا حکم غالباً اپنے اجتہاد اور تخمین سے اُسکو صحیح معلوم ہو تو اُس مین احتیاط
کرے اور دوسرے پر حوالہ کردے کہ اُس سے پوچھ لو اگر دوسرا ٹھیک بتا سکتا ہو احتیاط کا مرتبہ یہی ہو اسلیے کہ اجتہاد کا خطرا اپنی گردن پر رکھنا بہت
برا ہو اور حدیث مین وارد ہو العلم ثلثہ کتاب ناطق وسنۃ قائمۃ ولا ادری شعبیؒ کہتے ہین کہ لا ادری نصف علم ہو اور جو شخص ایسے موقع مین کہ جانتا
ہو خدا ے تعالی کے واسطے چپ رہ جاوے لہذا اُسکو اُس شخص سے ثواب کم نہوگا جو راست راست جواب بتاوے اسلیے کہ نہ جاننے کا اقرار کرنا نفس
پر نہایت سخت ہو غرض کہ عادت اصحابؓ اور اکابر کی اسطرح تھی حضرت ابن عمرؓ کا دستور تھا کہ جب کوئی فتوی پوچھتا تو فرماتے کہ اُس حاکم کے پاس
جاؤ جو لوگون کے امر کا کفیل بن رہا ہو اور اس مسئلہ کو اُسکی گردن پر رکھ دو - اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ جو شخص لوگون کو ہر ایک مسئلہ مین فتوی
دے وہ بیشک مجنون ہو اور فرمایا کہ علم کی سپر لا ادری ہو اگر آدمی اُسکو چوک جاوے تو پھر اُسکی خیر نہین - اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہین کہ شیطان کو
اس عالم سے زیادہ سخت کوئی نہین جو علم ہی سے بولے اور علم ہی کے ساتھ سکوت کرے شیطان کہتا ہو کہ اس شخص کو دیکھو کہ اُسکے بولنے سے اسکا چپکا
رہنا مجھ پر بہت بھاری ہو - اور بعض اکابر نے ابدال کی صفت کی ہو کہ اُنکی غذا فاقہ ہو اور کلام ضرورت یعنی جبتک اُنسے کوئی کچھ نہ پوچھے تب تک
نہین بولتے اور جب کوئی کچھ پوچھتا ہو اور ایسا شخص دیکھتے ہین کہ وہ بتادیگا تو چپ رہتے ہین اور اگر مجبور ہی ہوتے ہین تو خود جواب دیتے ہین
اور یہ لوگ سوال سے پہلے بولنے کو تقریر کی خفیہ خواہش مین شمار کیا کرتے تھے - اور حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ ایک شخص پر گذرے
کہ وہ لوگون کے سامنے کچھ تقریر کر رہا تھا ارشاد فرمایا کہ یہ یون کہتا ہو کہ مجھے جان لو - اور بعض اکابر کا قول ہو کہ عالم وہ ہو کہ جب کسی مسئلہ کو اُس سے
دریافت کیا جاوے تو اُسے یہ معلوم ہو کہ گویا میری ڈاڑھ نکالی جاتی ہو - اور حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے کہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ہمکو پل بناؤ اور اُسپر سے
دوزخ کی طرف عبور کرو - اور ابو حفص نیشاپوری فرماتے ہین کہ عالم وہ ہو کہ سوال کے وقت اس بات سے ڈرے کہ قیامت کو کہین یہ پوچھ نہو کہ
کہان سے جواب دیا تھا - اور ابراہیم تیمی سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو روتے اور فرماتے کہ تمکو کوئی دوسرا نہ ملا کہ مجھ پر چڑھائی کی - اور ابو العالیہ ریاحی
اور ابراہیم نخعی اور ابراہیم ادہم اور سفیان ثوری رحمہم اللہ دو یا تین شخصون کے سامنے کچھ بیان کیا کرتے اور جب لوگ زیادہ ہو جاتے تو رک جاتے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ما ادری اعزیر نبی ام لا وما ادری آتبع ملعون ام لا وما ادری ذو القرنین نبی ام لا اور جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ سب جگہون مین بہتر کون سی ہو اور بدتر کون سی آپ نے فرمایا کہ مجھکو معلوم نہین یہانتک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام
تشریف لائے آپنے اُنسے دریافت کیا اُنھون نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین حتی کہ خدا تعالی نے اُنکو جتایا کہ سب جگہون مین بہتر مسجدین ہین
اور سب مین بدتر بازار ہین - اور حضرت ابن عمرؓ سے اگر کوئی دس مسئلے پوچھتا تھا تو آپ ایک کا جواب دیتے تھے اور نو کے جواب مین سکوت
کرتے تھے - اور حضرت ابن عباسؓ نو کا جواب دیتے تھے اور ایک کے جواب سے خاموش رہتے تھے اور فقہاے سلف مین ایسے لوگ بہت تھے
جو یہ کہدیتے تھے کہ مین نہین جانتا اور جانتا ہون کہنے والے کم تھے سفیان ثوری اور مالک بن انس اور احمد بن حنبل اور فضیل بن عیاض اور
بشر بن حارث سب ایسے ہی تھے کہ لا ادری اکثر کہتے تھے اور عبد الرحمن بن ابی لیلی کہتے ہین کہ مین نے اس مسجد مین ایک سو بیس صحابہؓ کو دیکھے

وہ سب ایسے ہی پائے کہ جب کسی سے کوئی فتویٰ پوچھا جاتا یا حدیث پوچھی جاتی تو یہی چاہتا کہ کوئی دوسرا بھائی اس سوال سے ہمین بچالے اور ایک روایت اُنسے یون ہی کہ جب کوئی سوال اُنمین سے کسی پر پیش ہوتا تو وہ اُسکو دوسرے کے پاس بھیجتے اور وہ تیسرے کے پاس یہانتک کہ ہوتے ہوتے پھر اول کے پاس آجاتا۔ اور مروی ہی کہ اصحاب صفہ مین کسی کے پاس ایک سری بھنی ہوئی بطور ہدیہ آئی اور وہ سب اُسوقت بہت عسرت سے بسر کرتے تھے اُنھون نے دوسرے کو ہدیہ کردی اور دوسرے نے تیسرے کو اسی طرح رفتہ رفتہ پھر اول صحابہ کے پاس آگئی۔ تو اب تامل کرو کہ فی زماننا علما کا معاملہ کیسا الٹا ہوگیا کہ جس چیز سے پہلے لوگ بھاگتے تھے وہ اب مطلوب ہوگئی اور جو مطلوب تھی اُس سے نفرت کرنے لگے اور فتویٰ دینے کی کفالت سے بچنے کی خوبی اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہی جو بعض اکابر نے مرفوع بیان کی ہی کہ لوگون کو فتویٰ نہ دین مگر تین آدمی امیر یا مامور یا متکلف۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ صحابہؓ چار چیزون کو ایک دوسرے پر ٹالا کرتے تھے اول امامت دوم وصیت سوم امانت چہارم فتویٰ۔ اور بعض یہ فرماتے ہین کہ جسکو علم کم ہوتا تھا وہ تو جلد فتویٰ دینے کو تیار ہوجاتا تھا اور جو زیادہ پرہیزگار ہوتا تھا وہ فتویٰ کو سب سے زیادہ دوسرے پر ٹالتا تھا اور صحابہؓ اور تابعین کا شغل پانچ چیزون مین تھا قرآن کی تلاوت مسجدون کی آبادی اللہ تعالیٰ کا ذکر اچھی بات کا امر کرنا بری بات سے منع کرنا اور اسکی وجہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا کہ آپنے فرمایا کل کلام ابن آدم علیہ لا لہ الا ثلثۃ امر بمعروف او نہی عن منکر او ذکر اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لا خیر فی کثیر من نجوٰہم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس الآیۃ اور بعض علما نے کسی کو اجتہاد کرنے والون اور فتویٰ دینے والون مین سے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم جو فتویٰ دیا کرتے تھے اور قیاس کیا کرتے تھے اسکا کیا حال پایا اُسنے ناک چڑھائی اور منہ پھیر لیا اور کہا کہ ہمنے اُسکا کچھ نہ پایا اور اُسکا انجام ہمکو اچھا نہ معلوم ہوا۔ اور ابن حصین کہتے ہین کہ عالم ایسے سوال کا جواب کہدیتے ہین کہ اگر حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوتا تو اُسکے لیے تمام اہل بدر کو جمع کرتے۔ غرضکہ سکوت کرنا ہمیشہ سے اہل علم کا قاعدہ رہا ہی بدون ضرورت ہرگز نہ کہتے تھے۔ اور حدیث مین آیا ہی کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ خاموشی اور زہد اسکو عنایت ہوا ہی تو اُس سے قریب ہو کہ اُسکو حکمت تعلیم کیجاتی ہی۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ عالم دو ہین ایک عوام کا عالم وہ تو مفتی ہی یہ لوگ بادشاہون کے مصاحب ہوتے ہین اور ایک خواص کا عالم وہ توحید اور دل کے اعمال کا عالم ہی ایسے لوگ متفرق اور تنہا رہتے ہین۔ اور یہ مثل مشہور تھا کہ امام احمد بن حنبل مثل دجلے کے ہین کہ ہر شخص اسمین سے چلو بھر لیتا ہی اور بشر بن حارث مثل میٹھے کنوئین اوپر سے ڈھکے ہوئے کے ہین کہ اُسپر ایک ایک ہی شخص قصد کرتا ہی اور پہلے یون کہا کرتے تھے کہ فلان شخص عالم ہی اور فلان متکلم اور فلان کو کلام مین زیادہ دستگاہ ہی اور فلان علم مین زیادہ ہی۔ اور ابو سلیمانؒ فرماتے ہین کہ کلام کی نسبت کرمعرفت سکوت سے زیادہ قریب ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ جب علم بہت ہوتا ہی تو کلام کم ہوجاتا ہی اور جب کلام زیادہ ہوتا ہی تو علم کم ہوجاتا ہی۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابو دردا‌ؓ کو ایک خط لکھا اور اُن دونون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ کردیا تھا چنانچہ بخاری مین ابو جحیفہ سے یہ مضمون مروی ہی خط کا مطلب یہ تھا کہ بھائی مین نے سنا ہی کہ تمکو لوگون نے مسند طبابت پر بٹھایا ہی اور مریضون کا علاج کرتے ہو مگر سچ لو اگر واقع مین تم طبیب ہو تب تو بولنا کہ تمھاری گفتگو شفا ہی اور اگر تکلف طبیب ہوگئے ہو تو بھائی خدا سے ڈرو مسلمان کو جان سے مت مارو بعد اس خط کے حضرت ابو دردا سے کوئی دوا پوچھتا تو توقف کیا کرتے۔ اور حضرت انسؓ سے جب کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ ہمارے آقا امام حسن علیہ السلام سے پوچھو اور حضرت ابن عباسؓ سے اگر کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ جابرؓ ابن زیدؓ سے پوچھو اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے کہ سعید بن المسیب سے دریافت کرو۔ اور نقل ہی کہ ایک صحابی نے حضرت حسن بصریؒ کے سامنے بیس حدیثین بیان کین کسی نے اُنکی تفسیر پوچھی اُنھون نے فرمایا کہ مین بجز روایت کے اور کچھ نہین جانتا پس حضرت حسن بصری نے ایک ایک حدیث کی تفسیر جدا جدا فرمائی لوگون کو اُنکی تفسیر اور یادداشت کی خوبی سے تعجب ہوا صحابی نے ایک مٹھی کنکرون کی اُٹھا کر اُن لوگون کے ماری اور کہا کہ تم مجھسے علمی بات پوچھتے ہو حالانکہ یہ عالم تمھارے یہان موجود ہی اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ علم باطن کے سیکھنے کا اور دل کی نگرانی اور طریق آخرت کے پہچاننے اور اُسکے چلنے کا زیادہ اہتمام رکھتے اور مجاہدہ اور مراقبہ

قریب مشابہت ان دونون کو چرنے والے چوپایون سے ہو اتنی جب علم کے یاد کرنے والے مرجاوینگے تو کب علم یون جاتا رہیگا نہین بلکہ زمین
ایسے لوگون سے خالی نہوگی جو اللہ تعالی کی حجت اسی کے واسطے قائم کرین یا تو ظاہر اور علانیہ ہونگے یا چھپے ہوے مغلوب تاکہ اللہ تعالے
کی حجتین اور دلیلین بیکار نہ رہین اور یہ لوگ کتنے ہین اور کہان ہین یہ لوگ شمار مین کم اور قدر مین اعظم ہین انکے وجود ظاہر مین مفقود اور انکی
تصویرین دلون مین موجود ہین اللہ تعالے انکے سبب سے اپنی حجتون کی حفاظت کرتا ہو تاکہ وے ان حجتون کو اپنے جی سے لوگون کے حوالہ
کرین اور انکے دلون مین انکو بو دین علم نے انکو حقیقت امر پر پہونچا دیا تو یقین کی روح سے جا ملے اور جس بات کو دولتمند مشکل جانتے تھے
اسکو انھون نے سہل پایا اور جس امر سے غافلون کو وحشت تھی اس سے انھون نے دل بہلایا دنیا مین ایسے بدنون سے جنکی روحین محل
اعلی سے وابستہ رہین یہ لوگ خدا تعالے کی مخلوقون مین سے اسکے اولیا اور امین ہین اور اسکے دین کی طرف بلانے والے اور اسکی زمین
کے سلاطین پھر آپ روئے اور فرمایا کہ مجکو انکے دیدار کا بہت بڑا اشتیاق ہو پس یہ مضمون جو آپ نے آخر کو ذکر فرمایا علماے آخرت کا وصف
ہو اور یہ وہی علم ہو جو اکثر عمل سے اور کثرت مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہو اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہو کہ یقین کے قوی کرنے مین
اسکی توجہ بہت ہو اسلیے کہ یقین دین کا راس المال ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ الیقین الایمان کلہ یعنے یقین ایمان
کامل ہو تو علم یقین کا سیکھنا ضروری ہوا یعنے اسکی ابتدا سیکھے پھر دل کو اسکا طریق خود ظاہر ہو جاویگا اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ یقین کو سیکھو اسکے معنے یہ ہین کہ یقین والون کے پاس بیٹھو اور انسے علم یقین کو سنو اور انکی پیروی پر مداومت کرو تاکہ تمھارا یقین
قوی ہو جاوے جیسا انکا قوی ہوگیا اسلیے کہ تھوڑا سا یقین بہت سے عمل سے بہتر ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بیان کیا گیا
کہ آدمی کا یقین اچھا ہو اور گناہ بہت کرتا ہو اور ایک شخص عبادت مین محنت کرتا ہو اور یقین کم ہو تو آپ نے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا نہین جو گناہ
نہ رکھتا ہو لیکن جسکی سرشت عقل ہو اور عادت یقین اسکو گناہ ضرر نہین کرتے اسلیے کہ جب گناہ کرتا ہو تو توبہ اور استغفار کرتا ہو اور پشیمان
ہوتا ہو اسلیے گناہون کا کفارہ ہو جاتا ہو اور کچھ زیادتی بچ جاتی ہو جس سے وہ جنت مین جاتا ہو اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو چیز تمکو کم دی گئی وہ یقین اور عزیمت صبر ہو اور جسکو ان دونون مین سے بہرہ ملا اسکو پروا نہین اگر شب بیداری اور دن کے روزے
اسکو نہ ملین اور لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی ہو اسمین یہ بھی ہو کہ بیٹا عمل کی استطاعت بدون یقین کے نہین ہوتی اور آدمی اتنا ہی
کرتا ہو جتنا اسکو یقین ہوتا ہو اور عامل کا یقین جبتک کم نہین ہوتا ہو تب تک وہ عمل مین کوتاہی نہین کرتا۔ اور یحیی بن معاذ فرماتے ہین کہ توحید
کا ایک نور ہو اور شرک کی آگ ہو تو شرک کی آگ سے جتنی نیکیان مشرکون کی جلتی ہین اس سے زیادہ توحید کے نور سے موحدون کی برائیان جل
جاتی ہین اور نور سے مراد انکی یقین ہو اور اللہ تعالی نے قرآن مجید مین چند جا موقنین کے ذکر سے اشارہ فرمایا ہو کہ یقین خیرات اور سعادت
کا ذریعہ ہو اب اگر یہ کہو کہ یقین کے معنے کیا ہین اور اسکے قوی اور ضعیف ہونے سے کیا مراد ہو تاکہ اول اسکو سمجھ لین پھر اسکی طلب مین
مشغول ہون کیونکہ جبتک اسکی صورت سمجھ مین نہ اویگی اسکی طلب ممکن نہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ یقین ایک لفظ مشترک ہو دو فریق اسکو دو معنی
مختلف مین بولتے ہین اول اصطلاح مناظرہ والے اور اہل کلام کی ہو کہ شک کے نہونے کو یقین کہتے ہین اسلیے کہ نفس جو کسی چیز کی
تصدیق کرتا ہو اسکے چار مقامات ہین ایک یہ کہ تصدیق اور تکذیب برابر ہون اسکو تو شک کہتے ہین مثلاً اگر تمسے کسی خاص شخص کی نسبت
دریافت کیا جاوے کہ خدا تعالی اسکو عذاب کریگا یا نہین اور اسکا حال تمکو معلوم نہین تو تمھارا نفس اثبات اور نفی مین سے کسی طرف
میل نہ کریگا اور کچھ حکم نہ لگاوگے بلکہ دونون باتین تمھارے نزدیک ہو سکتے ہین برابر ہونگی تو اسکو تو شک کہتے ہین۔ دوسرے یہ کہ تمھارا
نفس دونون باتون مین سے ایک طرف کو مائل ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ دوسری بھی ہو سکتی ہو مگر اسکا ہو سکنا ایسا ہو کہ وہ اول کی
ترجیح کا مانع نہین مثلاً جس شخص کو تم نیکبخت اور متقی جانتے ہو اگر اسکا حال تمسے پوچھا جاوے کہ یہ اگر اسی حالت پر مرجاوے تو عذاب ہوگا یا نہین

تو تمھارا دل اُسکے عذاب نہ ہونے پر زیادہ مائل ہوگا بہ نسبت عذاب ہونے کے اسلیے کہ نیکبختی کی علامتین ظاہر ہین اور باوجود اسکے تم اسکے باطن
مین کوئی امر عذاب کے ہونیکا موجب تجویز کرسکتے ہو تو یہ تجویز اول میل کے ساتھ ہی مگر اُسکی ترجیح کی مانع نہین اس حالت کا نام ظن ہی تیسری یہ
کہ نفس کسی چیز کی تصدیق کی طرف اس طرح مائل ہو کہ وہ تصدیق نفس پر چھا جاوے اور اُسکا خلاف دل مین نہ گذرے اور اگر گذرے تو نفس اُسکے
قبول کرنے سے انکار کرے مگر یہ تصدیق معرفت واقعی کے ساتھ نہو یعنے اگر اس حال والا اُس امر مین خوب تامل کرے اور شک ڈالے اور تجویز کو
سنے تو اُسکے نفس مین گنجایش اس شبہہ کے ممکن ہونے کی ہو جاوے اس حال کو اعتقاد قریب یقین کے کہتے ہین جیسے عوام کا اعتقاد تمام امور
شرعیہ مین ہی کہ صرف سننے کی جہت سے اُنکے دلون مین جم گیا ہی یہانتک کہ ہر فرقہ اپنے مذہب کے صحیح ہونے کا اعتقاد کرتا ہی اور اپنے امام اور
پیشوا کو جانتا ہی کہ وہی ٹھیک کہتے ہین اور اگر کوئی اُنکے سامنے بیان کرے کہ تمھارے امام سے خطا بھی ہو سکتی ہی تو اس بات کو قبول نہ کرینگے چوتھی
تصدیق اور معرفت حقیقی ہی جو دلیل سے حاصل ہوتی ہی کہ جسمین نہ خود شک ہو نہ دوسرے کا شک مین ڈالنا متصور ہو تو جب اُسمین شک کا ہونا
اور ہو سکنا دونون نہ ہو وین وہ اہل مناظرہ اور کلام کے نزدیک یقین کہلاتا ہی اور اُسکی مثال یہ ہی کہ مثلاً اگر کسی عاقل سے کہا جاوے کہ عالم مین کوئی چیز
موجود ایسی بھی ہی جو قدیم ہو تو وہ بالبداہت یعنی فوراً اُسکی تصدیق نہین کرسکتا اسلیے کہ قدیم محسوس چیز نہین نہ آفتاب اور چاند جیسے ہی کہ اُنکے وجود
کی تصدیق آنکھ کی حس سے ہوتی ہی اور کسی چیز قدیم ازلی کا جاننا بدیہی اور اولی نہین کہ بلا تامل کہہ دیا جاوے جیسے یون جاننا کہ دو زیادہ ہین ایک
سے بلکہ ایسا بھی نہین جیسا اس جملہ کو جاننا کہ کسی حادث کا وجود بدون سبب کے محال ہی کہ اس جملہ کا علم بھی بدیہی ہی کچھ تامل کا محتاج نہین اس سے
معلوم ہوا کہ عقل کی طبیعت کا اقتضا یہ ہی کہ قدیم کے وجود کی تصدیق بداہت کے طور پر کرنے مین توقف کرے پھر اُسمین بعض لوگ تو ایسے ہین کہ
اس بات کو سنکر ایسی تصدیق پکی کرتے ہین کہ اُسی پر چلے جاتے ہین تو اس قسم کی تصدیق تو اعتقاد ہی اور یہ سب عوام کا حال ہی اور بعض لوگ ایسے
ہین کہ وہ قدیم کے وجود کو دلیل سے تصدیق کرتے ہین مثلاً یون کہا جاوے کہ اگر کوئی قدیم موجود نہو تو سب موجودات حادث رہینگے اور جب سب
حادث ہونگے تو یا کل بلا سبب حادث ہونگے یا ایک بلا سبب حادث ہوگا اور یہ محال ہی تو جس بات سے محال لازم آوے وہ خود محال ہی اس
دلیل سے عقل مین کسی قدیم کے موجود ہونے کی تصدیق یقیناً لازم آویگی اسلیے کہ موجودات تین قسم ہو سکتے ہین یا کل قدیم ہون یا کل حادث
یا بعض قدیم ہون اور بعض حادث اگر سب قدیم ہون تو مطلب حاصل ہی اسلیے کہ قدیم کا وجود ثابت ہو گیا ہو اور اگر کل حادث ہون تو محال ہی
کیونکہ اس سے بدون سبب کے حادث کا وجود لازم آتا ہی تو تیسری قسم خواہ اول قسم ثابت ہوگی اور وہی مطلب ہی اور جو علم کہ اس طرح پر حاصل ہوتا ہی
وہ ان لوگون کے نزدیک یقین کہلاتا ہی خواہ دلیل سے ہو جیسا ہمنے ذکر کیا خواہ حس سے یا عقل کی سرشت سے ہو جیسے حادث کے بلا سبب
محال ہونے کا علم ہی یا متواتر سننے سے جیسے کہ کے موجود ہونے کا علم ہی یا امتحان کرنے سے جیسے اس بات کا جاننا کہ محمودہ جوش دادہ دست آور
ہی غرضکہ اہل مناظرہ کے نزدیک یقین کے بولنے کی شرط شک کا نہونا ہی تو جس علم مین شک نہوگا وہ اُنکے نزدیک یقین کہلاویگا اور اس
اصطلاح کے بموجب یقین کو قوی اور ضعیف نہین کہہ سکتے اسلیے کہ شک کے نہونے مین کچھ فرق قوت وضعف کا نہین کہ اُس کے بموجب
یقین مین بھی قوت وضعف ہو۔ دوسری اصطلاح فقیہون اور اہل تصوف اور اکثر علما کی ہی اس اصطلاح کے بموجب یقین وہ ہی کہ اسمین
لحاظ وہم اور شک کا نہ کیا جاوے بلکہ اسکا دل پر استیلا اور غلبہ دیکھا جاوے تاکہ یون کہہ سکین کہ فلان شخص کا یقین موت پر ضعیف ہی
باوجودیکہ موت مین وہ شک نہین جانتا یا یہ کہ فلان شخص کا یقین روزی پہونچنے پر قوی ہی حالانکہ ہو سکتا ہی کہ بعض اوقات اُسکو روزی
نہ ملے حاصل یہ کہ جب نفس کسی چیز کی تصدیق پر مائل ہو اور یہ تصدیق دل پر اس طرح غالب اور مستولی ہو جاوے
کہ نفس مین تصرف اور حکم اُسی کا ہو اور اسی کی بہت سے رغبت اچھی چیز کی اور امتناع بُری چیز سے ہو تو اس حالت کو
یقین کہتے ہین اب ظاہر ہی کہ موت کے باب مین سب لوگون کو پہلی اصطلاح کے بموجب یقین برابر ہی یعنے اُسمین کسی طرح کا شک

کسی کو نہین مگر دوسری اصطلاح کے بموجب یقین سکو نہین ہی اسلیے کہ بعض لوگ ایسے ہین کہ وہ موت کی طرف کبھی دھیان ہی نہین کرتے
اور نہ اسکی تیاری کرین گویا انکو اسکا یقین نہین اور بعضون کے دل پر یہ یقین ایسا چھایا ہو کہ اپنی تمام ہمت کو اسی کی تیاری مین مستغرق کر رکھا ہی
اور دوسری چیز کی اسمین گنجائش ہی نہین رکھی تو اس جیسی حالت کو یقین کا قوی ہونا بولتے ہین اور اسی جہت سے بعضون نے کہا ہی کہ جس
یقین مین شک نہوا اور وہ مشابہ ہوجاوے ایسے شک کے جسمین یقین نہو موت کے سوا دوسرا مجھے معلوم نہین ہوتا اور اس اصطلاح کے
بموجب یقین کی صفت قوت اور ضعف کے ساتھ ہوسکتی ہی - اور ہمنے جو علامت علماے آخرت کی یہ لکھی کہ انکی توجہ یقین کے پختہ اور
قوی کرنے کی طرف ہو تو ہماری غرض اس یقین سے ہی جو دونون اصطلاحون کے موافق ہو یعنے اول تو شک کا دور ہونا پھر نفس پر یقین کا
مسلط ہونا اسطرح کہ غلبہ اور حکم نفس پر اور تصرف اسکے اندر یقین ہی کا ہوجاوے اور جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب تمکو اس قول کی غرض معلوم
ہوجاویگی کہ یقین تین قسمون پر منقسم ہوتا ہی اول اسکا قوی اور ضعیف ہونا دوم زیادہ اور کم ہونا سوم پوشیدہ اور ظاہر ہونا یعنی قوی اور ضعیف
ہونا بموجب دوسری اصطلاح کے ہی کہ دل پر استیلا اور غلبہ اسکا کیسا ہی اور قوت اور ضعیف مین یقین کے معانی کے درجے بے انتہا ہین اور موت
کی تیاری مین خلق بھی انھین یقین کے معنون کے فرق کے بموجب مختلف ہی اور یقین کی پوشیدگی اور ظہور مین بھی انکار نہین ہوسکتا ہو تو
اصطلاح دوم کے بموجب اور نہ اول اصطلاح کے موافق مثلاً تمکو جو تصدیق مکہ اور فدک کے موجود ہونے کی ہی اور حضرت موسی اور یوشع علیہما السلام کے
وجود کا یقین ہی باوجودیکہ تمکو ان دونون تصدیقون مین شک نہین اسی لیے کہ منشا دونون کا خبر متواتر ہی مگر اول تصدیق کو تم اپنے دل مین ازروے
اور ظاہر پاتے ہو بہ نسبت دوسری کے اسی لیے کہ سبب اول مین قوی تر ہی یعنی بہت سے مخبرون کا ہونا اسی طرح مناظرہ کرنے والا پوشیدگی اور
ظہور کا فرق اپنی نظریات مین دیکھتا ہی جو دلیلون سے معلوم ہوتے ہین کیونکہ جو بات ایک دلیل سے واضح ہوگی وہ اتنی ظاہر نہوگی جو بہت سی
دلیلون سے واضح ہوگی باوجودیکہ شک کے نہ ہونے مین دونون برابر ہین اور اس فرق کو کبھی اہل کلام انکار کرتے ہین جو علم کو کتابون اور سننے
سے حاصل کرتے ہین اور اپنے نفس کے ادراک پر غور نہین کرتے کہ ہر حال مین متفاوت رہتا ہی - اور یقین کی کمی اور زیادتی متعلقات کی
کمی بیشی سے ہوتی ہی جیسے کہتے ہین کہ فلان شخص اس سے علم مین زیادہ ہی یعنے اسکی معلومات زیادہ ہین اور اسی وجہ سے کبھی عالم تمام
شرع کی باتون پر یقین قوی رکھتا ہی اور کبھی بعض باتون مین قوی الیقین ہوا کرتا ہی - اب اگر یہ کہو کہ ہمنے یقین کی قوت اور ضعف اور قلت
اور کثرت اور پوشیدگی اور ظہور کے معنے بموجب اصطلاح اول یعنے نفی شک کے اور بموجب اصطلاح ثانی یعنے دل پر استیلا ہونے کے
تو سمجھ لیے مگر متعلقات یقین کے معنے کیا ہین اور یقین کے محل کون سے ہین اور کن چیزون مین یقین مطلوب ہوتا ہی کہ ہمکو جبتک یہ معلوم
نہو کہ یقین کونسی چیزون مین مطلوب ہوتا ہی تو ہم اسکی طلب کیسے کر سکینگے تو اسکا جواب یہ ہی کہ یقین کی محل وہ چیزین ہین جو انبیا علیہم
السلام اول سے آخر تک لاے ہین اسلیے کہ یقین ایک معرفت مخصوص کا نام ہی اور اسکے متعلق وہ معلومات ہین جنکو شریعتین لائی ہین تو ان
سے معلوم ہوتا ہی کہ انکے شمار کرنے کی ہوس نہین ہوسکتی مگر ہم انھین سے بعض بتائے دیتے ہین جو یقین کے محلون کی اصل ہین مثلاً انھین
سے ایک توحید ہی یعنے تمام اشیا کو مسبب الاسباب سے سمجھنا اور درمیانی وسیلون پر التفات نہ کرنا بلکہ وسیلون کو اسکا فرمان بردار سمجھنا اور
انکا اثر کچھ نہ جاننا تو جو شخص ان امور کی تصدیق کریگا وہ موحد ہوگا پھر اگر تصدیق کے ساتھ دل مین سے شک بھی دور ہوجاویگا تب پہلی
اصطلاح کے بموجب موقن ہوگا اور اگر ایمان کے ساتھ تصدیق اس طرح غالب ہوجاویگی کہ درمیانی چیزون پر غصہ ہونا اور ایسے راضی ہونا
اور انکا مشکور ہونا دل سے دور ہوجاوے اور انکو اپنے دل مین ایسا سمجھے جیسے قلم اور ہاتھ انعام کے فرمان لکھنے والے کی نسبت کہ مین
کہ وہ قلم اور ہاتھ کا نہ مشکور ہوا اور نہ انپر غصہ کرے بلکہ انکو آلہ اور مسخر منعم کا جانتا ہی تو اس صورت مین دوسری اصطلاح کے موافق اہل یقین
ہوگا اور یہ یقین اشرف ہی اور پہلے یقین کا ثمرہ اور فائدہ اور روح ہی اور جب آدمی کے نزدیک ثابت ہوجاوے کہ آفتاب اور چاند اور ستارے

اور جمادات اور نباتات اور حیوانات اور تمام مخلوق خدا تعالی کے امر کی اس طرح مسخر ہین جیسے قلم کاتب کے ہاتھ مین اور قدرت ازلی ہی سب
کی مصدر ہی تو اسکے دل پر توکل اور رضا اور تسلیم کا غلبہ مستولی ہو جاویگا اور غضب اور کینہ اور حسد اور بدخلقی سے بری اور پاک ہو جاویگا ایک
محل یقین کا تو یہ ہوا دوسرا یہ ہی کہ اللہ تعالی نے جو رزق کی کفالت فرمائی ہی اس آیت مین وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا اسپر اعتماد اور
یقین کرے کہ یہ رزق ضرور پہونچیگا اور جو کچھ میری قسمت مین ہی وہ میرے پاس بھیج دیا جاویگا اور جب یہ بات دل پر غالب ہو جاویگی تو طلب
رزق شرعی طور پر کریگا اور جو چیز اُس سے فوت ہو جاویگی اُسپر افسوس نہ کریگا نہ حرص و طمع کا دامن دراز کریگا اور اس یقین سے بھی کچھ
طاعات اور عمدہ اخلاق ظاہر ہونگے تیسرا یہ کہ دل پر مضمون اس آیت کا غالب ہو فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ
یعنی ثواب اور عذاب کا یقین ہو یہانتک کہ یہ سمجھے کہ طاعات کو ثواب سے ایسی نسبت ہی جیسے روٹی کو ہی پیٹ بھرنے سے اور گناہون کو
عذاب سے وہ علاقہ ہی جیسے زہرون اور سانپون کو ہی ہلاک کرنے سے تو جیسے شکم سیری کے لیے روٹی حاصل کرنے کا حریص ہوتا ہی اور تھوڑی
بہت کتنی ہی ہو اُسکی حفاظت کیا کرتا ہی اسی طرح طاعتون کا حریص ہو اور تھوڑی بہت سب کو بجالانے کا مشتاق ہو اور جس طرح زہر قلیل
اور کثیر سے اجتناب کرتا ہی اسی طرح گناہون ادنی اور اعلی اور تھوڑے بہت سے اجتناب کرے اُس امر مین یقین بموجب اصطلاح اول کے
تو اکثر ایماندارون کو ہوتا ہی مگر اصطلاح ثانی کے موافق خاص مقرب شخصون کو ہوا کرتا ہی اور اس یقین کا ثمرہ یہ ہوتا ہی کہ آدمی اپنے حرکات اور
سکنات اور خطرون کو دیکھتا رہتا ہی اور تقوی مین اور ہر قسم کی برائی سے بچنے مین مبالغہ کرتا ہی اور جسقدر یہ یقین غالب ہوگا اسی قدر
گناہون سے احتراز اور طاعات کے لیے تیاری زیادہ ہوگی چوتھے یہ کہ یقین کرے کہ اللہ تعالی میرے ہر حال مین مجھپر مطلع ہی اور میرے
دل کے وسوسون اور خفیہ خطرون اور فکرون کو دیکھتا ہی اس بات کا یقین بموجب اصطلاح اول کے تو ہر ایماندار کو ہوتا ہی یعنی کسی کو اس
امر مین شک نہین مگر دوسری اصطلاح کے بموجب اسکا یقین کمیاب ہی اور وہی مقصود ہی البتہ صدیقون کو اس مرتبے کا یقین ہوا کرتا ہی اور
اس یقین کا ثمرہ یہ ہی کہ انسان تنہائی مین بھی اپنے سب کامون مین ادب سے رہتا ہی جیسے کوئی شخص کسی بڑے بادشاہ کی نظرون کے
سامنے بیٹھا ہو کہ ہر وقت گردن جھکائے اپنے سب اعمال مین ادب کا لحاظ رکھتا ہی اور ایسی حرکت سے جو مخالف ادب کے ہو
احتراز کیا کرتا ہی اسی طرح جب یہ معلوم کرلے کہ اللہ تعالی میرے باطن پر ایسا مطلع ہی جیسا خلق کے لوگ ظاہر پر مطلع ہوا کرتے ہین تو ظاہر
کے اعمال اور باطن کی فکر مین یکسان رہنا چاہیے بلکہ باطن کی آبادی اور صفائی اور زینت اور پاکی مین جو خدا تعالی کی نظر مین ہر دم ہی
زیادہ مبالغہ کرنا چاہیے بہ نسبت ظاہر کے بناوٹ کے جو لوگون کے لیے کرتے ہین اور یہ مقام یقین کا حیا اور خوف اور انکسار اور ذلت اور مسکنت
اور خضوع اور کچھ اخلاق عمدہ کا مورث ہوا کرتا ہی اور یہ اخلاق بڑی بڑی طاعتون کے موجب ہوتے ہین - حاصل یہ کہ ان امور مین سے
کسی امر مین یقین کا حال مثل درخت کے ہی اور یہ اخلاق دل مین مثل شاخون کے ہین جو اُس درخت سے نکلے ہون اور اعمال اور طاعات
جو اخلاق سے صادر ہوتے ہین وہ بمنزلہ پھلون اور کلیون کے ہین کہ شاخون سے نکلتی ہین غرضکہ یقین اصل اور اساس ہی اور اُسکے
محل اور مقام نسبت مقامات مذکورۂ بالا کے بہت زیادہ ہین چنانچہ عنقریب جلد چہارم منجیات مین انشاء اللہ انکا بیان ہوگا یہان لفظ
کے معنے سمجھانے کے لیے اس قدر کافی ہی اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ غمگین انکسار کے ساتھ سر جھکائے خاموش رہے
صورت اور لباس اور سیرت اور حرکت اور سکون اور گفتگو اور خاموشی سب مین خوف کا اثر ظاہر ہو جب اُسکی صورت کوئی دیکھے
تو خدا یاد آوے اور ظاہر حال ہی اُسکے عمل کی دلیل ہو جاوے اور مضمون صورتش بین حالش مپرس کا مصداق ہو علماے آخرت کی
فروتنی اور ذلت اور مسکینت اُنکے بشرے ہی سے معلوم ہو جاتی ہی اور بعض اکابر کا قول ہی کہ اللہ تعالی نے بندہ کو کوئی لباس اس
سے بہتر نہین پہنایا کہ وقار کے ساتھ فروتنی ہو یہ لباس انبیا علیہم السلام کا ہی اور نشانی صدیقون اور علما کی علامت ہی اور گفتگو زیادہ

[illegible]

کرنی اور خوش تقریری مین پڑا رہنا اور ہنسی مین ڈوبا رہنا اور حرکت اور کلام مین تیزی کرنی یہ سب علامتین شیخی اور خدا تعالی کے عذاب عظیم
اور شدت غضب سے بیخوف اور غافل رہنے کی ہین اور ان دنیا دارون کا طریق ہی جو اللہ تعالی کو بھولے ہین علماے باللہ کا یہ طور نہین ہی
اسلیے کہ عالم بموجب قول سہیل تستریؒ کے تین ہین ایک وہ کہ خداے تعالی سے اور اسکے امر سے واقف ہین مگر اسکے ایام سے ناواقف
یہ وہ لوگ ہین کہ حلال اور حرام کے باب مین حکم کرتے ہین اس طرح کا علم خوف خدا کا مورث نہین ہوتا اور ایک وہ کہ خدا کو جانتے ہین اور
اسکے امر اور ایام کو نہین جانتے یہ لوگ عوام ایماندار ہین اور ایک وہ کہ خداے تعالی کو بھی جانتے ہین اور اسکے امر اور ایام سے بھی واقف
ہین یہ لوگ صدیق ہین اور خوف اور فروتنی صرف انھین پر غالب ہوتی ہی ایام سے انکی مراد اقسام عقوبات پوشیدہ اور باطنی نعمتین جنکو اللہ
تعالی پہلے اور پچھلے قرنون پر مرحمت فرماتا ہی پس جس شخص کا علم ان چیزون پر محیط ہوگا اسکو خوف بھی بڑا ہوگا اور فروتنی بھی ظاہر ہوگی اور
حضرت عمرؓ نے فرمایا ہی کہ علم کو سیکھو اور علم کے لیے وقار اور حلم کو سیکھو اور جس شخص سے سیکھتے ہو اسکے لیے تواضع کرو اور جو شخص تمسے
سیکھے اسکو چاہیے کہ تمسے فروتنی کرے اور علماے جابر مت ہو کہ تمھارا علم جہل کے برابر بھی نہو - اور کسی نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے کسی
بندہ کو علم دیتا ہی تو اسکو علم کے ساتھ حلم اور فروتنی اور خوش خلقی اور نرمی بھی دیتا ہی علم مفید اسی کا نام ہی اور کسی بزرگ کا ارشاد ہی کہ جس
شخص کو اللہ تعالی علم اور زہد اور تواضع اور خلق حسن عنایت فرماوے تو وہ متقیون کا امام ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ بعض لوگ میری
امت مین سے بہتر ایسے ہین کہ ظاہر مین تو خدا تعالی کی رحمت کے وسیع ہونے سے ہنستے ہین اور خفیہ اسکے عذاب کے خوف سے روتے
ہین انکے بدن زمین مین ہین اور دل آسمان مین انکی جانین دنیا مین ہین اور عقلین عقبی مین وقار کے ساتھ چلتے ہین اور وسیلے سے
تقرب اللہ تعالی کا کرتے ہین یعنے جس امر کو باعث تقرب جانتے ہین اسکو بجالاتے ہین - اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہی کہ حلم علم
کا وزیر ہی اور نرمی اسکا باپ ہی اور تواضع اسکا لباس - اور بشر بن حارثؒ کہتے ہین کہ جو شخص علم سے ریاست کا طالب ہو تو اللہ تعالے
کا تقرب اس سے عداوت رکھتا ہی اسلیے کہ وہ آسمان اور زمین مین مبغوض ہی - اور بنی اسرائیل کی حکایات مین مروی ہی کہ ایک حکیم نے تین سو
ساٹھ کتابین حکمت مین لکھین یہانتک کہ حکیم نامی ہوا اللہ تعالی نے انکے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان شخص سے کہدو کہ تونے اپنی بک سے
زمین بھر دی اور ان مین سے کسی چیز سے تونے میری نیت نہین کی اور مین تیری بک سے کچھ نہین قبول کرتا جب اس حکیم کو خبر ہوئی تو
نادم ہوا اور وہ بات ترک کی اور عوام مین ملگیا اور بازارون مین پھرا اور بنی اسرائیل کے ساتھ کھانا پینا اختیار کیا اور اپنے جی مین فروتنی
کی پھر اللہ تعالی نے انکے نبی پر وحی بھیجی کہ اس سے کہدو کہ اب تجکو توفیق میری رضامندی کی ملی - اور اوزاعیؒ بلال بن سعد کا حال بیان
کرتے ہین کہ وہ کہا کرتے تھے کہ تم مین سے کوئی اگر شحنہ کے سپاہی کو دیکھتا ہی تو خدا تعالی سے اس سے پناہ مانگتا ہی اور اگر علماے دنیا کو
دیکھتا ہی جو اپنی عادتین بناے رکھتے ہین اور ریاست کے شائق ہین تو انکو برا نہین سمجھتا حالانکہ سپاہی کی نسبت کر زیادہ مستحق افسوس اور
دشمنی کے یہ لوگ ہین - اور مروی ہی کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ
محرمات سے بچنا اور ہمیشہ خدا کی یاد مین رطب اللسان رہنا پھر کسی نے سوال کیا کہ یارون مین سے کونسا اچھا ہوتا ہی آپ نے فرمایا کہ وہ
ہی کہ جب تم ذکر خدا کرو تو تمھاری مدد کرے اور اگر تم اللہ تعالی کو بھول جاؤ تو تمھین یاد دلا دے پھر پوچھا کہ ساتھیون مین برا کونسا ہی آپ نے
فرمایا کہ سب مین برا وہ ساتھی ہی کہ جب تم خدا کو بھولو تو وہ یاد نہ دلا دے اور جب اسکا ذکر کرو تو مدد نہ کرے پھر پوچھا کہ لوگون مین سے زیادہ
عالم کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ جو خدا تعالی سے زیادہ خوف رکھتا ہو پوچھا کہ آپ ہمکو ہم مین سے بہتر لوگ ارشاد فرمادین کہ ہم انکے
پاس بیٹھا کرین آپ نے فرمایا کہ ایسے لوگ وہ ہین کہ جب انپر نظر پڑے خدا یاد آوے پوچھا کہ سب لوگون مین برے کونسے ہین آپ نے فرمایا کہ
الٰہی مین تجسے مغفرت چاہتا ہون (یہ کلمہ انکے شر سے پناہ مین رہنے کے لیے ارشاد فرمایا) لوگون نے مکرر عرض کیا کہ آپ ہمکو بتلادین

یہ آیت پڑھی فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام تو کسی نے عرض کیا کہ اس شرح سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ نور جسوقت دل مین
ڈالا جاتا ہے اسکے لیے سینہ کھل جاتا ہے عرض کیا کہ اسکی کوئی پہچان بھی ہے آپ نے فرمایا کہ ہان دنیا سے علیحدہ رہنا اور دار پائدار کی طرف
رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پیشتر اسکی تیاری کرنی اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہے کہ اکثر گفتگو علم و اعمال کی کرے اور جو
چیزین کہ عمل کو فاسد کرتی ہین اور دلون کو پریشان کرتی ہین اور وسواس کو ابھارتی ہین اور شر کو اٹھا کھڑا کرتی ہین انکے حال سے بحث کرے
کیونکہ دین کی اصل شر سے بچنا ہے اور اسی لیے کسی نے کہا ہے قطعہ بدی کے علم سے ہمکو بدی نہین منظور ❊ وہ لے بچے رہین اس سے یہی ہے اپنی
مراد ❊ کہ شر کے حال سے جو آدمی نہین آگاہ ❊ بعید کیا ہے کہ وہ شر مین پڑکے ہو برباد ❊ اور ایک وجہ یہ ہے کہ اعمال جو فعلی ہین وہ آسان ہین ان
سب مین اعلی یہ ہے کہ زبان و دل سے اللہ تعالی کے ذکر کی مداومت کرے لیکن اسکی خوبی جب ہے کہ جو چیز اعمال کی مفسد اور دل کی پریشان کرنے
والی ہے اسکو پہچانے اور اسکی شاخین اور فروعات بہت سی ہین اور طریق آخرت کے چلنے مین اکثر انکی طرف ضرورت ہوتی ہے اور سب انہین مبتلا
ہوتے ہین اسلیے انکا پہچاننا ضروری ہے باقی رہے علماے دنیا تو وہ حکومات اور مقدمات کے نادر تفریعات سیکھا کرتے ہین اور انہین کے
درپے رہتے ہین اور ایسی صورتون کے گڑھنے مین محنت اٹھاتے ہین کہ قرنون تک کبھی واقع نہون اور اگر ہون تو انکے لیے نہون بلکہ غیرون کے
لیے ہون اور انکے واقع ہونے کی صورت مین بھی انکے بتانے والے بہت سے ہون اور جو چیزین کہ ان علما کے ساتھ ہر دم ہین اور رات اور
دن مین انکے خطرون اور وسوسون اور اعمال مین مکرر ہوتی رہتی ہین انکو چھوڑ بیٹھے ہین اور جو شخص کہ اپنی ضرورت لازم ہر وقت ہونیوالی
کو تو ترک کرے اور دوسرے کی ایسی مہم اختیار کرے کہ جو کمتر ہوتی ہو اور غرض اس سے خلق کے تقرب اور مقبول ہونے کو خدا تعالی کے تقرب
اور قبول پر اختیار کرتا ہو اور یہ لالچ ہو کہ مجھے دنیادار ہمکو فاضل محقق اور عالم مدقق کہین تو اسکے برابر سعادت سے دور اور کوئی نہوگا اور اسکا بدلہ
خدا تعالی کی طرف سے یہ ہے کہ نہ تو دنیا مین خلق کے نزدیک مقبول ہو کر منتفع ہون نہ آخرت مین خدا تعالی کے یہان بلکہ زمانے کے مصائب سے
زندگی تلخ گذرے پھر قیامت مین مفلس تہی دست جاوین اور علماے آخرت کے نفع اور مقربون کی فلاح کو دیکھ کر پچتاوین یہ بڑا بھاری ٹوٹا ہے
حضرت حسن بصریؒ لوگون کی نسبت کر کلام کرنے مین زیادہ تر مشابہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے تھے اور سیرت اور طریق مین اصحاب
رضی اللہ عنہم کے زیادہ تر قریب اورون سے تھے انکے ان دونون امرون مین سب کا اتفاق ہے اور انکا وعظ اکثر دلون کے خطرون اور
اعمال کی خرابیون اور نفسون کے وسوسون اور نفس کی خواہشون مین سے خفیہ اور دقیق کے باب مین ہوا کرتا تھا کسی نے انسے یہ بھی پوچھا
کہ آپ ایسی تقریر فرماتے ہین کہ جو ہم اورون سے نہین سنتے آپ نے تقریر کس سے سیکھی فرمایا کہ حذیفہ بن الیمانؓ سے اور حضرت حذیفہ بن الیمان
سے کسی نے پوچھا کہ آپ وہ گفتگو کرتے ہین کہ آپ کے سوا صحابہ مین اور کسی سے ہم نہین سنتے آپ نے یہ کہان سے سیکھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجکو اس تقریر سے خاص فرمادیا ہے لوگ تو آپ سے خیر کا حال پوچھا کرتے تھے اور مین آپ سے بدی کا حال پوچھتا تھا اس ڈر سے
کہ کہین اسمین مبتلا نہو جاؤن اور یہ مین نے جان لیا تھا کہ خیر میرے پاس نہ آوے گی اور ایک روایت مین یہ ہے کہ مین نے جان لیا کہ جو شر کو نہین پہچانتا
وہ خیر کو بھی نہین جانتا اور ایک مین اسطرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے کہ جو شخص ایسا ایسا کام کرے
اسکو کیا ثواب ہے یعنی اعمال اور انکے فضائل کا حال پوچھتے تھے اور مین پوچھا کرتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلان فلان اعمال کو کون چیز فاسد
کر دیتی ہے جب آپ نے مجکو دیکھا کہ عمل کی آفتون ہی کا حال پوچھتا ہون تو مجکو خاص یہی علم تعلیم فرمایا اور حضرت حذیفہ منافقون کے
جاننے مین بھی مخصوص تھے علم نفاق اور اسکے اسباب اور فتنہ کی باریکیون کے جاننے مین یکتا تھے حضرت عمرؓ اور عثمانؓ اور بڑے بڑے
صحابی انسے احوال عام اور خاص فتنون کا پوچھا کرتے اور لوگ انسے منافقون کا حال پوچھتے تو جتنے باقی ہوتے انکے شمار بتلا دیتے
نام نہ بتاتے اور حضرت عمرؓ انسے اپنا حال پوچھا کرتے کہ مجھ مین تو کوئی نفاق کی بات نہین پاتے وہ آپ کو بری اور صاف فرما دیتے اور

جب حضرت عمرؓ کسی جنازے کی نماز پڑھنے کو بلائے جاتے تو آپ دیکھتے اگر حضرت حذیفہ کو جنازے کے ساتھ شریک اور موجود پاتے تب
تو نماز پڑھتے اور اگر وہ وہان نہوتے تو نماز نہ پڑھتے اور حضرت حذیفہ کا نام صاحب السر یعنی رازدار تھا۔ غرضکہ دل کے مقامات اور احوال کی خبر
رکھنی علماے آخرت کا قاعدہ ہی اسلیے کہ قرب الٰہی کی طرف سعی کرنے والا دل ہی ہی اور اب یہ فن کمیاب اور نرالا ہوگیا اور اگر کوئی عالم اس
فن مین کسی چیز کے درپے ہوتا ہی تو لوگون کو عجیب معلوم ہوتا ہی اور بعید جانتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ صرف واعظون کا دھوکا ہی تحقیق کہان ہی
تحقیق صرف جھگڑے کی باتون مین سمجھتے ہین واقع مین کسی نے سچ کہا ہی قطعہ طریقے ہین بہت سے پر رہ حق ہی جدا گانہ + جو سالک اس
طریقے کے ہین وہ بھی ہوتے ہین یکتا + نہ انکو کوئی جانے اور نہ کوئی انکے مطلب کو + مزے مین وہ غرض چلتے ہین اس مقصود کا رستا بہ تیزی
جون سے مطالب کو اس سے لوگ ہین غافل + کہ اکثر خلق راہ حق سے غفلت مین ہی سرتا پا + بالجملہ اکثر لوگ ایسی ہی چیز کی طرف راغب ہین جو
سہل تر اور انکی طبیعت کے موافق ہو اسلیے کہ حق تلخ ہی اور اسپر آگاہ ہونا مشکل ہی اور اسکا دریافت کرنا نہایت سخت ہی اور اسکا طریق دقیق ہی
خصوصاً دل کے صفات کو معلوم کرنا اور اسکو برے اخلاق سے پاک کرنا کہ یہ تو ہمیشہ کی جان کندنی ہی اور جو شخص اسکے درپے ہوتا ہی وہ ایسا ہی
جیسے دوا پینے والا کہ دوا کی تلخی پر بامید شفاے آیندہ صبر کرتا ہی یا ایسا ہی کہ گویا عمر بھر روزے رکھتا ہی کہ وہ بھی سختیون کی برداشت اسلیے کرتا ہی
کہ مرنے پر اسکی عید ہو جاوے پس ایسے طریق کی رغبت کس طرح بہت ہو سکتی ہی اور اسی وجہ سے مشہور ہی کہ بصرے مین ایک سو بیس واعظ
تھے جو نصیحت و پند کیا کرتے تھے مگر علم الیقین اور دلون کے حالات اور باطن کے صفات پر کوئی سواے تین شخصون کے گفتگو نہ کرتا تھا وہ
سہل تستری اور صبیحی اور عبدالرحیم تھے اور ون کے وعظ مین اتنے لوگ ہوتے تھے کہ شمار سے زاید ہون اور ان تین کے وعظ مین بہت کم
ہوتے تھے کبھی ایسا ہوتا ہوگا کہ دس سے زیادہ ہوتے ہون اسلیے کہ نفیس اور عمدہ چیز کے اہل خاص ہی لوگ ہوتے ہین اور جو چیز عوام کو
دیجاتی ہی وہ سہل ہوتی ہی اسکے خواستگار بہت ہو جاتے ہین اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ اپنے علوم مین اعتماد اپنی بصیرت اور
دل کی صفائی کے ادراک پر کرے کتابون اور صحیفون پر نہ کرے اور نہ اس چیز پر جو دوسرے سے سنے تقلید کے لیے صرف صاحب شریعت
صلی اللہ علیہ وسلم ہین جس بات کا آپ نے امر فرمایا اور جسکو کہا کہ اسمین آپ ہی کی تقلید کرے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقلید بھی اس جہت سے
کرے کہ انکا کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا پھر جب پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انکے
اقوال اور افعال کے قبول کرنے مین بجالاوے تو چاہیے کہ انکے اسرار کے سمجھنے کا حریص ہو اسلیے کہ پیروی فعل اسی لیے کرتا ہی کہ صاحب
شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کیا ہی اور آپ کا کرنا ضرور ہی کہ کسی راز کے باعث ہوگا اسی لیے چاہیے کہ اعمال اور اقوال کے اسرار
کے باب مین خوب تلاش کرے کیونکہ اگر جو کچھ سنیگا اسکو یاد کریگا تو علم کا ظرف ہو جاویگا عالم نہوگا اور اسی لیے پہلے زمانے مین اس قسم کے
آدمی کو کہا کرتے تھے کہ فلان شخص علم کے ظروف مین سے ہی اور عالم نہ کہتے تھے پس جس حال مین کہ علم والا یاد کرے اور فعل کی حکمت
اور اسرار سے ناواقف ہو تو اسکو عالم نہ کہینگے اور جسکے دل سے پردہ اٹھ گیا ہو اور نور ہدایت سے منور ہوگیا ہو وہ بذات خود متبوع اور
پیشوا ہو جاتا ہی اسکو نہ چاہیے کہ دوسرے کی تقلید کرے اور اسی لیے حضرت ابن عباس نے فرمایا ہی کہ سواے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے کوئی ایسا شخص نہین ہی کہ اسکی ساری باتین مان لیجاوین بعض مان لیجاتی ہین اور بعض نہین مانی جاتین اور حضرت ابن عباس
نے فقہ حضرت زید بن ثابتؓ سے سیکھی تھی اور قرأت حضرت ابی بن کعب کو سنائی تھی پھر ان دونون علمون مین دونون استادون کا اختلاف
کیا۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ جو کچھ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا ہی اسکو تو ہم بسر وچشم مانتے ہین اور جو صحابہ سے پہونچا ہی
اسمین سے بعض کو اختیار کرتے ہین اور بعض پر عمل نہین کرتے اور جو تابعین سے پہونچا ہی تو وہ بھی آدمی ہین اور ہم بھی آدمی اور صحابہ کو
فضیلت اسوجہ سے ہی کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے قرائن کو دیکھا اور جو باتین کہ قرائن سے معلوم ہوئین

اثر انکا دل متعلق ہوا اور اسی تعلق سے ٹھیک صواب پر رہے اور مشاہدہ قرینوں کا ایسا ہے کہ روایت اور الفاظ میں داخل نہیں ہے تا بلکہ انپر نور نبوت کا فیضان اتنا تھا کہ اکثر خطا سے محفوظ رہیں۔ اور جبکہ غیر سے سنی ہوئی بات پر اعتماد کرنا ناپسند تقلید ہے تو کتابوں اور تصنیفوں پر اعتماد کرنا تو زیادہ بعید ہے بلکہ کتابیں اور تصنیفیں نئی چیزیں ہیں کہ زمانہ صحابہؓ اور کسی قدر تابعین کے شروع زمانے میں کوئی کتاب یا تصنیف نہ تھی ہجرت کے ایک سو بیس برس پیچھے تمام صحابہ اور کچھ تابعین کی وفات کے بعد مثل وفات سعید بن مسیبؓ اور حسن بصریؒ اور دوسرے عمدہ تابعین کے تالیف ہوئیں بلکہ اول کے لوگ حدیث کی کتابوں کا لکھنا اور تصنیف کرنا برا جانتے تھے اس غرض سے کہ لوگ ان کتابوں کے باعث یاد کرنا اور قرآن کا پڑھنا اور سمجھنا کہیں نہ چھوڑ بیٹھیں اور کہتے تھے کہ جیسے ہم یاد کیا کرتے تھے ویسے تم بھی یاد کرو اور اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق اور کچھ اور صحابہؓ نے قرآن مجید کا مصحف میں جمع کرنا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا کہ ہم کس طرح ایسی بات کریں جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور اس بات سے ڈرے کہ لوگ کہیں لکھے ہوئے قرآن پر بھروسا کر کے اسکی تلاوت نہ چھوڑ دیں اور یہ کہا کہ قرآن کو ایسا ہی رہنے دو کہ ایک دوسرے سے سیکھ پڑھ لیا کرے تاکہ انکا شغل اور مقصود بنا رہے یہانتک کہ حضرت عمرؓ اور باقی اصحابؓ نے قرآن کے لکھنے کو کہا اس خوف سے کہ لوگ سستی اور کسل نہ کر جاویں یا یہ کہ اگر پڑھنے میں کسی کلمہ یا مشابہات کے خلاف ہو تو کوئی اصل ایسی نہ ملے جس سے اس خلاف کو دور کریں پس حضرت ابوبکر صدیق کا دل بھی اس بات کے لیے کھل گیا اور قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا اور امام احمد بن حنبلؒ امام مالکؒ پر موطا بنانے میں انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو بات صحابہؓ نے نہیں کی اسکو تم پیدا مت کرو۔ اور کہتے ہیں کہ سب سے اول کتاب جو اسلام میں بنی وہ ابن جریج کی کتاب ہے جس میں آثار اور تفسیر بن جو مجاہد اور عطا اور شاگردان حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں ابن جریج ہیں یہ کتاب مکہ معظمہ میں تصنیف ہوئی اسکے بعد معمر بن راشد صنعانی کی کتاب متضمن سنین ماثورہ نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام یمن میں تیار ہوئی پھر امام مالکؒ کی موطا مدینہ میں پھر سفیان ثوریؒ کی جامع تالیف ہوئی پھر چوتھے قرن میں کلام کی تصنیفات ایجاد ہوئیں اور جنگ وجدل اور مقالات بیہودہ میں خوض کثرت سے ہونے لگا اور لوگوں کو اسطرف رغبت ہوئی اور قصوں اور وعظ گوئی کا شوق ہوا تو اسوقت سے علم یقین کم ہونے لگا اور بعد کو تو یہ حال ہوا کہ دلوں کا علم اور نفس کے صفات کا حال دریافت کرنا اور شیطان کے فریبوں کا معلوم کرنا ایک عجیب بات ہو گئی اور سب لوگوں نے اسطرف سے منہ پھیر لیا صرف چند لوگ رہ گئے جنکو ان علوم کا شوق ہوا اب عالم وہی کہلاتا ہے جو مناظرہ کرنے والا اور کلام والا ہو یا وعظ میں قصوں کو خوب چکنے الفاظ سے اور مقفی عبارتوں سے بیان کرے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ انکے سننے والے عوام ہوتے ہیں انکو یہ تمیز نہیں کہ علم واقع میں کونسا ہے اور غیر واقع کونسا اور صحابہ کی سنت اور علوم انکو معلوم نہیں تاکہ اسکی نسبت سے دیکھ لیتے کہ یہ لوگ ان کے عالم انکے بالکل مخالف ہیں اسی جہت سے جسکو کچھ کہتے سنا عالم کہدیا اور اسی طرح پچھلے بھی اگلوں کی پیروی کرتے آئے اور علم آخرت تہ ہو گیا اور بجز چند خواص کے اور لوگوں میں سے علم اور کلام میں کا فرق بھی اٹھ گیا البتہ خواص سے اگر کوئی پوچھتا کہ فلاں زیادہ علم رکھتا ہے یا فلاں تو وہ کہدیتے تھے کہ فلاں علم میں زیادہ ہے اور دوسرا کلام میں غرض کہ علم میں اور کلام پر قدرت ہونے پر انکو تمیز تھی جب اگلے زمانے میں دین ایسا سست ہو گیا تو اب اس زمانے کا کیا حال پوچھتے ہو کہ نوبت اس حدتک پہونچی ہے کہ اگر کوئی کلام وغیرہ سے انکار کرے تو دیوانہ کہلاتا ہے اسی لیے بہتر یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کے فکر میں لگے اور چپ ہو رہے اور ایک علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ بدعتوں سے اور نو ایجاد چیزوں سے بہت بچے گو انپر تمام عوام نے اتفاق کر لیا ہو جو چیز صحابہ کے بعد نئی ہوئی ہو انپر لوگوں کے اتفاق کر لینے سے مغالطہ نہ کھاوے بلکہ صحابہؓ کے حالات اور سیرت اور اعمال کی جستجو کا حریص ہو اور یہ دریافت کرے کہ انکی ہمت اکثر کن باتوں میں مصروف تھی آیا درس دینے اور تصنیف کرنے اور مناظرہ کرنے اور قاضی اور حاکم ہونے اور وقفوں کے متولی اور یتیموں اور وصیتوں کے مال کے امین بننے اور سلاطین سے ملنے اور ان سے اچھی

طرح صحبت رکھنے مین وہ لوگ مصروف تھے یا خوف اور اندوہ اور فکر اور مجاہدہ اور نگاہبر و باطن کے مراقبہ اور چھوٹے بڑے گناہون کے بچنے اور نفس کی خفیہ خواہشون کے معلوم کرنے اور شیطان کے حیلون کو دریافت کرنے وغیرہ علوم باطن مین مشغول تھے اور یہ بات قطعاً جان لوکہ زمانے کے لوگون مین سے زیادہ عالم اور حق سے قریب تر وہ ہی جو صحابہؓ کے زیادہ مشابہ ہو اور اکابر سلف کے طریق سے واقف تر اسلیے کہ دین انھین لوگون سے لیا گیا ہی اور اسی لیے حضرت علی نے فرمایا ہی کہ ہم مین سے بہتر وہ شخص ہی جو اس دین کا زیادہ تابع ہو اور یہ آپ نے اسوقت ارشاد فرمایا تھا کسی نے آپ کی خدمت مین عرض کیا تھا کہ آپ نے فلان شخص کا خلاف کیا۔ غرضکہ اگر تم زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو تو اس بات کی پروا نہ کرو کہ اپنے زمانے کے لوگون کی مخالفت ہی کیونکہ لوگون نے اپنی خواہشون کی خواہش کی جہت سے ایک قیاس ٹھہر الیا اور انکا نفس اس بات کو گوارا نہین کرتا کہ اقرار کرین کہ ہماری راہ جنت سے محروم ہونے کی موجب ہی تو اسی بات کے مدعی ہوے کہ جنت کی سبیل بجز اس راہ کے اور کوئی نہین اور اسی جہت سے حضرت حسن بصری رحمہ نے فرمایا ہی کہ اسلام مین دو نئے شخص پیدا ہو گئے ایک تو وہ کہ جسکی راے خراب ہی وہ کہنے لگا کہ جنت اسی کے لیے ہی جسکی راے میری راے جیسی ہو دوسرے وہ دولتمند کہ دنیا پرست ہی اسی کے لیے ناخوش ہوتا ہی اور اسی کے واسطے راضی اور اسی کی طلب کرتا ہی پس تم ان دونون کو ترک کر دو اور جہنم مین جانے دو اور اگر کوئی شخص اس دنیا مین ایسا ہو کہ ادھر تو تو اگر اسکو اپنی دنیا کی طرف بلاتا ہو اور ادھر بدعتی اپنی راے فاسد کیطرف اور اس شخص کو خدا تعالی نے دونون سے محفوظ رکھا ہو اور وہ سلف صالح کا مشتاق ہو کہ انکے افعال کو پوچھتا ہو اور انکے آثار کا اقتدا کرکے اجر عظیم کا خواہان ہو تو تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ اور حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت موقوف اور مرفوع دونون طرح آئی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ وہ ہی باتین ہین ایک کلام دوسری سیرت تو کلام مین سے عمدہ تو خدا تعالی کا کلام ہی اور سیرت مین سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہی آگاہ رہو کہ اپنے آپ کو نئے امور سے دور رکھو کہ سب امور سے بدتر نئے امور ہین اور جو نئی بات ہی وہ بدعت ہی اور جو بدعت ہی وہ گمراہی ہی خبردار رہو کہ اپنی عمر کو زیادہ مت سمجھو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جاوینگے یہ جان رکھو کہ جو چیز آنے والی ہی وہ نزدیک ہی اور وہی ہی جو آتی نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ خوشحالی ہو اسکو جسکو اپنے عیب دیکھکر دوسرے لوگون کے عیب سے پہلوتہی کی اور جو مال کہ بدون معصیت کمایا اسمین سے خرچ کیا اور فقہ اور حکمت والون سے میل کیا اور مفتون اور معصیت کے لوگون سے احتراز خوشحالی ہو اسکو جو اپنے جی مین ذلیل بنا اور اسکی عادت اچھی ہوئی اور باطن درست ہوا اور لوگون کو اسکی ایذا نہ پہونچی خوشحالی ہو اسکو جسنے اپنے علم کے بموجب عمل کیا اور جو کچھ مال اسکے پاس زیادہ رہنے ڈالا اور جو بات کہ بقدر حاجت ہوئی اسکو زبان سے نکالا طریق سنت اسپر محیط رہا اور اس سے بدعت کی طرف تجاوز نہ کیا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ آخر زمانے مین سیرت کا بہتر ہونا بہت سے عمل کی نسبت کراچھا ہوگا اور فرمایا کہ تم لوگ ایسے زمانے مین ہو کہ تم مین سے بہتر اب وہ ہی جو امور خیر مین جلدی کرتا ہی اور عنقریب تمھارے بعد ایک ایسا وقت آویگا کہ اسمین بہتر وہ ہوگا جو ثابت قدم رہے اور کام کی بجا آوری مین توقف کرے اسلیے کہ شبہات بہت سے ہونگے۔ اور یہ بات آپ نے سچ فرمائی اسلیے کہ اسوقت مین اگر کوئی شخص توقف نہ کرے اور جن امور مین سب مبتلا ہین انمین انکی موافقت کرے اور انھین کی سی باتون مین خوض کرے تو جیسے وہ تباہ ہوے ایسا وہ بھی تباہ ہو جاویگا اور حضرت حذیفہ نے اس سے بھی عجیب تر بات فرمائی ہی کہ تم لوگون کی نیکی اسوقت مین پہلے زمانے کی برائی ہی اور جسکو تم اب برائی جانتے ہو وہ پہلے وقت مین بھلائی تھی اور تم جبھی تک خیر سے رہوگے جبتک کہ حق کو پہچانو گے اور تمھارے عالم امر حق نہ چھپاوینگے۔ اور واقع مین آپ نے درست فرمایا کہ اس زمانہ کی اکثر بھلائیان ایسی ہین کہ صحابہؓ کے وقت مین انپر انکار ہوتا تھا مثلاً آج کل بھلائی کے دھوکے مین مسجدون کی زینت اور آراستگی کرتے ہین اور اسکی عمارت کے باریک کامون مین بڑے مال لگاتے ہین اور عمدہ چیزون سے

[illegible]

فرش بچھاتے ہین حالانکہ پہلے مسجد مین بوریون کا بچھانا بھی بدعت گنا جاتا تھا اور کہتے ہین کہ یہ فرش وغیرہ حجاج بن یوسف کا ایجاد ہوا کا بر سلف تو مسجد کی مٹی پر بہت کم فرش بچھاتے تھے یہی حال مناظرہ اور جدل کی دقیق باتون مین مشغول ہونے کا ہو کہ اسکو بھی اس زمانے کے لوگ بہت برا سمجھتے ہیں اور کہتے ہین کہ بڑے ثواب کی بات ہو حالانکہ سلف مین یہ امر برا متصور ہوتا تھا اور اسی مین داخل ہو قرآن اور اذان مین راگ کی سی آواز کرنی اور صفائی مین مبالغہ کرنا اور طہارت مین وسوسہ کرنا اور کپڑون کی نجاست دور کے سبب سے فرض کر لینی مگر کھانون کے حلال اور حرام مین تساہل برتتے ہین جو سب سے اول باب ہو اور اسکے سوا بہت سی باتین ہین اور حضرت ابن مسعودؓ نے سچ فرمایا ہو کہ آج تم ایسے زمانے مین ہو جس مین خواہش نفس علم کے تابع ہو اور تمپر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ اسمین علم خواہش نفس کا تابع ہوگا - اور امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے کہ لوگون نے سنت کو چھوڑ کر غرایب باتون پر توجہ کی انھین علم نہایت کم ہو خدا مدد کرے - اور مالک بن انسؓ فرماتے ہین کہ زمانہ گذشتہ مین لوگ وہ امور نہین پوچھتے تھے جو آج پوچھتے ہین اور نہ علما حرام اور حلال کو بیان کرتے تھے مین نے انکو دیکھا کہ یہ کہا کرتے تھے کہ مستحب ہو اور مکروہ ہو - اس سے یہ غرض ہو کہ ان لوگون کی نظر کراہت اور استحباب کے دقایق مین ہوا کرتی تھی حرام سے تو ظاہر ہو کہ بچا ہی کرتے تھے - اور ہشام بن عروہ کہا کرتے تھے کہ علما سے آج وہ باتین پوچھو جو انھون نے اپنے جی سے تراشی ہین اسلیے کہ انکا جواب انھون نے بنا رکھا ہو بلکہ ان سے سنت کا طریق پوچھو کہ اسکو جانتے ہی نہین - اور ابو سلیمان دارانی کہا کرتے تھے کہ جس شخص کے دل مین کوئی امر خیر الہام کیا جاوے تو اسکو چاہیے کہ اسپر عمل نہ کرے جبتک کہ اسکا ہونا آثار سے نہ سن لے اگر آثار مین اس امر کا وجود پایا جاتا ہو تو خدا تعالی کا شکر کرے کہ جو بات اسکے دل مین پڑی وہ آثار کے مطابق ہوئی اور یہ بات آپ نے اسلیے فرمائی کہ اب جو رائین نئی نئی بہت سی ہوگئی ہین انکو سنکر آدمی کبھی دل مین جا لیتا ہو اور اس سے بعض اوقات دل کی صفائی مین فرق آجاتا ہو اور اسکے باعث سے امر باطل کو حق خیال کرنے لگتا ہو اسلیے احتیاطا ضرور ہوا کہ جو امر دل مین پڑے اسکی پشتی آثار کی تائید سے کرلے - اور اسی وجہ سے جب نماز عید مین مروان نے عیدگاہ کے قریب منبر بنوایا تو حضرت ابو سعید خدریؓ نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے مروان یہ کیا بدعت ہو مروان نے کہا کہ یہ بدعت نہین بلکہ یہ بہتر ہو اس سے کہ تم جانتے ہو آدمی بہت ہو گئے ہین اسلیے مین نے چاہا کہ آواز سب کو پہونچے آپ نے فرمایا کہ جو مین جانتا ہون اس سے بہتر تم کبھی نہ کروگے اور بخدا کہ مین آج تیرے پیچھے نماز نہ پڑھونگا - اور حضرت ابو سعیدؓ نے منبر کو اسلیے برا جانا اور مروان پر اعتراض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے خطبے اور مینھ کی دعا مین کمان یا لاٹھی پر سہارا دے لیا کرتے تھے منبر پر نہ چڑھتے تھے اور ایک حدیث مشہور مین آیا ہو کہ من احدث فی دیننا مالیس منہ فھو رد اور ایک دوسری حدیث مین آیا ہو کہ جو شخص دھوکا دے میری امت کو اسپر لعنت ہو خدا تعالی اور فرشتون اور کل آدمیون کی کسی نے عرض کیا کہ آپ کی امت کا دھوکا دینا کیا ہو آپ نے فرمایا کہ یہ ہو کہ ایک بدعت پیدا کرے اور لوگون کو اسپر ترغیب دے اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہو کہ خدا تعالی کا ایک فرشتہ ہو کہ ہر روز یون پکارتا ہو کہ جو کوئی خلاف کرے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اسکو شفاعت آپکی نصیب نہوگی - اور جو شخص بدعت خلاف سنت ایجاد کرکے دین مین خطاوار ہوتا ہو اسکی نسبت دوسرے گناہگار سے ایسی ہو جیسے کسی بادشاہ کی سلطنت اکھاڑنے والے کو اس آدمی کی طرف جو صرف کسی خدمت خاص مین بادشاہ کے کہنے کے خلاف کرے اور یہ تقصیر بادشاہ کبھی معاف بھی کر دیتا ہو مگر سلطنت کے درہم برہم کرنے کا قصور معاف نہین کرتا - اور بعض اکابر سلف نے ارشاد فرمایا کہ جس بات مین سلف نے گفتگو کی ہو اس سے سکوت کرنا ظلم ہو اور جس بات مین انھون نے سکوت کیا ہو اسمین گفتگو کرنی تکلف ہو - اور کسی دوسرے نے کہا ہو کہ امر حق گران ہو جو شخص اس سے بڑھتا ہو وہ ظالم ہو اور جو اسمین کمی کرتا ہو وہ عاجز ہو اور جو اسپر توقف کرتا ہو وہ کفایت کرتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو لازم پکڑو طریق اوسط کو جسکی طرف آگے جانے والا لوٹ آوے اور پیچھے چلنے والا پہنچ جاوے

اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ گمراہی والون کے دلون مین اُسکی بھی حلاوت معلوم ہوتی ہی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وذر الذین اتخذوا دینہم لعبا ولہوا اور فرمایا افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنا تو جو چیز کہ بعد صحابہؓ کے پیدا ہوئی اور مقدار ضرورت اور حاجت سے زائد ہی وہ لہو ولعب مین داخل ہی۔ ابلیس علیہ اللعن کی حکایت کرتے ہین کہ زمانہ صحابہؓ مین اُسنے اپنا لشکر اُن لوگون مین متفرق کر دیا وہ سب اُسکے پاس بہت تھکے ماندے پھر آئے اُسنے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہی کہا کہ ہمنے صحابہؓ جیسے لوگ نہین دیکھے کسی بات مین ہمارا داؤ اُنپر نہین چلتا ہمکو تھکا مارا ابلیس نے کہا کہ واقع مین تم اُنپر قدرت نہ پاؤگے اسلیے کہ وہ اپنے نبی کی صحبت مین رہے ہین اور کلام اللہ کے اُترنے کو دیکھا ہی مگر عنقریب اُنکے بعد کچھ لوگ ہونگے کہ اُنسے تمھاری غرض نکلیگی جب تابعین کا زمانہ ہوا تو پھر شیطانون کو بھیلایا اور وہ بدستور شکستہ حال واپس آئے اور کہا کہ ہمنے اُنسے عجیب تر لوگ دیکھے ہی نہین اگر کہین ہمارا داؤ چل گیا اور کچھ گناہ کرا پائے تو جب شام ہونے لگتی ہی وہ اپنے رب سے مغفرت چاہتے ہین اللہ تعالی اُنکی بُرائیون کو نیکیون سے بدل دیتا ہی ابلیس نے کہا کہ تمکو ان سے کچھ نہ ملیگا اسلیے کہ اُنکی توحید درست ہی اور اپنے نبی کی سنت کے اتباع مین چست ہین مگر بعد کو ایک قوم ہوگی کہ اُنسے تمھاری آنکھین ٹھنڈی ہونگی اور تم اُنسے خوب کھیلوگے اور خواہش نفس کی باگون سے انکو جدھر چاہوگے کھینچ لوگے اگر وہ استغفار پڑھینگے اور طلب مغفرت کرینگے تو انکو معاف نہ کیا جائیگا اور توبہ کرنے سے نہین کہ خدا تعالی اُنکی بُرائیون کو بھلائیون سے بدل دے۔ راوی کہتا ہی کہ جب اول قرنون کے بعد لوگ ہوئے تو ابلیس نے اُنمین بدعتین پھیلادین اور اُنکو اُنکی نظرون مین اچھا کر دیا اسی لیے اُنھون نے بدعتون کو حلال جانا اور اُنکو دین ٹھہرالیا کہ نہ اُنسے استغفار کرتے ہین نہ توبہ اُنپر دشمن غالب ہوگئے ہین جدھر چاہتے ہین اُدھر کھینچتے ہین اب اگر یہ کہو کہ ابلیس تو سوجھتا نہین نہ کسی سے باتین کرتا ہی تو اس حکایت بیان کرنے والے نے کیسے جانا کہ ابلیس نے یون کہا تھا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اہل دل کو جو ملکوت کے حال اور اسرار معلوم ہوتے ہین تو کبھی تو الہام کے طور پر معلوم ہوتے ہین کہ دل مین بطور خطرہ کے پڑجاتے ہین ایسی طرح کہ اُنکو خبر نہین اور کبھی بطور سچے خواب کے اور کبھی جاگتے مین مثالون کے دیکھنے سے معانی ظاہر ہوجاتے ہین جیسے خواب مین ہوا کرتا ہی اور جاگتے مین معلوم ہوجانا اسرار کا نبوت کے عالی درجون مین سے ہی جیسے سچی خواب چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہوتی ہی اور خبردار تم یہ علم پڑھکر ایسا نہ کرنا کہ جو چیز تمھاری عقل ناقص کی حد سے باہر ہو اُسکو انکار کرنے لگو کہ اس مین بڑے بڑے ماہر تباہ ہوگئے جنکو دعوی تھا کہ ہم علوم معقول سب جانتے ہین جو علم عقلی کہ اولیا اور انکی ان جیسی باتون کے انکار کی طرف بلاوے اُس سے جہالت ہی بہتر ہی اور جو شخص ان باتون کا انکار اولیاء اللہ کے لیے کرتا ہی اسکو انبیا علیہم السلام کا بھی انکار کرنا پڑتا ہی اور دین سے بالکل باہر ہوجاتا ہی بعض عارفون نے فرمایا ہی کہ ابدال جو اطراف زمین مین چلے گئے اور عوام کی نظرون سے چھپ گئے اسکی وجہ یہ ہی کہ اُنکو اس زمانے کے علما کے دیکھنے کی تاب نہین اسلیے کہ علما اُنکے نزدیک خدائے تعالی کو نہین جانتے حالانکہ اپنے گمان مین اور جاہلون کے عندیہ مین عالم ہین۔ سہیل تستریؒ فرماتے ہین کہ بڑی معصیت ہی جہالت سے جاہل رہنا اور عوام کی طرف نظر کرنی اور اہل غفلت کے کلام سننے اور جو عالم کہ دنیا مین گھسا ہوا ہو اُسکا قول سننا نہ چاہیے بلکہ جو کچھ کہے اُسمین اُسکو متہم جاننا چاہیے اسلیے کہ ہر آدمی کا دستور ہی کہ اپنی محبوب چیز مین گھسا رہتا ہی اور جو چیز محبوب کے موافق نہین ہوتی اُسکو دفع کیا کرتا ہی اور اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہی ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا اور عوام گناہگار اُن لوگون کی نسبت کر اچھے ہین جو دین کے طریق سے ناواقف ہین اور اپنے آپ کو علما سے جانتے ہین اسلیے کہ عامی گناہگار اپنی تقصیر اور خطا کا اقرار کرکے استغفار اور توبہ کرتا ہی اور یہ جاہل جو اپنے آپکو عالم خیال کرتا ہی وہ اُنھین علوم مین مشغول رہتا ہی جو دنیا کے وسیلے ہون اور طریق دین پر چلنے سے غافل رہ کر نہ توبہ کرتا ہی اور نہ استغفار بلکہ مرتے دم تک اسی اپنی دھن مین لگا رہتا ہی۔ اور چونکہ بجز اُن لوگون کے جنکو خدا بچاوے اکثر لوگون پر یہی حال غالب ہی اور اُنکی درستی کی طمع نہین ہی تو اہل دین محتاط آدمی کے لیے اسلم طریق یہی ہی کہ اُنسے علحدہ ہوکر گوشہ مین بیٹھ رہے چنانچہ اُسکا ذکر باب عزلت مین انشاء اللہ تعالی آویگا

اور اسی وجہ سے یوسف بن اسباط نے حذیفہ مرعشی کو لکھا تھا کہ تم میرے باب مین کیا خیال کرتے ہو مین تو ایسا رہ گیا کہ کوئی میرے ساتھ خدا تعالیٰ
کی یاد کرنے والا نہین جو ملتا ہو تو اُسکے ساتھ ذکر کرنا گناہ اور معصیت ہی ہوتا ہو اور اُسکی وجہ یہ ہو کہ ذکر کا اہل کوئی نہین ملتا۔ اور یہ انھون نے درست
فرمایا اسلیے کہ لوگون سے ملنا غیبت کرنے اور سننے سے خالی نہین یا بُری بات کو دیکھکر چپ رہنا پڑتا ہو اور بہتر حال آدمی کا یہ ہو کہ علم سکھاوے
یا سیکھے اور اگر تامل کرے تو جان لے کہ سیکھنے والے کی غرض یہی ہو کہ علم کو ذریعۂ طلب دنیا اور وسیلۂ شر بناوے تو ظاہر ہو کہ استاد اس باب مین
اُسکا معین اور مددگار اور اسباب شر کا تیار کرنے والا ہوگا جیسے وہ شخص کہ تلوار رہزنون کے ہاتھ بیچے اور علم بھی مثل تلوار کے ہو اسمین خیر کی لیاقت
ایسی ہی جیسے تلوار مین جہاد کی ہو اسی وجہ سے تلوار کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ اُسکے حال کے قرینون سے معلوم ہوتا ہو کہ رہزنی کے لیے چاہتا ہو
جائز نہین۔ غرض کہ یہان تک علماے آخرت کی علامتین بارہ ہوئین اُنمین سے ہر ایک مین کچھ کچھ اخلاق علماے سلف کے موجود ہین تو
تمکو دو شخصون مین سے ایک ہونا چاہیے یا تو ان صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ یا اپنی تقصیر کے مقر ہو کر ان صفات کے قائل رہو مگر خبردار ان
دو کے سوا تیسرے مت ہونا ورنہ تمھارے دل مین شبہہ پڑ جاویگا کہ دنیا کے ذریعہ کو دین کہنے لگوگے اور جھوٹون کی سیرت کو علماے راسخین
کی عادت قرار دوگے اور اپنے جہل اور انکار کے باعث ہلاک ہونے والون کی جماعت مین ملجاؤگے جنکے بچنے کی امید نہین ہم اللہ تعالیٰ سے
شیطان کے فریبون سے پناہ مانگتے ہین کہ اُنھین مین سب ہلاک ہوے اور اُس سے درخواست کرتے ہین کہ ہمکو اُن لوگون مین سے کردے
جنکو دنیا کی زندگی اور ابلیس مکار دھوکا اور مغالطہ نہ دے **ساتوین فصل** عقل کے بیان مین اور اُسکی بزرگی اور حقیقت اور اقسام کے ذکر مین
اور اُسمین تین بیان ہین **بیان اول** عقل کی بزرگی کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ عقل کا شرف اُن اشیا مین سے ہو جنکے بیان کرنے کے لیے
حاجت تکلف کی نہین خصوص ایسے حال مین کہ اول علم کا شرف معلوم ہو گیا اور یہ جانتے ہین کہ عقل علم کا منبع اور مطلع اور اصل ہو علم عقل کی
نسبت کرنیگاہ ہو تو جو چیز دنیا اور آخرت کی سعادت کا وسیلہ ہو وہ اشرف کیسے نہو گی اور اُسمین کیسے شک ہوگا کہ چوپایہ باوجود اپنی تمیز کے کم ہونیکے
عقل سے دبتا ہو یہانتک کہ چوپایون مین جو بدن مین سب سے بڑا ہوا اور ضرر مین اور رعب مین زیادہ وہ بھی جب انسان کی صورت دیکھتا ہو تو اُس
سے دبتا ہو اور خوف کھاتا ہو اسلیے کہ اُسکو اتنا شعور ہو کہ انسان مجھپر غالب ہو جاویگا کیونکہ تدابیر اور حیلون کے معلوم کرنے مین مخصوص ہو اور اسی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ بوڑھا اپنی قوم مین ایسا ہو جیسا نبی اپنی امت مین۔ اور یہ بات اسکے مال کی کثرت اور جثہ کے بڑے
ہونے اور طاقت کے زیادہ ہونے سے نہین ہوتی بلکہ تجربہ کے زیادہ ہونے سے ہو جو عقل کا ثمرہ ہو اور اسی وجہ سے ترکون اور کردون اور عرب
کے اجلاف اور تمام خلق کے جہال کو دیکھتے ہو کہ باوجودیکہ چوپایون کے مرتبے سے قریب ہی ہوتے ہین مگر اپنی سرشت سے بوڑھون کی توقیر کرتے
ہین اور اسی جہت سے جب بعضے معاندون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنا چاہا جب انکی نظر آپ کے چہرۂ مبارک پر پڑی اور وہ روشنی مہر
چشم بصیرت ہوئی تو ٹھہر گئے اور نور نبوت آپ کے عارض تابان کا اُنکی نظرون مین جھلکنے لگا گو یہ نور عقل کی طرح آپ کی ذات جمیع کمالات مین
پوشیدہ تھا غرض کہ عقل کا شرف تو بداہۃً معلوم ہوتا ہو مگر ہمارا قصد یہ ہو کہ جو آیات اور حدیثین اسکے شرف کے باب مین آئی ہون اُنکو ذکر کرین اللہ
تعالیٰ نے عقل کا نام نور فرمایا ہو اس آیت مین اللہ نور السموات والارض اور جو علم کہ عقل سے حاصل ہوتا ہو اُسکو روح اور وحی اور حیات سے
تعبیر فرمایا چنانچہ ارشاد ہو وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا اور فرمایا او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس اور جہان کہین
نور اور تاریکی کا ذکر فرمایا ہو وہان مراد علم اور جہل سے ہو جیسا اس آیت مین یخرجہم من الظلمات الی النور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ اے لوگو اپنے خدا کو سمجھو اور آپسمین ایک دوسرے کو نصیحت عقل کی کرو اُس سے جس بات کا تمکو حکم ہوا ہو اور جس سے منع کیے گئے ہو
جان لوگے اور جان لو کہ عقل تمکو تمھارے رب کے پاس بزرگی دیگی اور جان لو کہ عاقل وہ ہو جو اطاعت اللہ تعالیٰ کی کرے اگرچہ صورت مین بُرا اور
قدر مین حقیر اور مرتبہ مین کم اور شکستہ حال ہو اور جاہل وہ ہو جو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرے گو صورت کا اچھا اور قدر کا بڑا مرتبہ کا شریف اور خوشحال

اور فصیح و گویا ہو جو شخص خدا تعالی کی نافرمانی کرے اُسکی نسبت کر سور اور بندر زیادہ عاقل ہین اور دنیادار اگر تمھاری تعظیم کرین تو اس سے مغالطہ مت کھاؤ ورنہ خسارہ والون مین سے ہوجاوگے۔ اور فرمایا کہ سب سے پہلے خدا تعالی نے عقل کو پیدا کیا اور اُسکو فرمایا کہ سامنے ہو وہ سامنے
ہوئی پھر فرمایا کہ پشت پھیر اُسنے پشت پھیری پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ قسم ہی اپنی عزت اور بزرگی کی کہ مین نے کوئی مخلوق تجھسے زیادہ اپنے نزدیک
اکرم نہین پیدا کی مین تجھی سے لونگا اور تجھی سے دونگا اور تیرے ہی سبب سے ثواب دونگا اور تیرے ہی سبب سے عذاب کرونگا اب اگر کوئی پوچھے
کہ عقل اگر عرض ہی تو اجسام سے پہلے کیسے پیدا ہوئی اور اگر جوہر ہی تو جوہر کیسے ہوسکتا ہی کہ اپنی ذات سے قایم ہو اور کسی مکان مین نہو تو اُسکے
جواب مین ہم کہتے ہین کہ عقل کی پیدائش علم مکاشفہ مین سے ہی اسکا ذکر کرنا علم معاملہ مین مناسب نہین اور ہماری غرض علوم معاملہ کے ذکر سے
ہی۔ اور حضرت انس رض سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی تعریف بیان کی گئی یہانتک کہ لوگون نے
مبالغہ کیا آپ نے لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اُس شخص کی عقل کیسی ہی اُنھون نے عرض کیا کہ ہم عبادت اور اقسام خیرات مین اُس شخص کی
محنت آپکی خدمت مین ذکر کرتے ہین اور آپ اُسکی عقل کا حال دریافت فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ احمق آدمی اپنی جہالت کے باعث
بدکار کی بدکاری سے زیادہ کرلیتا ہی اور فردا ے قیامت مین خدا تعالی سے قریب ہونے کے درجات موافق عقلون ہی کے بلند دیے جاوینگے
اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی کمائی مین عقل کی زیادتی کے برابر کوئی چیز نہین جو عقل کی زیادتی
اُسکو ہدایت کی طرف رہنما ہوتی ہی اور ہلاکی سے باز رکھتی ہی اور آدمی کا نہ ایمان پورا ہو نہ دین راست و درست ہو جب تک کہ اُسکی عقل پوری نہو
اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہی ان الرجل یدرک بحسن خلقہ درجۃ الصائم القائم ولا یتم لرجل حسن خلقہ حتی یتم لہ عقلہ فعند ذلک تم ایمانہ واطاع
ربہ وعصی عدوہ ابلیس اور حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک تکیہ ہی اور دیانتدار کا سہارا
عقل ہی تو اُسکی عبادت اُسکی عقل ہی کے بموجب ہوگی کیا تمنے سنا نہین کہ بدکار دوزخ مین یون کہینگے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر اور
حضرت عمر رض سے مروی ہی کہ اُنھون نے تمیم داری سے پوچھا کہ تم مین سرداری کیا چیز ہی کہا کہ عقل آپ نے فرمایا کہ تمنے درست کہا مین نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی سوال کیا تھا جیسا تمسے کیا اور آپ نے بھی یہی جواب دیا جو تمنے دیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ مین نے جبریل علیہ السلام
سے سوال کیا کہ سرداری کیا چیز ہی جبریل نے کہا عقل ہی۔ اور براء بن عازب سے مروی ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون
نے کثرت سے سوال کیے تو آپ نے فرمایا کہ ای لوگو ہر چیز کی ایک سواری ہی اور مرد کی سواری عقل ہی اور تم مین دلیل اور حجت مین بہتر وہ ہی
جو عقل مین بڑھکر ہو۔ اور حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد سے مراجعت فرمائی تو لوگون کو کہتے سنا
کہ فلان شخص فلان سے زیادہ بہادر رہا اور فلان شخص سفر آزمودہ تر ہی جیساکہ فلان سفر آزمودہ اور تجربہ کار نہوا اور دوسری اسی طرح کی
باتین رکہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان باتون کا علم تمکو نہین لوگون نے عرض کیا کہ یہ کس طرح ہی آپ نے فرمایا کہ اُن لوگون
نے قتال اسقدر کیا جسقدر اللہ تعالی نے انکو عقل عنایت کی تھی اور اُنکی جیت اور نیت بھی اُنکی عقلون کے بموجب ہوئی پس اُنمین سے جو کوئی
ہوچکا وہ مقامات مختلف پر ہوچکا جب قیامت کا دن ہوگا تو اپنی نیتون اور عقلون کے بموجب مراتب پاوینگے۔ اور براء بن عازب سے مروی ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتون نے خداے پاک کی طاعت مین کوشش اور اجتہاد عقل سے کیا اور ایماندارون نے آدمیون
مین سے کوشش اپنی عقلون کے موافق کی تو جو شخص خدا تعالی کی طاعت زیادہ کرتا ہی وہی عقل مین بھی زیادہ ہوتا ہی۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون کو فضیلت دنیا مین کون سی چیز سے ہی آپ نے فرمایا کہ عقل سے مین نے
عرض کیا کہ آخرت مین کس چیز سے ہی آپ نے فرمایا کہ عقل سے مین نے عرض کیا کہ اپنے اعمال کے عوض اُنکو جزا ہوگی آپ نے ارشاد فرمایا
کہ ای عائشہ اُنھون نے عمل بھی اتنا ہی کیا ہوگا جتنی اللہ تعالی نے اُنکو عقل دی ہوگی تو جتنی عقل ملی اُتنے ہی عمل ہونگے اور جسقدر عمل

کیا ہوگا اُسکی جزا ہوگی۔ اور حضرت ابن عباس رضہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شی کا ایک لازمہ اور سامان ہو اور انسان کا سامان اور آلہ عقل ہو اور ہر ایک چیز کی ایک سواری ہو اور مرد کی سواری عقل ہو اور ہر چیز کا رکن ہو اور دین کا رکن عقل ہو اور ہر ایک قوم کی ایک نہایت ہو اور بندون کی نہایت عقل ہو اور ہر ایک قوم کا ایک نگہبان ہو اور عابدین کا نگہبان عقل ہو اور ہر سوداگر کی ایک بضاعت ہوتی ہو اور اجتہاد کرنے والون کی بضاعت عقل ہو اور ہر اہل بیت کے لیے ایک منتظم ہو اور صدیقین کے گھر کا منتظم عقل ہو اور ہر اجاڑ کی ایک آبادی ہو اور آخرت کی آبادی عقل ہو اور ہر آدمی کے لیے ایک پیچھے رہنے والا ہوتا ہو جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہو اور اسکے باعث ذکر کیا جاتا ہو اور صدیقون کا پیچھے رہنے والا جسکی طرف کہ وہ منسوب ہون اور جسکے باعث ذکر کیے جاوین عقل ہو اور ہر سفر کے لیے ایک بڑا خیمہ ہوتا ہو اور ایمانداروں کا خیمہ عقل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والون مین سب سے زیادہ محبوب خدا تعالی کے نزدیک وہ ہو جو اللہ تعالی کی طاعت مین قائم ہو اور اُسکے بندون کی خیرخواہی کرے اور اُسکی عقل پوری ہو اور اپنے نفس کو نصیحت کرے اور بینا ہو کر بموجب عقل کے زندگی بھر عمل کرے اور فلاح و نجات کو پہونچے اور فرمایا کہ تم مین سے عقل مین کامل تر وہ ہو جو اللہ تعالی سے زیادہ خوف رکھتا ہو اور جس چیز کا اُسکو حکم ہوا ہو اور جس سے منع کیا گیا ہو اُسمین اُسکی نظر سب سے اچھی ہو اگرچہ تطوع مین تمسے کمتر ہو دوسرا بیان عقل کی حقیقت اور اُسکی قسمون کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ عقل کی تعریف مین اور اُسکی حقیقت کے باب مین لوگون نے اختلاف کیا ہو اور اکثرون نے اس بات کا دھیان نہین رکھا کہ یہ لفظ مختلف معنون پر بولا جاتا ہو اور یہی بات اُنکے مختلف ہونے کی وجہ ہوئی اور اس باب مین حق ظاہر یہ ہو کہ لفظ عقل مشترک ہو اور چار معنون پر بولا جاتا ہو جیسا لفظ عین چند معنون پر بولا جاتا ہو یا جو اور ایسا ہی لفظ ہو تو یون نہ چاہیے کہ سب اقسام کی ایک تعریف تلاش کیجاوے بلکہ ہر ایک قسم کا حال جدا گانہ کھولنا چاہیے اول عقل سے مراد وہ وصف ہو جسکے باعث انسان سب چوپایون سے ممتاز ہو یعنی جسکے باعث علوم نظری کے قبول کرنے اور خفیہ صناعات فکری کے سوچنے کی اسکو استعداد ہوتی ہو اور یہ وہی معنی ہین جو حارث بن اسد محاسبی نے مراد لیے ہین چنانچہ عقل کی تعریف مین اُنھون نے کہا ہو کہ وہ ایک قوت ہو کہ جس سے آدمی علوم نظری کے ادراک کے لیے مستعد ہوتا ہو اور گویا کہ وہ ایک نور ہو جو دل مین ڈالا جاتا ہو جسکے باعث آدمی ادراک کے قابل ہو جاتا ہو اور جس شخص نے کہ اس تعریف کا انکار کیا اور عقل کو صرف بدیہی علم کے جاننے پر منحصر رکھا اُسنے انصاف نہین کیا اسلیے کہ جو شخص علوم سے غافل ہو یا سوتا ہو ان دونون کو عاقل کہتے ہین باوجودیکہ علوم اسکو اسوقت نہین ہوتے مگر صرف اُس قوت کے موجود ہونے سے عالم کہلاتے ہین اور جس طرح کہ زندگی ایک قوت ہو کہ جس سے جسم حرکات اختیاری اور ارادی پر مستعد ہو جاتا ہو اور جسکی چیزین ادراک کرتا ہو اسی طرح قوت عقل بھی ایسی ہو کہ جس سے بعض حیوانات علوم نظری کے قابل ہو جاتے ہین اور بالفرض انسان اور گدھے کا قوت طبیعی اور محسوس چیزون کے ادراک کرنے مین برابر کرنا جائز ہو اور یون کہا جاوے کہ ان دونون مین کچھ فرق نہین بجز اسکے کہ اللہ تعالی اپنی عادت جاری کے بموجب انسان مین علوم پیدا کر دیتا ہو اور گدھے اور چارپایون مین اُنکو پیدا نہین کرتا تو یہ بھی جائز ہو سکتا کہ گدھے مین اور جمادات مین زندگی کے باب مین برابری کر دی جاوے اور کہا جاوے کہ ان دونون مین اور کچھ فرق نہین بجز اسکے کہ خدا تعالی گدھے مین خاص حرکتین بموجب اپنی عادت جاری کے پیدا کر دیتا ہو کیونکہ اگر کوئی گدھا مردہ پتھر فرض کر لیا جاوے تو واجب ہوگا کہ جو حرکت اس سے معلوم ہوتی ہو اُسکو یون کہا جاوے کہ اللہ تعالی اس حرکت کو اُسمین جس ترتیب سے کہ سوجھتی ہو پیدا کرنے پر قادر ہو اور جسطرح کہ یہ کہنا واجب کہ گدھے اور جماد کی حرکات مین یہی فرق ہو کہ گدھے مین ایک قوت خاص ہو جسکو حیات کہتے ہین اسی طرح انسان کو چوپایہ سے ممتاز ہونے مین کہنا چاہیے کہ انسان علوم نظری کے ادراک کرنے مین ایک قوت رکھتا ہو جسکو عقل کہتے ہین اور عقل مثل آئینہ ہو جو دوسری چیزون سے اس بات مین ممتاز ہو کہ صورتون اور رنگون کی نقل کر دیتا ہو اور ان صورتون وغیرہ کا اُسمین منعکس

اسی جہت سے کہ علوم اُس قوت کے ثمرات ہین جیسے چیز کی تعریف اُسکے ثمرہ سے کردیا کرتے ہین مثلاً کہدیتے ہین کہ علم خوف خدا ہی اور عالم
وہی ہی جو خداے تعالیٰ سے ڈرے اس لیئے کہ خوف خدا علم کا ثمرہ ہی اسی طرح لفظ عقل کو اگر اُسکے کسی ثمرہ پر بولدین تو یہ بھی مجاز کیطرح پر ہوگا
مگر ہمکو مقصود لغت کی بحث سے نہین بلکہ یہ مطلب ہی کہ عقل کی یہ چارون قسمین موجود ہین اور لفظ عقل ان سب پر بولا جاتا ہی اور ان چارون مین سے
بجز اول قسم کے اور کسی کے وجود مین اختلاف نہین اور صحیح یہی ہی کہ وہ بھی موجود ہی بلکہ سبکی اصل ہی اور یہ علوم سب کے سب اُس قوت سرشتی مین آئے
ہوے ہین لیکن ظاہر جب ہوتے ہین کہ کوئی سبب ایسا ہو جو انکو موجود کردے یہان تک کہ یہ علوم ایسے تو نہین ہین جو اس قوت پر باہر سے
آتے ہون تو ضرور ہی کہ اُسمین چھپے ہوئے ہون اور پھر کسی وجہ سے ظاہر ہوجاوین اور اُسکی مثال ایسی ہی جیسے پانی کہ کنوان کھودنے سے نکل
آتا ہی اور جمع ہوکر محسوس ہوجاتا ہی یہ نہین کہ باہر سے اُسمین کوئی چیز اُسکے لیے ڈالی جاتی ہو اس طرح بادام مین تیل اور گلاب کے پھول مین گلاب
رہتی ہی اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی اس آیت مین
مراد اقرار وحدانیت سے نفسون کا اقرار ہی نہ زبانون کا کیونکہ زبانی اقرار کے اعتبار سے تو کوئی مقر ہی اور کوئی منکر اور ایسا ہی حال ہی اس ارشاد
خداوندی مین ولئن سالتہم من خلقہم لیقولن اللہ یعنی اگر اُنکے احوال کا اعتبار کیا جاوے تو اُنکے نفس اور باطن اُسکے شاہد ہونگے اور فرمایا فطرۃ اللہ
التی فطر الناس علیہا یعنی ہر آدمی کی سرشت اسی بات پر ہوئی ہی کہ خداے عزوجل پر ایمان لاوے بلکہ چیزون کو اُنکی ماہیت کے بموجب پہچانے
یعنے سرشت انسانی گویا کہ اس معرفت کے متضمن ہی اسلیے کہ اُسمین لیاقت اسکے ادراک کی بہت قریب ہی پھر چونکہ سرشت کے اعتبار سے
ایمان نفسون مین گڑا ہوا ہی اسی لیے لوگون کی دو قسمین ہوئین ایک وہ جنھون نے روگردانی کی اور اپنی سرشت کی چیز کو بھول گیا تو وہ کافر ہین اور
ایک وہ جسنے اپنے خیال کو دوڑایا اور اسکو یاد آگیا جیسے کوئی گواہ بدا جاتا ہی اور کبھی غفلت کی وجہ سے اس امر کو بھول جاتا ہی پھر یاد آجاتا ہی اور
اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یاددہانی کے لفظ بہت جا ارشاد فرماے جیسے لعلہم یتذکرون اور ولیتذکر اولوا الالباب اور واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ومیثاقہ
الذی واثقکم اور ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر اور اس قسم کا نام تذکر رکھنا بعید نہین کہ تذکر دو قسم ہی ایک یہ کہ صورت دل مین حاضر ہو اور
وجود کے بعد جاتی رہی ہو اسکو یاد کرے اور دوسری یہ کہ وہ صورت سرشت سے آدمی مین آئی ہوئی ہو اسکو یاد کرے اور یہ حقیقتین اُس شخص کے
سامنے جو نور عقل سے دیکھتا ہی ظاہر ہین اور جسکا تکیہ تقلید اور سننے پر ہی نہ کشف اور دیکھنے پر اُسپر البتہ یہ باتین ثقیل ہین اور اسی واسطے اُسکو
دیکھتے ہو کہ ان جیسی آیتون مین خبط مین پڑتا ہی اور تذکر کے معنون اور نفوس کے اقرار کی تاویل مین طرح طرح کے تکلف کرتا ہی اور احادیث اور آیات
مین اُسکے خیال مین بہت سے اختلافات معلوم ہونے لگتے ہین اور کبھی یہ امر اتنا اُسپر غالب ہوتا ہی کہ اُنکو بچشم حقارت دیکھتا اور اُنہین بے معنی
اور لغو ہونے کا معتقد ہوجاتا ہی ایسے شخص کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی اندھا کسی گھر مین جاوے اور برتن جو اُسمین ترتیب رکھے ہون انپر پھسل
پڑے اور کہے کہ یہ برتن راہ مین سے کیون نہین علیحدہ کیے جاتے اور اپنے موقع پر کیون نہین رکھے جاتے تو اُس سے یہ کہا جاوے کہ برتن
تو سب اپنے ٹھکانے ہین مگر نظر کا خلل ہی یہی حال نظر باطنی کا ہی کہ اُسکے نقصان کے باعث آیات اور احادیث مین اختلاف اور نابرابری سوجھتی ہی
حالانکہ اُنمین اختلاف کچھ نہین اپنی عقل کا قصور ہی بلکہ نظر باطن کا نقصان بہ نسبت آنکھ کے نقصان کے زیادہ اور بڑا ہی اسلیے کہ نفس مثل سوار
کے ہی اور بدن مثل گھوڑے کے ہی اور ظاہر ہی کہ سوار کا اندھا ہونا بہ نسبت گھوڑے کے اندھے ہونے کے زیادہ مضر ہی اور باطن کی بصیرت
کو ظاہر کی بصارت سے مشابہت ہے اسلیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ما کذب الفؤاد ما راٰی اور فرمایا وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات
والارض اور اُسکی ضد کو نابینائی فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور اور فرمایا ومن کان فی ہذہ
اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا اور یہ امور جو انبیا علیہم السلام کو ظاہر ہوتے تھے وہ بعض تو چشم ظاہر کے سبب سے اور بعضے چشم باطن
سے معلوم ہوتے تھے مگر سبکا نام دیکھنا ہی فرمایا۔ حاصل یہ کہ جسکی چشم بصیرت کھلی نہوگی اُسکو دین سے بجز پوست اور مثالون کے اور کچھ

نہ آویگا اُسکے مغز اور حقیقت کو نہ پہونچیگا - یہ بیان واقعی اُن الفاظ کا ہوا جنپر لفظ عقل بولا جاتا ہی تیسرا بیان لوگون مین عقل کے کم زیادہ ہونے کے ذکر مین عقل کے کم زیادہ ہونے کے باب مین بھی لوگون نے اختلاف کیا ہی مگر جن لوگون کو علم کم ہی اُنکی تقریر کے نقل کرنے سے کیا فائدہ اہم اور مناسب یہ ہی کہ جو امر حق صریح ہو اُسکے بیان کرنے کی طرف متوجہ ہون - تو اس باب مین حق صریح یہ ہی کہ کمی زیادتی عقل کی سب قسمون مین سوا سے قسم دوم کے ہو سکتی ہی یعنی علم بدیہی جائز چیزون کے ہو سکنے اور محالات کے ممتنع ہونے کا ایسا ہی کہ اسمین کمی بیشی نہین مثلاً جو یہ جانیگا کہ دو ایک سے زیادہ ہین وہ یہ بھی جانیگا کہ ایک جسم کا دو جگہ مین ہونا محال ہی اور ایک ہی چیز کا قدیم اور حادث ہونا نہین ہو سکتا اور مثالین اور وہ امور ہین جنکو تحقیق طور پر بدون شک کے معلوم کرے مگر تین قسمون باقی مین کمی بیشی ہوتی ہی جیسے چوتھی قسم یعنی قوت کا اس درجہ پر زیادہ ہونا کہ شہوات کو اکھاڑ دے اسمین ظاہر ہی کہ لوگ متفاوت ہوتے ہین بلکہ اس باب مین صرف ایک شخص کے حالات مین بھی کمی و بیشی ہوا کرتی ہی اور یہ تفاوت کبھی تو شہوت کے تفاوت کی جہت سے ہوا کرتا ہی کیونکہ عاقل کبھی بعض شہوات کے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہی اور بعض پر نہین ہوتا گو اُنکا ترک کرنا کچھ امر محال نہین مثلاً جوان آدمی زنا کے ترک سے عاجز ہوتا ہی اور جب بڑا ہو جاتا ہی اور اُسکی عقل پوری ہو جاتی ہی تب اُسکے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہی اور شہوت مزہ اور ریاست کے بڑے ہونے سے قوت مین بڑھتی جاتی ہی نہ ضعف مین اور کمی بیشی اس قسم کی کبھی اس وجہ سے ہوتی ہی کہ شہوت کا ضرر جس علم سے معلوم ہوتا ہی اُسمین تفاوت ہوتا ہی اور اسی وجہ سے بعض مضر کھانون سے طبیب تو پرہیز کرنے پر قادر ہوتا ہی اور دوسرا شخص جو عقل مین طبیب کے برابر ہوتا ہی اُس سے نہین ہو سکتا کہ پرہیز کرے گو اُسکو فی الجملہ اعتقاد ہوتا ہی کہ اس کھانے مین ضرر ہی مگر چونکہ طبیب کا علم کامل ہی اس وجہ سے اُسکا خوف بھی زیادہ ہوتا ہی تو اس صورت مین خوف شہوت کے اکھاڑنے مین عقل کا سپاہی اور سامان ہو جاتا ہی اسی طرح جاہل کی نسبت کر عالم گناہون کے چھوڑنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہی کیونکہ معاصی کے ضرر کو خوب جانتا ہی اور ہماری غرض عالم سے عالم حقیقی ہی جبہ بازا ور رکمون سے مقصود نہین - پس اگر تفاوت شہوت کی جہت سے ہی تب تو عقل کے تفاوت کی طرف رجوع نہ کریگا اور اگر علم کی جہت سے ہوگا تو ہم اس قسم کے علم کو بھی عقل کہہ چکے ہین اس جہت سے کہ یہ علم قوت طبیعی کی طاقت کو بڑھاتا ہی تو گویا اس علم کا تفاوت بعینہ عقل کا تفاوت ہوا اور کبھی یہ تفاوت صرف عقل کی قوت مین تفاوت ہونے کی جہت سے ہوتا ہی مثلاً جب وہ قوت قوی ہوگی تو ظاہر ہی کہ شہوت کا قلع و قمع بھی بہت کریگی - تیسری قسم جو علم تجربون کا ہی اُسمین بھی لوگ کم و بیش ہوتے ہین بعضے جلد بات کو پا جاتے ہین اور اُنکی راے اکثر ٹھیک ہی ہوتی ہی اور بعضے ایسے نہین ہوتے پس اس قسم مین تفاوت کا انکار نہین ہو سکتا کہ ظاہری تفاوت یا تو اختلاف طبیعت کے باعث ہوگا یا مواظبت کے تفاوت کی وجہ سے اور قسم اول جو اصل ہی یعنی قوت طبیعی تو اُسکے متفاوت ہونے مین انکار کو راہ نہین کیونکہ اُسکا حال مثل ایک نور کے ہی جو نفس پر چمکتا ہی اور اُسکا مطلع اور ابتداے چمک سن تمیز کے وقت ہوتا ہی پھر ہمیشہ بڑھتا اور زیادہ ہوتا رہتا ہی یہانتک کہ آہستہ آہستہ قریب چالیس برس کی عمر کے کامل ہو جاتا ہی اور اُسکی مثال ایسی ہی جیسے صبح کی روشنی کہ ابتدا مین ایسی خفیہ ہوتی ہی کہ اُسکا معلوم کرنا مشکل پڑتا ہی پھر بتدریج بڑھتی جاتی ہی یہانتک کہ آفتاب کے نکلنے پر پوری ہو جاتی ہی اور فرق کمی بیشی کا نور بصیرت مین مثل آنکھ کے نور کے ہی کہ چندھے اور تیز بینائی والے مین فرق معلوم ہوتا ہی بلکہ خدا تعالی کی عادت اپنی مخلوق مین اسی طرح جاری ہی کہ ایجاد بتدریج ہوتا ہی یہانتک کہ قوت شہوت لڑکے مین بالغ ہونے کے وقت یکبارگی نہین ظاہر ہوتی بلکہ تھوڑی تھوڑی ظاہر ہوتی ہی اسی طرح سب قوتون اور صفتون کا حال جاننا چاہیے پس جو شخص کہ اس قوت طبیعی مین کمی بیشی کا منکر ہو وہ گویا دائرۂ عقل سے خارج ہی اور جو شخص یہ سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل ایسی ہی تھی جیسے کسی قصابی یا گنوار کی ہوتی ہی تو وہ شخص خود گنوار سے کمتر ہی اس قوت مین کمی بیشی کا انکار کیسے ہو سکتا ہی اگر اُسمین تفاوت نہوتا تو علوم کے سمجھنے مین لوگ متفاوت کیون ہوتے اور ایسے کیون ہوتے کہ کوئی تو کم ذہن ہو کہ بہت سا سمجھانے اور استاد کے مغز مارنے سے

سمجھے اور کوئی ذہن تیز ہو کہ ادنی رمز و اشارہ مین سمجھ جاوے اور کوئی ایسا کامل ہو کہ خود اُسکے نفس سے امور کے حقائق جوش مارتے
ہون سیکھنے کی نوبت نہ پہونچے جیسا اللہ تعالی نے فرمایا ہی یکاد زیتہا یضیئ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور اور یہ لوگ کاملین انبیا علیہم السلام ہین
کہ انکو وہ باریک باتین خود اُنکے دلون مین بدون سیکھنے اور کسی سے سننے کے کھل جاتی ہین اُسکو الہام سے تعبیر کیا کرتے ہین اور اسی جیسی
بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد مین بیان فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل مین ڈالدیا ہی کہ جسکو تم چاہو دوست بنالو
اُس سے تمکو جدا ہونا ہوگا اور جتنا چاہو جیو تو تم مرنے والے ہو اور جو عمل چاہو کرو اُسکی جزا تمکو ہوگی - اور فرشتون کا نبیون کو اس طرح خبر دینا وحی
سے علیحدہ ہی اس لیے کہ وحی مین کان سے آواز کا سننا اور آنکھ سے فرشتے کا دیکھنا ہوتا ہی اور الہام مین یہ بات نہین اسی لیے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یون فرمایا کہ دل مین ڈالدیا اور لفظون سے ارشاد نہین فرمایا اور وحی کے درجات بہت سے ہین اور انمین خوض کرنا علم معاملہ
کے مناسب نہین بلکہ علم مکاشفہ سے متعلق ہی اور تم یہ گمان مت کرنا کہ وحی کے درجات کا معلوم کرلینا وحی کے رتبے کا مقتضی ہوتا ہی اسلیے
کہ کسی چیز کا جاننا اور چیز ہی اور اُسکا پاجانا اور چیز مثلاً کچھ بعید نہین کہ کوئی طبیب بیمار صحت کے درجات سے واقف ہو اور عالم بدکار عدل ہونے کے
درجات جانتا ہو حالانکہ طبیب مین صحت اور عالم مذکور مین عدالت کا وجود نہین اسی طرح جو شخص کہ نبوت اور ولایت کو جان لے وہ ضرور نہین
کہ نبی اور ولی ہو جاوے یا جو تقوی اور ورع کو پہچانے تو وہ متقی ہووے اور آدمیون مین سے بعض کا ایسا ہونا کہ خود اپنے نفس سے متنبہ
ہو کر سمجھ لے اور بعض بدون تنبیہ اور تعلیم کے نہ سمجھین اور بعض کو تنبیہ اور تعلیم بھی کارگر نہو اُسکی مثال ایسی ہی جیسے زمین ہوتی ہی کہ اُسکی بھی
تین قسمین ہین ایک تو وہ ہی جسمین پانی جمع ہوتا ہی اور زور پکڑتا ہی اور خود چشمہ اُسمین سے بہنے لگتا ہی اور دوسری قسم وہ ہی جسمین حاجت کنوان
کھودنے کی ہوتی ہی اور پانی بدون کھودنے کے نہین نکلتا اور تیسری وہ قسم ہی کہ اُسمین کھودنے سے بھی پانی نہین نکلتا خشک ہی رہتی ہی اور
اِس منقسم ہونے کی وجہ یہ ہی کہ زمین کے جوہر اپنی صفتون مین مختلف ہوتے ہین اسی طرح حال نفسون کا قوت عقل کے مختلف ہونے مین ہی اور
عقل کی کمی بیشی پر دلیل نقلی وہ روایت ہی کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی سے مروی ہی کہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت
کیا تو آپ نے ایک حدیث طویل فرمائی اور اُسکے آخر مین عرش کی عظمت کو مذکور فرمایا اور یہ کہ فرشتون نے خدا تعالی سے عرض کیا کہ الٰہی
تونے کوئی چیز عرش سے بھی بڑی پیدا کی ہی ارشاد فرمایا کہ ہان عقل عرش سے بڑی ہی عرض کیا کہ اُسکی مقدار کتنی ہی حکم ہوا کہ اُسپر تمھارا علم
محیط نہوگا تمکو بالو کے شمار کا علم ہی عرض کیا کہ نہین اللہ تعالی نے فرمایا کہ مین نے عقل کو بھی موافق شمار ریگ کے مختلف پیدا کیا ہی کہ بعضے
لوگون کو ایک رتی ملی ہی اور بعضون کو دو اور کسی کو تین اور کسی کو چار رتی پھر اور کوئی ایسا ہی جسکو ایک فرق کی مقدار یعنی قریب آٹھ سیر کے
عنایت ہوئی اور بعض کو ایک وسق یعنی اونٹ کے لادنے کے برابر اور کسی کو اس سے بھی زیادہ مرحمت ہوئی اب اگر یہ کہو کہ جب عقل کا
یہ حال ہی تو صوفی عقل کو اور معقول کو کیون برا کہتے ہین تو اُسکی وجہ یہ ہی کہ لوگون نے لفظ عقل اور معقول کو اصلی معنی چھوڑکر مجادلہ اور
مناظرہ کے واسطے نقل کرلیا ہی جسکو فن کلام کہتے ہین کہ اب معقول یہی رہ گیا ہی کہ جھگڑنا اور طرف ثانی کا الزام دینا ہو سکے تو صوفیون
سے یہ تو ہو نہ سکا کہ لوگون سے یہ تقریر کرتے کہ تمنے اس علم کو غلطی سے معقول ٹھہرالیا ہی اسلیے کہ یہ بات تو لوگون کے دل مین جم گئی
ہی اور زبان پر رائج تو صوفیون کے غلط بتانے سے اُنکے دلون سے کب مٹ سکتی تھی اس لیے اُنھون نے عقل اور معقول
کی مذمت کی جسکو لوگ عقل اور معقول کہتے ہین ورنہ نور بصیرت باطنی جس سے کہ اللہ تعالی کو پہچانا جاتا ہی اور اُسکے رسولون
کی تصدیق کی جاتی ہی اُسکی مذمت کیسے متصور ہو سکتی ہی اُسکی تعریف تو خدا تعالی نے خود فرمائی ہی اگر اسی کی مذمت
کیجاویگی تو تعریف کونسی چیز کی ہوگی کیونکہ اگر شرع قابل تعریف ہی تو اُسکی درستی کا علم کونسی چیز سے ہی اگر اسی بُری
عقل سے ہی جسپر کہ اعتبار نہین تو شریعت بھی بُری ٹھہرتی ہی اور اگر کوئی کہے کہ شریعت کی صحت کا علم چشم یقین اور نور ایمان سے

معلوم ہوتا ہی تو اس قول پر لحاظ نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ ہماری غرض جو کچھ عقل سے ہی وہی عین الیقین اور نور ایمان سے ہی یعنی وہ صفت
باطنی جس سے کہ آدمی چوپایون سے ممتاز ہوتا ہی یہانتک کہ اُسی کے باعث امور کی حقیقتین معلوم کرتا ہی۔ اور اکثر اسطرح کے خبط ان لوگون
کی جہالت سے اُٹھتے ہین جو حقیقتون کو الفاظ سے طلب کرتے ہین اور چونکہ الفاظ مین لوگون کی اصطلاحین خبط ہو رہی ہین اسلیے وہ بھی
خبط کرتے ہین۔ عقل کے بیان مین اسقدر کلام کافی معلوم ہوتا ہی واللہ اعلم۔ باب العلم خدا تعالیٰ کی عنایت سے پورا ہوا اُسکے بعد دوسرا باب
قواعد عقائد کا مذکور ہوتا ہی انشاء اللہ تعالیٰ والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی سیدنا محمد و علی کل عبد مصطفی من اہل الارض والسماء

دوسرا باب عقائد کے قاعدون مین اور اسمین چار فصلین ہین

رباعی اسلام زبانی سے برآمد نہین کار ٭ صحت پہ عقائد کے ہی ایمان کا مدار ٭ تاثیر دوا کی ہوتی ہی پینے سے ٭ کب نام لیے سے ہو دے اچھا بیمار

فصل اول بیان مین عقیدۂ اہل سنت کے درباب دو جملون کلمۂ طیبہ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جنکی گواہی دینی اسلام کے پانچون
رکنون مین سے ایک رکن ہی جاننا چاہیے کہ اول جملہ اس کلمۂ طیبہ کا توحید پر متضمن ہی اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اسلیے
دونون کی تفصیل جدا جدا لکھتے ہین پہلا جملہ توحید پر مشتمل ہی اُسمین یہ باتین چاہیین اول وحدانیت یعنی یہ جاننا کہ خدا تعالیٰ اپنی
ذات مین اکیلا ہی کوئی اُسکا شریک نہین یکتا ہی کوئی اس جیسا نہین صمد ہی کوئی اُسکا مقابل نہین نرالا ہی کوئی اُسکے جوڑ کا نہین قدیم اور ازلی ہی
جسکا اول اور ابتدا نہین ہمیشہ کو قائم ابدی ہی جسکا آخر اور انتہا نہین قیوم ہی کہ اُسکو انقطاع نہین اور دائم ہی جسکو کبھی فنا نہین بزرگی کی صفتون
سے موصوف ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ رہیگا زمانون اور مدتون کے گذرنے اور طی ہو جانے سے اُسکو نہین کہہ سکتے کہ ہو چکا بلکہ وہی سب سے
اول اور وہی سب سے پیچھے اور وہی ظاہر اور وہی باطن ہی دوم تنزیہ یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا تعالیٰ نہ جسم صورت دار ہی نہ جوہر محدود
اور ذی مقدار منقسم ہو سکنے مین اجسام کا مشابہ نہین نہ خود جوہر ہی نہ اُسمین کوئی جوہر حلول کیے ہوے ہی اور نہ وہ عرض ہی نہ اُسمین کوئی
عرض حلول کیے ہوے بلکہ نہ وہ کسی موجود کے مشابہ ہی نہ اُسکے کوئی موجود مانند نہ اُسکے جوڑ کا کوئی نہ وہ کسی کے جوڑ کا نہ وہ کسی مقدار مین
محدود ہوا اور نہ اطراف و جہات اُسکو محیط ہوئین اور نہ آسمان و زمین اُسکو گھیر سکین اور یہ کہ وہ عرش پر اُس طرح ہی جس طرح کہ اُسنے خود فرمایا
اور جس اعتبار سے کہ اُسنے قصد کیا ہی یعنی عرش کو چھونے اور اسپر جمنے اور جگہ پکڑنے اور اُسمین حلول کرنے اور دوسری جگہ ٹلنے سے
پاک ہی عرش اسکو نہین اُٹھاتا بلکہ عرش اور حاملین عرش سب کو اُسکی لطف قدرت اُٹھائے ہوے ہی اور سب اُسکے قبضۂ قدرت مین
دبے ہوے ہین اور وہ عرش اور آسمان اور حد و زمین تک کی سب چیزون کے اوپر ہی اور اُسکی فوقیت اس طرح کی ہی کہ اُس سے اُسکو
عرش سے قرب ہوا اور نہ زمین سے دوری بلکہ عرش اور آسمان کے نزدیک ہونے اور زمین اور خاک سے دور ہونے سے اُسکے مراتب
بلند ہین اور باوجود اسکے وہ ہر موجود چیز سے قریب ہی اور بندے کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہی اور سب چیزون کے پاس موجود کیونکہ
اُسکی نزدیکی اجسام کے نزدیک ہونے کے مشابہ نہین جسطرح کہ اُسکی ذات اجسام کی ذات سے مشابہ نہین اور یہ کہ وہ کسی چیز مین حلول
نہین کرتا اور نہ اُسمین کوئی چیز حلول کرے اس بات سے برتر ہی کہ اسکا محیط کوئی مکان ہو جیسے اس بات سے پاک ہی کہ کوئی وقت اُسکو
گھیر سکے بلکہ وہ مکان اور زمان کے بننے سے پیشتر موجود تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہی جیسا پہلے تھا اور یہ کہ وہ اپنی مخلوق سے اپنی صفات
جدا ہی نہ اُسکی ذات مین اُسکے سوا دوسرا اور نہ کسی دوسرے مین اسکی ذات اور یہ کہ وہ بدلنے اور انتقال سے مقدس ہی نہ حوادث اُسمین
حلول کرین نہ عوارض اُسپر نزول بلکہ وہ اپنی بزرگی صفات مین فنا اور زوال سے ہمیشہ منزہ رہتا ہی اور اپنی صفات کمال مین کسی زیادتی
کی اُسکو حاجت نہین جسسے اسکا کمال پورا ہو اور یہ کہ عقلون کے سبب سے اُسکا وجود بذات خود معلوم ہی اور اُسکا انعام اور احسان

اسیچنے لوگون پر جنت مین یہ ہی کہ اپنی دولت دیدار اور لذت رویت کو پورا کرنے کے لیے اپنی ذات کو آنکھون سے دکھاویگا سوم زندگی
اور قدرت یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالی زندہ اور قادر ہی اور جبار اور قاہر نہ اسکو ماندگی عارض ہو نہ قصور اور نہ غفلت ہو نہ خواب نہ فنا
اسپر آوے نہ موت وہی ہی ملک اور ملکوت والا اور عزت وجبروت کا مالک سلطنت اور قہر اور خلق اور امر سب اسیکا ہی آسمان اُسکے دہنے
ہاتھ مین لپٹے ہین اور مخلوقات سب اُسکی مٹھی مین دبے پیدا کرنے اور اختراع مین وہی نرالا ہی اور ایجاد اور ابداع مین وہی یکتا خلق
کو اور اُسکے اعمال کو پیدا کیا اور اُنکے رزق اور موت کا اندازہ مقرر فرمایا کوئی قدرت کی چیز اُسکے قبضے سے جدا نہین اور نہ اُسکی قدرت کے
کامون کے تغیرات [illegible] نہ اُسکی قدرت کی چیزون کا احصا ہو سکتا ہی نہ اُسکے معلومات کی انتہا چہارم علم یعنے یہ جاننا کہ خدا تعالی سب
معلومات کو جانتا ہی زمین کی تہون سے لیکر آسمانون کے اوپر تک جو کچھ ہوتا ہی سب پر محیط ہی اُسکے علم سے ایک ذرہ بھر بھی آسمان اور زمین مین
چھپا نہین بلکہ کالی رات مین سخت پتھر پر چیونٹی کے رینگنے کو اور ہوا اسکے بیچ مین ذرہ کے چلنے کو جانتا ہی چھپی اور کھلی بات کو معلوم کر لیتا ہی اور
دلون کے وسوسون اور خطرون کے حرکات اور باطن کے پوشیدہ اسرار پر مطلع ہوتا ہی اُسکا علم قدیم ازلی ہی جس سے وہ ازل الآزال مین موصوف
رہا ہی ایسا علم نہین کہ اُسکی ذات مین حلول اور انتقال سے نیا پیدا ہوا ہو پنجم ارادہ یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ خدا تعالی نے کائنات کو ارادے سے
بنایا اور نو پیدا چیزون کا انتظام وہی کرتا ہی کہ ملک اور ملکوت مین جو کچھ تھوڑا یا بہت چھوٹا یا بڑا خیر یا شر نفع یا ضرر ایمان یا کفر معرفت یا جہالت
کامیابی یا محرومی زیادتی یا کمی طاعت یا معصیت ہوتی ہی وہ سب اُسکے حکم اور تقدیر اور حکمت اور خواہش سے ہوتی ہی کہ جس چیز کو چاہا
وہ ہوئی اور جسکو نہ چاہا وہ نہوئی کوئی پلک کا جھپکنا یا خطرہ کا ناگہان آنا اُسکی خواہش سے باہر نہین بلکہ وہی مبدی ہی اور وہی معید ہی جو چاہتا ہی
وہ کرتا ہی کوئی اُسکے حکم کا رد کرنے والا نہین اور نہ کوئی اُسکی قضا کا پیچھے ہٹانے والا اور نہ بجز اُسکی توفیق ورحمت کے بندہ کو اُسکی نافرمانی سے
کوئی مفر کی صورت اور نہ سوا اُسکی خواہش اور ارادہ کے اُسکو اُسکی طاعت کی طاقت اگر سب انسان اور جن اور فرشتے اور شیطان متفق ہو کر عالم کے
کسی ذرہ کو بدون اُسکے ارادے اور خواہش کے حرکت یا سکون دیا چاہین تو یہ اُنسے کبھی نہو سکیگا اُسکا ارادہ تمام اور صفتون کے ساتھ اُسکی
ذات سے قائم ہی اور وہ ہمیشہ سے ان اوصاف کے ساتھ متصف رہا چیزون کے ہونے کو جن وقتون مین کہ مقرر فرمایا ارادہ ازل مین کیا تو
جیسا ارادہ کیا اسی طرح اپنے وقت مین بدون کسی طرح کے تقدم اور تاخر کے موجود ہوئین بلکہ اُسکے علم کے موافق اور ارادے کے مطابق
بدون کسی طرح کے تبدل اور تغیر کے واقع ہوئین امور کا انتظام اسطرح فرمایا کہ اُسمین نہ فکرون کی ترتیب کی نوبت ہوئی نہ کچھ دیر کا انتظار اور
اسی وجہ سے کوئی شان اور حال اُسکو دوسری شان سے غافل نہین کرتا ششم سننا اور دیکھنا یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالی سمیع اور بصیر ہی
سنتا دیکھتا ہی کوئی سننے کی چیز کیسی ہی خفیہ ہو اور دیکھنے کی چیز کیسی ہی باریک ہو اُسکے سننے اور دیکھنے سے بچ نہین رہتی نہ دوری اُسکے سننے کی
مانع ہو نہ تاریکی اسکے دیکھنے کی مزاحم دیکھتا ہی مگر حدقہ چشم اور پلک سے منزہ ہی اور سنتا ہی مگر کانون اور اُنکے سوراخ سے مبرا ہی جیسے علم مین دل سے اور پکڑنے مین
عضو سے اور پیدا کرنے مین آلہ سے پاک ہی اسلیے کہ جیسے اُسکی ذات پاک مخلوق کی ذات کیطرح نہین اسی طرح اُسکی صفتین بھی مخلوق کی صفات کے مشابہ نہین ہفتم کلام
یعنی یہ جاننا کہ اللہ تعالی کلام کرنے والا ہی اور اپنے کلام ازلی قدیم سے جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہی امر اور نہی اور وعدہ وعید فرمایا ہی اُسکا کلام خلق
کے کلام کے مشابہ نہین کہ ہوا کے اندر سے یا اجرام کے صدمے سے آواز ہوتی ہو یا زبان کی حرکت اور ہونٹھون کی مطابقت سے حرف پیدا ہون
بلکہ ان سب سے جداگانہ ہی اور قرآن اور توریت اور انجیل اور زبور اُسکی کتابین ہین کہ اُسکے انبیا علیہم السلام پر اُتری ہین اور قرآن مجید کی تلاوت
زبانون سے ہوتی ہی اور اوراق پر لکھا جاتا ہی اور دلون مین حفظ کیا جاتا ہی اور باوجود اسکے وہ قدیم ہی اور خدا تعالی کی ذات پاک کے ساتھ قائم
اُس سے جدا نہین ہو سکتا کہ علیحدہ ہو کر اوراق مین منتقل ہو جاوے اور حضرت موسی علیہ السلام نے خدا تعالی کے کلام بدون آواز اور
حروف کے سنے جسطرح کہ ابرار آخرت مین اللہ تعالی کی ذات کو بدون جوہر اور عرض کے دیکھینگے اور جبکہ اللہ تعالی مین یہ صفات ہین

بھاری ہوگئی اور بدیون کے صحیفے بڑی صورت مین اندھیرے پلے مین ڈالے جاوینگے اور اللہ تعالیٰ کے عمل کے باعث ترازو اُنسے ہلکی ہوجاویگی اور[21] پل صراط پر ایمان لانا چاہیے کہ دوزخ کی پشت پر ایک پل تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک بنا ہوا ہی جس پر سب کا گذر ہوگا خدا ہی تعالیٰ کے حکم سے کافرون کے پانون اُسپر پھسلینگے اور دوزخ مین گر جاوینگے اور ایمان والون کے پانون اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اُسپر جمینگے اور وہ دار القرار کو پہونچا دیے جاوینگے اور حوض پر ایمان لانا چاہیے جسپر ایمانداروں کا گذر ہوگا یہ حوض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی مومن اسکا پانی جنت مین داخل ہونے سے پیشتر اور پل صراط سے اترنے کے بعد پیوینگے[22] جو کوئی اُسمین سے ایک گھونٹ پانی پیویگا وہ بعد کو کبھی پیاسا نہوگا اُسکا عرض ایک مہینے کی راہ ہی اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہی اور اُسکے گرد آبخورے بموجب شمار آسمان کے تارون کے ہین اور اُسمین دو پرنالے[24] جنت کے چشمہ کوثر سے گرتے ہین اور حساب[25] پر ایمان لانا چاہیے کہ لوگ حساب کے باب مین مختلف ہونگے بعضون سے تو حساب مین باریکی کیجاویگی بعضون سے چشم پوشی اور کچھ ایسے ہونگے کہ وہ بیحساب جنت مین داخل ہونگے اور وہ لوگ مقرب اللہ تعالیٰ کے ہونگے[26] اور اللہ تعالیٰ نبیون مین جس سے چاہیگا سوال کریگا کہ تمنے مضمون رسالت کا پہونچا دیا اور کافرون مین سے جس سے چاہیگا رسولون کے جھٹلانے کی بازپرس کریگا[27] اور بدعتیون سے سنت کا حال اور مسلمانون سے اعمال کا سوال کریگا اور یہ ایمان لانا چاہیے کہ اہل توحید سزا کے بعد دوزخ سے نکلینگے یہان تک کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جہنم مین کوئی موحد نرہیگا اس سے معلوم ہوا کہ موحد ہمیشہ دوزخ مین نرہیگا اور شفاعت پر ایمان لانا چاہیے کہ اول انبیا کرینگے پھر علما پھر شہدا پھر اور سب مسلمان اور ہر ایک کی جتنی عزت اور منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوگی اسی قدر اسکی سفارش منظور ہوگی اور جو ایماندار ایسے رہینگے کہ انکی سفارش کسینے نکی ہوگی اُنکو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دوزخ سے نکالیگا پس دوزخ مین کوئی ایماندار ہمیشہ نرہیگا بلکہ جسکے دل مین ذرہ بھر ایمان ہوگا وہ بھی اُسمین سے باہر ہوگا اور یہ اعتقاد کرے کہ صحابہ افضل ہین اور انکی ترتیب افضلیت مین اسطرح[28] ہی کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب لوگون مین افضل حضرت ابوبکر ہین اُنکے بعد حضرت عمرؓ اُنکے بعد حضرت عثمانؓ اُنکے بعد حضرت علیؓ اور صحابہ سے اچھا گمان رکھے اور انکی تعریف کرے اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے[29] اُن سب کی تعریف فرمائی ہی اور یہ سب امور ایسے ہین کہ احادیث مین مذکور ہین اور آثار اُن پر شاہد پس جو شخص اُن امور پر یقین سے معتقد ہوگا وہ اہل حق اور سنت جماعت والون مین ہوگا اور گمراہی اور بدعت والون کی جماعت سے علیحدہ رہیگا ہم اپنے لیے اور تمام مسلمانون کے واسطے خدا تعالیٰ سے دعا مانگتے ہین کہ کمال یقین عنایت فرماوے اور دین پر اپنی رحمت کاملہ سے ثابت رکھے کہ وہ ارحم الراحمین ہی وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین **دوسری فصل اس بات کی وجہ کے** بیان مین کہ ارشاد مین تدریج اور اعتقاد کے درجون مین ترتیب چاہیے۔ جاننا چاہیے کہ جو کچھ ہمنے فصل اول مین لکھا ہی وہ لڑکون کو ابتدا سن تمیز مین سکھانا چاہیے تاکہ اُسکو یاد کرلین پھر بڑا ہونے پر اُنکو اُسکے معنی تھوڑے تھوڑے کھلتے جاوینگے غرض کہ لڑکون کی ابتدا تو یاد کرلینا ہی پھر سمجھنا پھر اعتقاد اور یقین اور اسکا تصدیق کرنا اور یہ بات لڑکون مین بدون دلیل کے آجاتی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل انسان کے دل پر ہی کہ ابتدا بڑھنے مین اُسکو ایمان کی طرف بلا حجت اور برہان کے کھول دیا ہی اور اُسکا انکار نہین ہوسکتا اسلیے کہ سب عوام کے عقیدون کا آغاز صرف تلقین اور تعلیم محض ہی۔ ہان جو اعتقاد کہ صرف تقلید سے حاصل ہوتا ہی وہ ابتدا مین کسی قدر ضعف سے خالی نہین ہوتا یعنی اگر اُسکے دل مین اعتقاد مذکور کا خلاف ڈال دیا جاوے تو اعتقاد سابق دور ہوسکتا ہی اگر اُسکے اس اعتقاد کو لڑکون کے اور عامی کے دل مین خوب تقویت کردینی چاہیے تاکہ پختہ ہوجاوے اور جنبش نہ کرے اور اعتقاد کی تقویت کا طریق یہ نہین کہ فن جدل اور کلام کو جان لے بلکہ اُسکی راہ یہ ہی کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اُسکی تفسیر اور حدیث پڑھنے اور اُسکے معانی سمجھنے مین مشغول ہو اور عبادت روزمرہ کی بجاآوری مین لگے تو اس تدبیر سے جو کچھ قرآن مجید کی دلیلین اور تحقیق اُسکے

کان مین پہونچیگی اور حدیث مین اُنکے شاہد دیکھیگا اور عبادات کے انوار سے منور ہوگا اور نیکبختون کے مشاہدے اور انکی ہم نشینی سے متاثر
ہوکر اللہ تعالیٰ کے حضور مین اُنکی فروتنی اور سکنت اور اُسکے ڈرنے کو دیکھیگا تو یہ سب امور اس بات کے باعث ہونگے کہ اُسکا اعتقاد روز
بروز مضبوط ہوتا جاوے پس اول لڑکپن مین ان عقیدون کا سکھانا وبنا بمنزلہ سینے مین بیج ڈالنے کے ہو اور یہ لوازم اسکے لیئے مثل پانی دینے
اور نولانے کے ہین تاکہ پیڑ بڑھکر زور پکڑ جاوے اور ایک شجرہ طیبہ ہو جسکی جڑ جمی رہے اور شاخ آسمان مین پہونچے اور چاہیئے کہ لڑکون کے کان
جدل اور کلام سے نہایت درجہ کو بچاے جاوین اسلیئے کہ جھگڑے سے اتنی بات دل مین بیٹھتی نہین جتنی اُکھڑ جاتی ہو اُس سے بناو کم ہو اور
بگاڑ زیادہ بلکہ لڑکون کے عقیدون کو جدل سے تقویت کرنے کی مثال ایسی ہو کہ کوئی ہتوڑا لیکر درخت کی جڑ مین مارا کرے کہ میری غرض یہ ہو
کہ اُسکی جڑ مضبوط ہو اور موٹائی پکڑے حالانکہ ہتوڑا بعید نہین کہ اجزا کو متفرق کرکے درخت کو بگاڑ دے اور اکثر یون ہی ہوتا ہو اسکے سوا مشاہدے
سامنے کچھ بیان کی ضرورت نہین مصرع شنیدہ کے بود مانند دیدہ ۔ جو لوگ کہ عوام مین سے نیکبخت اور پرہیزگار ہین انکے عقیدون کو کلام والون
اور جدل کے ماہرون کے عقائد سے مقابلہ کرکے دیکھو معلوم ہوگا کہ عوام کے عقیدے تو اونچے پہاڑ کی طرح جمے ہوے ہین کہ کسی آفت اور بجلی
سے نہین ہل سکتے اور کلام والے جو اپنے عقیدون کی حفاظت فن جدل سے کرتے رہتے ہین اُنکے عقیدے ایسے ہونگے جیسے کوئی ڈورا ہوا
مین لٹکا دیا جاوے کہ ہوا سے کبھی تو وہ اُدھر جھک جاتا ہو کبھی اِدھر جھک جاتا ہو کیونکہ جو کوئی اُنمین سے اعتقاد کی دلیل سنتا ہو اُسکو تقلید
ہی کی راہ سے مانتا ہو جیسے خود اعتقاد کو تقلید کے طور پر حاصل کرتا ہو یعنی دلیل کے سیکھنے اور مدلول کے سیکھنے مین کچھ فرق نہین دونون مین تقلید
ہوتی ہو تو دلیل کا سیکھنا اور بات ہو اور نظر کا مستقل ہونا اور چیز ہو جو اُس سے بہت دور ہو پھر لڑکے کا اُبھار اگر اس عقیدے پر ہوا تو اگر وہ
دنیا کمانے مین مشغول ہو جاویگا تب اُسکو سواے اس عقیدے کے اور کچھ واضح نہوگا مگر اہل حق کا سا اعتقاد رکھنے کی جہت سے
آخرت مین سلامت رہیگا اسلیئے کہ شرع نے عرب کے اجلاف کو اتنا ہی حکم دیا ہو کہ ظاہر عقائد کے بموجب اپنی تصدیق پکی کرلین اور بحث
اور تفتیش اور دلیلون کو بتکلف بنانے کا حکم ہرگز نہین کیا اور اگر شخص مذکور طریق آخرت کے چلنے والون مین سے ہونا چاہیگا اور توفیق
اُسکی رفیق ہوگی یہانتک کہ عمل مین مشغول ہوکر تقوی کے پیچھے پڑیگا اور نفس کو خواہش سے باز رکھکر ریاضت اور مجاہدہ مین مشغول ہوگا تو اسکے
لیئے ہدایت کے دروازے کھل جاوینگے اور ایک نور الٰہی سے جو مجاہدہ کے سبب اُسکے دل مین پڑیگا ان عقیدون کی حقیقتین واضح
کیونکہ مجاہدہ سے اس نور کے دل مین ڈالنے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہو چنانچہ ارشاد ہو والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ لمع
اور یہ نور ایک جوہر نفیس ہو کہ صدیقون اور مقربون کے ایمان کی غایت وہی ہو اور جو راز کہ حضرت ابوبکر صدیق رض کے دل مین ڈالا گیا اور اسکی
جہت سے آپ تمام خلق سے افضل ہوے وہ بھی اسی نور کی طرف اشارہ ہو اور اس راز کے کھلنے بلکہ سب اسرار کے معلوم ہونے کے بہت سے
درجات ہین جتنا کوئی مجاہدہ کریگا اور اپنے باطن کو جسقدر صاف اور غیر اللہ سے پاک رکھیگا اور نور یقین سے روشنی حاصل کریگا اسی قدر اسرار بھی
کھلینگے اور اُسکو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے طب اور فقہ اور دوسرے علوم کے اسرار کو لوگ موافق اپنی محنت کے اور بقدر اپنی ذکاوت اور دانائی
و زیرکی کے مختلف ہوا کرتے ہین تو جسطرح پر یہ درجات علم کے بے انتہا ہین اسی طرح درجات اسرار بھی غیر منحصر ہین مسئلہ جدل اور کلام
سیکھنا نجوم کی طرح برا ہی یا مباح خواہ مستحب ہی جواب اس مسئلے مین دونون طرفون کو بہت سا مبالغہ اور اسراف ہو یعنی بعض تو یہ کہتے ہین
کہ اُسکا سیکھنا بدعت اور حرام ہو اور بندہ شرک کے سوا کوئی سا گناہ کرکے مرے اس سے بہتر ہو کہ خدا تعالیٰ کے سامنے علم کلام کے ساتھ
جاوے اور بعض کہتے ہین کہ اُسکا سیکھنا واجب اور فرض کفایہ یا فرض عین ہو اور یہ سب اعمال سے بہتر اور ثواب کی چیزون مین عمدہ ہو
اسلیئے کہ اُسکا سیکھنا علم توحید کا تحقیق کرنا اور خدا تعالیٰ کے دین کی طرف سے لڑنا ہو ۔ اور امام شافعی اور مالک اور احمد رح اور سفیان ثوری
اور سب اہل حدیث سلف کے اسکی حرمت کے قائل ہین ۔ ابو عبد الاعلیٰ کہتے ہین کہ جس روز امام شافعی رح نے حفص فرد سے مناظرہ

گیا تھا جو کہ معتزلہ میں سے علم کلام کا ماہر تھا میں نے سنا کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ اگر بندہ شرک کے سوا ہر ایک گناہ کے ساتھ خدا تعالی سے ملے اس سے بہتر ہے کہ کچھ بھی علم کلام کے ساتھ اسکے سامنے جاوے اور مین نے حفص کی بھی ایک روایت سنی جسکو مین نقل نہین کر سکتا اور یہ بھی امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ مین اہل کلام کی ایک ایسی بات پر مطلع ہوا ہون کہ مجکو کبھی اسکا گمان نہ تھا اور اگر بندہ خدا تعالی کے تمام منہیات میں سوائے شرک کے مبتلا ہو اسکے حق مین اس سے بہتر ہے کہ علم کلام مین نظر کرے - اور کرابیسی روایت کرتے ہین کہ امام شافعیؒ سے کسی نے کوئی مسئلہ علم کلام کا پوچھا تو آپ نے غصہ ہو کر فرمایا کہ اسکا حال حفص فرد اور اسکے ساتھیون سے پوچھنا چاہیے خدا تعالی انکو رسوا کرے - اور جب امام شافعیؒ بیمار ہوئے تو حفص فرد انکے پاس گیا آپ نے پوچھا کہ کون ہے اسنے کہا مین ہون حفص فرد آپ نے فرمایا کہ خدا تیری حفاظت اور نگہبانی نکرے یہانتک کہ جس امر مین تو مبتلا ہے اس سے توبہ کرلے اور یہ بھی آپکا ارشاد ہے کہ اگر آدمیون کو معلوم ہوجاوے کہ علم کلام مین کتنی بدعتین ہین تو اس سے ایسا بھاگین جیسے شیر سے بھاگتے ہین - اور فرمایا کہ جب تم کسی کو یہ کہتے سنو کہ اسم عین مسمی ہے یا مسمی کا غیر ہے تو جان لو کہ وہ کلام والون مین سے ہے اور اسکا کوئی دین نہین زعفرانی کہتے ہین کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اہل کلام کے باب مین میری تجویز یہ ہے کہ انکے بتین لگا کر تمام قبیلون مین پھرایا جاوے اور منادی کیجاوے کہ یہ سزا ہے اسکی جو کتاب اللہ اور حدیث کو چھوڑ کر علم کلام مین مشغول ہو - اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہین کہ اہل کلام کو فلاح کبھی نہو گی اور جو شخص کلام کو دیکھے اسکو ایسا کم پاوگے کہ اسکے دل مین نقصان نہوا اور کلام کی برائی مین آپ نے یہان تک مبالغہ کیا کہ حارث محاسبی سے باوجود انکے زہد اور پرہیزگاری کے ملنا چھوڑ دیا اس جہت سے کہ انھون نے ایک کتاب بدعتیون کے رد مین لکھی تھی اور فرمایا کہ کمبخت پہلے تو تو انکی بدعت نقل کرتا ہے تب اسکا جواب لکھتا ہے تو گویا لوگون کو اپنی تصنیف سے رغبت دلاتا ہے کہ بدعت کو دیکھین اور ان شبہون کا مطالعہ کرین پھر یہی امر انکو رائے اور بحث کا موجب ہوجاوے - اور یہ بھی امام احمدؒ کا قول ہے کہ علماے کلام بددین ہین - اور امام مالکؒ فرماتے ہین کہ بھلا اگر کلام والے کے مقابل ایسا شخص آوے جو اس سے زیادہ لڑاک ہو تو ہر روز ایک نیا دین اپنے ملیے ایجاد کیا کریگا اس سے یہ غرض ہے کہ لڑنے والون کے کلام ایک دوسرے کی ضد ہوا کرتے ہین تو جو غالب ہوگا دوسرے کو اسی کی رائے اختیار کرنی پڑیگی - اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ بدعت اور ہوا والون کی گواہی درست نہین اور بعض آپ کے شاگرد کہتے ہین کہ اہل اہواسے آپ کی غرض اہل کلام ہین خواہ کسی مذہب پر ہون - اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص علم کی طلب کلام سے کرتا ہے وہ بددین ہوجاتا ہے - اور حسنؒ کا ارشاد ہے کہ اہل ہوا سے نہ جدل کرو اور نہ انکے پاس بیٹھو اور نہ انکا قول سنو - اور سلف کے سب اہل حدیث کا کلام کی برائی پر اتفاق ہے اور جتنی تاکیدین شدید انھون نے اس باب مین فرمائی ہین وہ خارج از حد شمار ہین اور کہا ہے کہ صحابہؓ نے جو باوجود حقایق کے زیادہ واقف ہونے اور دوسرون کی نسبت کہ الفاظ کی ترتیب مین فصیح تر ہونے کے کلام سے سکوت کیا اسکی وجہ یہی تھی کہ وہ لوگ جو کچھ خرابی اس سے پیدا ہوتی ہے اس سے واقف تھے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا ہلک المتنطعون یعنی ہلاک ہوئے وہ لوگ کہ بحث اور کلام مین زیادہ خوض کرتے ہین اور اہل حدیث یہ حجت بھی پیش کرتے ہین کہ اگر علم کلام دین سے ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکا امر ضروری فرما دیتے اور اسکا طریق سکھلا دیتے اور اسکے عالمون کی تعریف کر دیتے کیونکہ صحابہؓ کو استنجا تک تو تعلیم فرمایا اور فرائضؓ کے یاد کرنے کا ارشاد کیا اور انکی تعریف کی اور تقدیر مین کلام کرنے کو منع فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ تقدیر کے باب مین خاموش رہو اور اسی پر صحابہؓ بھی جمے رہے پس استاد پر زیادتی کرنی سرکشی اور ظلم ہے اور صحابہؓ ظاہر ہے کہ پیشوا اور استاد ہین اور ہم پیرو اور شاگرد ہین - اور دوسرا فرقہ جو علم کلام کو اچھا جانتے ہین وہ یون دلیل کرتے ہین کہ اگر علم کلام مین یہ خرابی ہے کہ اسمین جوہر اور عرض اور دوسری اصطلاحین نادر جو صحابہؓ کے عہد مین نہ تھین موجود ہین تب تو کچھ سہل بات ہے اسلیے کہ ہر ایک علم مین اسکے سمجھانے کے لیے اصطلاحین نئی نئی ہین مثلاً حدیث اور تفسیر اور فقہ مین بہت اصطلاحین اس قسم کی ہین کہ اگر انکو صحابہؓ

پیش کرتے تو وہ انکو نہ سمجھتے جیسے قیاس کی اصطلاحین نقض اور کسر اور ترکیب اور تعدیہ اور فساد وضع ہین غرض کہ الفاظ کا بنانا مقصود
صحیح پر دلالت کرنے کے لیے ایسا ہو جیسا ایک نئی صورت کا برتن بناکر مباح چیز مین استعمال کرین اسمین کچھ خرابی نہین اور اگر علم کلام
مین خرابی لفظ کے اعتبار سے نہین غرض اور مضمون کے اعتبار سے ہی تو ہماری غرض اُس سے صرف یہ ہی کہ عالم کے حادث ہونے کی
اور خداے تعالی کی وحدانیت اور صفات کی دلیل پہچانین جس طرح پر کہ وہ شرع مین ثابت ہون پس خداے تعالیٰ کو دلیل
کے ساتھ پہچاننا حرام کہان سے ہوا اور اگر علم کلام مین یہ خرابی ہی کہ اسکا انجام شور و شغب اور تعصب اور عداوت
اور کینہ ہی تو یہ بیشک حرام ہی اس سے بچنا واجب ہی جیسے کہ علم حدیث اور تفسیر اور فقہ کے جاننے سے بعض لوگون کو کبر اور عجب
اور نمود اور مطالب ریاست ہو جاتی ہی کہ انکی بھی حرمت مین کچھ شک نہین اور اُنسے احتراز کرنا واجب مگر علم سے منع کرنا نہ چاہیے
اس خیال سے کہ انجام کو یہ خرابی اس سے ہوگی اور دلیل کا ذکر کرنا اور اسکا طلب کرنا اور اسکے حال سے بحث کرنی ممنوع کیسے ہو سکتی
ہی کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین اور فرمایا لیہلک من ہلک عن بینة ویحیی من حی عن بینة اور فرمایا قل ہل عندکم
من علم فتخرجوہ لنا اور فرمایا ان عندکم من سلطان بہذا یعنی اسکی کچھ حجت اور برہان بھی ہی اور فرمایا قل فللہ الحجة البالغة اور فرمایا الم تر الی الذی
حاج ابراہیم فی ربہ ان آتاہ اللہ الملک یہانتک کہ فرمایا فبہت الذی کفر اس آیت مین اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کا حجت کرنا اور جدل
کرنا اور دشمن کو ساکت کر دینا تعریف کے طور پر ارشاد فرمایا اور فرمایا وتلک حجتنا آتیناہا ابراہیم علی قومہ اور فرمایا قالوا یا نوح قد جادلتنا
فاکثرت جدالنا اور فرعون کے قصے مین ارشاد فرمایا وما رب العالمین یہان تک کہ کہا اولو جئتک بشیء مبین غرض یہ کہ قرآن مجید اول سے
آخر تک کفار کے ساتھ حجتین ہین چنانچہ عمدہ دلیل متکلمون کی توحید مین یہ آیت ہی لو کان فیہما آلہة الا اللہ لفسدتا اور نبوت کے باب مین یہ آیت
ہی وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثلہ اور محشر مین اُٹھنے کے باب مین یہ آیت ہی قل یحییہا الذی انشاہا اول مرة اور سوا اسکے
اور آیتین اور دلیلین ہین اور ہمیشہ سب رسول صلوات اللہ علیہم منکرون سے لڑتے اور جھگڑتے جدال و حجت کرتے آئے ہین اللہ تعالی
فرماتا ہی وجادلہم بالتی ہی احسن اور صحابہ بھی منکرون سے حجت اور جدال کیا کرتے تھے مگر حاجت کے وقت کرتے تھے اور اُنکے وقت
حاجت کم تھی اور سب سے اول بدعتیون سے حضرت علی نے مجادلہ کا ڈھنگ ڈالا کہ حضرت ابن عباس کو خارجیون سے بحث کرنے کو بھیجا
اور اُنھون نے اُنسے یہ تقریر کی کہ تم اپنے امام کی عقوبت کے خواہان کیون ہو اُنھون نے جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ اُسنے قتال کیا
اور قیدی اور غنیمت ہمکو نہین دی حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ امر کفار کی لڑائی مین ہوتا ہی بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر حضرت عائشہ جمل کے
روز کی لڑائی مین قید ہو جاتین اور وہ تم مین سے کسی کے حصے مین پڑتین تو کیا تم اُنسے وہی معاملہ برتتے جو اپنی لونڈیون سے کرتے ہو حالانکہ
وہ نص قرآنی کی رو سے تمھاری ماں ہین خارجیون نے جواب مین عرض کیا کہ یہ کبھی نہوتا غرض کہ اس مجادلے سے وہ ہزار آدمی آپ کی
اطاعت مین آگئے۔ اور مروی ہی کہ حضرت حسن نے ایک شخص تقدیر کے منکر سے مناظرہ کیا اور وہ اپنے مذہب سے تائب ہوا۔ اور حضرت
علی نے ایک قدریہ سے مناظرہ کیا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود نے یزید بن عمیرہ سے ایمان کے باب مین مناظرہ کیا اور اسمین یہ فرمایا کہ اگر
تم یہ کہو کہ مین ایماندار ہون تو یہ ضرور ہی کہ کہو کہ مین جنت مین جاؤنگا یزید بن عمیرہ نے کہا کہ ای صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کی
خطا ہی ایمان تو اسی کا نام ہی کہ ہم اللہ پر اور اسکے فرشتون اور کتابون اور رسولون پر اور مرنے کے بعد اُٹھنے اور وزن اعمال پر ایمان لاوین

اور نماز اور روزہ اور زکوۃ کو بجالاوین اور ہمارے کچھ گناہ ہین اگر ہمکو یقین ہو کہ وہ بخشدیے جاوینگے تب البتہ ہم کہینگے کہ ہم اہل جنت مین سے
ہین اور انھین گناہون کی وجہ سے ہم کہتے ہین کہ ایمان دار ہین مگر یہ نہین کہتے کہ اہل جنت مین سے ہین حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ واقع
مین تمنے درست کہا بخدا مجھ سے خطا ہوئی - اب رہا یہ کہ صحابہ اسمین خوض کم کرتے تھے بہت مصروف نہوتے تھے اور تھوڑی تقریر کرتے تھے
زیادہ نہوتی تھی اور وہ بھی حاجت کے وقت بلا تصنیف و تدریس کرتے تھے اسکو کوئی فن نہین مقرر کیا تھا تو اسکے لیے ہم کہینگے کہ صحابہ کا اسمین
کمتر مصروف ہونا تو اسوجہ سے تھا کہ حاجت کم تھی کیونکہ اس زمانہ مین بدعت کم ظاہر ہوئی تھی اور تقریر کے مختصر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ تقریر
طرف ثانی کے ساکت کرنے اور اسکے قائل ہونے اور شبہہ کے دور ہونے اور امر حق کے واضح ہونے کے لیے ہوا کرتی ہے پس
اگر طرف ثانی کا اعتراض یا اسکا اصرار زیادہ ہوگا تو ضرور ہے کہ اسکا الزام بھی لنبا چوڑا ہوگا صحابہؓ بعد تقریر کے شروع فرمانے کے کسی
ترازو یا پیمانہ سے اسکی مقدار مقرر نہین کرتے تھے کہ اس سے زیادہ نہ ہوگی اور تدریس اور تصنیف کے جو در پے نہوئے تو اپنی عادت کی جہت سے
نہوئے چنانچہ فقہ اور تفسیر اور حدیث مین بھی تدریس اور تصنیف نہین فرمائی تو اگر فقہ مین تصنیف کرنا اور نادر صورتون کا بنانا جو کمتر واقع
ہون - درست ہے باین لحاظ کہ اگر اسطرح کی صورت ہوجاوے تو مسئلہ کام آوے یا صرف جودت طبع اور تیزی ذہن طالبون کی منظور رہو تو
ہم بھی مجادلہ کے طریقون کو بھین لحاظ ترتیب دیتے ہین کہ شاید شبہہ کے ابھرنے اور بدعتی کے جوش وخروش کرنے کے وقت کارآمد ہون
یا ذہن طالبعلمون کا تیز ہوجاوے کہ وقت پر فوراً بے تامل جواب دے سکین رک نہ رہین جیسے لڑائی کے لیے ہتھیار بنایا کرتے ہین
کہ موقع سے پہلے بیکار ہوتے ہین مگر وقت پر کام آتے ہین - یہ دونون طرف کی تقریرین ہین اور ہمارے نزدیک اگر مختار اور تحقیق پوچھو تو
یہ ہے کہ ہر حال مین مطلق کلام کو برا کہنا یا ہر حال مین اسکی تعریف کرنی دونون بیجا ہین بلکہ اس باب مین تفصیل ہونی چاہیے اسکے لیے
اول یہ معلوم کرنا چاہیے کہ حرمت دو قسم ہے ایک وہ کہ کوئی چیز اپنی ذات سے حرام ہو جیسے شراب اور مردار ہے اور اپنی ذات سے حرام ہونے
[illegible] یہ غرض ہے کہ اسکے حرام ہونے کی علت خود اسکے اندر کوئی وصف ہو جیسے شراب مین نشہ کرنا اور مردار مین موت ہے پس اسطرح کی
چیز کو جب ہمسے کوئی پوچھیگا تو ہم یہی کہینگے کہ مطلقاً حرام ہے اسکا دھیان نہ کرینگے کہ اضطرار کے وقت مردار مباح ہے یا گلے مین ٹکڑا اٹک
جاوے اور اسکے اترنے کے لیے سوائے شراب کے اور کوئی چیز بہنے والی نہو تو شراب اس غرض کے لیے مباح ہے - اور ایک وہ ہے کہ
غیر کی جہت سے حرام ہو جیسے کوئی مسلمان بیع کرچکا اسپر خیار کے وقت مین بیع کرنی یا اذان جمعہ کے وقت بیع کرنی یا مٹی کا کھانا کہ انکی
حرمت اسوجہ سے ہے کہ انمین ضرر ہے اور جو چیز ایسی ہو اسکی دو نوع ہین ایک تو وہ کہ اسکی تھوڑی اور بہت دونون مضر ہون تو اسکو بھی مطلق ہی
کہا جاویگا کہ حرام ہے جیسے مثلاً زہر ہے کہ تھوڑا اور بہت اسمین سے قاتل ہے اور ایک نوع وہ ہے کہ کثرت کے وقت مضر ہوتی ہے جیسے شہد ہے کہ اگر
گرم مزاج والا کثرت سے کھاوے تو مضر ہے یا جیسے مٹی کا کھانا کہ اسکی کثرت مضر ہے تو ایسی چیز پر مباح ہونے کا اطلاق کیا جاویگا غرض کہ
شراب پر حرمت کا اطلاق اور شہد پر حلت کا بولنا باعتبار غالب احوال کے ہے پس اگر کوئی ایسی چیز ہو کہ جس مین حالات ایک دوسرے
کے مخالف ہون تو اسکے حکم مین بہتر اور التباس سے دور تر یہ ہے کہ تفصیل وار بیان کیا جاوے اب ہم علم کلام کو جو دیکھتے ہین تو اسمین نفع
بھی پاتے ہین اور ضرر بھی اسلیے کہتے ہین کہ علم کلام اپنے نفع کے اعتبار سے نفع کے موقع مین حلال ہے یا مستحب یا واجب جس طرح کا حال
مقتضی ہو اور اپنے ضرر کے رو سے ضرر کے محل مین حرام ہے ضرر علم کلام کا یہ ہے کہ شبہون کو ابھارتا ہے اور عقیدون کو ہلا کر یقین اور پختگی سے
انکو دور کردیتا ہے یہ بات علم کلام کے شروع مین ہوجاتی ہے اور دلیل سے پھر پختگی پھر آنے مین شک ہے اسباب مین لوگ مختلف ہوتے ہین کوئی
دلیل کے بعد درست ہوجاتے ہین بعضے درست نہین ہوتے یہ ضرر تو اسکا امر حق کے اعتقاد مین ہے اور ایک ضرر اسمین اور ہے کہ بدعتیون کا
اعتقاد بدعت پر جم جاتا ہے اور دلون مین ایسی طرح ٹھہرتا ہے کہ اسی کے لوازم ظہور مین آتے ہین اور انپر اصرار کے زیادہ حریص ہوجاتے ہین

مگر یہ ضرر اسی تعصب کی وجہ سے ہوتا ہی جو جدل کے باعث ہیجان مین آتا ہی اور اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ عامی بدعتی کا اعتقاد نرمی سے بہت
جلد زائل ہو سکتا ہی لیکن جس صورت مین کہ اُسکا نشو و نما ایسے شہر مین ہو جس مین جدل و تعصب ہو تب تو اگر اگلے پچھلے سب اُسپر متفق ہو کر
آوین تب بھی اُسکے سینے سے بدعت نہ نکال سکینگے بلکہ خواہش نفس اور تعصب اور بغض جدل کرنے والون اور فرقہ مخالف کی خصومت
اسکے دلپر ایسی غالب ہوتی ہی کہ حق بات کے ادراک سے اُسکو باز رکھتی ہی یہانتک کہ اگر اُس سے کہا جاوے کہ تمکو یہ منظور ہی یا نہین کہ اللہ تعالے
تمھارے سامنے سے پردہ دور کر دے اور تم آنکھون سے دیکھ لو کہ امر حق طرف ثانی کی طرف ہی تو وہ اس امر کو اس نظر سے بُرا جانیگا کہ اس سے
طرف ثانی کو خوشی ہوگی اور یہ بڑا روگ اور مرض ہی جو شہرون اور بندون مین پھیل گیا ہی اور یہ ایک قسم کا فساد ہی جسکو جدل کرنے والون نے
تعصب کی جہت سے برپا کیا ہی پس یہ تو علم کلام کا ضرر ہی اور فائدہ اس علم کا یہی گمان مین آتا ہی کہ حقیقتون کا منکشف ہونا اور اُنکی ماہیت
اصلی کا پہچاننا ہی لیکن واقعی یہ ہی کہ کلام مین یہ مطلب شریف نہین غالباً کشف حقیقت اور معرفت ماہیت کی نسبت کر خبط مین ڈالنا اور گمراہی
زیادہ ہوتی ہی اور اس بات کو اگر تمھارے سامنے کوئی محدث یا کٹھ ملا کہے گا تب تو تم اپنے دل مین یہ کہو گے کہ چونکہ یہ اس علم سے ناواقف ہین
اور آدمی جس چیز کو نہین جانتا اُس کا دشمن ہوا کرتا ہی اس لیے برا کہتے ہین لیکن اُسکو ہمسے سنو کہ ہمنے اس علم کا خوب امتحان کیا اور اُسکے
اقصے غایت تک پہونچے اور جو علم اس سے مناسبت رکھتے تھے اُن مین بھی خوب مہارت پیدا کی مگر بعد کو یہی پایا کہ اس علم کے ذریعہ سے
معرفت حقائق کی راہ مسدود ہی اور اسی وجہ سے اس علم سے ہمکو نفرت ہوگئی ہان اسمین کچھ شک نہین کہ بعض امور کے انکشاف اور وضوح
سے علم کلام خالی نہین مگر یہ بات بہت کم ہی اور ایسے امور ظاہر مین ہوتی ہی کہ فن کلام مین غور نکرنے سے بھی غالباً وہ سمجھ مین آجاوین
تو اس نفع کا تو کچھ اعتبار نہین بلکہ علم کلام کا نفع صرف ایک بات ہی یعنی جس عقیدہ کو ہمنے بیان کیا ہی اُس علم کے ذریعے سے اُسکی
حفاظت عوام پر منصور ہی اور بدعتیون کے شک و شبہہ ڈالنے سے اور جدل کرنے سے بچاؤ اُنکا ہو سکتا ہی اسلیے کہ عامی آدمی ضعیف ہوتا ہی
بدعتی کا جدل اُسکو گھبرا دیتا ہی پس وہ بیچارہ کلام کی جہت سے اُسکا مقابلہ کرسکتا ہو گو یہ مقابلہ فاسد بات کا فاسد بات سے ہی گر یہ اسکا
اعتراض کو ہٹا دیتا ہی اور آدمیون کے واسطے وہی عقیدہ عبادت شمار کیا جاتا ہی جسکو ہم لکھ چکے ہین اسلیے کہ وہ شریعت مین وارد ہی
بدین لحاظ کہ اُسمین خوبی اُنکے دین و دنیا کی ہی اور سلف صالح نے اسی پر اجماع کیا ہی اور علما کے لیے اُسکی حفاظت عوام کے حق مین
بدعتیون کے دھوکون سے کرنی داخل عبادت ہی جیسے سلاطین کے واسطے اُنکے مالون کو ظالمون اور غاصبون کی لوٹ کھسوٹ سے
بچانا امر ثواب ہی۔ اور جب اس علم کا فائدہ اور ضرر معلوم ہو چکا تو علما کو چاہیے کہ جیسے طبیب حاذق دواے پر خطر کو استعمال کرتے ہین اور
اُسکے محل اور حاجت کے استعمال نہین کرتے اسی طرح علم کلام کو بھی بوقت حاجت اور بقدر حاجت استعمال کرین اور اسکی تفصیل یہ ہی
عوام جو اپنے پیشون اور حرفون مین مشغول ہین اُنکو واجب ہی کہ جو عقیدے اُنھون نے سیکھے ہین اُنھین پر چھوڑ دیے جاوین بشرطیکہ
حق طور پر ہون جیسے ہمنے لکھے ہین اسلیے کہ ایسے لوگون کو کلام کا سکھلانا اُنکے حق مین ضرر محض ہی کیونکہ اکثر اُنکو شک اُبھر کھڑا ہوتا ہی اور
جنبش کرتا جاتا ہی اور بعد کو اُسکا برپا رہنا اصلاح سے ممکن نہین ہوتا اور جو عامی کہ معتقد بدعت کا ہو اسکو امر حق کی طرف نرمی کے ساتھ
لطیف سے بلانا چاہیے اور ایسی گفتگو اُسکے آگے کرنی چاہیے جس سے نفس کو قناعت اور دل مین تاثیر ہو اور دلائل قرآن مجید اور حدیث
کے ڈھنگ کے قریب ہو اور کسی قدر اُسمین نصیحت اور تخویف بھی ملی ہوئی ہو تعصب کی راہ سے سمجھانا نہ چاہیے کیونکہ اُسکے حق
جدل کی نسبت کر نرمی اور نصیحت ہی زیادہ کار آمد ہی اسلیے کہ عامی جب متکلمون کی شرط کے بموجب جدل سنیگا تو اُسکو یہ امر
کہ یہ ایک فن مناظرہ کا ہی جسکو طرف ثانی نے سیکھا ہی تاکہ بتدریج لوگون کو اپنے اعتقاد کی طرف گھسیٹے اور اگر جواب سے عاجز ہوگا
اکر لیگا کہ میرے مذہب والے بھی اسکا دفعیہ کرسکتے ہونگے پس ایسے آدمی کے ساتھ اور اول کے ساتھ جدل حرام ہی اور اسی

اُس شخص کے مناظرہ کہ شک مین پڑگیا ہو اسلیے کہ شک کا دور کرنا نرمی اور وعظ اور ان دلیلون سے چاہیے جو فہم سے قریب اور مقبول اور
کلام کے مشکلات سے بعید ہون اور جدل کو غایت درجہ تک پہونچا دینا صرف ایک جگہ مین مفید ہے اور وہ یہ صورت ہے کہ کسی عامی نے
ایک قسم کا جدل سنکر مثلاً بدعت کا اعتقاد کرلیا ہو تو اس جدل کا مقابلہ اُسی جیسے جدل سے کیا جاوے تاکہ عامی مذکور اعتقاد حق کی طرف
پھر آوے اور یہ ایسے شخص کے حق مین ہوگا جسکا حال یہ معلوم ہو کہ وعظ اور عام تخویفات پر قانع نہوکر مجادلے سے اُنس رکھتا ہے
اسلیے کہ اُسکی نوبت ایسی حالت پر آگئی ہے کہ بدون جدل کے علاج کے اور تدبیر اُسکو مفید نہوگی تو ایسے کو جدل بتانا مضائقہ نہین اور
یہ امر اُن شہرون مین ہے کہ بدعت کم ہو اور مذہب اُنمین مختلف نہون تو ایسے شہرون مین اول اُنھین اعتقادات کے بیان پر اکتفا کرنی
چاہیے جو ہمنے ذکر کیے ہین اور دلیلون کے درپے ہونا نہ چاہیے اور شبہہ پڑنے کا منتظر رہنا چاہیے جب کوئی شبہہ واقع ہو تو بقدر حاجت
اسکا ذکر کردینا چاہیے اور اگر بدعت پھیلی ہوئی ہو اور خوف ہو کہ کہین لڑکے فریب مین نہ آجاوین تو ایسے وقت مین اسقدر دلائل جو ہمنے
اپنے رسالۂ قدسیہ مین بیان کیے ہین لڑکون کو سکھا دینے کا مضائقہ نہین کہ اُسکے سبب سے بدعتون کے مجادلون کی تاثیر سے بچے رہین
اور یہ مقدار دلائل کی مختصر ہے اور چونکہ وہ رسالہ بھی مختصر ہے اسلیے ہمنے اُنکو اُس مین درج کیا ہے پس اگر مبتدی صاحب ذکا ہو اور اپنی طبیعت
کی تیزی سے سوال کی جگہ پر واقف ہو جاوے یا اُسکے دل مین شبہہ اُٹھ کھڑا ہو تو ایک پر خطر روگ پیدا ہوا اب جائز ہوا کہ اُس مقدار تک
ترقی کی جاوے جسکو ہمنے اقتصاد فی الاعتقاد مین مذکور کیا ہے اور وہ بقدر چھ سات جزون کے ہوگی اُسمین قواعد عقائد کے اور مباحث
متکلمین وغیرہ کے سوا اور طرف نظر نہین پس اگر یہ کتاب اُسکو کافی ہو تب تو استاد اور کچھ اس فن مین اُسکو نہ سکھاوے اور اگر اُس پر قانع
نہو تو روگ پُرانا ہو گیا اور مرض بڑھ گیا اب اُستاد کو حتی الوسع اُسکے ساتھ نرمی برتنی چاہیے اور انتظار کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی اپنے حکم سے
کوئی تنبیہ کرکے اُسپر امر حق کو واضح کردیتا ہے یا وہ شک پر اور شبہہ پر اصرار کرکے گردنی خویش آمدنی پیش کا مصداق بنا چاہتا ہے کیونکہ جسقدر
مضمون کو کتاب اقتصاد خواہ اور اُسی جیسی تصنیف شامل ہے اسقدر سے توقع ہے کہ مفید ہے باقی مضامین جو علم کلام مین ہین اور احاطۂ نفع
سے خارج وہ دو قسم ہین ایک تو وہ کہ قواعد کے عقائد کے سوا اور امور ہون جیسے اعتمادات یعنی اسباب و علل اور ادراکات یعنی علوم و قوی
اور ادراکون یعنی موجودات کے حال سے بحث کرنی اور اس بات مین خوض کرنا کہ آیا رویت کے مخالف کا نام منع ہے یا نابینائی سب غیر مرئی
چیزون کے لیے ہر ایک ہی منع ہے یا جتنی چیزین کہ انکی رویت ممکن ہے اُنکے لیے موافق اُنکے شمار کے منع ثابت ہے جیسے عنصریات کی بحث
ہوتی ہے اور سوا اُنکے اور اسی طرح کی واہیات گمراہ کرنے والی ہین اور دوسری قسم یہ ہے کہ عین اُنھین قواعد عقائد کی دلیلون مین بہت سی
تقریر اور زیادہ سوال جواب کیے جاوین اسطرح پر بھی تقریر کو غایت درجہ پر پہونچانا ایسے شخص کے حق مین جو اس قدر پر قانع نہو گمراہی
اور جہالت کے سوا اور کچھ فائدہ نہین کرتا اسلیے کہ بہت سے کلام اسطرح کے ہین کہ طول دینے اور بڑھانے سے اُسمین دقت ہوجاتی ہے
اور اگر کوئی یون کہے کہ ادراکات اور اعتمادات کی حکمتون کے حالات بیان کرنے سے دلون کے تیز ہوجانے کا فائدہ ہے اور دل دین
کا آلہ ہے جیسے تلوار جہاد کا آلہ ہے تو دل کے تیز کرنے مین کچھ مضائقہ نہین تو یہ قول اُسکا ایسا ہوگا جیسے یون کہے کہ شطرنج کا کھیلنا
دل کی تیزی کے لیے ہے تو وہ کھیل بھی دین مین سے ہے غرض کہ اس طرح کا حیلہ ایک خیال خام ہے شریعت کے جتنے علوم ہین اُن سب
سے دل کو تیزی ہوتی ہے اور اُنمین سے کسی مین کسی طرح کے ضرر کا خوف نہین - اس تقریر سے تمکو علم کلام مین سے جسقدر عمدہ ہے اور
جسقدر بُری ہے معلوم ہوگئی اور وہ حال بھی دریافت ہوگیا جسمین کہ مذمت اور تعریف کلام کی ہوتی ہے اور جسکو وہ مفید ہے اور جسکو
مضر ہے اُنکی تفصیل بھی واضح ہوگئی - اب اگر یہ کہو کہ اسکا تو تم اقرار کرچکے کہ بدعتون کے دفع کرنے کے لیے علم کلام کی طرف حاجت
ہے اور اس زمانے مین بدعتین بہت ہوگئین اور یہ مصیبت عام ہوگئی اور اُسکی حاجت نہایت قوی ہے تو ضرور ہے کہ اس علم کا جاننا فرض

کفایہ ہی جیسے اموال کی حفاظت اور عہدۂ قضا اور تولیت وغیرہ کا بجالانا ہی اور جبتک کہ علما اس علم کے پھیلانے اور تدریس اور بحث
مین مشغول نہونگے تو وہ باقی کیسے رہیگا اور اگر بالفرض اُسکو ترک کر دیا جاوے تو ظاہر ہی کہ نابود ہو جاویگا اور صرف طبیعتون مین اتنا مادہ
نہین کہ بدعتیون کے شبہہ کا حل کر دیا کرین جبتک کہ اس فن کو نہ سیکھین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس فن کی تدریس اور بحث اس زمانہ مین
فرض کفایہ ہی بخلاف زمانۂ صحابہؓ کے کہ اس وقت مین اس علم کی طرف حاجت نہ تھی پس اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ واقع مین
ہر ایک شہر مین اس علم کا جاننے والا جدا گانہ چاہیے کہ جو بدعتی اُس شہر کے شبہہ کرین وہ انکو جواب دیا کرے اور یہ بات بدون تعلیم کے ہمیشہ
قائم نرہیگی لیکن ہماری غرض یہ ہی کہ اس علم کا علی العموم سبکو سکھانا اچھا نہین جیسے فقہ اور تفسیر کی تحصیل ہوتی ہی کیونکہ فقہ اور تفسیر تو بمنزلہ
غذا کے ہین اور کلام مثل دوا کے ہی غذا کے ضرر کا خوف نہین کیا جاتا اور دوا کا ضرر خوف کے قابل ہی چنانچہ ہم اُسکے ضرر کے اقسام کو
بیان کر چکے ہین پس جو شخص اس علم کا عالم ہوا اُسکو چاہیے کہ جس شخص مین تین خصلتین پاوے خاص اُسی کو یہ علم سکھاوے اول یہ کہ
سیکھنے والا علم ہی کی تحصیل کے لیے ہو اور اسی کا حریص ہو اسلیے کہ اگر طالب پیشہ ور ہوگا اور اپنے کام مین لگ جاویگا تو یہ شغل اُسکو علم
کی تکمیل اور شبہات کے دور کرنے کا مانع ہوگا جب کبھی اسکو شکوک پیش آوین دوسرے یہ کہ صاحب ذکا اور فطنت اور فصاحت ہو
اسلیے کہ غبی آدمی کو اسکے سمجھنے سے فائدہ نہوگا اور بے کیندے تو تقریر کرنے والے کی حجت کچھ مفید نہین ہوتی اسلیے اسکے حق مین کلام کے
ضرر کا خوف ہی اور فائدہ کی توقع نہین تیسرے یہ کہ اُسکی طبیعت مین صلاحیت اور دیانت اور تقوی ہو اور شہوتین اُسپر غالب نہون
اسلیے کہ بدکار آدمی ادنی شبہہ سے دین سے علیحدہ ہو جاتا ہی اور جو آڑ کہ اُسمین اور اُسکی لذتون مین ہوتی ہی وہ اس شبہہ سے رفع ہو جاتی ہی
تو اُسکو یہ خواہش نہین ہوتی کہ شبہہ کو دور کیجیے بلکہ شبہہ کو غنیمت جانتا ہی کہ دین کی تکلیفات کی برداشت سے رہائی ملی تو ایسے آدمی سے
جسقدر خرابی ظہور مین آتی ہی وہ اصلاح کی نسبت کر زیادہ ہوتی اور جب تم ان قسمون کو معلوم کر چکے تو تمکو واضح ہوا ہوگا کہ علم کلام مین
حجت عمدہ وہی ہی جو قرآن کی حجتون کی جنس سے ہو یعنی کلمات نرم اور دلون مین تاثیر کرنے والے اور نفسون کو قائع کرنے والے
اُسمین بولے جاوین ایسی تقسیمات اور دقیق باتون کو اُسمین دخل نہ دیا جاوے جسکو اکثر آدمی نہ سمجھین اور اگر سمجھین تو یہ اعتقاد کرین کہ
یہ اس مقرر کا ایک شعبدہ اور ہنر ہی جسکو لوگون کے دھوکا دینے کے لیے سیکھا ہی اور اگر کوئی اسی جیسا ہنر والا اسکے مقابلہ مین ہو تو اُسکو
زیادتی کچھ بھی نہو اور یہ بھی تمنے معلوم کر لیا ہوگا کہ امام شافعیؒ اور دوسرے اکابر سلف نے جو اس علم مین خوض کرنے اور اسی کے ہو رہنے
سے منع فرمایا ہی تو اسکی وجہ وہی تھی کہ اُسمین وہ نقصان پائے جاتے ہین جنپر ہم اشارہ کر آئے ہین اور حضرت ابن عباسؓ سے جو خارجیون
کے ساتھ اور حضرت [illegible] وغیرہ کے باب مین مناظرے منقول ہین وہ کلام صاف اور ظاہر اور حاجت کے وقت مین تھے اور
اس طرح کا مناظرہ ہر حال [illegible] بات ہر ایک زمانہ مین حاجت کی کمی بیشی مین اختلاف ہوا کرتا ہی تو کچھ بعید نہین کہ اُسکی وجہ سے حکم بھی
ہر زمانے مین مختلف ہو۔ پھر جو عقیدہ خلق کے لیے عبادت مقرر ہوا ہی اُسکا حکم اور اُسکی طرف سے چھیڑنے اور اُسکے بچانے کا طور یہ ہی جو اوپر ذکر کیا گیا
مگر شبہہ کا دور کرنا اور حقیقتون کا واضح ہونا اور اشیا کو جیسی کی ہون معلوم کرنا اور اس عقیدۂ حق کے الفاظ سے جو امور سمجھے جاتے ہین
اُنکے اسرار کو معلوم کرنا بجز اُسکے میسر نہین ہو سکتا کہ مجاہدہ کرے اور شہوات کو جڑ سے اُکھاڑے اور بالکل خدا تعالی کی طرف متوجہ ہو اور
جدل کے شائبہ سے اپنی فکر کو صاف کرکے اُسپر مداومت کرے اور یہ بات اسد تعالی کی رحمت ہی جو شخص اُسکے درپے ہو اُسکو جتنا نصیب
مین ہوتا ہی موافق درپے ہونے کے اور موافق استعداد و محل کے اور بموجب دل کی پاکی کے عنایت ہوتی ہی اور یہ وہ سمندر ہی جسکی تھاہ معلوم
ہو سکے نہ کنارہ پر پہونچا جاوے مسئلہ اگر کہو کہ تمھاری اس تقریر سے یہ بات پائی جاتی ہی کہ ان علوم کے معانی ظاہر ہین اور اسرار ہین اور
بعض اُنمین صاف ہین کہ اول ہی معلوم ہو جاتے ہین اور بعض پوشیدہ ہین کہ مجاہدہ اور ریاضت اور طلب کامل اور فکر صاف اور

باطن کو مطلوب ہے کہ سوا ہر ایک دنیاوی شغل سے خالی رکھنے سے واضح ہوتے ہین اور یہ بات عجب نہین کہ شریعت کے مخالف ہو اسلیے کہ
شریعت کا ظاہر اور باطن دو نہین اُسکا تو ظاہر اور باطن ایک ہی ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ان علوم کا دو قسم ہونا یعنی پوشیدہ اور ظاہر ہونا ایسا
ہی کہ کوئی عاقل اُسکا انکار نہ کریگا اسکا انکار وہی لوگ کم ہمت کرتے ہین جنھون نے لڑکپن مین کوئی چیز سیکھی اور اُسی پر جم گئے اور بلندی کی غایت
اور علما اور اولیا کے درجات پر ترقی نہ کی ورنہ علوم کا منقسم ہونا دو قسمون مذکورہ پر شرع کی دلیلون سے ظاہر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین ان للقرآن ظاہرا و باطنا و حدا و مطلعا[17] اور حضرت علیؓ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہان علوم بہت سے ہین بشرطیکہ
اُنکے یاد کرنے والے مجھے ملین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیا[۱۷] کو حکم ہی کہ لوگون سے اُنکی عقلون کے موافق کلام کرین
اور فرمایا کہ جس نے[۱۷] کسی قوم سے ایسی حدیث بیان کی جسکو اُنکی عقل نہ پہونچی تو وہ اُنکے لیے فتنہ ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی وتلک الامثال نضربہا للناس
وما یعقلہا الا العالمون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض علم مثل دُر مکنون کے ہی کہ اُسکو بجز خدا تعالی کے جاننے والون کے
اور کوئی نہین جانتا آخر حدیث تک چنانچہ باب العلم مین ہم اُسکو لکھ آئے ہین اور فرمایا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا اب ہمکو کوئی
یہ بتاوے کہ اگر یہ امر راز نہ تھا تو لوگون کے ادراک کے قصور کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے آپ اُسکے بتانے سے کیون رُک رہے اور صحابہ پر
اُسکا افشا کیون نہ فرمایا اسمین تو کچھ شک ہی نہین کہ اگر آپ اُنسے ذکر فرماتے تو وہ اُسکی تصدیق ضرور کرتے - اور حضرت ابن عباسؓ نے اس
آیت کے باب مین ارشاد فرمایا اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن یتنزل الامر بینہن کہ اگر مین اُسکی تفسیر کرون تو تم مجکو سنگسار
کردو اور ایک روایت مین یہ ہی کہ تم مجکو کافر بتاؤ - اور حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم کے ظرف
یعنی محل یاد کیے ہین ایک تو مین نے لوگون مین منتشر کردیا اور اگر دوسرے کو منتشر کرون تو میرے یہ گلے کی رگ کٹ جاوے - اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر تمپر روزون اور نماز کی زیادتی سے افضل نہین ہوا بلکہ ایک راز کی وجہ سے جو اُسکے سینے مین ڈالا گیا ہی
اور اسمین کچھ شک نہین کہ یہ راز دین کے قواعد کے متعلق تھا اُنسے خارج نہ تھا اور جو بات کہ قواعد دین مین سے ہوتی ہی وہ اپنے ظاہر کے اعتبار
سے دوسری چیز کی نسبت کر پوشیدہ نہین ہوتی ہی - اور سہیل تستریؒ فرماتے ہین کہ عالم کے لیے تین علم ہوتے ہین ایک علم ظاہر جسکو وہ ظاہر
والون کو دیتا ہی ایک علم باطن کہ اُسکا مقدور نہین کہ سواے اُسکے اہل کے اور کسی کے سامنے اُسکو ظاہر کرے اور ایک وہ علم جو اُسکے
اور خدا تعالی کے درمیان اُسکو کسی کے سامنے ظاہر نہین کرتا اور بعض عارفون نے ارشاد فرمایا ہی کہ ربوبیت کا راز کھول دینا کفر ہی - اور
بعضون نے فرمایا ہی کہ ربوبیت کا ایک راز ہی اگر وہ ظاہر ہوجاوے تو نبوت بیکار ہوجاوے اور نبوت کا ایک راز ہی کہ اگر عیان ہو تو علم نکما
ہوجاوے اور خدا تعالی کے جاننے والون کا ایک راز ہی کہ اگر وہ اُسکو افشا کرین تو احکام بیکار ہوجاوین اس شخص نے اگر اپنے قول سے نبوت
کا بیکار ہونا ضعیفون کے حق مین بوجہ اُنکے قصور فہم کے مراد نہین لیا تو جو کچھ کہا ہی وہ ٹھیک نہین بلکہ صحیح یہ ہی کہ اسمین کچھ تناقض نہین اور
کامل وہی ہی جسکا نور معرفت نور ورع کو گل نہ کرے اور ورع کا مدرک نبوت ہی مسئلہ اگر تو پوچھو کہ ان آیات اور اخبار مین تاویلین ہوا کرتی ہین
تو ظاہر اور باطن کے اختلاف کی کیفیت کو بتانا چاہیے اسلیے کہ اگر باطن ظاہر کے خلاف ہی تب تو شریعت بیکار ہوئی جاتی ہی اور یہ اُن
لوگون کا قول ہی جو کہتے ہین کہ حقیقت خلاف شریعت کے ہی حالانکہ یہ قول کفر ہی اسلیے کہ شریعت ظاہر سے مراد ہی اور حقیقت باطن سے
پھر اگر باطن مخالف ظاہر کے نہین تو باطن اور ظاہر دونون ایک ہی ہین اس سے تقسیم نہ رہیگی اور شریعت کا کوئی راز ایسا نہ ٹھہریگا جسکا
افشا نہ کیا جاوے - پس اسکا جواب یہ ہی کہ یہ سوال ایک بڑے امر کی سلسلہ جنبانی کرتا ہی اور علوم مکاشفہ مین لے ڈالتا ہی اور علم معاملہ جو
ہمارا مقصود ہی اور ان باتون مین ہمکو وہی بیان کرنا منظور ہی اُس سے باہر کیے دیتا ہی کیونکہ جو عقائد ہمنے ذکر کیے ہین وہ دلون کے
اعمال سے متعلق ہین اور ہمکو یہی حکم ہی کہ اُنکو قبول کرکے دل کو اُنکی تصدیق پر لگا دین اس بات کا امر نہین کہ کسی ذریعہ سے اُنکی

حقیقتون کے کھلنے کے خواہان ہون اس بات کا حکم عام خلق کو نہین ہوا اور اگر عقائد اعمال مین سے نہوتے تو ہم انکو اس کتاب مین درج نکرتے اور اگر
ظاہر دل کے متعلق نہوتے اسکے باطن سے متعلق ہوتے تو اس کتاب کے نصف اول مین نہ لکھتے کیونکہ حقیقت کا کھلنا دل کے باطن اور سر کی صفت ہے
مگر چونکہ ظاہر اور باطن کے خلاف ہونے کے باب مین تقریر کی نوبت آگئی اسلیے اس مشکل کے حل کرنے کے لیے کچھ مختصر تقریر کی ضرورت ہوئی جو شخص
یہ کہتا ہے کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے یا باطن ظاہر کی نقیض ہے تو وہ ایمان کی نسبت کفر سے قریب تر ہے اصل یہ ہے کہ جو اسرار کہ مقربون کو معلوم ہوتے
ہین اور انکے علم مین اکثر لوگ مقربون کے شریک نہین اور مقربون کو انکے افشا سے منع کر دیا گیا ہے وہ پانچ قسم ہین قسم اول یہ ہے کہ وہ چیز بذات خود دقیق ہو جسکے
سمجھنے سے اکثر فہم عاجز ہوتے ہون تو اسکے ادراک کے لیے خواص لوگ مختص ہوتے ہین اور ان پر لازم ہے کہ اسکا افشا ایسے لوگون پر نکرین جو اسکے
اہل نہون ورنہ اسکا افشا ہونا انکے حق مین فتنہ ہوگا اس نظر سے انکے فہم اسکے معلوم کرنے سے قاصر ہین اور اسی قسم سے ہے راز روح کا مخفی رکھنا
اور اسکے بیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باز رہنا اسلیے کہ روح کی حقیقت ان اشیا مین سے ہے کہ فہم اسکے ادراک سے عاجز ہین اور وہم
اسکے تصور ماہیت سے قاصر اور یہ مت گمان کرنا کہ یہ حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی واضح نہ تھی کیونکہ جو شخص روح کو نہ جانے گا وہ
گویا اپنے نفس سے واقف نہوگا اور جو اپنے نفس کو نجانے گا وہ اپنے رب کو کس طرح پہچانے گا اور یہ بھی بعید نہین کہ روح کی حقیقت بعض
اولیا اور علما کو معلوم ہو جاوے گو وہ انبیا نہون مگر چونکہ شریعت کے آداب کے پابند ہوتے ہین اسلیے جس سے شرع نے سکوت کیا ہے اس سے
وہ بھی سکوت کرتے ہین بلکہ خدا تعالی کی صفات مین بعض ایسی ہین کہ عوام کی سمجھ ان کے ادراک سے قاصر ہوتی ہین اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انمین سے صرف وہ ذکر کر دیا مثلاً علم و قدرت وغیرہ کو ایسی طرح بیان فرمایا کہ خلق نے اپنے علم و قدرت
کے ساتھ انکی مشابہت وہم کرکے سمجھ لیا کیونکہ ان مین جو صفات مسمی بعلم و قدرت تھے انھون نے ایک قسم کے قیاس سے اسکے علم و قدرت
کو وہم کر لیا اور اگر خدا تعالی کے صفات مین سے ایسے ذکر کیے جاوین جنکے مناسب اور مشابہ خلق مین نہ پائے جاوین تو اسکو نہ سمجھینگے اگر
جماع کی لذت کو اگر لڑکے اور نامرد کے سامنے ذکر کیا جاوے تو وہ دونون اسکو کھانے کی چیز کی مناسبت سے سمجھینگے اور اس طرح کی سمجھ اصلی
طور پر نہوگی اور جتنا فرق کہ کھانے اور جماع کی لذت مین ہے اس سے کہین زیادہ تفاوت خلق کے علم و قدرت اور خدا تعالی کے علم و قدرت
مین ہے حاصل یہ کہ انسان بجز اپنے نفس اور اپنے ایسے صفات کے جو اسکو اسوقت حاصل ہین اور چیز کا ادراک نہین کرتا یا کوئی صفت
اسکو پہلے حاصل تھی اسکے قیاس سے دوسری چیز کو سمجھتا ہے پھر کبھی اسبات کا اقرار کرتا ہے کہ میری صفت اور دوسری صفت مین شرف اور کمال کی رو سے
فرق ہے مثلاً آدمی کی طاقت مین صرف اتنی ہی بات ہے کہ خدا تعالی کے لیے وہ باتین ثابت کرے جو کہ اسمین خود موجود ہین یعنے فعل اور
علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ اور اس بات کی تصدیق کرے کہ اسکے یہ صفات کامل تر اور اشرف ہین غرضکہ انسان کی بڑی دوڑ یہی ہے کہ
اپنے صفات کے گرد پھرا کرے اور جس بزرگی اور جلال کے ساتھ خدا تعالی خاص ہے اس تک رسائی نہو اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اسکے یہ معنی نہین کہ جو کچھ مین نے معلوم کیا ہے اسکے بیان کرنے سے
عاجز ہون بلکہ یہ مراد ہے کہ کنہ جلال کے ادراک سے قصور کا مقر ہون اور اسی لیے کسی عارف نے کہا ہے کہ حقیقت کے ساتھ خدا تعالی کو
بجز اسکی ذات پاک کے اور کسی نے نہین پہچانا اور حضرت صدیق اکبر نے ارشاد فرمایا کہ شکر ہے اس خدا کا جسنے خلق کے واسطے اپنی معرفت
کی سبیل سوا اسکے معرفت سے عاجز رہنے کے اور کچھ نہین مقرر کی اب ہم شبدیز قلم کی باگ اس طرف سے روک کر غرض کی طرف توجہ
ہوتے ہین کہ پوشیدہ امور مین سے ایک قسم وہی جسکے ادراک سے فہم عاجز ہون اور اسی قسم مین روح اور بعض اللہ تعالی کی صفات داخل
ہین اور شاید اسی جیسی بات کی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین ان للہ سبعین حجابا من نور لو کشفہا لاحرقت سبحات وجہہ کل من
ادرکہ بصرہ دوسری قسم پوشیدہ امور مین سے جنکے ذکر سے انبیا اور صدیقین باز رہتے ہین وہ باتین ہین کہ بذات خود سمجھ مین آتی ہین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد کن چیز کے خطاب کے لیے اگر اُسکے وجود سے پہلے ہو تو محال ہے اسلیے کہ معدوم چیز خطاب نہین سمجھتی اور اگر بعد وجود کے ہو تو اُسکو پیدا کرنے کی حاجت نہین مگر چونکہ اسطرح کا کنایہ نہایت درجہ کے اقتدار کے سمجھانے مین بہت اثر رکھتا ہے اسلیے اس کنایہ کی طرف رجوع فرمایا اور دلیل شرعی اسطرح ہے کہ ظاہری معنون پر اُسکا محمول کرنا ممکن ہو مگر شریعت مین مروی ہے کہ اس سے ظاہر کے سوا اور معنی مراد لیے گئے ہین جیسے اس آیت کی تفسیر مین انزل من السماء ماء فسالت اودیة بقدرها فاحتمل السیل زبدا رابیا الآیہ کہ یہان پانی سے مراد قرآن ہے اور جنگلون سے دل ہین کہ بعضون نے بہت سی قرآن کی برداشت کی اور بعضون نے کم کی اور بعضون نے بالکل نہ کی اور جھاگ سے مثال کفر اور نفاق کی فرمائی کہ اگرچہ وہ ظاہر اور پانی کے اوپر ہوتا ہے مگر اُسکو قیام نہین اور ہدایت جو لوگون کے کارآمد اور مفید ہے وہ ٹھہری ہے اور اس قسم مین بعضون نے اتنا غوطہ لگایا کہ جو امور آخرت مین وارد ہوے ہین یعنی میزان اور پل صراط وغیرہ کو بھی تاویل کر لیا حالانکہ اُنکے معنی بدلنے بدعت ہین کیونکہ شریعت سے بطریق روایت وہ معنی پہونچے نہین اور ظاہر کے بموجب انکا ہونا محال نہین تو ظاہر پر انکا محمول کرنا واجب ہے چوتھی

قسم یہ ہے کہ آدمی اول ایک چیز کو مجمل معلوم کرے پھر اُسکو مفصلاً تحقیق اور ذوق کے ساتھ ادراک کرے اسطرح کہ وہ شی اُسکا حال اور کیفیت لازم ہو جاوے تو ان دونون علمون مین فرق ہوگا اور اول تو مثل پوست کے ہوگا اور دوسرا مثل مغز کے اور اول مثل ظاہر کے ہوگا اور دوسرا مثل باطن کے مثلاً کسی انسان کو اندھیرے مین یا فاصلہ سے ایک وجود دکھائی دیوے تو اُسکو اُسوقت کسی قدر علم ہوگا مگر جب اُسکو نزدیک سے یا اندھیرے کے دور ہونے کے بعد دیکھیگا تو پہلے علم مین اور اس علم مین فرق پاویگا لیکن یہ دوسرا علم اول کی ضد نہوگا بلکہ اُسکا کامل کرنے والا ہوگا اسی طرح علم اور ایمان اور تصدیق کے حال کو سمجھنا چاہیے مثلاً آدمی کبھی عشق اور مرض اور موت کے وجود کی تصدیق کرتا ہے مگر جب اُنمین مبتلا ہوتا ہے تب اُنکا علم پہلے کی نسبت کہ زیادہ متحقق ہوتا ہے بلکہ انسان کے حالات شہوت اور عشق اور دوسری چیزون مین تین طرح کے جدا جدا ہین اور ہر ایک کا ادراک مختلف ہے اول تو اُس حال کو واقع ہونے سے پیشتر معلوم کرنا دوم واقع ہونے کے وقت اسکی تصدیق کرنی سوم بعد اُسکے گذر جانے کے ادراک کرنا مثلاً بھوک کا ادراک اگر بعد جاتے رہنے کے کرو تو وہ اُس ادراک کے علحدہ ہوگا جو زوال گرسنگی سے پیشتر تھا اسی ہی حال علوم دینی کا ہے کہ بعض علوم ذوق ہو کر کامل ہو جاتے ہین اور پہلے کی نسبت کہ مثل باطن کے ہوتے ہین مثلاً اگر بیمار آدمی کو تندرستی کا علم ہو اور تندرست کو بھی ہو تو دونون کے علم مین بہت فرق ہے غرض کہ ان چارون قسمون کی اشیا مین خلق کم و بیش ہوتی ہے اور اُنمین سے کسی مین باطن ظاہر کے خلاف نہین بلکہ اُسکا متمم اور مکمل ہے جیسے مغز پوست کا مکمل ہوتا ہے پانچوین قسم یہ ہے کہ زبان حال کو زبان قال سے تعبیر کیا جاوے پس کم فہم آدمی ظاہر پر واقف ہو کر اُسکو بولنا اعتقاد کر لیتا ہے اور جو شخص حقیقتون کا بینا ہوتا ہے وہ اسکے راز کو معلوم کر لیتا ہے مثلاً اگر یون کہین کہ دیوار نے میخ سے کہا کہ تو مجھکو کیون چیرے ڈالتی ہے میخ نے جواب دیا کہ اُس سے پوچھ جو مجھکو ٹھوکتا ہے جو پتھر میرے سر پر لگتا ہے وہ مجھکو میری راے پر نہین چھوڑتا تو یہ مثال ہے زبان قال سے زبان حال کو تعبیر کرنے کی اور اسی قبیل سے ہے مضمون اس آیت کا ثم استوی الی السماء وہی دخان فقال لها وللارض ائتیا طوعا او کرها قالتا اتینا طائعین پس کم فہم آدمی اسکے سمجھنے مین آسمان و زمین کے لیے زندگی اور عقل اور خطاب کا سمجھنا اور خطاب کو آواز اور حرفون سے ہونا کہ جسکو وہ دونون سنین اور پھر آواز و حروف سے کہین کہ ہم آئے اپنی خوشی سے فرض کر لیتا ہے اور دانا آدمی جانتا ہے کہ یہ زبان حال ہے اور اس سے یہ جتلانا منظور ہے کہ وہ دونون مسخر اور حکم کے تابع ہین اور اُسکی طرف اُنکو بے اختیار آنا پڑتا ہے اور اسی طرح ہے مضمون اس آیت کا وان من شیء الا یسبح بحمدہ کہ غبی آدمی کو اسمین ضرورت پڑتی ہے کہ جمادات کے لیے زندگی اور عقل اور آواز اور حروف سے بولنا فرض کرے تاکہ وہ سبحان اللہ اپنی بولی مین کہین اور اُنکی تسبیح ثابت ہو اور اہل بصیرت جانتے ہین کہ اس سے مراد زبان کی گفتگو نہین بلکہ اپنے وجود سے زبان حال سے گویا اور اُسکی تسبیح اور تقدیس اور وحدانیت کی شاہد ہے جیسے کسی کا شعر ہے شعر ہر گیاہے کہ از زمین روید ۔ وحدہ لاشریک لہ گوید یا جیسے یون کہتے ہین کہ یہ بکی صنعت اپنے صانع کے حسن کی تدبیر اور کمال علم پر شاہد ہے اسکے یہ معنی نہین ہوتے کہ وہ زبان سے کہتی ہے کہ مین گواہ ہون بلکہ اپنی ذات اور

حال سے اسکی شہادت مراد ہوتی ہو اسی طرح جتنی چیزین ہین وہ اپنی ذات سے ایجاد کرنے والے کی محتاج ہین جو اُنکو پیدا کرکے باقی رکھے
اور اُنکے اوصاف کو قائم رکھے اور ہر حال مین اُنکو بدلتا رہے تو وہ اپنی حاجت کی جہت سے اپنے خالق کی پاکی پر شاہد ہین اور اُنکی شہادت اہل
بصیرت کو معلوم ہوتی ہو نہ اُن لوگون کو جو ظاہر پر جمے ہوے ہین اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولکن لاتفقہون تسبیحہم اور جنکے فہم مین
قصور ہو وہ تو بالکل ہی نہین سمجھتے مگر مقرب اور علماے راسخ اپنی اپنی عقل اور بصیرت کے موافق سمجھتے ہین اُسکی ماہیت اور کمال کو وہ بھی نہین
سمجھتے اسلیے کہ ہر چیز مین اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور تسبیح پر بہت سی شہادتین ہین شعر ہزار نکتۂ باریکتر زمو اینجاست ٭ نہ ہر کہ مو بتراشد
قلندری داند لہٰذا اُن شہادتون کی علم معاملہ مین بیان کرنی زیبا نہین حاصل یہ کہ یہ فن بھی اُن چیزون مین سے ہی جنکے علم مین اصحاب ظواہر اور ارباب
بصائر مختلف ہین اور جنسے باطن کا جدا ہونا ظاہر سے پایا جاتا ہو اور اس مقام مین صاحبان مقامات کو زیادتی اور میانہ روی ہو تو بعضے زیادتی
کی طرف یہان تک ڈھلے کہ سب الفاظ ظاہر یا اکثر کو بدل ڈالا حتی کہ آخرت مین جو امور ہونگے اُنکو بھی کہتے ہین کہ زبان حال سے ہونگے مثلاً اللہ
تعالیٰ کا ارشاد وتکلمنا ایدیہم وتشہد ارجلہم بما کانوا یکسبون اور یہ ارشاد قالوا لجلودہم لم شہدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیئ اور اسیطرح
سب خطاب جو منکر نکیر سے ہونگے اور میزان اور پل صراط اور حساب مین اور دوزخیون کے اور جنتیون کے مناظرے اور دوزخیون کا اُنسے استدعا
کرنا کہ پانی یا جو کچھ تمکو خداے تعالیٰ نے دیا ہو ہمکو دو ان سبکو زبان حال ہی سے کہتے ہین۔ اور دوسرون نے یہ مبالغہ کیا کہ تاویل کو بالکل اُڑا دیا
انھین مین سے امام احمد بن حنبلؒ ہین یہان تک کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کن فیکون مین بھی تاویل کو منع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ خطاب حروف
اور آواز سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر لحظہ موافق شمار ہونے والی چیزون کے ہوتا رہتا ہو حتی کہ مین نے اُنکے بعض شاگردون سے سنا ہو
کہ آپ نے بجز تین جگہ کے اور جگہ سے تاویل اُڑا دی ہو اور وہ تین جگہ یہ ہین اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد الحجر الاسود یمین اللہ فی ارضہ
دوم یہ حدیث قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن تیسری یہ حدیث انی لاجد نفس الرحمن من جانب الیمن انکے سوا اور ون مین تاویل نہین
کرتے اور تاویل کے دور کرنے کی طرف اصحاب ظواہر نے بھی میل کیا ہو اور امام احمدؒ پر گمان یہی ہوتا ہو کہ وہ قطعاً جانتے ہونگے کہ استواے
مراد اسپر ٹھہرنا نہین اور نہ نزول سے غرض نقل مکانی ہو مگر تاویل کے دور کرنے کے لیے اُنھون نے تاویل سے منع فرمایا کہ خلق کی بہتری کی رعایت
اسمین ہو کیونکہ اگر باب تاویل مفتوح ہو تو کام ہاتھ سے نکل جاے اور ابتری کا سنبھالنا مشکل پڑے اور میانہ روی کی حد سے تجاوز کر جاے اسلیے
کہ میانہ روی کی حد کا کوئی ضابطہ مقرر نہین کہ اُس تک بس کیجاوے پس ایسی صورت مین تاویل سے منع کرنے کا مضائقہ نہین اور سلف کی سیرت
بھی اسی کی شاہد ہو کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ان اُمور کو جس طرح آئے ہین اُسی طرح رہنے دو یہان تک کہ جب حضرت امام مالکؒ سے کسی نے
استوا کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ استوا کے معنی تو معلوم ہی ہین اور کیفیت مجہول ہو اور ایمان اُسپر واجب ہو اور اُسکا حال پوچھنا بدعت ہو اور
بعض لوگون نے میانہ روی کی طرف میل کیا ہو اور جو امور کہ صفات الٰہی سے متعلق ہین اُنمین تاویل کو دخل دیا ہو اور جو باتین آخرت سے
متعلق ہین اُنکو ظاہر لفظون کے بموجب چھوڑ کر تاویل سے منع کیا ہو یہ لوگ تابعین ابوالحسن اشعری کے ہین اور معتزلون نے یہ زیادتی کی کہ حق تعالیٰ کی صفات
مین سے رویت کی تاویل کی اور اُسکے سمیع اور بصیر ہونے مین تاویل کی اور معراج مین تاویل کرکے کہا کہ جسم سے نہین ہوئی اور عذاب قبر اور میزان
اور پل صراط اور تمام احکام آخرت مین تاویل کر ڈالی لیکن جسمون کے اُٹھنے اور حشر ہونے کے اور جنت اور دوزخ کے مقر ہین کہ جنت مین کھانے کی
اور پینے کی اور سونگھنے کی چیزین اور نکاح اور جمیع محسوس لذتین موجود ہین اور دوزخ کا جسم محسوس ہو اور کھالون کا جلانا ہو اور چربیون کا
پگھلانا ہو اور ان لوگون سے جو ترقی اس درجہ تک کی تو فلسفہ والے اُنسے بھی بڑھ گئے اُنھون نے جتنی باتین آخرت مین ہونگی سب کے معنی بدل دیے
اور اس بات کے قائل ہوے کہ رنج اور لذتین صرف عقلی اور روحانی ہونگی جسمون کا حشر نہوگا صرف نفس ہی باقی رہینگے اور اُنپر عذاب یا راحت
اس قسم کے ہونگے کہ حواس [illegible] اور ادراک [illegible] اور یہ سب [illegible] [illegible]

اتنا کھل جاوے جیسے یہ فرقے مذکور ہوئے اور نہ اتنا بند ہو جیسے حنبلی فرقہ ہے مگر یہ حد بہت باریک ہے کہ اُس پر بجز توفیق یافتہ لوگون کے جو امور کو نور الٰہی سے دیکھتے ہین صرف سننے سے نہین ادراک کرتے اور کوئی واقف نہین اور ان لوگون کو جب اُمور کے اسرار بموجب اصل حقیقت کے واضح ہو جاتے ہین تب یہ الفاظ وارادہ کو دیکھتے ہین اور اس وقت اگر الفاظ کو مطابق اس امر کے پایا جو نور یقین سے اُنھون نے مشاہدہ کیا ہے تب تو اُنکو ویسا ہی ثابت رکھتے ہین اور اگر خلاف پایا تو اُسکی تاویل کرتے ہین لیکن جو شخص کہ ان اُمور کی معرفت صرف سننے سے حاصل کرتا ہے اُسکا قدم اس مین نہین جمتا اور نہ اُسکے ٹھہرنے کی کوئی جگہ معین ہے پس ایسے شخص کے لیے مناسب تر امام احمد کا مقام ہے اب چونکہ ان اُمور مین میانہ روی کی حد کو خوب واضح کرنا علم مکاشفہ مین داخل ہے اور اُسکا بیان بہت طویل لہذا ہم اُسمین خوض نہین کرتے اور غرض اس جا یہ تھی کہ ظاہر کی باطن سے موافقت اور مخالفت کا بیان کیا جاوے سو ان پانچون قسمون سے بہت سی باتین واضح ہو گئین۔ اور جو عقیدے کہ ہم فصل اول مین لکھ آئے ہین وہ ہماری دانست مین جمہور عوام کے لیے کافی معلوم ہوتے ہین کہ اول درجہ مین اُنکو بجز اُن باتون کے معتقد ہونے کے اور کسی چیز کا حکم نہین ہوتا مگر جس صورت مین کہ بدعت کے شائع ہونے سے اُس عقیدے کی ابتری کا خوف ہو اس وقت دوسرے درجہ مین ایسے عقیدے کی طرف ترقی کرنی پڑتی ہے جس مین مختصر اور روشن دلیلین بدون تعمق کے موجود ہون نظر برین ہم اس باب مین وہ روشن دلیلین لکھتے ہین اور اس بیان پر اکتفا کرتے ہین جو ہمنے قدس والون کو لکھا ہے اور اُسکا نام رسالہ قدسیہ در قواعد عقائد رکھا ہے اس رسالہ کو اس باب کی فصل تیسری مین بعینہا نقل کرتے ہین تیسری فصل عقیدے کی روشن دلیلون کے بیان مین یعنے رسالہ قدسیہ کے ذکر مین اور اُسکا ترجمہ مع دیباچہ کیا گیا تاکہ علیحدہ بھی ہو سکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سزاوار حمد وہ ذات ہے جس نے جماعت اہل سنت کو انوار الیقین سے ممتاز کیا اور اہل حق کو دین کے رکنون کی راہ بتانے کے لیے سرفراز فرمایا اور کجون کی کجی اور ملحدون کی گمراہی سے اُنکو بچا کر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء النصیب کی اور آپ کے صحابۂ اکرم رضی اللہ عنہم کی پیروی کی توفیق دی اور سلف صالحین کے اعمال و اقوال کا اتباع اُنپر ایسا آسان کر دیا کہ اُنھون نے عقلون کے مقتضیات مین سے حبل متین پر تمسک کیا اور پہلے لوگون کی سیرت و عقائد مین صاف راستہ بے کھٹکے اختیار کیا عقلون کے نتیجون اور شرع منقول کے مقدمات کو قبول کرنے مین ایک ساتھ کر کے جان لیا کہ جس کلمۂ طیبہ کا کہنا ہمارے لیے عبادت ٹھہرا ہے یعنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صرف زبان سے اُسکی شہادت دینے مین کچھ فائدہ اور ثمرہ مترتب نہین جبتک کہ اُنکے وہ اُصول جنپر مدار اس کلمہ کے جملون کا ہے نہ جان لیے جاوین۔ اور پہچان لے کہ یہ دونون جملے باوجود اپنے اختصار کے چار باتون کو متضمن ہین اول خدا تعالیٰ کی ذات کا اثبات دوم اُسکی صفات کا سوم اُسکے افعال کا چہارم اُسکے رسولون کی تصدیق کا اور اسی سے معلوم کر لیا کہ ایمان کی بنا چار رکنون پر ہے اور ہر ایک رکن کا مدار دس اصلون پر رکن اول خدا تعالیٰ کی ذات اور وحدانیت کی معرفت مین اور اُسکا مدار دس اصلون پر ہے یعنی یہ جاننا کہ وہ موجود ہے ازلی ہے ابدی ہے جوہر نہین جسم نہین عرض نہین کسی جہت سے خصوصیت نہین رکھتا کسی مکان پر ٹھہرا ہوا نہین بلکہ اپنے عرش پر چڑھا ہوا ہے آخرت مین اُسکا دیدار ہوگا اکیلا ہے بدون شریک اور مثل کے پہلی اصل خدا تعالیٰ کے موجود ہونے کی پہچان مین اس باب مین عمدہ طریقہ وہ ہے جسکی ہدایت قرآن مجید فرماتا ہے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کے بیان سے بڑھکر اور کوئی بیان نہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الم نجعل الارض مھادا والجبال اوتادا وخلقناکم ازواجا وجعلنا نومکم سباتا وجعلنا اللیل لباسا وجعلنا النھار معاشا وبنینا فوقکم سبعا شدادا وجعلنا سراجا وھاجا وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا لنخرج بہ حبا ونباتا وجنات الفافا اور دوسری جا ارشاد ہے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایات لقوم یعقلون اور دوسرا ارشاد ہے الم تروا

کیف خلق اللہ سبع سمٰوات طباقا وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیھا ویخرجکم اخراجا اور ارشاد فرمایا افرایتم ما تمنون ءانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون یہانتک کہ فرمایا نحن جعلنا ہا تذکرۃ ومتاعا للمقوین پس ظاہر ہی کہ جسکو ادنی شعور بھی ہو وہ اگر ان آیتون کے مضمون مین ادنی تامل کرے اور آسمان وزمین کے عجائب مخلوقات الٰہی مین اپنی نظر کو گردش دے اور حیوانات اور نباتات کی پیدائش نادر کو دیکھے تو جان لے گا کہ اس امر عجیب اور ترتیب محکم کا کوئی بنانے والا ضرور ہی جو اسکو منتظم اور محکم رکھتا ہی اور وقتاً فوقتاً انکو مقدر کرتا ہی بلکہ غالباً نفوس کی اصل پیدائش اسبات کی شاہد ہی کہ وہ بالکل اسکی تسخیر کے نیچے دبے ہوئے اور اسکی تدبیر کے موافق بدلتے رہتے ہین اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی افی اللہ شک فاطر السمٰوت والارض اور اسی جہت سے سب انبیا علیہم السلام کو بھیجا کہ خلق کو توحید کیطرف بلاوین تاکہ مخلوق یہ کلمہ کہین کہ لا الٰہ الا اللہ اور انکو یہ کہنے کا حکم نہوا کہ ہمارا ایک معبود ہی اور عالم کا کوئی معبود ہی کیونکہ یہ بات تو شروع پیدائش سے انکی عقلون کی سرشت مین موجود تھی اور اسی جہت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولئن سالتھم من خلق السمٰوات والارض لیقولن اللہ اور فرمایا فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم غرضکہ خدا تعالیٰ کے موجود ہونے کے بیان مین انسان کی سرشت اور قرآن مجید کی دلیلین اتنی ہین کہ حاجت دلیل کے ذکر کرنے کی نہین مگر ہم تاکید کے طور پر علماے مناظرین کی تقلید کرکے اسکی دلیل بھی عقلی لکھتے ہین وہ یہ ہی کہ بدیہی بات ہی کہ حادث چیز اپنے پیدا ہونے مین کسی سبب کی محتاج ضرور ہوتی ہی جو اسکو حادث کرے اور عالم بھی حادث ہی تو ضرور ہی کہ وہ بھی اپنے حدوث مین کسی سبب کا محتاج ہو اب ہمارا یہ قول کہ حادث اپنے حدوث مین کسی سبب کا محتاج ہوتا ہی یہ صاف بات ہی کیونکہ جو حادث ہی وہ کسی وقت سے خصوصیت رکھتا ہی کہ عقل مین اسوقت سے اسکا پہلے اور پیچھے ہونا بھی جائز ہی پس اسوقت خاص کے ساتھ اسکا مخصوص ہونا اور اس سے پہلے اور پچھلے وقت سے مخصوص نہونا ظاہر ہی کسی سبب سے ہوگا اور ہمارا یہ کہنا کہ عالم حادث ہی اسکی برہان یہ ہی کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہین اور حرکت اور سکون دونون حادث چیزین ہین اور جو چیز کہ حادث چیزون سے خالی نہو وہ بھی حادث ہی پس عالم حادث ہی اس برہان مین تین دعوی ہین اول یہ کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہین یہ بات بدیہی ہی اور اسمین فکر وتامل کی حاجت نہین اسلیے کہ اگر کوئی شخص کسی جسم کو یہ سمجھے کہ نہ متحرک ہی نہ ساکن تو وہ پابند جہالت اور خارج از عقل وفراست ہی دوم یہ کہ حرکت وسکون دونون حادث ہین اسکی دلیل یہ ہی کہ دونون ایک دوسرے کے بعد آتے ہین اور ایک کا وجود دوسرے کے بعد ہوتا ہی اور یہ بات سب جسمون مین مشاہدہ ہوتی ہی اسلیے کہ جو ساکن ہی اسپر عقل حکم کرتی ہی کہ حرکت کرسکتا ہی اور جو متحرک ہی اسکا ساکن ہونا عقل مین ممکن ہی تو جو حالت اس وقت ان دونون مین سے جسم پر طاری ہوگی وہ تو طاری ہونے کی جہت سے حادث ہوگی اور اس سے پہلے حالت بسبب عدم کے حادث ٹھہرے گی اسلیے کہ اگر وہ حادث نہو قدیم ہو تو اسکا عدم محال ہوگا چنانچہ اسکا بیان خدا تعالیٰ کے بقا کے اثبات مین عنقریب آویگا سوم یہ کہ جو چیز حوادث سے خالی نہو گی وہ حادث ہوگی اور اسکی دلیل یہ ہی کہ اگر ایسا نہو تو ہر حادث کے پیشتر بہت سے حوادث ہونگے جنکا شروع نہوگا اور اگر یہ حوادث سب علکر منقطع نہون گے تو جو حادث اب موجود ہی اسکے وجود کی نوبت نہ پہونچی ہوگی اور جس چیز کی نہایت نہو اسکا منقطع ہونا محال ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ اگر بالفرض آسمان کے دورے ایسے ہون کہ انکی انتہا نہو تو ضرور ہی کہ انکی شمار یا جفت ہوگی یا طاق یا جفت اور طاق دونون یا نہ جفت نہ طاق اور دو صورتین آخر کی محال ہین اسلیے کہ اجتماع نفی اور اثبات کا ہوا جاتا ہی کیونکہ جفت کے ثابت کرنے مین طاق کی نفی ہوتی ہی اور اسکے نفی کرنے مین طاق کا اثبات ہی اور صرف جفت بھی نہین ہوسکتی کیونکہ جفت ایک کے زیادہ ہونے سے طاق ہوجاتی ہی تو بے نہایت چیز ایک کی زیادتی سے کیسے بدل سکتی ہی اور طاق بھی نہین ہوسکتی کیونکہ طاق ایک کی زیادتی سے جفت ہوجاتا ہی تو جسکے اعداد کی انتہا نہین وہ ایک کی زیادتی سے کس طرح بدل جاویگا اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ نہ طاق ہو نہ جفت کیونکہ اسکے لیے انتہا ہی اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عالم جو

حوادث سے خالی نہین وہ بھی حادث ہی اور جب اُسکا حادث ہونا ثابت ہوا تو اُسکا اپنے حادث کرنے والے کیطرف محتاج ہونا بداہۃً معلوم ہوتا ہی دوسری اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالی قدیم ازلی ہی جسکے وجود کی ابتدا نہین بلکہ ہر ایک چیز سے پہلے اور ہر زندہ اور مردے سے پیشتر ہی ہی اور اُسکی برہان یہ ہی کہ اگر اللہ تعالی قدیم نہو حادث ہو تو وہ بھی کسی حادث کرنے والے کا محتاج ہوگا اور وہ دوسرا تیسرے کا یہانتک کہ یہ تسلسل بے نہایت ہو جاوے اور جو شی متسلسل ہوتی ہی وہ حاصل نہین ہوتی یا یہ کہ ایک ایسے محدث پر نوبت پہونچے کہ وہ قدیم اور سب سے اول ہو اور اُسی سے ہماری غرض ہی اُسی کا نام ہمنے عالم کا بنانے والا اور حادث کرنے والا اور ظاہر کرنے والا اور خالق اور موجد رکھا ہی تیسری اصل یہ جاننا کہ خدا تعالی باوجود ازلی ہونے کے ابدی بھی ہی کہ اُسکے وجود کا انجام نہین بلکہ وہی اول ہی اور وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اسلیے کہ جسکا قدیم ہونا ثابت ہوگیا اُس کا معدوم ہونا محال ہی اور اُسکی دلیل یہ ہی کہ وہ اگر معدوم ہو تو دو حال سے خالی نہین یا خود بخود معدوم ہو یا کسی معدوم کرنے والے کے مقابل کے باعث سے معدوم ہو پہلی صورت باطل ہی کیونکہ اگر جس شی کا دوام متصور ہی اُسکا معدوم ہونا اپنے آپ جائز ہو تو یہ بھی جائز ہوگا کہ کوئی چیز خود بخود موجود بھی ہو جایا کرے اسلیے کہ جیسے وجود کا حادث ہونا سبب کا محتاج ہی اسی طرح عدم کا طاری ہونا بھی سبب کا محتاج ہی اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ کسی معدوم کرنے والے مقابل کی جہت سے اُسکا وجود معدوم ہو اسلیے کہ یہ مقابل اگر قدیم ہی تو اُسکے ہوتے ہوے وجود کیسے ہوا اور پہلی دونون اصلون سے وجود کا ہونا اور اُسکا قدیم ہونا ثابت ہو چکا تو پھر صورت مین کہ مقابل ساتھ تھا وجود کیسے ہوسکتا ہی اور اگر مقابل حادث ہی تب بھی باطل ہی اسلیے کہ وجود اس حادث کا اُسی قدیم کے باعث سے ہی تو یہ نہین ہوسکتا کہ حادث تو قدیم کے مقابلے مین پڑکر اُسکے وجود کو قطع کرے اور قدیم اُسکی ضدین اُسکے وجود کو دفع بھی نہ کرے حالانکہ دفع کرنا بہ نسبت قطع کے آسان ہی اور قدیم بہ نسبت حادث کے قوی تر اور اولی ہی چوتھی اصل یہ جاننا کہ خدا تعالی جوہر کسی جگہ مین گھرا ہوا نہین بلکہ وہ مکان و حیز کی مناسبت سے پاک و برتر ہی اور اُسکی برہان یہ ہی کہ ہر ایک جوہر ایک جگہ مین گھرا ہوا وہ اُس جگہ سے خصوصیت رکھتا ہی اور ضرور ہی کہ اُسمین یا ٹھہرا ہوا ہوگا یا اُسمین سے حرکت کرتا ہوگا غرض کہ حرکت خواہ سکون سے خالی نہوگا اور یہ دونون چیزین حادث ہین اور جو چیز حوادث سے خالی نہو وہ حادث ہوتی ہی اور اگر کوئی جوہر مکان مین گھرا ہوا قدیم متصور ہوسکے تو عالم کے جوہرون کا قدیم ہونا بھی متصور ہوسکیگا اور اگر خدا تعالی کو کوئی شخص جوہر کہے اور مکان مین گھرا ہوا نہ کہے تو لفظ کے اعتبار سے خطاوار ہوگا معنون کی راہ سے نہوگا پانچوین اصل یہ جاننا کہ خدا تعالی جسم مرکب جوہرون سے نہین اسلیے کہ جسم اُسی کو کہتے ہین جو جوہرون سے مرکب ہو اور جبکہ اسکا جوہر ہونا اور مکان خاص مین متحیز ہونا باطل ٹھہرا تو اُسکا جسم ہونا بھی باطل ہوا کیونکہ ہر ایک جسم ایک حیز کے ساتھ مخصوص ہی اور جُدے جُدے جواہر سے مرکب ہی اور اُسکا خالی ہونا علیحدہ ہونے اور جمع ہونے اور حرکت اور سکون اور صورت اور مقدار سے محال ہی اور یہ سب علامتین حادث ہونے کی ہین اور اگر یہ درست ہو جاوے کہ عالم کا بنانے والا جسم ہی تو یہ بھی ہوسکتا ہی کہ آفتاب یا ماہتاب یا اقسام جسم مین سے کسی اور چیز کے خدا ہونے کا اعتقاد کرلیا جاوے پھر اگر کوئی گستاخ خدا تعالی کو جسم بتاوے اور جوہر سے مرکب ہونے کا ارادہ نکرے تو یہ اُسکی اصطلاح لفظون مین غلط ہوگی گر جسمیت کی نفی اس سے بھی پائی جاویگی چھٹی اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالی عرض نہین کہ کسی جسم سے قائم ہو یا کسی محل مین حلول کیے ہو اسلیے کہ جسم تو سب یقیناً حادث ہین اور اُنکا حادث کرنے والا اُن سے پیشتر موجود ہوگا پس خدا تعالی کسی جسم مین کیسے حلول کرسکتا ہی وہ تو ازل مین سب سے پہلے تنہا موجود تھا اور اُسکے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا پھر اجسام اور اعراض کو اپنے بعد پیدا فرمایا اور ایک وجہ یہ ہی کہ خدا تعالی علم اور قدرت اور ارادہ اور پیدا کرنے کے ساتھ موصوف ہی چنانچہ اسکا بیان آگے آتا ہی اور یہ اوصاف اعراض پر محال ہین بلکہ یہ اوصاف اُسی موجود کے لیے سمجھ مین آتے ہین جو خود بخود قائم اور اپنی ذات سے مستقل ہو اور ان چھون اصول سے یہ حال ہوا کہ اللہ تعالی موجود اور اپنے آپ قائم ہی نہ جوہر ہی نہ جسم اور نہ عرض اور عالم سب کا سب جوہر اور عرض اور جسم ہی اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالی کسی کے مشابہ نہین اور نہ کوئی اُسکے مشابہ بلکہ وہ زندہ اور قیوم ہی

کہ اُسکے مانند کوئی چیز نہین اور کہین خالق مخلوق کے مشابہ ہو سکتا ہی یا قادر مقدور کے یا مصور تصویر کے مانند ہو سکتا ہی اور اجسام اور اعراض سب اُسکی پیدائش اور صنعت مین سے ہین تو اُنکو یہ کہنا کہ اُسکے مثل اور مشابہ ہین محال ہی ساتوین اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالی کی ذات طرفون کی خصوصیت سے پاک ہی اسلیے کہ طرفین چھ ہین اوپر یا نیچے یا داہنے یا بائین یا آگے یا پیچھے اور یہ سب طرفین خدا تعالی ہی نے بذریعے انسان کے پیدا کرنے کے پیدا فرمائی ہین اسلیے کہ اللہ تعالی نے انسان کی دو طرفین ایسی بنائین کہ ایک زمین پر ٹکے اُسکو پاؤن کہتے ہین اور دوسری اُسکے مقابل جسکا نام سر ہی پس لفظ اوپر اُس جہت کے لیے بنا جو سر کی طرف ہی اور نیچے اُسکا نام ہوا جو پاؤن کی طرف ہو یہانتک کہ چیونٹی اگر چھت مین اُلٹی ہو کر چلے تو اُسکے حق مین کڑیون کی جانب نیچے ہو جاویگی گو ہماری نسبت کردہ اوپر کہلاتی ہی اور انسان کے لیے دو ہاتھ خدا تعالی نے بنائے کہ اکثر اُنمین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے قوی تر ہوتا ہی تو جو قوی تر تھا اُسکے لیے داہنا نام ہوا اور اُسکے مقابل کا نام بایان رکھا گیا اور جو جہت کہ اول کی طرف پڑی اُسکا نام داہنی اور بائین کی طرف والی کا نام بائین ہوا اور نیز اُسکے لیے دو جانب بنائے کہ ایک طرف سے دیکھتا ہی اور اُس طرف کو چلتا ہی تو جس طرف کو چلتا ہی اُسکا نام آگے ہوا اور اُسکے مقابل کا نام پیچھے ٹھیرا پس یہ چھون جہتین انسان کے پیدا ہونے سے پیدا ہوئی ہین اگر انسان بالفرض اس وضع پر نہ پیدا ہوتا بلکہ گول مثل گیند کے ہوتا تو ان جہتون کا وجود بھی نہوتا پس خدا تعالی ازل مین کسی جہت سے خاص کس طرح ہو سکتا ہی کہ جہتین تو حادث ہین اور نہ اب کسی طرح کسی جہت سے خاص ہو کہ انسان کی پیدایش کے وقت تو خاص کسی سمت سے نہ تھا اور وہ منزہ ہی اس بات سے کہ اُسکے لیے اوپر ہو کیونکہ وہ اس بات سے برتر ہی کہ اُسکا سر ہو اور اوپر اُسی جہت کو کہتے ہین جو سر کی جانب ہو اسی طرح اُسکے لیے نیچے بھی نہین کیونکہ نیچے اُس سمت کا نام ہی جو پاؤن کی جانب ہو اور خدا تعالی پاؤن سے مبرا ہی اور یہ سب باتین عقل کے نزدیک محال ہین اور ایک وجہ یہ ہی کہ اگر خدا تعالی کسی جہت سے مختص ہو تو یون عقل مین آتا ہی کہ یا جسطرح اپنے غیر سے خصوصیت رکھے یا اعراض کیطرح جوہر سے مخصوص ہو اور چونکہ اُسکا جوہر اور عرض ہونا دونون محال ہو چکے تو اُسکا مختص ہونا جہت سے بھی محال ہی اور اگر جہت کے معنی سوا ان دونون معنون کے کچھ اور لیے جاوین تو وہ لفظ کا اعتبار ہوگا (؟) گو معنی درست رہتے ہون - اور ایک وجہ یہ ہی کہ اگر خدا تعالی عالم کے اوپر ہو تو اُسکے محاذی ہوگا اور کسی جسم کا محاذی یا اُسکے برابر ہوتا ہی یا اُس سے چھوٹا یا بڑا اور یہ تینون امر ایسے ہین کہ اُنسے مقدار کی ضرورت خدا تعالی کے لیے ماننی پڑیگی حالانکہ اُسکی ذات اس سے بری ہی - اب باقی رہا یہ کہ دعا کے وقت ہاتھ آسمان کیطرف کیون اُٹھاتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہی کہ دعا کا قبلہ وہی سمت ہی اور اُسمین یہ بھی اشارہ ہی کہ جس سے دعا کی طلب ہی اُسمین صفت جلال اور کبریائی ہی اسلیے کہ بلندی کی جہت مجد اور برتری پر دال ہی اور اللہ تعالی قہر اور بزرگی اور غلبے کی جہت سے ہر ایک موجود کے اوپر ہی آٹھوین اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالی عرش پر مستوی ہی اُن معنون سے جو اُسنے استوا سے مراد لیے ہین یعنی وہ معنی کہ اُسکے کبریا کے مخالف نہین اور نہ اُسمین حدوث اور فنا کی علامتون کو دخل ہی اور وہی معنی آسمان پر مستوی ہونے سے مقصود ہین اُس آیت مین ثم استوی الی السماء وہی دخان اور وہ معنی صرف قہر اور غلبے کی جہت سے ہو سکتے ہین جیسے اس شعر مین کسی شاعر کے شعر ابیات قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف و دم مہراق مستوی ہوا ملک عراق پر بے تلوار کی نہ خون کی ہوئی احتیاج اُسے ہوا اور اہل حق کو بجبوری اس تاویل کیطرف رجوع کرنا پڑا جسطرح اہل باطل کو اس آیت کی تاویل کرنی پڑی وہو معکم اینما کنتم یعنی وہ تمھارے ساتھ ہی جہان تم رہو کہ سب نے اسکے معنی یہی کیے ہین کہ ساتھ ہونے سے غرض احاطہ اور علم ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن قدرت اور قہر پر محمول کیا ہی اور الحجر الاسود یمین اللہ فی ارضہ کو بزرگی اور تعظیم پر محمول کیا اسلیے کہ اگر اُنکو ظاہر الفاظ کے بموجب مہنے دیا جاوے تو محال لازم آتا ہی اسی طرح اگر استوا ٹھہرنے اور جگہ پکڑنے کے معنون مین رکھا جاوے تو لازم آویگا کہ جو جگہ پکڑے وہ جسم ہو اور عرش سے لگا ہوا ہو یا تو اُسکے برابر ہو خواہ اُس سے چھوٹا یا بڑا ہو اور یہ محال ہی تو جس بات سے محال لازم آوے وہ خود محال ہی نوین اصل یہ کہ خدا تعالی باوجود صورت اور مقدار سے

منزہ ہونے اور جہات واطراف سے مقدس ہونے کے دار آخرت مین آنکھون سے دکھائی دیگا اسلیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا
ناظرۃ اور دنیا مین نہین دکھائی دیتا اس ارشاد خداوندی کے سچ ہونے کی جہت سے لا تدرکہ الابصار وہو یدرک الابصار اور اس وجہ سے کہ حضرت
موسی علیہ السلام کے جواب مین خود ارشاد فرمایا لن ترانی تو مجھکو ہرگز نہ دیکھ سکیگا۔ اب ہمکو کوئی یہ بتاوے کہ جو صفت اللہ تعالی کی حضرت موسی
علیہ السلام کو معلوم نہوئی اسکو معتزلی کیسے پہچان گیا اور حضرت موسی علیہ السلام نے باوجود دیدار کے محال ہونے کے کسطرح دیدار کا سوال
کیا غالبا تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس بات سے انبیا صلوات اللہ علیہم جاہل رہے اس سے اہل بدعت کندۂ ناتراش بطریق اولی جاہل رہین
اور آیت رویت کو جو آخرت مین ظاہر پر محمول کیا گیا اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے محال لازم نہین آتا اسلیے کہ دیکھنا ایک قسم کا علم اور کشف ہے [illegible]
یہ ہے کہ علم کی نسبت کامل اور واضح تر ہے پس جبکہ یہ درست ہوا کہ خدا تعالی سے علم متعلق ہو اور وہ کسی طرف مین نہو تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رویت
اسکے متعلق ہو جس صورت مین کہ وہ کسی جہت مین نہو اور جیسے یہ درست ہے کہ اللہ تعالی خلق کو دیکھتا ہے اور انکے مقابل نہین تو یہ بھی درست
ہوگا کہ خلق اسکو دیکھے اور مقابلہ نہو اور جسطرح اسکا جاننا بدون کیفیت اور صورت کے ہوسکتا ہے اسی طرح اسکا دیکھنا بھی بے کیف وصورت
کے ممکن ہے دسوین اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالی واحد لاشریک اور یکتا بدون مثل اور سہیم کے ہے پیدا کرنے اور ابداع مین تنہا ہے اور ایجاد واختراع
مین اکیلا نہ اسکا کوئی مثل کہ اسکے مشابہ یا مساوی ہو اور نہ اسکا کوئی مقابل کہ اس سے نزاع کرے یا اسکے منافی ہو اور اس بات کی برہان یہ
ارشاد خداوندی ہے لو کان فیہما الہۃ الا اللہ لفسدتا اسکی تقریر یہ ہے کہ اگر دو خدا ہون اور انمین سے ایک کوئی کام کرنا چاہے تو دوسرا اگر اسکی موافقت
پر مجبور ہے تو ظاہر ہے کہ دوسرا عاجز اور دبا ہوا ہوگا خدا سے قادر نہوگا اور اگر دوسرا اول کے دفع کرنے اور مخالفت پر قادر ہے تو دوسرا قوی اور غالب
ہوگا اور اول ضعیف اور قاصر ٹھہریگا خدا سے قادر نہیگا دوسرا رکن اللہ تعالی کے صفات کی معرفت مین اور اسکا مدار دس [illegible]
پہلی اصل یہ جاننا کہ خدا تعالی قادر ہے اور اپنے اس ارشاد مین سچا ہے وہو علی کل شیء قدیر اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عالم اپنی صنعت مین محکم اور
اپنی پیدائش مین مرتب اور منتظم ہے پس اگر کوئی شخص ایک کپڑا حریر کا عمدہ بنا ہوا اور نقش ونگار سے بخوبی آراستہ دیکھے پھر یہ وہم کرے کہ
مردہ سے بنا ہوگا جو کچھ نہ کرسکے یا کسی آدمی نے تیار کیا ہوگا جسکو قدرت نہو تو وہ شخص دائرہ عقل سے خارج اور زمرۂ حمقا اور جاہلون مین داخل
ہوگا اسی طرح خدا تعالی کے بنائے ہوئے عالم دیکھکر اسکی قدرت کا انکار نہین ہوسکتا دوسری اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالی تمام موجودات کا
عالم اور سب مخلوقات پر محیط ہے کوئی ذرہ آسمان وزمین مین اسکے علم سے غائب نہین اپنے اس ارشاد مین سچا ہے وہو بکل شیء علیم اور اسکے
سچ جاننے کیطرف اس ارشاد سے ہدایت فرماتا ہے الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر اسمین یہ ہدایت فرمائی کہ پیدا کرنے سے علم پر استدلال کرو
اس طرح کہ خلقت کی لطافت اور صنعت کی ترتیب اور نزاکت ادنی چیزون مین بھی اس بات پر بلاشبہہ دال ہے کہ اسکا صانع ترتیب اور نظام کی
کیفیت کو خوب جانتا ہے پس جو کچھ اللہ تعالی نے مذکور فرمایا ہے وہی ہدایت اور تعریف کے باب مین منتہا ہے تیسری اصل یہ جاننا کہ خدا تعالی
زندہ ہے اسلیے کہ جسکا علم اور قدرت ثابت ہے اسکی حیات ضرور ہی ثابت ہوگی اور اگر قدرت والا عالم تدبیر کرنے والا ایسا تصور ہوسکے جو زندہ
نہو تب تو حیوانات کی زندگی مین بھی انکی حرکات وسکنات کے وقت شک ہوسکتا ہے بلکہ اہل حرفہ اور صنعت والے اور شہرون اور جنگلون
مین پھرنے والے اور تاجر اطراف زمین کے مسافر جتنے ہین سبکی زندگی مین شک ہوسکتا ہے اور یہ امر ورطۂ جہالت وگمراہی مین پڑنا ہے چوتھی
اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالی اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے یعنی جو موجود ہے وہ اسی کی مرضی پر تکیہ رکھتا ہے اور اسی کے ارادے سے
صادر ہے اور اسی نے اول پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کریگا اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور خدا تعالی کے صاحب ارادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ
جو فعل اس سے صادر ہوتا ہے ہوسکتا ہے کہ اسکی ضد بھی اس سے صادر ہو اور جو فعل کہ ضد نہین رکھتا ممکن ہے کہ تقدیم وتاخیر سے صادر ہو
اور قدرت دونون ضدون اور وقتون سے ایک ہی سی مناسبت رکھتی ہے تو ضرور ہے کہ ایک ارادہ ہو جو قدرت کو دونون امرون مین سے

اُسکی طرف پھیر لایئے - اور اگر کوئی کہے کہ علم کے ہوتے ہوئے ضرورت ارادے کی نہین اور چیز موجود جو اپنے وقت مین پائی گئی اُسکی
وجہ یہ ہی کہ اسوقت مین اُسکے موجود ہونے کا علم پہلے سے ہی تو ہم کہینگے کہ اس طرح تو قدرت کی حاجت بھی علم کے سامنے نہین کہ کہ سکتے ہین کہ
چیز بدون قدرت موجود ہو گئی کیونکہ پہلے سے اُسکے موجود ہونے کا علم اسوقت مین تھا پانچوین اصل یہ جاننا کہ خدا تیعالی سننے والا اور
دیکھنے والا ہی نہ اُسکے دیکھنے سے دلون کے وسوسے اور فکر وہم کے خفیہ امور غائب ہون اور نہ اُسکے سننے سے چیونٹی سیاہ کی چال سخت پتھر پر
شب تاریک مین بچی ہے اور اللہ تعالی سمیع اور بصیر کیسے نہوگا کہ سننا اور دیکھنا وصف کمال ہی کچھ نقصان کی بات نہین تو کیسے ہو سکتا ہی کہ
اُسکی مخلوق اُسکی نسبت کامل تر ہو اور مصنوع چیز صانع سے بڑھکر اور حصہ کا اعتدال کہان رہیگا جبکہ نقصان خالق کے حصے مین رہے
اور کمال مخلوق کی بانٹ مین ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حجت اپنے باپ سے کیسے درست ہوگی یعنی اُنکا باپ جہل کی راہ سے بتون
کو پوجتا تھا آپ نے اُس سے کہا لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا تو اگر یہی باپ کے معبود پر حق مین ہو جاوے تو آپ کی حجت
باطل اور دلیل ساقط ہو جاوے اور یہ ارشاد خداوندی سچا نہ ٹھہرے وتلک حجتنا آتیناها ابراهیم علی قومه اور جس طرح کہ خداوند کریم کا فاعل
ہونا بدون اعضا کے اور عالم ہونا بدون دل اور دماغ کے سمجھا گیا ہی اسی طرح اُسکا بینا ہونا بدون آنکھ کے ڈھیلے کے اور شنوا ہونا بدون کانون کے
سمجھنا چاہیے کہ دونون امرون مین کچھ فرق نہین چھٹی اصل یہ کہ اللہ تعالی کلام کرتا ہی اور اُسکا کلام ایک صفت اُسکی ذات سے قایم ہی
نہ وہ آواز ہی اور نہ حرف بلکہ اُسکے کلام کسی اور کے کلام کے مشابہ نہین جیسے اُسکا وجود دوسرے کے وجود کے مثل نہین اور حقیقت مین
کلام وہی ہی جو نفس کا کلام ہو حروف اور آواز تو صرف بتانے کے لیے ہین جیسے حرکات اور اشارون سے بعض اوقات سمجھا دیا کرتے مین
اور معلوم کہ یہ امر بعض غبی شخصون پر کیسے مشتبہ ہو گیا حالانکہ جاہل شعرا پر بھی یہ مشتبہ نہین چنانچہ انہین سے کسی کا شعر ہی شعر ہی وجود کلام
دل مین فقط ÷ اور زبان بن گئی ہی اُسکی دلیل ÷ اور جس شخص کی عقل و دانش اُسکو اس بات کے کہنے سے نہ روکے کہ میری زبان تو حادث ہی
مگر جو اُسمین میری قدرت حادثہ کے سبب سے کلام پیدا ہوتا ہی وہ قدیم ہی تو اُسکی عقل سے تو اپنی طمع کو توڑدے اور اُسکے ساتھ خطاب کرنے
سے اپنی زبان بند کر اور جو شخص یہ نہ سمجھے کہ قدیم اُسکو کہتے ہین جسکے پہلے دوسری چیز نہو اور بسم اللہ مین جو سین ہی اُس سے پہلے ب ہی اسلیے
سین ہرگز قدیم نہوگا تو ایسے شخص کی طرف دھیان کرنے سے اپنے دل کو پاک کر کیونکہ بعض بندون کو ان مطالب سے دور رکھنے مین خداتعالی
کی کوئی حکمت ہی جسکو وہ گمراہ کرے اُسکو کوئی ہدایت نہین کر سکتا - اور جو شخص اس بات کو بعید جانتا ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے دنیا مین
ایسا کلام سُنا ہو جسمین آواز و حروف نہون تو اُسکو اس امر کا بھی انکار کرنا چاہیے کہ آخرت مین ایک موجود کو دیکھے جو نہ جسم ہی نہ رنگ ہی اور اگر یہ
بات سمجھتا ہی کہ جو چیز رنگ اور جسم اور مقدار اور کیفیت سے مبرا ہی اُسکو دیکھیگا حالانکہ اب تک ویسی چیز کوئی دیکھی نہین تو سننے کے خاصہ مین بھی
وہی سمجھنا چاہیے جو دیکھنے کے باب مین سمجھا ہی اور اگر یہ سمجھ لیا ہی کہ خدا تیعالی کو ایک علم ہی کہ وہی سب موجودات کا علم ہی تو اُسکی ذات کے لیے
ایک صفت کلام کی بھی سمجھنی چاہیے کہ جتنی باتین عبارتون سے سمجھنے مین آتی ہین وہ اُسکا کلام ہی - اور اگر یہ عقل مین آگیا ہی کہ ساتون آسمان
اور زمین اور بہشت اور دوزخ ایک چھوٹے سے پرچے پر لکھے جاتے ہین اور دل مین ذرہ بھر جگہ مین یاد رہتے ہین اور یہ سب اشیا آنکھ کے
ڈھیلے کے تل مین سوجھتے ہین مگر آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ کی ذات آنکھ کے تل اور دل اور پرچے مین نہین آجاتی اسی طرح یہ بھی
عقل مین لانا چاہیے کہ کلام ربانی زبانون سے پڑھا جاتا ہی دلون مین محفوظ ہوتا ہی مصاحف مین لکھا جاتا ہی لیکن کلام کی ذات ان چیزون مین
حلول نہین کرتی اسلیے کہ اگر لکھنے سے کلام کے ورق مین کلام کی ذات حلول کر جاوے تو خدا تیعالی کا نام لکھنے سے ورق مین اُسکی ذات
بھی حلول کر جاوے اور آگ کا نام لکھنے سے کاغذ مین آگ کی ذات آجاوے اور کاغذ کو جلاوے ساتوین اصل یہ کہ جو کلام خدا تیعالی کی
ذات پاک کے ساتھ قائم ہی وہ قدیم اور اسی طرح اُسکے سب صفات ہین کیونکہ خدا تیعالی کا حوادث کے لیے محل ہونا محال ہی کہ حوادث

بدلتے رہتے ہین بلکہ خدا تعالی کے صفات مین قدیم ہونے کا وصف وہی واجب ہی جو اسکی ذات کے لیے واجب ہی تاکہ اسپر تغیرات نہ آوین اور
اسمین حوادث نہ سماوین بلکہ وہ ہمیشہ سے ازل مین عمدہ صفات کے ساتھ موصوف رہا ہی اور اسی طرح ابد مین رہیگا اور حالات کے تغیر سے منزہ ہی اسلیے
کہ جو چیز محل حوادث ہوگی وہ حادث سے نہ بچیگی اور جو چیز حوادث سے نہ بچے وہ حادث ہی اجسام پر جو وصف حادث ہونے کا ثابت ہی وہ اسی جہت
سے ہی کہ انپر تغیر آتا ہی اور اوصاف کے بدلنے کو قبول کرتے رہتے ہین تو اب خالق اگر تغیر کے قبول کرنے مین اجسام کا شریک کیسے ہو جاویگا اور اسپر
یہ متفرع ہوا کہ اللہ تعالی کا کلام قدیم اور اسکی ذات کے ساتھ قائم ہی اور حادث صرف آوازین ہین جو کلام موصوف پر دلالت کرتی ہین اور
جس طرح کہ یہ سمجھ مین آتا ہی کہ لڑکے کے پیدا ہونے کے پیشتر تحصیل علم کے لیے امر کرنا اسکے باپ کے ساتھ قائم ہوتا ہی یہانتک کہ جب لڑکا پیدا
ہوتا ہی اور اسکو عقل آتی ہی اور جو امر کہ باپ کے دل مین ہی اسکے متعلق علم خدا تعالی اسمین پیدا کر دیتا ہی تو وہ اس امر کا مامور ہو جاتا ہی جو اسکے
باپ کی ذات کے ساتھ قائم ہی اور جبتک کہ لڑکا اسکو جان نہ لیگا تب تک اس امر کا وجود قائم رہیگا اسی طرح یہ سمجھنا چاہیے کہ جس حکم پر کہ ارشاد
خداوندی دال ہی فاخلع نعلیک وہ اللہ تعالی کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہی اور حضرت موسی علیہ السلام کو اسکا خطاب بعد آپکے وجود کے ہوا
یعنی جسوقت کہ اللہ تعالی نے آپ مین اس حکم کی معرفت پیدا کی اور کلام قدیم کے سننے کے لیے کان بنادیے آٹھوین اصل یہ کہ خدا تعالی کا علم قدیم
ہی یعنی وہ ہمیشہ سے اپنی ذات اور صفات کو اور جو کچھ مخلوقات مین حادث ہوتا ہی سب کو ازل سے جانتا ہی اور جب کبھی مخلوقات حادث
ہوتے ہین تو خدا تعالی کو انکا علم نیا پیدا نہین ہوتا بلکہ یہ سب حوادث علم ازلی سے اسکے سامنے منکشف ہین مثلاً اگر ہمکو زید کے آنے کا
علم آفتاب کے نکلنے کے وقت پیدا ہوا اور جبتک کہ آفتاب نکلے تب تک یہ علم بالفرض نبا رہے تو اسوقت مین زید کا آنا ہمکو اسی علم سے
معلوم ہوگا کوئی نیا علم اسکے لیے نہوگا پس اللہ تعالی کے علم کو قدیم ہونا بھی اسی طرح سمجھنا چاہیے نوین اصل یہ کہ ارادہ الہی قدیم ہی
اور حوادث کے پیدا کرنے کے لیے انکے اوقات مخصوصہ اور مناسبہ مین موافق علم سابق کے ازل مین متعلق ہو گیا ہی اس لیے کہ اگر اسکا ارادہ
حادث ہو تو وہ حوادث کا محل ٹھہرتا ہی اور اگر اسکا ارادہ اسکی ذات کے سوا دوسرے مین حادث ہوا تو وہ ارادہ کرنے والا نہوگا جیسے اگر حرکت
تمھاری ذات مین نہو تو تم متحرک نہ کہلاؤگے اور جس طرح چاہو انکو دونون صورتون مین ارادہ کے حدوث کے واسطے دوسرے کی ضرورت
ہوگی اور دوسرے کے لیے تیسرے کی یہانتک کہ نوبت تسلسل بے نہایت تک پہنچے جو محال ہی اسلیے اسکے ارادہ کا حادث ہونا بھی محال ہی
اور اگر یہ ممکن کہا جاوے کہ ارادے کا حادث ہونا بدون دوسرے ارادے کے ہی تو یہ بھی ہو سکیگا کہ عالم کا حادث ہونا بدون ارادے کے ہو
دسوین اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالی عالم ہی علم سے اور زندہ ہی حیات سے قادر ہی قدرت سے مرید ہی ارادے سے متکلم ہی کلام سے سمیع ہی
سننے سے بینا ہی دیکھنے سے اور یہ اوصاف اسکے انکی قدیم صفتون سے ہین اور جو شخص یون کہے کہ عالم ہی بدون علم کے تو گویا یون کہتا ہی
کہ غنی ہی بدون مال کے یا عالم ہی بدون علم کے یا عالم ہی بدون معلوم کے اسلیے کہ علم اور معلوم اور عالم ایک دوسرے کے لازم ہین جیسے قتل
اور مقتول اور قاتل تو جس طرح قاتل بدون قتل اور مقتول کے نہین متصور ہو سکتا اور نہ مقتول بدون قاتل اور قتل کے اسی طرح عالم بدون
علم کے بھی ممکن نہین اور نہ علم بدون معلوم کے اور نہ معلوم بدون عالم کے بلکہ یہ تینون عقل مین متلازم ہین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوتے
تو جو شخص عالم کو علم سے علیحدہ ہونا تجویز کرتا ہی اسکو چاہیے کہ عالم کو معلوم سے بھی جدا ہونا اور علم کو عالم سے علیحدہ ہونا تجویز کرے کیونکہ ان
نسبتون مین کچھ فرق نہین سب ایک ہی سی ہین تیسرا رکن اللہ تعالی کے افعال کی معرفت مین اور اسکا مدار بھی دس اصلون پر ہی
پہلی اصل یہ جاننا کہ عالم مین جو حادث ہی وہ اسی کا فعل اور مخلوق اور اختراع ہی اسکے سوا نہ کوئی خالق اور نہ کوئی ایجاد کرنے والا
خلق کو بنایا اور پیدا کیا اور انکی قدرت اور حرکت کو ایجاد فرمایا پس بندون کے جتنے افعال ہین وہ سب اسکے پیدا کیے ہوئے اور اسکی قدرت
سے وابستہ ہین اور اسکی تصدیق اس آیت مین ہی اللہ خالق کل شی اور اسمین واللہ خلقکم وما تعملون اور اسمین واسروا قولکم او اجہروا

انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر بندون کو حکم کیا کہ اپنے اقوال افعال اور اسرار اور دل مین بات لینے مین بچتے رہین اسلیے کہ وہ اُنکے افعال کے منشاء سے واقف ہی اور اپنے علم پر پیدا کرنے سے استدلال فرمایا اور وہ بندے کے فعلون کا خالق کیسے نہوگا کہ اُسکی قدرت کامل ہی اسمین کسی طرح کا قصور نہین اور اُسکی قدرت بندون کی بدنون کی حرکتون سے متعلق ہی اور حرکتین ایک سی ہین اور قدرت کا متعلق ہونا سب سے برابر ہی تو کیا وجہ ہی کہ بعض حرکتون سے متعلق ہو اور بعض سے نہو یا یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ حیوان اختراع مین مستقل ہو جاوے کہ مکڑی اور شہد کی مکھی اور تمام حیوانات سے وہ لطیف کام صادر ہوتے ہین کہ جنمین عاقلون کی عقل دنگ ہو تو وہ کیسے مخترع ٹھہرے اور خداوند کریم مخترع نہوا انکو تو اپنے کامون کی مفصل خبر بھی نہین اُنکو مخترع کہنا بعید از قیاس ہی بلکہ مخلوقات سب وکیل ہین اور ملکوت مین مخترع وہی ہی جو زمین و آسمانون کا جبار ہی دوسری اصل یہ ہی کہ خدا تعالی کا مخترع ہونا بندون کی حرکات کو اس بات کا موجب نہین کہ وہ حرکات بندے کے تحت قدرت اکتساب کے طور پر نہ رہین بلکہ اللہ تعالی نے قدرت اور مقدور دونون کو پیدا کیا اور اختیار اور ذی اختیار دونون کو بنایا قدرت بندہ کا ایک وصف ہی اور خدا تعالی کی پیدا کی ہوئی ہی اُسکا کسب نہین اور حرکت بھی خدا تعالی نے پیدا کی اور بندہ کی صفت اور کسب ہی یعنی وہ بندہ کی ایک وصف مسمی بقدرت کے قابو مین پیدا ہوئی ہی تو چونکہ حرکت دوسری صفت کی طرف منسوب ہی جسکو قدرت کہتے ہین اس جہت سے باعتبار اس نسبت کے اُسکو کسب کہتے ہین اور یہ حرکت بندہ کی جبر محض نہین ہو سکتی اسلیے کہ بندہ ظاہر طور پر اپنی حرکت اختیاری اور لرزہ اضطراری مین فرق جانتا ہی یا یہ حرکت بندہ کی پیدا کی ہوئی کیسے ہو سکتی ہی کہ اُسکو تو جتنی حرکتین کسب کرتا ہی اُنکے اجزا کی تفصیل اور شمار کا علم بھی نہین اور جب یہ دونون باطل ہوئین تو ایک صورت درمیانی اعتقاد کی رہ گئی کہ حرکتین اختراع کی رو سے تو اللہ تعالی کی قدرت کے قابو مین ہین اور ایک دوسرے علاقے کے اعتبار سے جسکو اکتساب کہتے ہین بندہ کی قدرت کے اختیار مین ہین اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جس قدرت کی چیز پر قدرت کا تعلق ہو وہ فقط اختراع ہی کی جہت سے ہو دیکھو ازل مین خدا تعالی کی قدرت عالم سے متعلق تھی اور اختراع اُس سے حاصل نہ تھا اور اختراع کے وقت بھی قدرت عالم سے متعلق ہی مگر اُس وقت اور قسم کا تعلق ہی غرض کہ قدرت کے متعلق ہونے سے یہ خصوصیت نہین کہ مقدور چیز اُس سے حاصل بھی ہو جاوے تیسری اصل یہ ہی کہ بندے کا فعل اگرچہ بندے کا کسب ہی لیکن یہ نہین کہ خدا تعالی کے ارادے سے باہر ہو جاوے اس سے یہ نکلتا ہی کہ ملک اور ملکوت مین جو کچھ ہوتا ہی خواہ پلک جھپکنا ہو یا دل کا التفات یا خیر ہو یا شر نفع ہو یا ضرر اسلام ہو یا کفر معرفت ہو یا نکر فوز ہو یا خسران گمراہی ہو یا ہدایت طاعت ہو یا معصیت شرک ہو یا ایمان سب اُسکے قضا و قدر سے ہوتا ہی اور اُسکے ارادے اور خواہش سے ظہور مین آتا ہی نہ کوئی اُسکی قضا کو ٹالے اور نہ اُسکے حکم کو پیچھے ہٹا دے جسکو چاہے گمراہ کرے اور جسکو چاہے ہدایت کرے جو کچھ وہ کرتا ہی اُس سے بازپرس نہین اور بندون سے بازپرس ہوگی اور بندون کے فعلون کا اُسکی مشیت سے ہونا دلیل نقلی رکھتا ہی وہ یہ ہی کہ تمام امت اس جملہ کو باتفاق کہتی ہی کہ ما شاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن اور اللہ تعالی فرماتا ہی ان لو یشاء اللہ لہدی الناس جمیعا اور فرمایا ولو شئنا لآتینا کل نفس ہدیہا اور اُسکے لیے دلیل عقلی بھی ہی وہ یہ ہی کہ اگر معاصی اور قصورون کو خدا تعالی برا جانتا ہی اور اُنکا ارادہ نہین کرتا وہ اُسکے دشمن ابلیس لعین کے ارادے سے ہوتے ہین اور باوجودیکہ وہ دشمن خدا ہی اُسکے ارادہ کے موافق زیادہ چیزین ہوتی ہین اور خدا تعالی کے ارادے کے موافق کم ہوتی ہین تو اب ہمکو یہ بتاؤ کہ مسلمان آدمی خدا تعالی کی سلطنت کو ایسے رتبے مین کسطرح گھٹا دیگا کہ اگر اُس رتبے پر کسی گاؤن کے رئیس کو اُتار دیا جاوے تو وہ بھی ریاست سے نفرت کرے یعنی اُس گاؤن مین اگر کوئی اُسکا دشمن ہو اور اُسکے ارادہ کے بموجب زیادہ کام ہوتا ہو اور رئیس کے ارادے کے موافق تعمیل کم ہوتی ہو تو وہ ایسی ریاست کو ذلت سمجھیگا اور اُس سے دست بردار ہوگا اور چونکہ خلق مین اکثر نافرمانی ہوتی رہتی ہی اور یہ سب بموجب بدعتیون کے اعتقاد کے خدا تعالی کے ارادے کے خلاف ہی تو یہ اس بات پر دال ہی کہ خدا تعالی ضعیف اور عاجز ہی معاذ اللہ منہا۔ پھر جب یہ ثابت ہو چکا

کہ بندوں کے افعال خدا تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں تو یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ سب اسکے ارادے کے موجب ہیں اب اگر کوئی کہے کہ جس
فعل کو خدا تعالیٰ چاہتا ہے اس سے منع کیسے فرماتا ہے اور جسکا ارادہ نہیں کرتا اسکا حکم کیسے کرتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ امر اور ہے اور ارادہ اور
چیز ہے مثلاً اگر کوئی آقا اپنے غلام کو مارے اور حاکم وقت آقا پر عتاب کرے اور وہ عذر کرے کہ اس غلام نے میرا کہنا نہ مانا تھا اور بادشاہ
سے کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور وہ اپنے سچ ہونے کو ثابت کرنے کے لیے یہ چاہے کہ کوئی ایسی بات غلام سے کہوں جو بادشاہ کے سامنے کرے
اور غلام کو امر کرے کہ اس سواری پر بادشاہ کے سامنے زین باندھ دے تو اس آقا کا یہ امر ایسا ہے جسکی تعمیل اسکو منظور نہیں اور
اگر یہ امر نہ کرتا تو بادشاہ کے سامنے اسکا عذر ٹھیک نہ تھا اور اگر غلام سے تعمیل کا ارادہ ہو تو اپنے نفس کے قتل کا ارادہ کرنا پڑے
اور یہ ہو نہیں سکتا چوتھی اصل یہ کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے اور اختراع کرنے اور بندوں کو حکم کرنے میں فضل اور احسان کرنے والا ہے
یہ امور اسپر واجب نہ تھے اور فرقہ معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں خدا تعالیٰ پر واجب ہیں اسوجہ سے کہ اسمیں بندوں کی بہتری ہے اور انکا قول
محال ہے اسلیے کہ واجب کرنے والا اور حکم اور منع کرنے والا تو وہ ہے وہ کیسے ایجاب اور لزوم کا ہدف ہو سکتا ہے اور واجب سے دو معنی
مقصود ہوتے ہیں اول تو ایسا فعل کہ جسکے چھوڑنے سے آیندہ کو یا بالفعل نقصان ہو مثلاً کہیں کہ بندہ پر خدا تعالیٰ کی اطاعت
واجب ہے یعنی اسکے ترک سے آیندہ کو آخرت میں اسپر عذاب ہوگا یا کہیں کہ پیاسے پر پانی کا پینا واجب ہے کہ اسکے ترک سے انجام کو مر جاویگا
دوسرے ایسا فعل جسکے نہ ہونے سے محال لازم آوے مثلاً کہیں کہ معلوم کا وجود واجب ہے یعنی اگر معلوم نہو تو محال لازم آویگا وہ یہ ہے کہ
علم جہل ہو جاویگا اب اگر معتزلوں کی یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ پر پیدا کرنا باعتبار اول معنی کے واجب ہے تب تو گویا خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ ضرر کا
نشانہ بناتے ہیں اور اگر پیدا کرنا اسپر دوسرے معنوں کی رو سے کہتے ہیں تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ علم ازلی جب خدا تعالیٰ میں ہے تو
اسکے لیے معلوم کا وجود ضرور چاہیے اور اگر واجب کے کوئی تیسرے معنی لیے ہیں تو وہ ہم سمجھتے نہیں اور یہ جو کہتے ہیں کہ بندوں کی بہتری
کے لیے واجب ہے یہ کلام فاسد ہے اسلیے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کی بہتری کو ترک کر دے اور اس سے اسکو کچھ ضرر نہ پہنچے تو پھر اسکے
حق میں وجوب کے کچھ معنی نہونگے علاوہ ازیں بندوں کی بہتری تو اسمیں ہے کہ انکو جنت میں پیدا کر دیتا اس سے انکی طرف کو ...
کرتا کہ دار المصائب میں اسکو پیدا کرے اور ہدف تیر معاصی بنا دے پھر عذاب کے خطرے اور حساب کے خوف سے ڈراوے

پانچویں اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو جائز ہے کہ بندوں کو ایسی بات کا حکم کرے جسکی طاقت انہیں نہو اسمیں بھی معتزلی مخالفت
کرتے ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ امر جائز نہو تو پھر اسکے دور کرنے کا سوال محال ہے حالانکہ سوال کرنا خدا تعالیٰ کے ارشاد سے ثابت ہے
ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ اور ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ابو جہل آپکی تصدیق نہ کریگا پھر ابو جہل کو
یہ حکم کیا کہ سب اقوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرے حالانکہ ایک قول آپکا یہ بھی تھا کہ ابو جہل تصدیق نہ کریگا تو یہ
کیسے ہو سکتا ہے کہ اس قول کو تصدیق کرے کہ تصدیق نہ کریگا اسکی تصدیق تو امر محال ہے چھٹی اصل یہ کہ خدا تعالیٰ کو درست ہے
کہ اپنی مخلوق کو بدون کسی جرم سابق اور ثواب آیندہ کے درد و عذاب پہنچاوے اسمیں معتزلیوں کا خلاف ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ
وہ اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے اسکا تصرف اسکی ملک سے تجاوز نہیں کرتا اور ظلم اسکو کہتے ہیں کہ دوسرے کی ملک میں بدون اسکی
اجازت کے تصرف کرے اور اللہ تعالیٰ پر ظلم محال ہے کیونکہ اسکے سامنے دوسرے کی ملک نہیں ہے کہ اسمیں تصرف کرنے سے ظلم ہو اور
اس امر کا وجود ہی اسکے درست ہونے کی دلیل ہے یعنی دیکھتے ہیں کہ جانوروں کا ذبح کرنا اور آدمیوں کا انکو انواع تکلیف پہونچانا ظاہر ہے کہ
انکو درد دینا ہے حالانکہ انسے کوئی قصور پہلے سرزد نہیں ہوا ہے اگر کوئی کہے اللہ تعالیٰ جانوروں کو زندہ کریگا اور جسقدر انھوں نے تکلیفیں
کھینچی ہونگی انکا بدلہ انکو عنایت کریگا اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر واجب ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر زندہ کرنا ہر ایک

جنکی پامال شدہ اور محبیت ہوسے کا واجب ہو تاکہ انکو انکی تکلیفون کا ثواب دے تو وہ شخص دائرہ شریعت اور عقل دونون سے خارج ہو اسلیے کہ ہم اُس سے یہ پوچھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ پر حشر اور ثواب کے دینے واجب ہونے سے کیا مراد ہو اگر یہ ہو کہ اُسکے ترک سے اُنکو ضرر ہوگا تب تو محال ہو اور اگر واجب کے کوئی اور معنی ہین تو ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ وہ معنی غیر مفہوم ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو معنی واجب کے ہین اُنسے یہ قول خارج ہو ساتوین اصل یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون کے ساتھ جو چاہتا ہو وہ کرتا ہو اُسپر یہ واجب نہین کہ جو بندون کے حق مین زیادہ مناسب ہو اُسی کی رعایت کرے اسلیے کہ ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ خداے تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہین بلکہ اُسکے حق مین وجوب سمجھ مین نہین آتا اسلیے کہ جو کچھ وہ کرتا ہو اُس سے پوچھ نہین ہوسکتی مخلوق سے باز پرس ہوتی ہو۔ اور ہمکو کوئی بتاوے کہ معتزلی جو کہتا ہو کہ مناسب تر فعل کا کرنا بندون کے حق مین خداے تعالیٰ پر واجب ہو وہ اس مسئلہ مفروضہ مین کیا جواب دیگا کہ اگر آخرت مین ایک مردہ لڑکے اور ایک بالغ مردہ کے درمیان مین مناظرہ ہو اور دونون مسلمان مرے ہون تو اللہ تعالیٰ بالغ کے درجے بڑھا دیگا اور لڑکے پر اُسکو فضیلت دیگا اسلیے کہ بالغ نے طاعت الٰہی مین بعد بلوغ کے محنت اُٹھائی اور ایسا کرنا معتزلی کے قول کے بموجب خداے تعالیٰ پر واجب ہو پس اس صورت مین اگر وہ لڑکا کہے کہ الٰہی تونے اُسکا مرتبہ کیون زیادہ کیا تو اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ اسلیے کہ یہ بالغ ہوا اور طاعت مین محنت کی پھر لڑکا یہ کہیگا کہ الٰہی تونے مجھکو تو لڑکپن ہی مین مار دیا تھا تیرے اُوپر واجب تو یہ تھا کہ میری زندگی باقی رکھتا تاکہ مین بالغ ہوجاتا اور طاعت مین کوشش کرتا تونے عدل اس بات مین نہ کیا کہ اُسکی عمر زیادہ کی اور میری کم کی اسمین میرا قصور نہین پھر کس وجہ سے اُسکو فضیلت دی اللہ تعالیٰ فرماویگا اسلیے کہ مجھے معلوم تھا کہ اگر تو بالغ ہوتا تو شرک یا معصیت کرتا تو تیرے حق مین مناسب تر یہی تھا کہ لڑکپن مین مرجاوے یہ عذر خداے تعالیٰ کی طرف سے معتزلی بیان کرتے ہین اب اُسپر یہ اعتراض ہوتا ہو کہ جب اللہ تعالیٰ لڑکے کے سوال مین ارشاد اس طرح کریگا تو اُسوقت دوزخ کے طبقات مین سے کافر پکارینگے اور کہینگے کہ الٰہی یہ تو تجھے معلوم ہی تھا کہ ہم بڑے ہوکر شرک کرینگے تو تونے ہمکو لڑکپن ہی مین کیون نہ مار دیا ہم تو ان مسلمان لڑکے کے درجے سے کمتر پر بھی راضی تھے تو اسکا جواب کیا دیا جاویگا۔ اب اس صورت مین یہ یقین کرنا واجب ہو کہ خداوند کریم کے معاملات جلال کی جہت سے ایسے نہین کہ معتزلون کی میزان مین اُنکی گنجایش ہو پس اگر یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ بندون کے حق مین مناسب کی رعایت پر قادر بیشک ہو پھر اُن پر اسباب عذاب کو مسلط کر دینا قبیح ہو حکمت سے بعید تو اُسکا جواب یہ ہو کہ قبیح کے معنی یہ ہین کہ چیز غرض کے موافق نہو یہانتک کہ ایک ہی چیز ایک شخص کے حق مین قبیح ہوتی ہو اور دوسرے شخص کے حق مین بشرطیکہ اُسکی غرض کے موافق پڑے اچھی ہوتی ہو مثلاً کسی کا مارا جانا اُسکے اقربا قبیح جانتے ہین اور اُسکے دشمن اچھا سمجھتے ہین تو اگر تمھاری غرض قبیح سے یہ ہو کہ باری تعالیٰ کی غرض کے موافق نہین تب تو محال ہو اسلیے کہ اُسکو کوئی غرض نہین اسی لیے معنون کے اعتبار سے اُس سے قبیح متصور نہین جیسے کہ ظلم اُس سے متصور نہین یعنی ملک غیر مین اُسکا تصرف کرنا ہو نہین سکتا اسلیے ظلم بھی اُس سے محال ہو اور اگر قبیح سے یہ غرض ہو کہ جو اوروں کی غرض کے موافق نہو تو اُسکو خداے تعالیٰ پر محال کیون کہتے ہو یہ تو صرف ایک تمنا ہو اُسکے خلاف پر وہی صورت شاہد ہو جو ہمنے دوزخیون کے مناظرہ کی فرض کی ہو علاوہ ازین حکیم کے معنی یہ ہین کہ چیزون کی حقیقتون سے آگاہ اور اُنکے افعال کو اپنے ارادے کے موافق مضبوط کرنے پر قادر ہو اور اسمین یہ بات نہین پائی جاتی کہ مناسب تر کی رعایت کرنی حکیم پر واجب ہو اور ہم مین کے حکیم جو رعایت مناسب تر کی کرتے ہین وہ صرف اپنے نفس کے لحاظ سے کرتے ہین کہ دنیا مین اُسکے باعث تعریف حاصل ہو اور آخرت مین ثواب یا اُسکی جہت سے کوئی آفت اپنے اُوپر سے دفع کرین اور یہ باتین اللہ تعالیٰ پر محال ہین اسلیے اصلح کی رعایت کا اُسپر واجب ہونا بھی محال ہو آٹھوین اصل یہ ہو کہ خداے تعالیٰ کی معرفت اور طاعت اُسکے واجب کرنے اور اُسکی شریعت کی جہت سے واجب ہو عقل کی جہت سے واجب نہین معتزلی اسمین بھی خلاف کرتے ہین اور ہم یہ کہتے ہین کہ اگر عقل خداے تعالیٰ کی طاعت کو واجب

کرے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو بیفائدہ واجب کریگی اور یہ محال ہے اسلیے کہ عقل لغو کی موجب نہیں ہوتی فائدہ کے لیے واجب کریگی اور فائدہ
یا تو معبود کا ہوگا اور یہ بھی خداے تعالی کے حق میں محال ہے کہ وہ سب فائدوں اور غرضوں سے پاک ہے بلکہ کفر اور ایمان اور طاعت اور عصیان
اُسکے حق میں دونوں برابر ہیں خواہ بندے کا فائدہ ہوگا اور یہ بھی محال ہے اسلیے کہ بالفعل بندے کی کوئی غرض اُس سے متعلق نہیں بلکہ رات
بھر جو محنت کرتا ہے اور اپنے شہوات سے اُسکے باعث باز رہتا ہے اُسکا انجام بجز ثواب اور عقاب کے اور کچھ نہیں اور یہ کہاں سے جان لیا کہ خداے
تعالی معرفت اور طاعت پر ثواب ہی عنایت کریگا عذاب نہ کریگا اُسکے نزدیک تو طاعت اور معصیت برابر ہیں کیونکہ اُسکو دونوں میں کسی
کی طرف میل نہیں اور نہ اُنمیں سے کسی کو اُسکے ساتھ خصوصیت ہے بلکہ اُسکی تمیز شریعت ہی سے معلوم ہوتی ہے - اور جسنے اس امر کو خلق کے
اوپر قیاس کیا کہ مخلوق کی شکر گزاری سے مخلوق خوش اور محظوظ ہوتی ہے اور ناشکری سے ناخوش ہوا کرتی ہے تو اسی طرح خالق کا حال
ہے کہ طاعت سے اُسکو راحت ہوتی ہے اور معصیت سے نہیں ہوتی تو یہ اُس شخص کی خطا ہے - پس اگر کوئی یون کہے کہ جب طاعت
اور معرفت کا وجوب بجز شریعت کے اور کسی چیز سے نہ رہا اور شریعت جبتک نہیں حاصل ہوتی ہے جب تک کہ مکلف اُسمین
نظر نہ کرے تو اگر مکلف شخص پیغمبر سے یہ تقریر کرے کہ عقل مجھپر نظر کو واجب نہیں کرتی اور نہ شریعت بدون نظر کرنے کے مجھپر ثابت
ہے اور میں خود نظر پر جرأت نہیں کرتا تو چاہیے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکا جواب کچھ نہ دے سکیں تو ہم کہتے ہیں کہ
یہ اُس شخص کا کہنا ایسا ہے جیسا زید و عمرو سے کہے اور وہ کسی جگہ میں کھڑا ہو کہ تیرے پیچھے ایک درندہ بلا کو ہے اگر تو یہان سے نہ ٹلیگا
تو وہ تجھے مار ڈالیگا اور اگر تو اپنے پیچھے منھ پھیر کر دیکھیگا تو میرا سچ کہنا تجھے معلوم ہو جاویگا اُسکے جواب میں عمرو کہے کہ تیرا سچ جب تک میں نگر
نہ دیکھوں مجھے ثابت نہوگا اور جب تک مجھے تیرا سچ نہ ثابت ہو جاوے مڑنا اور دیکھنا کیا ضرور ہے تو ظاہر ہے کہ اس قول سے عمرو کی حماقت پائی جاوےگی
اور خود نشانہ تیر بلا ہوگا زید کا اسمین کیا ضرر ہوگا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمھارے پیچھے موت ہے اور اُسکے اُس طرف درندے
بلا کو اور دہکتی آگ ہے اگر تم اُنسے اپنی تدبیر بچاو کی نہ کروگے تو تمکو وہ تباہ کر دینگے اور میرا سچ تمکو میرے معجزون کے دیکھنے سے معلوم ہو جاویگا پس
جو شخص معجزون کی طرف ملتفت ہوکر اپنا بچاو کر لیگا وہ بچ جاویگا اور جسنے التفات نہ کیا اور خطاؤن پر مصر رہا وہ تباہ اور خراب ہوگا اور اگر سارے
آدمی ہلاک ہو جاویں تو اُسمین مجھپر کچھ ضرر نہیں میرا ذمہ تو صرف صاف صاف کہدینے کا ہے غرض کہ شریعت موت کے بعد بلا کو درندون
کو بتاتی ہے اور عقل شریعت کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کا فائدہ دیتی ہے اور جو باتیں شرع کے قول کے بموجب کہ آیندہ کو ہونگی اُنکا امکان جانتی
ہے اور طبیعت ضرر سے بچ رہنے پر اُبھارتی ہے اور واجب ہونے کے معنی یہی ہیں کہ اُسکے ترک کرنے سے ضرر ہو اور شریعت کو جو واجب کرنیوالی
کہتے ہیں اس سے یہ مراد ہے کہ شریعت اُس ضرر کو بتاتی ہے جسکی توقع آیندہ کو ہو کیونکہ عقل تو اس بات کی ہدایت نہیں کرتی کہ شہوات کی
پیروی کرنے سے موت کے بعد ضرر کا نشانہ بننا پڑیگا - پس یہ معنی ہیں شرع اور عقل کے اور واجب کے باب میں اُنکی تاثیر کے اور اگر
بالفرض مامور بہ کے ترک پر عذاب کا خوف نہوتا تو وجوب بھی ثابت نہوتا اسلیے کہ واجب تو اُسی کو کہتے ہیں جسکے ترک کرنے سے آخرت میں
کوئی ضرر متعلق ہو تو یہ اصل یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کا بھیجنا محال نہیں اسمین فرقہ براہمہ کا خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ رسولون کے بھیجنے
میں کچھ فائدہ نہیں عقل کے ہوتے اُنسے کچھ مطلب نہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ عقل سے وہ کام نہیں معلوم ہوسکتے جو آخرت میں نجات کے باعث
ہون جیسے کہ عقل سے وہ دوائیں جو صحت کی مفید ہون معلوم نہیں ہوتیں تو مخلوق کو انبیا کی ایسی ہی حاجت ہے جیسے اُنکو طبیب کی حاجت ہے
فرق اتنا ہے کہ طبیب کا قول تجربہ سے سچ مانا جاتا ہے اور نبی کا معجزہ سے دسویں اصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین
اور پہلی شریعتون یعنی یہود و نصاری اور مجوس و صابئین کی ملتون کا ناسخ بھیجا اور ظاہر معجزات اور غالب کرامات سے آپکی تائید فرمائی جیسے چاند کا
شق ہونا اور کنکرون کا تسبیح پڑھنا اور چوپایہ کا بولنا اور انگلیون کے بیچ میں سے پانی کا بہنا وغیرہ اور آپکے ظاہر معجزات میں سے کلام

رواہ البخاری و مسلم و ابو داؤد و [illegible] عن ابن مسعود و ابن عباس [illegible]

عرب پر اُسکے باعث آپ کو فوق ہوا قرآن مجید ہو کہ باوجودیکہ اہل عرب فصاحت و بلاغت مین دم بھرتے تھے اُسکے مقابلے پر قادر نہو ئے اسلیے
کہ جو کچھ عمدگی اور ترتیب کی خوبی اور عبارت کی درستی اُسمین ہو آدمی کی طاقت نہین کہ اُسکو جمع کرسکے اور باتون مین سب مین مزاحمت کی کہ
گرفتار کرنا اور لوٹ لینا اور قتل کا ارادہ کرنا اور وطن سے نکال دینا سب کچھ کیا چنانچہ اللہ تعالی نے اُنکا یہ سب حال فرما دیا گر قرآن کے مثل نہ لا سکے
باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناخواندہ تھے اور کتابون سے مس نہ تھا علاوہ ازین کلام مجید مین پہلے لوگون کی خبرین اور بہت سے
اُمور مین غیب کے حالات بیان کرتے ہین جنکا سچ آخر کو معلوم ہوا جیسے یہ آیت ہو لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین
اور یہ آیت الم غلبت الروم فی ادنی الارض وہم من بعد غلبہم سیغلبون فی بضع سنین اور معجزہ جو رسول کے سچ ہونے پر دلالت کرتا ہو اسکی وجہ
یہ ہو کہ جو فعل کہ آدمی اُس سے عاجز ہون وہ بجز خدا ے تعالی کے فعل کے دوسرے کا نہوگا تو جب اسطرح کا فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ متصل ہوگا تو اُسکے یہ معنی ہونگے کہ گویا خداے تعالی فرماتا ہو کہ یہ رسول سچ کہتا ہو اور اُسکی مثال ایسی ہو کہ کوئی شخص بادشاہ کے حضور مین
کھڑا ہو اور اُسکی رعیت کے سامنے دعوی کرتا ہو کہ مین اس بادشاہ کا ایلچی ہون تو اگر یہ شخص بادشاہ سے کہے کہ اگر مین اس دعوی مین سچا ہون
تو آپ اپنے تخت پر تین بار خلاف عادت اُٹھیے اور بیٹھیے اور بادشاہ اُسکے کہنے سے ویسا ہی کرے تو جو لوگ وہان موجود ہونگے اُنکو قطعا
کہ یہ معلوم ہو جاویگا کہ بادشاہ نے گویا یہ کہدیا کہ ایلچی سچ کہتا ہو چوتھا رکن منی ہوئی چیزون کے بیان مین اور جن اُمور کی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے خبر دی ہو اُنکو سچ جاننے مین اور اُسکا مدار دس اصلون پر ہو پہلی اصل یہ کہ حشر و نشر ہوگا کہ شریعت مین اُسکی خبر آچکی ہو اور اُسکا سچ
جاننا واجب ہو اسلیے کہ اُسکا وجود عقل مین ممکن ہو اور معنی اُسکے یہ ہین کہ بعد فنا کے دوبارہ موجود ہونا اور یہ امر خداے تعالی کی قدرت مین داخل ہو
جیسے اُسنے اول پیدا کیا چنانچہ خود فرماتا ہو قال من یحیی العظام وہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرة اسمین ابتدا مین پیدا کرنے سے دوبارہ پیدا
کرنے پر استدلال فرمایا اور دوسری جا ارشاد ہو ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدة اور دوبارہ پیدا کرنا دوسری ابتدا ہو پس وہ مثل ابتداے اول کے ممکن ہو
دوسری اصل منکر نکیر کا سوال احادیث مین آچکا ہو تو اُسکی تصدیق بھی واجب ہو اسلیے کہ عقل کی رو سے وہ ممکن ہو کیونکہ اُس سے یہی
یہی لازم آتا ہو کہ زندگی دوبارہ کسی ایسی خبر مین آجاوے جس سے خطاب سمجھا وے اور یہ امر بذاتہ خود ممکن ہو اور اُسپر یہ اعتراض نہین ہوسکتا
کہ میت کے اجزا تو ساکن رہتے ہین اور ہمکو منکر نکیر کا سوال سنائی نہین دیتا کیونکہ سوتا آدمی بھی ظاہر مین ساکن ہوتا ہو گر اندر سے رنج اور لذتین ایسی
پاتا ہو کہ جاگنے کے بعد بھی اُنکا اثر پاتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کلام سنتے تھے اور اُنکو دیکھتے تھے اور آپکے لوگ
نہ سنتے تھے اور نہ دیکھتے تھے اور نہ اُنکے علم مین سے کوئی چیز معلوم کرسکتے تھے الا ما شاء اللہ غرض کہ اُن لوگون کے لیے سننا اور دیکھنا فرشتون
کا پیدا نہین کیا گیا تھا اسلیے حضرت جبرئیل کو نہ دیکھا تیسری اصل عذاب قبر شریعت سے ثابت ہو اللہ تعالی فرماتا ہو النار یعرضون علیہا غدوا
وعشیا ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف کے سب نیکبختون سے مشہور چلا آتا ہو کہ وہ
عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے اور قبر کا عذاب ممکن ہو تو اُسکی تصدیق کرنی واجب ہو اور میت کے اجزا کا درندون کے پیٹ مین اور پرندون
کے پوٹون مین بٹ جانا عذاب قبر کی تصدیق کا مانع نہین اسلیے کہ عذاب کا درد تو حیوان مین سے خاص اجزا کو معلوم ہوا کرتا ہو اللہ تعالی مین
قدرت ہو کہ ادراک اُن اجزا مین پھر سے پیدا کردے چوتھی اصل میزان ہو جسکے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہو ونضع الموازین القسط لیوم القیامة
اور دوسری جا ارشاد ہو فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون اور اُسکی

دلیل یہ ہو کہ خدا تعالی کے نزدیک جتنا عملون کا رتبہ ہوتا ہو اسی کے موافق نامۂ اعمال مین وزن پیدا کر دیتا ہو اس سے بندون کے اعمال کی مقدار بندون کو معلوم ہو جاویگی تاکہ انپر یہ بات کھلجاوے کہ اگر عذاب کریگا تو عدل ہو اور اگر ثواب دیگا تو عفو اور فضل ہو پانچوین اصل

پل صراط یعنی دوزخ کی پشت پر بنا ہوا ہو کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو اللہ تعالی فرماتا ہو فاھدوھم الی صراط الجحیم وقفوھم انھم مسئولون اور اس پل کا ہونا ممکن ہو اسلیے اُسکا سچ جاننا بھی واجب اور وجہ ممکن ہونے کی یہ ہو کہ جو شخص اس بات پر قادر ہو کہ پرندکو ہوا مین اُڑاتا ہو وہ اس بات پر بھی قادر ہو کہ آدمی کو اُس پل کے اوپر چلادے چھٹی اصل یہ کہ جنت اور دوزخ اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہین اللہ تعالی فرماتا ہو وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموٰت والارض اعدت للمتقین لفظ اعدت سے معلوم ہوتا ہو کہ جنت مخلوق ہو اسی لیے اُسکو باعتبار ظاہر الفاظ کے رہنے دینا واجب ہو کیونکہ کوئی مجال اُسمین نہین اور اگر کوئی یہ کہے کہ روز جزا سے پہلے ان دونون کے پیدا کرنے مین کچھ فائدہ نہین تو اُسکا جواب یہ ہو کہ جو کچھ خدا تعالی کرتا ہو اُس سے اُسکی باز پرس نہین اور ون سے پوچھ ہوگی ساتوین اصل یہ کہ امام برحق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابو بکر ہین پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نص قطعی کسی امام پر نہین فرمائی اسلیے کہ اگر بالفرض ایسا ہوتا تو ولی یہ تھا کہ ظاہر تر ہوتا جو کوئی حاکم یا امیر آپ نے شہرون مین مقرر فرمایا وہ چھپا نہین رہا یہ تو اُسکی نسبت زیادہ ظاہر ہونا چاہیے تھا یہ کیسے چھپا رہا اور اگر ظاہر ہو گیا تھا تو پھر کیسے مٹ گیا کہ ہم تک وہ حال نہ پہونچا حاصل یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق لوگون کے پسند کرنے اور بیعت کی جہت سے امام ہوے اور اگر بالفرض کہا جاوے کہ نص دوسرے کے لیے تھی تو کل صحابہؓ کو کہنا ہو کہ انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کیا اور اجماع کا خلاف کرنا ہو اور یہ بات ایسی ہو کہ رافضیون کے سوا اور کسی سے اسپر جرات نہین ہوتی اہل سنت کا اعتقاد یہ ہو کہ سب صحابہ کو اچھا کہین اور جسطرح کہ خدا تعالی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی تعریف کی اُسی طرح انکی تعریف کرین۔ اور جو نزاع کہ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین ہوا اُسکی بنا اجتہاد پر تھی یہ نہین کہ امامت کے باب مین حضرت معاویہ کی طرف سے ہوا ہو بلکہ حضرت علیؓ نے یہ گمان کیا کہ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلون کو سپرد کر دینے کا انجام یہ ہوگا کہ امامت کا معاملہ ابھی درہم برہم ہو جاویگا باین لحاظ کہ اُنکے قبائل بہت ہین اور لشکر مین ملے جلے ہین اسلیے اُنکے سپرد کرنے مین تاخیر کو اچھا جانا اور حضرت امیر معاویہ نے یہ سمجھا کہ باوجود اتنے بڑے قصور کے اُنکے باب مین تاخیر کرنی اامون کے اوپر اُنکو اُبھارنا ہو اور کشت وخون ناحق کے درپے ہونا۔ اور بڑے بڑے علما کا قول ہو کہ ہر مجتہد مصیب ہو اور بعضے یہ کہتے ہین کہ صواب کو پہونچنے والا ایک ہی ہوتا ہو اور یہ کسی اہل علم کی تجویز نہین ہو کہ حضرت علیؓ کو کہا ہو کہ خطا پر تھے آٹھوین اصل یہ کہ صحابہؓ کا فضل اس ترتیب سے ہو جس طرح پر کہ خلافت ہوئی اسلیے کہ فضل واقع مین وہ ہو جو اللہ تعالی کے نزدیک ہو اور یہ امر ایسا ہو کہ بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی اُسپر مطلع نہین ہوتا اور اُن سب کی تعریف مین آیات اور احادیث بہت سی وارد ہین اور فضل کے دقائق اور اُسکی ترتیب کو وہی لوگ جانتے ہین جو وحی اور قرآن مجید کے اُترنے کو دیکھتے تھے اور قرائن حال سے فضل کے دقائق معلوم کرتے تھے پس اگر وہ لوگ بزرگی کو اس ترتیب کے ساتھ نہ سمجھے ہوتے تو خلافت کو اس طرح ترتیب نہ دیتے اسلیے کہ وہ لوگ ایسے تھے کہ اللہ تعالی کے باب مین نہ ملامت گرون کے طعن سے ڈرتے تھے اور نہ اُنکو امر حق سے کوئی مانع باز رکھتا تھا نوین اصل یہ کہ امامت کی شرطین بعد اسلام اور بلوغ اور عقل اور آزادی کے پانچ ہین مرد ہونا اور ورع اور علم اور کفایت اور قریشی ہونا اس جہت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الائمۃ من قریش یعنی امام قریش مین سے ہوتے ہین اور جب بہت سے لوگ ایسے ہون جنمین یہ پانچون صفتین موجود ہون تو امام وہ ہوگا جسکے لیے بیعت اکثر خلق کی ہو جاوے اور جو اکثر لوگون کا خلاف کرے وہ باغی ہو اُسکو حق کے انقیاد کی طرف پھیرنا واجب ہو دسوین اصل یہ کہ جو شخص امامت کا کفیل ہو اگر اُسمین ورع اور علم کا وجود دشوار ہو اور اُسکے معزول کر دینے سے ایسا فتنہ برپا ہوتا ہو جسکی تاب

لوگون کو نہو تو ہم یہی کہینگے کہ اُسکی امامت درست ہی اسواسطے کہ اگر اُسکو معزول کردیا جاوے تو دو حال سے خالی نہین یا دوسرا اُسکی جگہ پر ہو یا بالکل امامت خالی رہے اگر پہلی صورت ہوگی یعنی اُسکی جگہ دوسرا مقرر کیا جاویگا تب تو جتنا ضرر مسلمانون کو فتنہ برپا ہونے سے ہوگا وہ اس نقصان کی نسبت کہ زیادہ ہوگا جو امام مذکور مین شروط امامت کے ناقص ہونے کی جہت سے اُنکو ہوگا کیونکہ شروط مذکورہ صرف زیادتی مصلحت کے لیے ٹھہرائی گئی ہین تو زیادتی مصلحت کے نہونے کے خوف سے اصل مصلحت کو دور کرنا خوب نہین جیسے کوئی ایک محل بناوے اور شہر کو گرادے اور اگر دوسری صورت ہو یعنی شہر امام سے خالی رہین تو سب مقدمات بگڑ جاوینگے یہ کسی طرح ہو نہین سکتا اسلیے ضرور اول ہی صورت قائم رہیگی علاوہ ازین ہم حکم دیتے ہین کہ باغیون کا حکم اُنکے شہرون مین درست ہی اسی نظر سے کہ اُنکو حاجت ہوتی ہی تو جہان حاجت اور ضرورت کے ہوتے ہوئے امامت کیسے درست نہ ہوگی - غرض کہ یہ چارون رکن جو چالیس اصول پر مشتمل ہین یہ عقائد کے قواعد ہین جو کوئی انکا معتقد ہوگا وہ اہل سنت وجماعت کے موافق اور بدعت کے فرقہ سے علیحدہ ہوگا ہم اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ وہ اپنی توفیق سے ہکو راستی پر رکھے اور اپنے جود اور احسان وفضل سے راہ حق کی طرف ہکو ہدایت کرے وصلی اللہ علی سیدنا ومولنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم چوتھی فصل

ایمان اور اسلام مین اور ان دونون مین جو کچھ اتصال اور جدائی ہی اور جو کمی بیشی ان دونون پر طاری ہوا کرتی ہی اور سلف کے لوگ جو انشاء اللہ ان دونون کے باب مین کہتے تھے اُسکی وجہ کے ذکر مین اور اس فصل مین تین مسئلے ہین اول اس باب مین لوگون کا اختلاف ہی کہ اسلام ایمان ہی ہی یا دوسری چیز ہی اور اگر دوسری چیز ہی تو اُس سے جدا پایا جاتا ہی یا اُسی کے ساتھ متعلق اور لازم رہتا ہی پس بعض تو یہ کہتے ہین کہ دونون ایک ہی ہین اور بعض کا قول ہی کہ دو چیزین ہین آپس مین ملتی نہین جدا جدا ہین اور بعضے یہ کہتے ہین کہ دو ہین مگر ایک دوسرے سے ملا رہتی ہین اور ابو طالب مکی نے اس باب مین ایک بہت بڑی تقریر نہایت بینڈی لکھی ہی اب ہم حق صریح کو بیان کرتے ہین بدون اس بات کے کہ ایسی تقریر نقل [illegible] جسمین کچھ فائدہ نہو - واضح ہو کہ اس باب مین تین بحثین ہین اول اس باب مین کہ لغت مین دونون لفظون کے معنی کیا ہین دوم شرع [illegible] بولنے مین ان [illegible] دونون سے کیا مراد ہی سوم ان دونون کا حکم دنیا اور آخرت مین کیا ہی غرض کہ اول بحث لغوی ہی اور دوسری تفسیری اور تیسری فقہی شرعی بحث اول معنی لغوی کے بیان مین اسمین حق یہ ہی کہ ایمان تصدیق کو کہتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہی وما انت بمؤمن لنا مومن سے مراد مصدق یعنی تصدیق کرنے والے سے ہی اور اسلام کے معنی فرمانبرداری کو ماننے اور سرکشی اور انکار اور عناد کو چھوڑنے کے ہین اور تصدیق کا ایک محل خاص ہی یعنی وہ دل سے ہوتی ہی اور زبان اُسکی ترجمان یعنی بیان کرنے والی ہی اور ماننا عام ہی دل اور زبان اور اعضا سب سے ہوتا ہی کیونکہ جو تصدیق دل سے ہی وہ تسلیم اور ترک انکار ہی اسی طرح زبان سے اقرار کرنا اور طاعت اور انقیاد اعضا سے کرنا ہی حاصل یہ ہی کہ لغت کے اعتبار سے اسلام عام ہی اور ایمان خاص اور اسلام کے اجزا مین سے اشرف کا نام ایمان ہی اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک تصدیق تسلیم ہی اور یہ نہین کہ ہر تصدیق تسلیم ہو بحث دوم اطلاق شرعی کے ذکر مین اور اس باب مین حق یہ ہی کہ شریعت مین ان دونون کا استعمال تینون طور پر آیا ہی یعنی دونون کے ایک معنی ہون یا جدا جدا ہون یا ایک کے معنون مین دوسرے کے معنی داخل ہون دونون کے ہم معنی ہونیکی مثال یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی فاخرجنا من کان فیہا من المؤمنین فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین اور یہ امر باتفاق ثابت ہی کہ ایک ہی گھر تھا اُسی کے لیے مومنین اور مسلمین ارشاد فرمایا اور فرمایا یاقوم ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بنی الاسلام علی خمس اور ایک بار جو آپ سے ایمان کا حال پوچھا تو اُسکے جواب مین بھی یہی پانچون رکن ارشاد فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام دونون ایک ہی ہین اور دونون کے جدا جدا ہونے کی مثال یہ آیت ہی قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا یعنی یہ کہو کہ ہمنے ظاہر مین انقیاد قبول کیا اور اس جگہ ایمان سے مراد فقط دل کی تصدیق ہی اور اسلام سے غرض زبانی خواہ اعضا کی ظاہری فرمانبرداری ہی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث مین کہ جب اُنھون نے آپ سے ایمان کا حال پوچھا تو فرمایا کہ ایمان لانا اللہ پر اور اُسکے فرشتون اور کتابون

اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر اور حساب پر خیر و شر کو اسی کی طرف سے جاننے پر ایمان ہی پھر پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہی تو جواب میں پانچ خصلتیں مذکور فرمائیں یعنی اسلام کو بیان فرمایا کہ قول اور عمل سے تسلیم کرنے کو کہتے ہیں۔ اور سعد بن ابی وقاص کی حدیث میں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو کچھ عطا کیا اور دوسرے کو وہ نہ دیا تو حضرت سعد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اُس شخص کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ مومن ہی آپ نے فرمایا کہ مومن ہی یا مسلم پھر دوبارہ اُنھوں نے وہی عرض کیا آپ نے دوبارہ وہی جواب دیا اور ایک کے معنی دوسرے میں داخل ہونے کی مثال یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ اعمال میں سے کونسا افضل ہی آپ نے فرمایا کہ اسلام پھر سائل نے عرض کیا کہ اسلام کونسا افضل ہی آپ نے فرمایا کہ ایمان اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ دونوں مختلف بھی ہیں اور ایک دوسرے میں داخل بھی اور یہ امر لغت کی رو سے استعمالوں میں سب سے اچھا ہی اسلیے کہ ایمان اعمال میں سے ایک عمل ہی جو سب اعمال سے افضل ہی اور اسلام تسلیم کا نام ہی خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضا سے اور ان سب میں بہتر وہ تسلیم ہی جو دل سے ہو اور یہ دل کی تسلیم وہی تصدیق ہی جسکو ایمان کہتے ہیں اور ان دونوں کا استعمال جداگانہ طور پر خواہ تداخل یا ترادف کے طور پر مجاز فی اللغۃ کے طریق سے خارج نہیں مثلاً جداگانہ طور پر اس طرح ہو کہ ایمان کو فقط دل کی تصدیق کا نام کہیں تو یہ لغت کے موافق ہوگا اور اسلام کو تسلیم ظاہری ٹھہراویں یہ بھی لغت کے موافق ہی اسلیے کہ تسلیم اگر تسلیم کی بعض جگہوں سے بھی ہوگی تو اُسکو بھی تسلیم ہی کہینگے یہ تو شرط نہیں کہ جہاں جہاں معنی کا پایا جانا ممکن ہو لفظ سے وہ سب حاصل ہی ہوں جیسے مثلاً اگر کوئی شخص دوسرے کو اپنے بدن کے کسی ٹکڑے سے چھووے تو چھونے والا کہلاویگا گو سب بدن چھونے میں شامل نہیں اسی طرح لفظ اسلام کو صرف ظاہر کی تسلیم پر بولنا جسوقت کہ باطن کی تسلیم نہو لغت کے مطابق ہی اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا قول ہی قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سعدؓ کی حدیث میں کہ یا مسلم ہی اسلیے کہ آپ نے مومن کو مسلم پر ترجیح دی اور ہماری غرض دونوں کے معنوں کے جدا ہونے سے [illegible] ایک دوسرے سے بڑھکر ہی اور تداخل کے طور پر بھی لغت کے موافق ہوگا یعنی اسلام کو یہ ٹھہرالیں کہ دل اور قول اور عمل سب سے تسلیم کا [illegible] اور ایمان کو کہیں کہ بعض تصدیق کا نام ہی جو اسلام میں داخل ہی یعنی صرف دل کی تصدیق اور ہماری غرض تداخل سے یہی ہی اور ایمان کو خاص کر دینا اور اسلام کو عام کر دینا لغت کے موافق ہی اور اسی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہی کہ جب سائل نے عرض کیا کہ کونسا اسلام افضل ہی تو آپ نے ایمان فرمایا یعنی آپ نے ایمان کو خاص کرکے اسلام میں داخل کر دیا اور اُنکے ایک معنوں میں استعمال کی مثال یہ ہی کہ اسلام کے معنی تسلیم کے لیے جاویں جو دل اور ظاہر دونوں سے ہو کیونکہ تسلیم بہرحال ہوگی اور ایمان کے معنی بھی یہی کر دیے جاویں اس صورت میں صرف اتنا تصرف ہوگا کہ ایمان میں جو خصوصیت دل کے تسلیم کی تھی اسکو عام کر دیا جاویگا اور ظاہر کی تسلیم کو بھی اسمیں داخل کیا جاویگا اور یہ تصرف درست ہی اسلیے کہ ظاہر کی تسلیم قول اور عمل سے باطن کی تصدیق کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتی ہی اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ درخت بولتے ہیں اور تسامح کے طور پر اُس سے درخت مع پھل مراد ہوتا ہی تو اتنے تصرف سے ایمان ہم معنی اسلام کا اور اُسکے مطابق ہو جاویگا نہ اُس سے زیادہ ہوگا نہ کم اور اسی بنا پر یہ ارشاد خداوندی ہی فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین تیسری بحث حکم شرعی کے ذکر میں۔ اسلام اور ایمان کے دو حکم ہیں ایک دنیاوی دوسرے اخروی حکم اخروی یہ ہی کہ آگ دوزخ سے نکالنا اور اُسمیں ہمیشہ رہنے کا مانع ہونا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی یخرج من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من الایمان اور اس باب میں لوگوں کا اختلاف ہی کہ یہ حکم کس چیز پر مترتب ہوتا ہی یعنے وہ ایمان کونسا ہی جسکا نتیجہ آگ دوزخ سے نکلنا ہی پس بعض کا قول تو یہ ہی کہ صرف یقین کرنے کا نام ہی اور کچھ کہتے ہیں کہ دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ہی اور بعض تیسری بات اور بڑھاتے ہیں یعنی اعضا سے عمل کرنا اور ہم اس باب میں اصل مطلب کو واضح کرتے ہیں کہ واقع میں یہ ہی کہ جو کوئی ان تینوں باتوں کا جامع ہوگا تو اسمیں خلاف کسی کا نہیں کہ بیشک اُسکا ٹھکانا

۲۱ بخاری و مسلم ۱۲ [illegible]

جنت مین ہوگا یہ تو ایک درجہ ہوا دوسرا درجہ یہ ہی کہ دو باتین پائی جاوین اور کچھ تیسری بھی ہو یعنی دل سے یقین کرنا اور زبان سے کہنا اور
کچھ عمل پائے جاوین مگر اُس شخص سے ایک یا زیادہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب بھی کیا ہو تو اس صورت مین معتزلی یہ کہتے ہین کہ وہ شخص ایمان سے
خارج ہوگا مگر کفر مین داخل نہین ہوا بلکہ اُسکا نام فاسق ہی اور یہ ایک درجہ ہی ایمان اور کفر کے درمیان مین اور ایسا شخص دوزخ مین ہمیشہ
رہیگا اور یہ قول باطل ہی چنانچہ عنقریب اُسکا ہم بیان کرینگے تیسرا درجہ یہ ہی کہ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار پایا جاوے اور اعضا سے
اعمال نہون ایسے شخص کے حکم مین لوگون نے اختلاف کیا ہی ابو طالب مکی کا قول یہ ہی کہ عمل کرنا جزو ایمان ہی اور ایمان بدون عمل کے پورا
نہین ہوتا اور اسپر اجماع کا دعوی ایسی دلیلون سے کیا ہی جن سے اُنکے مطلب کا خلاف معلوم ہوتا ہی جیسے مثلاً دلیل مین یہ آیت نقل کی
ہی الذین امنوا وعملوا الصالحات کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ عمل ایمان کے سوا اور چیز ہی ایمان مین داخل نہین ورنہ عمل حکم معاد مین ہوگا
اور تعجب یہ ہی کہ اس قول پر اجماع کا دعوی کرتے ہین اور باوجود اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو نقل کرتے ہین کہ کسی شخص کو
کافر نہ کہا جاوے مگر اُس صورت مین کہ جس چیز کا اقرار کر چکا ہی اُسکا منکر ہوا اور فرقہ معتزلہ جو کبیرہ گناہون کے سبب دوزخ مین ہمیشہ رہنے کے
قائل ہین اُنکے قول کا انکار کرتے ہین حالانکہ جو اُنکے قول کا قائل ہی وہ بعینہ معتزلون کے مذہب کا قائل ہوگا کیونکہ ہم اُس سے پوچھینگے کہ جو
شخص اپنے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے شہادت ادا کرے اور اُسی وقت مرجاوے تو وہ جنت مین جاویگا یا نہین اُسکے جواب
مین اور یہی کہیگا کہ ہان جنت مین جاویگا تو اس صورت مین ایمان بدون عمل کے کہنا پڑیگا اب ہم کچھ زیادہ کرکے پوچھینگے کہ وہی شخص اگر
بالفرض اتنا زندہ رہے کہ اُسپر ایک نماز کا وقت آجاوے اور وہ اُسکو ترک کرے اور مرجاوے یا زنا کرے اور مرجاوے تو وہ ہمیشہ دوزخ مین
رہیگا یا نہین اگر وہ جواب دے کہ رہیگا تب تو معتزلون کا ہی مطلب ہی اور اگر کہے گا کہ نہین تو اس بات کی تصریح ہی کہ عمل جزو ایمان نہین
اور نہ ایمان کے وجود مین شرط ہی اور نہ اُسکے باعث جنت کا استحقاق ہی اور اگر یہ کہے کہ میری غرض یہ ہی کہ وہ شخص بہت مدت تک جیوے
اور نماز نہ پڑھے اور نہ اور کوئی عمل شرعی بجالاوے تو ہم یہ کہینگے کہ اُس مدت کو معین کرو اور طاعتون کے شمار بتلاؤ جنکے چھوڑنے سے
ایمان جاتا رہتا ہی اور کبیرون کی گنتی کیا ہی جنکے ارتکاب سے ایمان باطل ہوتا ہی اور یہ بات ایسی ہی کہ اسکی مقدار نہین معین ہوسکتی اور نہ کبھی کوئی اس
طرف گیا چوتھا درجہ یہ ہی کہ دل کی تصدیق پائی جاوے اور ہنوز نوبت زبان سے اقرار اور عمل مین مصروف ہونے کی نہ پہونچی ہو کہ مرجاوے
تو اسکا جواب یہ کہیگا کہ اسنے اور خدا تعالی کے نزدیک ایمان سے مرا حالانکہ اس مسئلے مین اختلاف ہی اور جو شخص کہ ایمان کے پورا ہونے
مین قول زبانی کی شرط کرتا ہی اُسکو یہ کہنا ہوگا کہ یہ شخص ایمان سے پہلے مرا اور یہ قول فاسد ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی
کہ دوزخ سے نکلیگا وہ شخص جسکے دل مین ذرہ بھر ایمان ہوگا اور اس شخص کا دل تو ایمان سے لبالب تھا یہ کیسے دوزخ مین ہمیشہ رہیگا اور
حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث مین ایمان کی شرط بجز اسکے اور کچھ نہین کہ اللہ تعالی اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور روز آخرت کی
تصدیق کرے جیسے پہلے بیان ہوا پانچوان درجہ یہ ہی کہ دل سے تصدیق کرے اور عمر مین اتنی مہلت بھی ملے کہ شہادت کے دونون کلمے
کہلے اور اُنکا واجب ہونا معلوم کرلے مگر اُنکو زبان سے ادا نہ کرے تو یہ احتمال ہوسکتا ہی کہ اُسکا ادا نکرنا ایسا ہی جیسے نماز کے پڑھنے سے
باز رہنا اور باوجود اسکے ہم کہینگے کہ وہ شخص مومن ہی اور دوزخ مین مدام نہ رہیگا اسلیے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق ہی اور زبان اس
اعتقاد دلی کا ترجمان ہی تو ضرور ہی کہ زبان کے ادا سے پیشتر بھی ایمان کامل موجود ہو تاکہ اُسکو زبان ادا کرے اور یہی ظاہر تر ہی اسلیے کہ بجز
معانی کی پیروی کے اور کوئی سند نہین اور لغت کے رو سے یہ ہی کہ ایمان دل کی تصدیق کو کہتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ دوزخ سے وہ شخص نکل جاوے گا جسکے دل مین ذرہ بھر ایمان ہو اور اگر آدمی واجب امر کے بجالانے سے سکوت کرے تو دل
مین سے ایمان نہین [illegible] پائیگا جیسے فعل واجب کے نکرنے سے منتفی نہین ہوتا۔ اور بعضے یہ کہتے ہین کہ زبان سے کہنا بھی ایمان کا

جزو ہی اسلیے کہ شہادت کے دونون کلمے دل کے حال سے خبر نہین دیتے بلکہ وہ دوسرے معاملہ کا انشا اور ابتدا اور التزام ہین اور اول
قول ظاہر تر ہی اور اس قول مین فرقہ مرجیہ نے یہان تک مبالغہ کیا ہی کہ یہ شخص کبھی آگ مین نہ جاوے گا اُنکا یہ قول ہی کہ مومن اگرچہ نافرمانی کرے
گر دوزخ مین نجاوے گا اور ہم اُنکے قول کو بھی عنقریب باطل کرینگے چھٹا درجہ یہ ہی کہ زبان سے کہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مگر دل مین اُسکی
تصدیق نکرے تو ہمکو اس بات مین شک نہین کہ ایسا شخص آخرت کے حکم مین کافرون مین سے ہوگا اور ہمیشہ دوزخ مین رہے گا اور اسمین
بھی شک نہین کہ دنیا کے احکام مین جو متعلق امامون اور حکام کے ہین وہ مسلمانون سے ہوگا اسواسطے کہ اُسکے دل پر قدرت ہو ہی نہین
سکتی ہمپر بھی لازم ہی کہ جو کچھ اُسنے زبان سے کہا اُسکو یہ خیال کرین کہ یہ قول اسکے دل کے حال پر مطابق ہی لیکن ایک تیسرے امر مین کچھ شک ہی کہ
اُسکے اور خدا تعالےٰ کے درمیان کے معاملہ مین حکم دنیاوی اُسپر کیا ہونا چاہیے مثلاً اسی حال مین اگر کوئی اُسکا رشتہ دار مسلمان مرجاوے
اور اُسکے بعد وہ دل سے تصدیق ایمان کی کرے پھر فتوی پوچھے کہ جب میرا رشتہ دار مرا تھا مجھکو ایمان یعنی دل کی تصدیق نہ تھی مگر ظاہر اسلام
کی جہت سے اُسکی میراث مجھے مل گئی اور اب وہ میرے پاس ہی تو وہ اُس معاملہ مین جو مجھ مین اور خدا تعالیٰ مین ہی مجھپر حلال ہی یا نہین
یا اُسی پہلی حالت مین کسی مسلمان عورت سے اُسنے نکاح کر لیا تھا اور پھر دل سے تصدیق کی تو اب اُسپر نکاح کا دوبارہ کرنا لازم ہی یا نہین یہ حکم
محل تردد ہی اسمین یہ بھی ہوسکتا ہی کہ کہا جاوے کہ دنیا کے احکام زبانی قول سے ظاہر اور باطن دونون مین وابستہ ہین اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ
قول زبانی سے غیر شخص کے حق مین وابستہ ہین اسلیے کہ اُسکا باطن غیر پر ظاہر نہین اور خود اُسکو تو اپنے باطن کا حال ظاہر ہی کہ اُسکے اور
خدا تعالیٰ کے درمیان کیا معاملہ ہی۔ اور ظاہر تر یہی ہی کہ اُسکو وہ میراث ناجائز ہو اور نکاح کا پھر سے کرنا لازم آوے واللہ اعلم۔ اور اسی لیے
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اگر منافقین مین سے کوئی مرتا تھا تو اُسکے جنازے پر حاضر نہوتے تھے اور حضرت عمر رضی بھی اسکی رعایت کرتے تھے کہ جس جنازے
پر وہ نجاتے تھے آپ بھی تشریف نلیجاتے تھے اور نماز دنیا مین ایک فعل ظاہر ہی اگرچہ عبادات مین سے ہی اور حرام سے بچنا بھی ان امور
مین سے ہی جو خدا تعالیٰ کے لیے واجب ہین جیسے نماز ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ اور
یہ تقریر ہماری اس قول کے خلاف نہین کہ ارث اسلام کا حکم ہی اور وہ بھی تسلیم ہی بلکہ تسلیم تام وہ ہی جو ظاہر اور باطن دونون کو شامل ہو اور یہ
بحثین فقہی اور ظنی ہین کہ ظاہر اور عام الفاظ اور قیاسون پر مبنی ہین تو جو شخص علوم مین قاصر ہو وہ یہ نسمجھے کہ اس بات مین غرض یقین ہی
اور عادت یہ ہو گئی ہی کہ ایسی چیز کو فن کلام مین ذکر کرتے ہین جس مین حکم قطعی مطلوب ہوتا ہی تو جو شخص علوم مین عادتون اور رسمون کی طرف
نظر کرتا ہی اُسکو فلاح نہین ہوتی۔ اب اگر یہ کہو کہ معتزلون اور مرجیون کے شبہہ پڑنے کی کیا وجہ ہی اور اُنکے قول کے باطل ہونے کی کیا دلیل ہی تو
اُسکا جواب یہ ہی کہ وجہ اُنکے شبہون کی عام آیتین قرآن مجید کی ہین چنانچہ مرجیہ کہتے ہین کہ ایماندار آگ مین نجاویگا گو سب طرح کے گناہ کرے
اسلیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی فمن یومن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رہقا اور فرمایا والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون الآیہ اور فرمایا کلما القی
فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر قالوا بلی قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیء اسمین لفظ کلما القی فیہا کا عام ہی تو چاہیے کہ جو کوئی
ڈالا جاوے وہ تکذیب کرنے والا ہو اور فرمایا لا یصلاہا الا الاشقی الذی کذب وتولی اس آیت مین حصر اور اثبات اور نفی تینون موجود ہین جیسے
یہ معلوم ہوتا ہی کہ بجز اشقیا اور مکذبین کے اور کوئی آگ مین نجاویگا اور فرمایا من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منہا وہم من فزع یومئذ آمنون اور یہ حسنات
کی جڑ ایمان ہی تو ایمان والے کو خوف کیسے ہوگا اور فرمایا واللہ یحب المحسنین اور فرمایا انا لا نضیع اجر من احسن عملا یہ انکی دلیل ہی مگر ان آیتون سے انکا
مطلب حاصل نہین ہوتا اسلیے کہ ان آیتون مین جہان ذکر ایمان کا ہی اُس سے ایمان مع عمل مراد ہی چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ لفظ ایمان سے
کبھی اسلام بھی مراد لیا کرتے ہین یعنے موافقت دل اور قول اور عمل کی اور ایمان مین جو ہم یہ تاویل کرتے ہین اُسکی دلیل یہ ہی کہ بہت سی خبرین
وعید گنہگارون کے عذاب اور مقدار عذاب کے وارد ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دوزخ سے نکالا جاویگا وہ شخص جسکے

دل مین ذرہ بھر ایمان ہوگا اس سے بھی ایمان والے کا دوزخ مین جانا ثابت ہی کیونکہ اگر دوزخ مین نجاویگا تو باہر کیسے نکلیگا اور قرآن سے ثبوت
اس طرح ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء اسمین جو مغفرت کو اپنی مشیت سے مستثنے فرمایا تو اس
سے مجرمون کا کئی قسم ہونا صاف ظاہر ہی اور دوسری جا ارشاد ہی ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا اور جو لوگ کہ اس
آیت مین کفر کی خصوصیت لگاتے ہین کہ یہ کافرون کا حال ہی تو یہ انکی زبردستی ہی آیت مین کوئی قرینہ اسکا نہین اور فرمایا الا ان الظلمین فی
عذاب مقیم اور فرمایا ومن جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار غرض کہ جیسی عام آیتین انھون نے نقل کی ہین انکے مقابلے مین یہ آیتین
عام عذاب مجرمون پر دلالت کرتی ہین اور تخصیص اور تاویل کرنے کے لیے دونون جانبون کو ضرورت ہی اسلیے کہ اخبار مین صاف مذکور ہی
کہ عاصیون کو عذاب ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وان منکم الا واردہا بھی گویا صریح ہی اس باب مین کہ آگ مین سب کو جانا ضرور ہی کیونکہ کوئی مومن
گناہ کے مرتکب ہونے سے خالی نہین اور یہ جو ارشاد ہی لا یصلٰہا الا الاشقی الذی کذب وتولی اس سے مراد ایک خاص جماعت ہی یا لفظ اشقی
سے بھی کوئی شخص معین مراد لیا ہی اور کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا مین فوج سے مراد کافرون کی فوج ہی اور عام آیتون کا خاص کرنا کچھ دقت
کی بات نہین۔ اور اس آیت کے باعث ابوالحسن اشعری اور کچھ اہل کلام عام الفاظ کا انکار ہی کر بیٹھے اور کہنے لگے کہ اس طرح کے الفاظ مین
توقف کرنا چاہیے جبتک کہ کوئی قرینہ ظاہر ہو جس سے اسکے معنی معلوم ہون۔ اور معتزلون کو شبہہ ان آیتون سے پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اہتدی اور فرمایا والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات اور فرمایا وان منکم الا
واردہا کان علی ربک حتما مقضیا پھر یہ ارشاد کیا ثم ننجی الذین اتقوا اور فرمایا ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم اور جو آیتین اس طرح کی ہین
کہ جنمین اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کو ایمان کے ساتھ مذکور فرمایا ہی اور فرمایا ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا ان آیتون سے معتزلی
حجت لاتے ہین مگر یہ آیتین بھی ایسی عام ہین کہ انمین خصوصیت لگی ہوئی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ویغفر مادون ذلک لمن یشاء اس بات
کو چاہتی ہی کہ شرک کے سوا اور گناہون مین اسکی مشیت باقی رہی اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ دوزخ سے نکلیگا وہ
شخص جسکے دل مین ذرہ بھر ایمان ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد انا لا نضیع اجر من احسن عملا اور یہ فرمایا ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اسی بات پر
دلالت کرتی ہین کہ اللہ تعالیٰ ایک معصیت کی جہت سے اصل ایمان اور سب طاعتون کا ثواب تلف نہین فرماویگا اور یہ جو فرمایا ہی کہ ومن یقتل
مومنا متعمدا اس سے مراد یہ ہی کہ مقتول کو جان بوجھ کر ایمان ہی کی جہت سے مار ڈالے اور اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بھی ایسا ہی
ہی۔ اب اگر کہو کہ تمھاری تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ مذہب مختار یہ ہی کہ ایمان بدون عمل کے بھی ہوتا ہی حالانکہ اکابر سلف کا قول یون مشہور ہی کہ ایمان
دل کی تصدیق اور قول زبانی اور عمل کا نام ہی تو اس قول سے کیا غرض ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ عمل کو ایمان مین شمار کرنا کچھ بعید نہین کیونکہ عمل
ایمان کا تمام کرنے والا اور پورا کرنے والا ہی جیسے کہتے ہین کہ سر اور دونون ہاتھ ملکر انسان ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ اگر سر نہو تو انسان بھی نہین
لیکن ہاتھ کٹا ہونے سے انسانیت سے خارج نہین ہوتا اسی طرح کہ سکتے ہین کہ تسبیحات اور تکبیرین نماز مین سے ہین اگرچہ نماز انکے نہونے
سے باطل نہین ہوتی تو ایمان مین دل کی تصدیق بمنزلہ آدمی کے سر کے ہین کہ اگر وہ نہو تو ایمان بھی نہوا اور دوسرے اعمال مثل آدمی کے
ہاتھ پاؤن کے ہین کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا ہی لا یزنی الزانی حین یزنی وہو مومن
تو صحابہ نے اس حدیث سے معتزلون کا مذہب اعتقاد نہین کیا کہ زنا کے باعث آدمی ایمان سے باہر ہو جاوے بلکہ اسکے معنے یہ ہین کہ
واقع مین اسکا ایمان کامل اور تمام نہین جیسے ہاتھ پاؤن کٹے ہوے کو کہتے ہین کہ یہ آدمی نہین یعنے اسمین کمال انسانی نہین یہ غرض
نہین کہ ہاتھ پاؤن کے جانے سے ماہیت انسانی بھی نہین رہی دوسرا مسئلہ اگر یہ کہو کہ سلف کا اتفاق ہی اس بات پر کہ ایمان طاعت
کے سبب سے زیادہ ہوتا ہی اور معصیت کی جہت سے کم ہوتا ہی پس اگر ایمان دل کی تصدیق ہی کا نام ہو تو اسمین کمی بیشی کیسے ہوسکتی ہی

تو اسکا جواب یہ ہو کہ در حقیقت سلف کے لوگ سچے گواہ ہین اور اُنکے قول سے منحرف ہونا کسیکو نہین چاہیے جو کچھ انھون نے فرمایا ہو بیشک
درست ہو مگر اُسکے سمجھنے مین تامل چاہیے کہ اُنکے قول سے پایا جاتا ہو کہ عمل ایمان کا جزو نہین نہ اُسکے وجود کا رکن بلکہ ایک زائد چیز ہو جس سے
ایمان بڑھجاتا ہو اور ظاہر ہو کہ چیز اپنی ذات سے تو بڑھتی ہی نہین بلکہ زوائد سے بڑھا کرتی ہو چنانچہ یہ نہین کہسکتے کہ انسان اپنے سر سے بڑھجاتا ہو
بلکہ یون کہتے ہین کہ داڑھی اور موٹاپے سے زیادہ ہوتا ہو اسی طرح نہین کہسکتے کہ نماز رکوع اور سجدے سے زیادہ ہوتی بلکہ وہ سنتون اور مستحبات
سے باعث بڑھا کرتی ہو پس سلف کے قول مین تصریح ہو کہ ایمان کا ایک وجود ہو پھر وجود کے بعد اسکا حال کمی بیشی مین مختلف ہوا کرتا ہو اب اگر کہو
کہ اعتراض تو ابھی قائم ہو یعنی تصدیق کسطرح زیادہ اور کم ہوسکتی ہو وہ تو ایک حالت کا نام ہو تو اُسکا جواب یہ ہو کہ جب ہم مداہنت کو ترک
کرین اور شوریون کے شور کی پروا نہ کرین اور پردے تحقیق کے منھ پر سے اُٹھا ڈالین تو یہ شبہہ بھی برطرف ہوجاویگا اسی واسطے ہم کہتے ہین کہ
لفظ ایمان مشترک ہو اُسکا استعمال تین طریقون پر ہو طریق اول یہ ہو کہ اُسکا اطلاق اُس تصدیق پر کیا جاتا ہو جو بطور اعتقاد و تقلید کے ہو
کشف کے طور پر اور سینے کے کھلنے سے نہو اس طرح کا ایمان عوام کا بلکہ بجز خواص کے تمام خلق کا ہو اور یہ اعتقاد دل پر ایک گرہ ہوتی ہو کبھی کڑی
ہوجاتی اور کبھی ڈھیلی جیسے ڈورے پر گرہ ہوا کرتی ہو اور اس بات کو بعید مت جانو بلکہ یہودیون اور نصرانیون اور بدعتیون کے حالات کو دیکھکر
عبرت حاصل کرو کہ اُنہین جنکے عقیدے سخت ہین وہ اسطرح کے ہین کہ اگر ڈرانے اور دھمکانے یا وعظ و نصیحت یا برہان و حجت سے اُنکو اس
عقیدے سے نکالنا چاہو تو کبھی ممکن نہین کہ وہ نکل سکین اور بعض اسطرح کے ہین کہ ادنی گفتگو سے شک مین پڑجاتے ہین اور اُنکو اُنکے عقیدے
سے نکال دینا ذرا سے پھسلانے یا دھمکانے سے ممکن ہو باوجودیکہ اُنکو پہلے عقیدے مین شک نہین ہوتا جیسے اول قسم کے لوگون کو نہین ہو
لیکن دونون قسمون کے لوگون مین پختگی کے باب مین فرق ہوتا ہو اور یہ بات اعتقاد حق مین بھی موجود ہو اور عمل کرنا اس پختگی کے بڑھانے
مین اور زیادہ کرنے مین تاثیر کرتا ہو جیسے پانی دینا درختون کے بڑھنے مین تاثیر کرتا ہو اسی واسطے اللہ تعالی فرماتا ہو فزادتھم ایمانا یعنی پس زیادہ
کیا اُنکا ایمان اور دوسری جا ارشاد ہو لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اخبار مرویہ مین ارشاد فرمایا ہو الایمان یزید و
ینقص اور یہ کمی بیشی دل مین طاعتون کی تاثیر سے ہوتی ہو اور اُسکو وہی شخص معلوم کرتا ہو جو اپنے حالات کو دو وقتون مین دیکھے یعنی ایک تو
اُسوقت کہ عبادت مین مصروف ہوا ور حضور دل سے خاص عبادت ہی کا ہو رہے دوم اُسوقت کہ عبادت نہ کرتا ہو تو جو حال کہ اُسکے ایمانی
عقائد کا دوسرے وقت مین ہوگا اُسمین اور پہلے وقت کے حال مین فرق معلوم کریگا کہ حالت اول کا عقیدہ ایسا ہوگا کہ اگر اُسمین کوئی شخص
شک ڈالنا چاہے تو اُسکے قابو مین نہ آویگا بلکہ جو شخص یتیم کے اوپر رحم کرنے کا معتقد ہو جب اپنے اعتقاد کے موافق عمل کریگا اور یتیم کے سر پر
ہاتھ پھیرکر اُسکے ساتھ لطف سے پیش آویگا اُسوقت اپنے باطن مین رحم کرنے کو مضبوط اور دو بالا پاویگا اسی طرح تواضع کا معتقد جب تواضع
کا عمل کریگا اور دوسرے کے سامنے فروتنی کریگا تو عمل کی جہت سے اپنے دل مین زیادتی تواضع کی معلوم کریگا اور یہی حال سب دل کے صفات
کا ہو کہ جب اعضا پر اُنکے باعث اعمال صادر ہوتے ہین تو اعمال کا اثر اُن صفات پر پہونچتا ہو اور اُنکو مضبوط اور زیادہ کر دیتا ہو اور اُسکا بیان
جلد سوم مہلکات اور جلد چہارم منجیات مین اُس مقام پر کیا جاویگا جہان کہ ظاہر کے باطن سے متعلق ہونے کی وجہ اور عقائد اور دلون سے
اعمال کے وابستہ ہونے کی دلیل مذکور ہوگی اسلیے کہ یہ امر عالم ملکوت سے عالم ملک کے متعلق ہونے کی جنس سے ہو اور ملک سے ہماری غرض
یہ عالم ظاہر ہو جو حواس سے معلوم ہوتا ہو اور ملکوت سے وہ عالم مراد ہو جو نور بصیرت سے سوجھتا ہو اور دل عالم ملکوت مین سے ہو اور اعضا
اور اُنکے اعمال عالم ملک سے ہین اور ان دونون عالمون مین اس درجہ کا باریک علاقہ ہو کہ بعض لوگون نے یہی گمان کیا ہو کہ دونون ایک ہین
اور دوسرے لوگون نے یہ ظن کیا ہو کہ عالم بجز عالم شہادت یعنی ان اجسام محسوسہ کے اور کوئی نہین اور جس شخص نے کہ دونون عالمون کو معلوم کیا
اور اُنکے جدا جدا ہونے اور پھر آپسمین ایک دوسرے سے وابستہ ہونے کو دیکھا تو اُنکو کہنا پڑا اس قطعہ میرہ بیان کرا [illegible] یگانہ

دل مین ہو اشتباہ * دونون نے ایک طرح کی پائی ہو آب وتاب * گویا کہ صرف جام ہی نہین جام کا وجود * یا یہ کہو کہ پیالہ ہو تنہا نہین شراب *
اب ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہین اسلیے کہ یہ جملہ معترضہ علم معاملہ سے خارج ہو مگر علم مکاشفہ اور معاملہ مین بھی اتصال اور ارتباط ہو
اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ علم مکاشفہ ہر دم علم معاملہ کی طرف جھکتا ہو بشرطیکہ تکلف کے ساتھ اُسکو نہ روکو * غرض کہ ایمان کو اگر اس اطلاق
بموجب جب دیکھین تو طاعت کی جہت سے اُسمین زیادتی ہو جانے کی یہ صورت ہوتی ہو جو مذکور ہوئی اور اسی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے فرمایا ہو کہ ایمان ایک سفید نشان ظاہر ہوتا ہو پس جب آدمی نیک عمل کرتا ہو تو وہ نشان بڑھتا جاتا ہو یہانتک کہ تمام دل سفید ہو جاتا ہو
اور نفاق ایک سیاہ نقطہ شروع مین ہوتا ہو مگر جب آدمی بُرے اعمال کا مرتکب ہوتا ہو تو وہ زیادہ ہوتا ہو یہانتک کہ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہو پھر
اُسپر مہر لگجاتی ہو اور یہ آیت آپ نے پڑھی کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوبِہِمْ مَا کَانُوا یَکْسِبُونَ دوسرا اطلاق یہ ہو کہ ایمان سے تصدیق دل اور عمل دونون
مراد ہون جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان بضع وسبعون بابا یا فرمایا کہ نہین زنا کرتا ہو زانی جب زنا کرے اُس حال مین کہ وہ
ایماندار ہو اور جس صورت مین کہ لفظ ایمان کے مضمون مین عمل بھی داخل ہو تو ظاہر ہو کہ اعمال سے اُسمین کمی بیشی ضروری ہوگی اور یہ بات کہ
اُسکی تاثیر اُس ایمان مین بھی ہوتی ہو کہ نہین جسکو صرف تصدیق کہتے ہین اسمین اختلاف ہو اور ہم اشارہ کر چکے کہ اُسمین بھی تاثیر ہوتی ہو
تیسرا اطلاق یہ ہو کہ ایمان سے غرض وہ تصدیق یقینی ہو جو کشف اور سینہ کے کھلنے اور نور بصیرت کے مشاہدہ کے طور پر ہو یہ قسم اور
قسمون کی نسبت کہ زیادتی اور کمی کے قبول سے دور تر ہو تاہم ہمارا قول یہ ہو کہ جو امر یقینی کہ اُسمین شک نہ ہو اُسمین بھی نفس کا اطمینان مختلف
ہوا کرتا ہو مثلاً ایک بات یہ ہو کہ دو زیادہ ہین ایک سے اور دوسری یہ ہو کہ عالم بنایا ہوا اور حادث ہو ہر چند ان دونون مین سے کسی مین شک نہین مگر
جیسا اطمینان پہلے پر ہو ویسا دوسرے پر نہین بلکہ تمام یقینی امور واضح ہوتے ہین اور نفس کے انپر اطمینان کرنے مین مختلف ہوا کرتے ہین
اور ہمنے اس مضمون کو باب العلم کی اُس فصل مین لکھا ہو جسمین علماے آخرت کی علامتین مذکور کی ہین اسی لیے اب دوبارہ لکھنے کی
حاجت نہین اور سب اطلاقون مین ظاہر ہوا کہ جو کچھ سلف والون نے ایمان کے زائد اور کم ہونے کو کہا ہو وہ درست ہو اور کیسے درست
نہو کہ حدیثون مین وارد ہو چکا کہ دوزخ سے نکلیگا وہ شخص کہ اُسکے دل مین ذرہ بھر ایمان ہوا اور بعض احادیث مین دینار بھر کی قید ہو تو اگر دل کی
تصدیق مین فرق نہو تو ان مقدارون کے مختلف ہونے کے کیا معنی ہین تیسرا مسئلہ اس بات کی وجہ کیا ہو کہ سلف سے منقول ہو کہ ہم
مومن ہین انشاء اللہ لفظ انشاء اللہ تو شک کے واسطے ہو اور ایمان مین شک کرنا کفر ہو اور سلف کے سب لوگ ایمان کے جواب مین یقین
کے الفاظ بولنے سے باز رہتے تھے اور احتراز کرتے تھے چنانچہ سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جو شخص یون کہے کہ مین خدا تعالی کے نزدیک
مومن ہون تو وہ جھوٹا ہو اور جو کوئی یہ کہے کہ مین حقیقت مین مومن ہون تو اُسکا یہ کہنا بدعت ہو اسمین یہ شبہہ ہوتا ہو کہ جو شخص واقع مین
مومن ہو وہ جھوٹا کیسے ہوگا کیونکہ جو واقع مین مومن ہو خدا تعالی کے نزدیک بھی مومن ہوگا جیسے کوئی لمبا یا بوڑھا واقع مین ہو اور اپنے اس صفت کو
جانے تو وہ خدا کے نزدیک بھی ویسا ہی ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص خوش یا غمزدہ یا سننے والا یا بینا ہو اُسکا حال ہو اور اگر کسی آدمی سے
پوچھا جاوے کہ تم ایماندار ہو تو اُسکے جواب مین اگر وہ کہے کہ مین ایماندار ہون انشاء اللہ تو یہ جواب بے موقع ہوگا۔ اور حضرت سفیان ثوری رح سے
جب پوچھا گیا کہ ایمان کے جواب مین کیا کہنا چاہیے تو فرمایا کہ یہ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ ہمپر اُتارا گیا تو اس جواب مین اور یہ کہدینے
مین کہ ہم مومن ہین فرق کیا ہوا اور حضرت حسن رض سے جو کسی نے پوچھا کہ آپ مومن ہین فرمایا کہ انشاء اللہ سائل نے عرض کیا کہ اے ابو سعید
اپنے ایمان مین ایسا لفظ شک کا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہو کہ اگر مین ہان کہدون تو کہین خدا تعالی یہ نفرماوے کہ اے
حسن تو جھوٹ کہتا ہو اور پھر مجھپر عذاب کا حکم ثابت ہو جاوے۔ اور حضرت حسن رح فرمایا کرتے کہ کوئی بات مجھکو بچونٹ کرتی ہو اس امر سے کہ
خدا تعالی کو جو امر ناخوش ہو اُسکے مجھ مین دیکھکے مجھے برا جانے اور کہدے کہ چلا جا مین تیرا عمل قبول نہین کرتا تو مین بے فائدہ سعی ہی

عمل کرتا ہون - اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا ہی کہ جب تمسے کوئی کہے کہ تم مومن ہو تو کہو لا الٰہ الا اللہ اور ایک روایت مین فرمایا کہ کہو
ہمکو ایمان مین شک نہین اور تیرا سوال کرنا ہمسے بدعت ہی - اور علقمہ سے کسی نے پوچھا کہ تم مومن ہو جواب دیا کہ توقع رکھتا ہون انشاء
اللہ تعالیٰ اور سفیان ثوری نے فرمایا ہی کہ ہم اللہ پر اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور رسولون پر ایمان رکھتے ہین اور یہ نہین جانتے کہ
خدا تعالیٰ کے نزدیک ہم کون ہین تو یہ لوگ جو استثنا کیا کرتے تھے اُسکی وجہ کیا ہی بس اسکا جواب یہ ہی کہ ان لوگون کا انشاء اللہ کہنا
درست ہی اور اُسکی چار وجہین ہین دو صورتون مین تو انشاء اللہ متعلق شک سے ہی مگر یہ شک اصل ایمان مین نہین ہوتا بلکہ ایمان کے
خاتمے اور پورا ہونے مین ہوتا ہی اور دو وجہین ایسی ہین کہ انشاء اللہ شک سے متعلق نہین پہلی وجہ جنمین شک سے تعلق نہین یہ ہی
کہ یقین سے احتراز اس جہت سے کیا جاوے کہ اُسمین خوف تزکیۂ نفس اور اپنے منھ میان مٹھو بننے کا ہی اور اسکی برائی شریعت مین وارد
ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی فلا تزکوا انفسکم اور فرمایا الم تر الی الذین یزکون انفسہم پھر فرمایا انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب اور کسی حکیم
سے پوچھا گیا کہ بُرا سچ کونسا ہی کہا کہ آدمی کا خود اپنے نفس کو تعریف کرنا اور از انجا کہ ایمان بزرگی کے صفات مین سے سب سے برتر ہی اور
اُسکو یقین کے ساتھ کہنا اپنی مطلق بڑائی کرنی ہی اسلیے انشاء اللہ کہنا گویا اُس بڑائی کو کم کرنا ہی جیسے کسی انسان سے کہین کہ تم طبیب یا فقیہ
یا مفسر ہو تو وہ جواب مین کہے کہ ہان انشاء اللہ تو اُسکی یہ غرض نہین کہ اظہار شک کرے بلکہ اپنے نفس کو پست کرنے کے لیے انشاء اللہ
کہتا ہی اسلیے کہ یہ لفظ خبر کی سستی کے لیے ہی اور چونکہ تزکیۂ نفس بھی ایک لازم ہی خبر کے لوازم سے تو گویا اُسکے ضعیف کرنے کے لیے بول دیا
اور جب اس لفظ کی تاویل یہ ٹھہری تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے کوئی بُرا وصف پوچھا جاوے مثلاً یہ کہ تم چور ہو یا نہین تو اُسمین انشاء اللہ
نہین کہنا چاہیے دوسری وجہ یہ ہی کہ اس کلمہ کے ذکر کرنے سے خدا تعالیٰ کا نام ہر حال مین لینا اور ہر کام کو اُسکی خواہش پر سپرد کرنا
ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی قاعدہ تعلیم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہی ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان
یشاء اللہ پھر اسی پر اکتفا نہین فرمایا کہ حوالہ مشیت انھین امور مین کیا جاوے جن مین شک ہو بلکہ ارشاد فرمایا لتدخلن المسجد الحرام ان شاء
اللہ آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون حالانکہ اللہ تعالیٰ عالم تھا کہ یہ لوگ بیشک داخل ہونگے اور ہماری مشیت اس امر کے لیے ہی
ہی مگر مقصود یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ طریق تعلیم فرماوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی قاعدہ اختیار کیا کہ جس
چیز کی آپ خبر دیتے خواہ وہ یقینی ہو یا مشکوک سب مین انشاء اللہ کہتے یہان تک کہ جب قبرستان مین جاتے تو فرماتے کہ تمپر سلام ہو ای ایمان والو
اور ہم انشاء اللہ تمسے ملینگے حالانکہ اُنسے ملنے مین کچھ شک نہین لیکن ادب اسی بات کو چاہتا ہی کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیوین اور امور کو اُس سے وابستہ
کرین اور اس لفظ مین سے یہ بات نکلتی ہی کیونکہ عرف مین اسکا استعمال رغبت اور تمنا کے اظہار مین ہو گیا ہی مثلاً اگر تمسے کہا جاوے کہ
فلان شخص جلد مریگا اور تم جواب مین کہو کہ انشاء اللہ تو یہ سمجھا جاویگا کہ تمکو رغبت اُسکے موت کی ہی یہ نہین پایا جاویگا کہ تم اُسکی موت مین
شک کرتے ہو اور اگر یہ کہا جاوے کہ فلان کا مرض جلد دور ہو جاویگا اور تندرست ہو جاویگا اور تم کہو کہ انشاء اللہ تب بھی تمہاری رغبت
اُسکے شفا پانے مین مفہوم ہو گی - غرض کہ لفظ مذکور شک کے معنون سے رغبت کے معنون مین معدول ہو گیا ہی [illegible] زبان [illegible]
لیے مستعمل ہو گیا ہی کوئی سا امر ہو اُس سے استثنا درست ہو گا تیسری وجہ کا مدار شک پر ہی اور اُسکے معنی یہ ہین کہ مین واقع مین مومن ہون
انشاء اللہ اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے چند لوگون کو خاص کرکے ارشاد فرمایا اولئک ہم المومنون حقا یعنی حقیقت مین وہی لوگ مومن ہین اس آیت
کی جہت سے مومنون کی دو قسمین ہو گئین اور اس صورت مین انشاء اللہ کا شک اصل ایمان کی طرف راجع نہین بلکہ ایمان کے کامل ہونے کی
طرف راجع ہی اور ہر ایماندار اپنے ایمان کے پورا ہونے مین شک رکھتا ہی اور یہ شک کرنا کفر نہین کیونکہ کمال ایمان مین شک کا ہونا دو وجہ سے
برحق ہی اول یہ کہ نفاق ایمان کے کمال کو دور کر دیتا ہی اور نفاق ایک پوشیدہ امر ہی معلوم نہین ہو سکتا کہ کون سے برات حاصل ہوئی یا نہین

دوسری یہ کہ ایمان طاعتون کی وجہ سے کامل ہوا کرتا ہی اور کمال کے طور پر طاعتون کا ہونا معلوم نہین ہوتا اور عمل سے ایمان کا کامل ہونا اس وجہ سے ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی انما المومنون الذین آمنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا و جاہدوا باموالہم و انفسہم فی سبیل اللہ اولئک ہم الصادقون تو شک اس بیچ مین ہوتا ہی اسی طرح فرمایا ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتاب والنبیین اس آیت مین بیس وصف مومنین کے بیان فرمائے مثلاً پورا کرنا عہد کا اور سختیون پر صبر کرنا وغیرہ پھر ارشاد فرمایا اولئک الذین صدقوا اور فرمایا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اور فرمایا لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل الآیہ اور فرمایا ہم درجات عند اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان عریان ولباسہ التقوی الحدیث اور فرمایا الایمان بضع وسبعون بابا ادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق تو ان آیات و اخبار سے معلوم ہوتا ہی کہ ایمان کا کمال اعمال سے وابستہ ہی اور نفاق اور شرک خفی کی برارت پر اُسکے کمال کا متعلق ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزین ہین جس شخص مین وہ ہو دین وہ نرا منافق ہی اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور کہے کہ مین مومن ہون جب بات کہے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے پورا نہ کرے اور جب امانت سپرد کیا جاوے خیانت کرے اور جب کسی سے جھگڑے تو بیہودہ بکے اور بعض روایتون مین یہ ہی کہ جب عہد کرے تو فریب دے اور حضرت ابو سعید خدری رض کی حدیث مین ہی کہ دل چار ہین ایک دل صاف جسمین چراغ روشن ہو وہ مومن کا دل ہی اور ایک دل دو رخا جسمین ایمان اور نفاق ہو ایمان کی مثال اُسمین ساگ کی سی ہی جسکو شیرین پانی بڑھاتا ہی اور نفاق کی مثال اُسمین ایسی ہی جیسے زخم کہ اُسکو پیپ اور ریم بڑھا دے تو جونسا مادہ غالب ہوگا اُسکو اُسی کا حکم دیا جاویگا۔ اور ایک روایت مین یون ہی کہ جو مادہ غالب ہوگا وہی اُسکو لیجا ویگا اور فرمایا کہ اکثر اس امت کے منافق قاری ہین اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی کہ میری امت مین شرک چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ہی جو سخت پتھر پر رینگے اور حضرت حذیفہ رض نے فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین آدمی ایک بات کہتا تھا جسکے باعث مرنے تک منافق ہو جاتا تھا اور مین تمسے وہی کلمہ دن مین دس دفعہ سنتا ہون اور بعض علما کا قول ہی کہ لوگون مین نفاق سے قریب تر وہ ہی جو یہ سمجھے کہ مین نفاق سے بری ہون اور حضرت حذیفہ فرماتے ہین کہ منافق آج اسقدر زیادہ ہین جتنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین تھے اور وہ اُسوقت اپنے نفاق کو پوشیدہ رکھتے تھے مگر اب کے لوگ اُسکو ظاہر کرتے ہین اور یہ نفاق ایمان کے سچے اور کامل ہونے کے مخالف ہی اور وہ پوشیدہ ہی اور اُس سے دور تر وہی ہی جو اُس سے خوف کرتا ہو اور قریب تر وہ ہی جو یہ سمجھے کہ مین اُس سے بری ہون چنانچہ حضرت حسن بصری رح سے کسی نے پوچھا کہ لوگ یون کہتے ہین کہ اب نفاق نہین رہا آپ نے فرمایا کہ بھائی اگر منافق مرجاوین تو راستون مین تمکو وحشت ہونے لگے یعنی منافق اس کثرت سے ہین کہ اگر سب مرجاوین تو راستون مین کوئی چلنے والا نہ رہے اور وحشت معلوم ہونے لگے اور یہ بھی حسن رح یا کسی اور کا قول ہی کہ اگر منافقون کی دمین نکل آوین تو پھر ہمسے نہو سکے کہ زمین پر پانون دھر سکین یعنی تمام زمین اُنکی دمون سے چھپ جاوے کہ اُنکی کثرت بہت ہی۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض نے کسی کو سنا کہ حجاج کو کنایۃً کچھ کہا آپ نے فرمایا کہ بھلا اگر حجاج ہوتا اور تیری گفتگو سنتا تب بھی تو اُسکا ذکر اس طرح کرتا اُسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین اسکو نفاق تصور کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا مین دو زبان والا ہوتا ہی اللہ تعالیٰ اُسکو آخرت مین منافقین کے زمرہ مین کر دیتا ہی۔ اور فرمایا کہ شر الناس ذو الوجہین الذی یاتی ہولاء بوجہ و ہولاء

[illegible]

بوجہ اور حضرت حسنؓ سے کسی نے کہا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہین کہ ہم نفاق سے نہین ڈرتے آپ نے فرمایا کہ بخدا اگر مجکو یہ معلوم ہوجاوے کہ مین نفاق
سے بری ہون تو میرے نزدیک سونے کے ٹیلون سے یہ بات محبوب تر ہی اور یہ بھی آپ کا قول ہی زبان کا دل سے مختلف ہونا اور باطن
کا ظاہر سے اور مدخل کا مخرج سے جدا ہونا النفاق مین سے ہی اور ایک شخص نے حضرت حذیفہؓ سے عرض کیا کہ مین خدا کا خوف کرتا ہون
اس بات سے کہ منافق ہون آپنے فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا منافق نفاق سے بے خوف ہوا کرتا ہی اور ابن ابی ملیکہ
نے کہا ہی کہ مین نے اکسو تیس صحابہؓ کو اور ایک روایت مین ڈیڑھ سو صحابہ کو پایا ہی کہ سب نفاق سے ڈرتے تھے۔ اور مروی ہی کہ ایکبار
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب مین تشریف رکھتے تھے اصحابؓ نے ایک شخص کا ذکر کیا اور اُسکی بہت سی ثنا کی اسی اثنا مین
وہ شخص اُن پر نمود ہوا کہ چہرے سے وضو کا پانی بچا ہوا ٹپکتا تھا اور اپنا جوتا ہاتھ مین لٹکائے تھا اور پیشانی پر سجدہ کا گھٹا تھا لوگون
نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی شخص ہی جسکی ہمنے تعریف کی آپ نے فرمایا کہ مجکو اسکے چہرے پر نشان شیطان کی چھینٹ
کا معلوم ہوتا ہی پس جب وہ شخص پاس آیا اور سلام کرکے لوگون مین بیٹھ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ مین تجکو خدا کی قسم
دیکر پوچھتا ہون کہ جب تونے اِن لوگون کو دیکھا تھا تو تیرے دل مین یہ بھی گذرا تھا کہ انمین سے کوئی مجھسے بہتر نہین اُسنے عرض کیا کہ بیشک گذرا
تھا۔ اور آپ نے اپنی دعا مین یہ الفاظ فرمائے اللھم انی استغفرک لما عملت ولما لم اعلم کسی نے کہا کہ یارسول اللہ آپ کیا ڈرتے ہین آپ نے
فرمایا کہ مین کس طرح بے خوف ہوجاؤن کہ دل تو اللہ تعالی کی دو انگلیون مین ہی جس طرح چاہتا ہی انکو پھیر دیتا ہی اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہی
وبدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون اسکی تفسیر مین یون کہا گیا ہی کہ لوگ عمل کرینگے اور اُنکو نیکیان سمجھینگے اور قیامت مین وہ اعمال بدی کے
پلے مین ہونگے۔ اور سری سقطیؒ فرماتے ہین کہ اگر کوئی آدمی کسی باغ مین جاوے جسمین سب طرح کے درخت ہون اور اُنپر سب پرندے ہون اور
ہر پرندہ اُنمین سے اُس آدمی سے ایک زبان مین گفتگو کرے اور کہے کہ اے خدا کے ولی سلام اور اُسکا دل اُس بات پر مطمئن ہو تو وہ اُنکے ہاتھون
مین گرفتار ہوگا۔ حاصل یہ کہ ان اخبار اور آثار سے تمکو معلوم ہوگا کہ نفاق کی باریکیون اور شرک خفی کی جہت سے معاملہ پرخطر ہی
بے خوف رہنے کی کوئی صورت نہین یہانتک کہ حضرت عمرؓ حضرت حذیفہؓ سے اپنے نفس کا حال پوچھا کرتے کہ کہین میرا ذکر تو منافقین مین
نہین ہوا۔ اور ابو سلیمان دارانیؒ کہتے ہین کہ مین نے بعض امرا سے ایک بات سنی چاہا کہ اُسکا انکار کرون مگر یہ خوف ہوا کہ کہین میرے قتل کا
حکم نہ دیوے اور مجکو موت کا تو خوف نہ تھا بلکہ اس بات کا خوف تھا کہ جان نکلنے کے وقت دل پر یہ امر پیش ہوجائے کہ خلق کی نظرون
مین اچھا ہون اسلیے مین انکار سے باز رہا۔ اور اس قسم کا نفاق اصل ایمان کے خلاف نہین ہوتا بلکہ اُسکی راستی اور کمال اور صفائی کے
مخالف ہوتا ہی کیونکہ نفاق دو قسم کا ہی ایک تو وہ کہ دین سے خارج کرکے کافرون مین ملا دیتا ہی اور جو لوگ دوزخ مین ہمیشہ رہینگے اُنکے
زمرہ مین داخل کردیتا ہی اور دوسرا وہ ہی کہ اپنے مرتکب کو ایک مدت کے لیے دوزخ تک پہنچاتا ہی یا علیین کے درجات اور صدیقون کے رتبہ
سے کم کردیتا ہی اس قسم مین شک ہوا کرتا ہی اسی کے لیے انشاء اللہ کہنا مستحسن ہی اور اس قسم کے نفاق کی اصل ظاہر و باطن مین تفاوت
کا ہونا اور خدائے تعالی کے عذاب سے نڈر ہونا اور عجب اور دوسرے امور ہین جنسے بجز صدیقون کے اور کوئی [illegible]
شک پر مبنی ہی اور وہ خاتمے کے خوف کے باعث ہی کہ آدمی کو معلوم نہین کہ موت کے وقت ایمان سلامت رہیگا کہ نہین اگر خدانخواستہ خاتمہ
کفر پر ہوا تو پہلا ایمان تمام گیا اسلیے کہ وہ تو انجام کو سلامت رہنے پر موقوف تھا جیسے روزہ دار سے دوپہر کو پوچھین کہ تیرا روزہ درست ہی
اور وہ یقینا کہدے کہ مین روزہ دار ہون اور دن پھر مین افطار کرے تو پہلا قول اُسکا جھوٹا ہوجاویگا اسلیے کہ روزے کی صحت آفتاب کے
غروب ہونے تک پورا رہنے پر موقوف ہی گو سارا دن بھی روزے کا وقت ہی اسی طرح عمر کے سب ایام ایمان کے درستی کی مدت ہین
مگر اُسکی صحت اور کمال خاتمے کے وقت پر موقوف ہی کہ مومن کے ساتھ وہی ایمان رہتا ہی [illegible] کہ حال مین شک ہی اور نہایت

خوفناک ہی اور اسی جہت سے بہت سے خوف کرنے والے روتے رہتے ہین کیونکہ خاتمہ پہلے مقدمہ اور خواہش ازلی کا ثمرہ ہی اور خواہش ازلی جبھی ظاہر ہوتی ہی کہ جب وہ چیز جس پر حکم ہوچکا ہی ظاہر ہوا اور بندون مین سے کسیکو اسپر اطلاع نہین غرضکہ خاتمہ کا خوف مثل سابقہ ازلی کے ہی اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ حال سے وہ چیز ظاہر ہوتی کہ مشیت سابقہ اُسکے خلاف تھی اس صورت مین کون جان سکتا ہی کہ مین انھین لوگون مین سے ہون جنپر کاتب ازل خوبی لکھ چکا ہی اور بعضے شخصون نے وجاءت سکرۃ الموت بالحق کی تفسیر مین یہ کہا ہی کہ حق سے مراد سابقہ ازلی ہی یعنے موت کے وقت اُسکا ظہور ہوجاوے گا۔ اور بعض اکابر سلف کہتے ہین کہ اعمال مین سے صرف خاتمے کے اعمال تولے جاوینگے۔ اور حضرت ابو درداء اللہ کی قسم کھا کر کہا کرتے کہ جو کوئی اپنے ایمان کے چھین جانے سے نڈر ہوگا اُسکا ایمان چھین جاویگا اور بعض کا قول ہی کہ گناہون مین سے بعض گناہ ایسے ہین کہ اُنکی سزا خاتمے کا بُرا ہونا ہی خداے تعالےٰ سے ہم اُس گناہ سے پناہ مانگتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ ولایت اور کرامت کا جھوٹا دعویٰ کرنے کی سزا ہی کہ خاتمہ بُرا ہو۔ اور بعض عارف فرماتے ہین کہ اگر بالفرض مجکو مکان کے دروازے پر شہید ہونا ملتا ہو اور حجرے کے دروازے پر صرف توحید پر مرنا حاصل ہو تو مین حجرہ کے دروازے پر توحید پر مرنا اختیار کرون اسلیے کہ مجھے کیا معلوم ہی کہ صحن کو طے کرکے مکان کے دروازے تک جانے مین میرے دل کی توحید مین کیا تبدیل ہوجاویگی۔ اور بعضون نے کہا ہی کہ اگر مین کسی شخص کو پچاس برس تک موحد جانون پھر میرے اور اُسکے بیچ مین ستون حائل ہوجاوے اور وہ مرجاوے تو مین یہ نکہون گا کہ وہ توحید پر مرا اسلیے کہ اتنے عرصہ مین اُسکے دل کا حال معلوم نہین کہ ویسا ہی رہا ہو۔ اور ایک حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص کہے کہ مین مومن ہون وہ کافر ہی اور جو کہے کہ مین عالم ہون وہ جاہل ہی اور اس آیت کی تفسیر مین وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا بعضون کا قول ہی کہ صدق اُس شخص کے لیے ہی کہ ایمان پر مرا ہو اور عدل اُسکے واسطے جو شرک پر مرا ہو اور اللہ تعالی فرماتا ہی وللہ عاقبۃ الامور یعنی انجام کامون کا خدا کے لیے ہی تو جب شک اس درجہ کو ہی پس انشاء اللہ کا کہنا واجب ہی کیونکہ ایمان اُسکو کہتے کہ مفید جنت کا ہو جیسے روزہ اُسکو کہتے ہین کہ بری الذمہ کرے اور جو روزہ قبل غروب کے ٹوٹ جاوے وہ بری الذمہ نہین کرتا اسی لیے روزہ بھی نہ کہلاویگا ایسا ہی حال ایمان کا ہی بلکہ اس بنا پر اگر گذشتہ روزے کا حال کوئی بعد کو پوچھے کہ تمنے کل روزہ رکھا تھا تو اُسکے جواب مین کہنا چاہیے کہ ہان انشاء اللہ اسلیے کہ روزہ حقیقی وہ ہی جو مقبول ہو اور مقبول کو سواے خداے تعالے کے کوئی اور نہین جانتا اور اسی جہت سے انشاء اللہ کہنا ہر ایک عمل خیر مین اچھا ہی اور اس مین شک اُس عمل کے مقبول ہونے مین ہوگا کیونکہ جب عمل کی سب ظاہر شرطین پائی جاوین تو کچھ اسباب پوشیدہ جنکو سواے خداے تعالی کے اور کوئی نہین جانتا اُس عمل کے قبول ہونے کے مانع ہوا کرتے ہین اس نظر سے اُسمین شک کرنا اچھا ہی غرضکہ ایمان کے جواب مین انشاء اللہ کہنے کی یہ وجہین ہین اور یہ اخیر ہی قواعد العقائد کا وصلی اللہ علی محمد وآلہ وعلی کل عبد مصطفیٰ

تیسرا باب طہارت کے اسرار کے بیان مین

رباعی باطن کی طہارت سے ملک ہو انسان ٭ ایمان کا کمال منحصر اسپر جان ٭ گر تجھکو ترود ہو تو سن قول نبی ٭ فرماتے ہین الطہور شطر الایمان ٭ واضح ہو کہ طہارت کے فضائل ان احادیث و آیات سے ثابت ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بنی الدین علی النظافۃ اور فرمایا مفتاح الصلوۃ الطہور اور اللہ تعالی فرماتا ہی فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی الطہور نصف الایمان اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم لیس اولی البصیرت نے ان روایات سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ اہم امر باطن کا طاہر کرنا ہی اسلیے کہ یہ بعید معلوم ہوتا ہی کہ الطہور نصف الایمان سے یہ غرض ہو کہ آدمی اپنے ظاہر کو تو پانی بہاکر صاف و شستہ کرلے اور باطن پلیدیون اور نجاستون سے آلودہ رہے یہ ہرگز مقصود نہین بلکہ غرض یہ ہی کہ طہارت کی چار قسمین ہین اور ہر قسم مین جتنا کام ہی ... اُسکا نصف ہی اور چار قسمین یہ ہین اول ظاہر بدن وغیرہ کو حدث اور نجاست اور فضلون

سے پاک کرنا دوم اعضا کو گناہون اور خطاؤن سے پاک کرنا سوم دل کو اخلاق بد اور خصائل ناپسندیدہ سے پاک کرنا چہارم باطن کو خدا تعالے
کے ماسوا چیزون سے پاک کرنا یہ چوتھی قسم مخصوص انبیا علیہم السلام اور صدیقون سے ہی اب ہر ایک قسم کا نصف عمل ہونا اسطرح ہو کہ چوتھی قسم مین
علت غائی یہ ہی کہ آدمی کو خدا تعالی کی جلال وعظمت منکشف ہوجاوے اور حقیقت مین معرفت الٰہی باطن مین کبھی حلول نہ کریگی جبتک کہ خدا تعالے
کے سوا اور چیزین اُسمین سے نکل نہ جاوینگی اور اسی واسطے اللہ تعالی نے فرمایا ہی قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اسواسطے کہ دہ دونون ایک
دل مین جمع نہین ہوتین اور کسی آدمی کے اندر خدا تعالی نے دو دل نہین بنائے کہ ایک مین معرفت الٰہی ہو اور دوسرے مین غیر اللہ ہو پس
دل مین سے غیر اللہ کو پاک کرنا اور معرفت الٰہی کا آنا دوام ہوسے جن مین سے نصف باطن کا پاک کرنا ہی اسی طرح تیسری قسم مین علت غائی یہ ہی کہ
دل اخلاق حمیدہ اور عقائد شرعی سے معمور ہوجاوے اور ظاہر ہی کہ دل اُنکے ساتھ متصف نہ ہوگا جبتک کہ اُنکے مقابل کے اخلاق بد و عقائد
فاسدہ سے پاک نہو پس یہان بھی دو باتین ہوئین جن مین سے نصف دل کا پاک کرنا ہوا جو دوسری بات کے لیے شرط ہی اسی طرح اعضا کا مناہی
سے پاک کرنا ایک بات ہی اور اُنکا طاعات سے معمور کرنا دوسری بات تو اعضا کا پاک کرنا نصف ہوا اُس عمل کا جو اعضا سے ہونا چاہیے اور علی
ہذا القیاس ظاہر کی پاکی کو سمجھنا چاہیے پس طہارت کو نصف ایمان کہنا اس اعتبار سے ہی جو اوپر مذکور ہوا۔ غرضکہ ایمان کے یہ مقامات ہین اور
ہر مقام کا ایک درجہ ہی اور بندہ اوپر کے درجے کو ہرگز نہین پہونچتا جبتک کہ نیچے کے درجے کو طی نہ کرے مثلاً باطن کو اخلاق ذمیمہ سے پاک کرنے
اور صفات محمودہ سے معمور کرنے پر نہ پہونچیگا جبتک کہ دل کی طہارت اخلاق مذموم سے نہ کریگا اور اچھی عادتون سے اُسکو معمور نہ کریگا اور
جو شخص کہ اعضا کو مناہی سے پاک کرکے طاعت مین اُنکو مصروف نہ کرچکیگا وہ دل کی طہارت کو نہ پہونچیگا اور جسقدر کہ مقصود عزیز اور شریف
ہوتا ہی اُسی قدر اُسکا طریق اور مسالک مشکل اور طویل ہوتا ہی اور اُسمین گھاٹیان بہت ہوتی ہین نظر برین تمکو یہ خیال کرنا نہ چاہیے کہ یہ باتین
آرزو سے حاصل ہوجاتی ہین اور بدون کوشش سہل الوصول ہوتی ہین ہان جس شخص کی چشم دل ان درجات کے دیکھنے سے اندھی ہوتی ہین وہ
طہارت صرف ظاہر کی طہارت کو سمجھتا ہی جو بہ نسبت اور اقسام کے ایسی ہی جیسے اوپر کا پوست مغز کی نسبت کر ہوتا ہی اور اسی کو مقصد سمجھکر
اُسمین خوب غور کرتا ہی اور اُسکے طریقون مین نہایت مبالغہ کرتا ہی اور اپنے تمام اوقات استنجا اور کپڑون کے دھونے اور ظاہر کی [illegible] مین
اور بہت سے بہتے پانی کی تلاش مین صرف کرتا ہی اس جہت سے کہ اپنے وسوسے اور فساد عقل سے یہی خیال کرتا ہی کہ طہارت مقصود [illegible] اور شریف
یہی ظاہر کی طہارت ہی اُسکو اول لوگون کی سیرت معلوم نہین کہ وہ لوگ اپنی تمام ہمت اور فکر دل کے پاک کرنے مین مشغول رکھتے تھے اور طہارت
ظاہری کے باب مین مساہلت فرماتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے باوجود اپنے علو شان کے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو کیا تھا اور وہ
لوگ کھانے کے بعد چربی وغیرہ کے دور کرنے کے لیے ہاتھ نہ دھوتے تھے بلکہ انگلیون کو تلوون سے پونچھ لیا کرتے تھے اور اشنان اور بیسن کو
بدعت نو ایجاد مین سے جانتے تھے مسجدون مین نماز زمین پر بدون فرش کے پڑھتے اور راہون مین پیادہ چلتے اور جو شخص اپنے لیٹنے مین زمین
پر کچھ نہ بچھاتا کہ خاک پر لیٹ رہتا وہ اکابرین سے ہوتا تھا اور استنجا مین ڈھیلون پر اکتفا کیا کرتے تھے اور حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے اہل صفہ کا
قول ہی کہ ہم گوشت بھنا ہوا کھاتے اور تکبیر نماز کی ہوجاتی تو ہم انگلیون کو کنکرون مین ڈالکر مٹی سے ملدیتے اور نماز [illegible] جاتے۔ اور حضرت
عمرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین ہم اشنان کو نجانتے تھے ہمارے رومال ہمارے پاؤن [illegible]
کہ جب کچھ چکنائی کھاتے تو تلوون سے ہاتھ پونچھ لیتے اور کہتے ہین کہ بعد زمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار چیزین اول ایجاد ہوئین
ایک چھلنی دوسری اشنان تیسری دسترخوان چوتھی پیٹ بھرکر کھانا پس اُن لوگون کی توجہ بالکل باطن کی نظافت پر تھی یہانتک کہ بعض کا
قول ہی کہ نماز جوتون سمیت پڑھنا افضل ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک جب اُتاری تھین کہ حضرت جبریل علیہ السلام
نے آپکو خبر دی تھی کہ اُنمین نجاست لگی ہی اور لوگون نے جو اپنی جوتیان اُتارین تو آپ نے اُنکو ارشاد [illegible] جوتیان کیون اُتار ڈالین

اور نحوی جوتیان اُتارنے کو بُرا جانتے اور کہتے کہ مین یہ چاہتا ہون کر کوئی محتاج اگر انکی جوتیان اُٹھا لیجاوے ۔ غرضکہ ان امور ظاہری مین پہلے
لوگ اس طرح تساہل کرتے تھے بلکہ راستے کی کیچڑ مین ننگے پاؤن چلتے اور اُسپر بیٹھ جاتے اور مسجدون مین زمین پر نماز پڑھتے اور ردی جوار گیہون کی
کھاتے حالانکہ ان کو جانور پاؤن سے کھوندا کرتے ہین اور پیشاب کرتے ہین اور اُونٹ اور گھوڑون کے پسینے سے احتراز نہین کرتے تھے باوجودیکہ
یہ اکثر نجاستون مین لوٹا کرتے ہین اور اُنمین سے کسی کے حال مین نہین لکھا کہ نجاسات کی باریکیون مین سوال کرتا ہو وہ تو اس طرح انمین
سستی کیا کرتے تھے اور اب وہ نوبت آگئی کہ رعونت کا نام ستھرائی رکھا ہے اور کہتے ہین کہ یہ دین کی بنا ہے اور اکثر اوقات اپنے ظاہر کی بنیاد مین
رہتے ہین جیسے مشاطہ دولھن کو سنوارا کرتی ہے حالانکہ انکے باطن کبر اور عجب اور جہالت اور ریا اور نفاق کی آلودگیون سے بھرے ہین اُسکو بُرا
نہین جانتے اور نہ اُس سے تعجب کرین اور اگر کوئی شخص استنجا کرنے مین صرف ڈھیلون پر اکتفا کرے یا زمین پر ننگے پاؤن چلے یا مسجد کے
بوریون پر بدون مصلے بچھائے نماز پڑھے یا فرش پر بدون چمڑے کی چپلیون کے چلے یا کسی بڑھیا کے برتن سے یا کسی بے تکلف آدمی کے
برتن سے وضو کرے تو اُسپر قیامت برپا کرین اور سخت انکار سے پیش آوین اور اُسکا لقب ناپاک ٹھہرادین اور اپنی ذات مین سے اسکو نکال دین
اور اُسکے ساتھ کھانا پینا ملنا چھوڑ دین سبحان اللہ انکسار اور شکستہ حالی کو جو جزو ایمان ہے ناپاکی کہتے ہین اور رعونت کو ستھرائی بولتے ہین تو دیکھو
کہ اسوقت مین کیسی بُری بات اچھی ہوگئی ہے اور اچھی بُری اور دین کی رسم کیسی جاتی رہی جیسے اُسکی ماہیت اور علم جاتا رہا ۔ پس اگر یہ کہو کہ یہ
عادتین جو صوفیون نے اپنی صورتون اور لطافت کے باب مین ایجاد کی ہین تم کیا اُنکو ممنوع اور بُرا کہتے ہو تو اُسکا جواب یہ ہے کہ بے تفصیل کیے
مطلق بُرا ہم نہین کہہ سکتے بلکہ ہمارا قول یہ ہے کہ ستھرائی اور تکلف اور برتنون اور آلات کا تیار کرانا اور چپلیون کا استعمال کرنا اور لنگی غبار سے بچنے
کرنے کے لیے اوڑھنی اور سوا اسکے اور سامان کو اگر بلا کسی قید کے لحاظ کرین تو یہ چیزین بذات خود مباح معلوم ہوتی ہین مگر بعض اوقات انمین
احوال اور نیتون کے شامل ہونے سے اچھی باتون مین ہو سکتی ہین اور بُری مین بھی ہو سکتی ہین ۔ اُنکے مباح ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ
جو شخص یہ باتین کرتا ہے وہ اپنے مال اور بدن اور کپڑون مین تصرف کرتا ہے اور یہ تصرف اُسکو مباح ہے بشرطیکہ اُس مین مال کا تلف کرنا اور
اسراف نہو اور ان چیزون کے بُرا ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ اُنکو دین کی اصل ٹھہرا لیجاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد
فرمایا ہے بنی الدین علی النظافۃ اسکی تفسیر اُنھین امور کو سمجھین یہانتک کہ اگر کوئی شخص اُسمین پہلے لوگون کی طرح تساہل کرے تو اُسپر اعتراض
کرین یا یہ صورت ہے کہ ان امور سے غرض ظاہر کی زینت اور خلق کی نظرون مین اچھا معلوم ہوتا ہو تو اس صورت مین یہ امور داخل ریا
ممنوع ہونگے پس ان دو لحاظون سے یہ باتین بُری ہو سکتی ہین اور اچھی ہونے کا یہ طور ہے کہ اُنسے غرض بہتری ہو نہ زینت اور جو اُنکو ترک
کرے اُسپر اعتراض نہ کیا جاوے اور نہ اُنکے باعث اول وقت کی نماز مین تاخیر واقع ہو اور نہ اُنمین مصروف ہونے سے کوئی عمل اُس سے بہتر یا
تربیت علم وغیرہ چھوٹنے پاوے پس اگر ان سب باتون سے متصف ہون تو اُنکو مباح کہہ سکتے ہین اور یہ بھی ممکن ہے کہ نیت کی جہت سے ثواب
بھی حاصل ہو لیکن اس قسم کے امور مین ثواب اُنھین نکمون کو ہوتا ہے جو بالفرض اگر طہارت مین مصروف نہون تو سونے مین یا زٹل قافیون
مین مشغول ہون [illegible] ان کا طہارت کے دھندے مین لگا رہنا بہتر ہے اسلیے کہ اس سے اور کچھ نہو گا تو یہ ضرور ہو گا کہ ذکر الٰہی اور عبادت
کی یاد سے [illegible] تو کوئی انکی لیے اگر یہ امور اسراف اور بُرائی کی طرف میل نہ کر جاوین تو کاہل وجودون کے حق مین بہتر ہین مگر علم و عمل والون کو
چاہیے کہ وہ اپنی اوقات اُن امور مین حاجت کی مقدار پر صرف کرین اور زائد از حاجت اُنکے حق مین اچھا نہین بلکہ جوہر نفیس اپنی عمر کا جس سے
اور عمدہ فوائد لے سکتے ہین رایگان کرنا ہے اور اس بات سے تعجب نکرنا چاہیے کہ ایک ہی شے ایک لوگون کے حق مین اچھی ہے دوسرون کے حق مین
بُری کیون ہوئی اسلیے کہ [illegible] اُن کی خوبیان مقربون کے حق مین بُرائیان ہوتی ہین ۔ اور بیکار آدمی کو نہ چاہیے کہ صوفیون
پر لطافت کے بات [illegible] کا پابند نہو اور دعوی کرے کہ مین صحابہ کی مشابہت کرتا ہون اسلیے کہ اُنکی مشابہت تو اُس

بابت مین ہوتی ہو کہ بجز امر اہم کے اور کسی بات کی فرصت نہو چنانچہ داؤد طائی سے کسی نے کہا کہ تم اپنی ڈارھی مین کنگھی کیون نہین کرتے انھون
نے جواب دیا کہ مجکو فرصت اس کام کی کہان یہ امر تو بیکاری سے متعلق ہو اسی وجہ سے عالم اور عامل کو ہماری دانست مین مناسب نہین کہ
دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑون مین وہم کرے کہ اُسنے دھونے مین کمی کی ہوگی اور خود اُنکے دھونے مین اوقات ضائع کرے کیونکہ پہلے
قرن کے لوگ تو بکی ہوئی پوستین سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ دھوے ہوے اور بکے ہوے مین طہارت اور نجاست کے باب مین بہت فرق ہو
بلکہ اُنکا دستور تھا کہ نجاست کو جب آنکھ سے دیکھتے تو اُس سے اجتناب کرتے یہ نہین کہ باریک باتین شبہون کی نجاست مین نکالا کرتے ہون
اُن ریا کی اور ظلم کی باریکیان سوچتے تھے یہانتک کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ مع اپنے ایک ساتھی کے ایک مکان کے اونچے دروازے
بلند سے رفیق کو ارشاد فرمایا کہ تو اُور نیچا محل مت بنانا اسلیے کہ اگر آدمی اس مکان کو نہ دیکھتے تو اسکا مالک کبھی اتنا اسراف نہ کرتا اس سے یہ نکلا کہ
دیکھنے والا مسرف کو اُسکے اسراف پر معین ہوتا ہو غرضکہ اپنے ذہن کو ہمہ تن اسطرح کی دقائق کے نکالنے مین لگاتے تھے نجاستون کے
وہم اور وسوسون مین نہ پھنساتے تھے پس اگر کوئی عالم کسی عامی کو پاوے کہ وہ اُسکے کپڑے دھونے مین احتیاط کے ساتھ متکفل ہو تو بہتر بات
ہو اسلیے کہ سستی کی نسبت کر تو بہتر ہو اور عامی مذکور کو یہ فائدہ بھی ہو کہ اُسکا نفس امارہ ایک مباح کام مین لگا ہوا ہو اتنی ہی دیر معاصی سے باز
رہیگا کیونکہ نفس اگر کسی کام مین مصروف نہین ہوتا تو آدمی کو اپنے دھندے مین لگا لیتا ہو اور جبکہ عامی مذکور اس کپڑے دھونے سے عالم
کا تقرب چاہتا ہو تو یہ امر اُسکے نزدیک سب امور ثواب کی نسبت کر افضل ہو اسلیے کہ عالم کا وقت اس جیسے کامون کے متکفل ہونے سے اشرف
ہو تو عامی کے متکفل ہوجانے سے عالم وقت محفوظ رہیگا اور عامی کے لیے اشرف وقت یہ ہو کہ ایسے ہی کامون مین مصروف ہو تو اُسپر سب
طرف سے خیر و برکت ہوگی - اور اس مثال سے اور عملون کی نظیرون کو اور اُنکے فضائل کی ترتیب کو اور ایک دوسرے پر اُنکے مقدم ہونے کو
سمجھ لینا چاہیے اسلیے کہ عمر کے لحظون کو افضل بات مین صرف کرنے کے لیے خوب حساب کرنا اس سے اہم ہو کہ تمام دنیاوی امور مین تدقیق
کیجاوے اور جب تم اس مقدمے کو جان چکے اور ظاہر ہوگیا کہ طہارت کے چار مرتبے ہین تو اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ہم اس بات مین صرف [ایک]
قسم کی نظافت کو ذکر کرتے ہین یعنے ظاہر کی طہارت کو اسلیے کہ ہم اس کتاب کے اول حصے مین جان بوجھ کر بجز ظاہر باتون کے اور [illegible]
پس ہم کہتے ہین کہ طہارت ظاہر تین قسم ہو اول نجاست ظاہری سے پاک ہونا دوم نجاست حکمی سے پاک ہونا جسکو حدث کہتے ہین سوم بدن کے
فضلون سے پاک ہونا اور فضلات بدن سے طہارت یا کاٹنے یا استرے سے یا نورا لگانے وغیرہ سے ہوتی ہو قسم اول نجاست ظاہری سے
پاک ہونے کے ذکر مین اسمین تین باتون کا دیکھنا ہو ایک جس چیز کو دور کرین آور ایک جس چیز سے دور کرین آور ایک طریق دور کرنے کا بیان اول
اُن اشیا کا ذکر جو دور کی جاوین - دور کرنے کی چیزین نجاستین ہین اور اعیان تین طرح کے ہین اول جمادات یعنے جن مین زندگی نہین دوم حیوان
سوم اجزاے حیوان انمین سے جمادات کا یہ حال ہو کہ سواے شراب کے اور کف زدہ نشہ آور چیز کے سب پاک ہین اور حیوانات سوا کتے
اور سور کے اور جو چیز ان دونون سے پیدا ہو اُسکے سوا سب پاک ہین اور حیوان جب مر جاوین تو سوا پانچ حیوانون کے سب نجس ہین اور وہ پانچ یہ ہین
آدمی اور مچھلی اور ٹیری اور سیب کا کیڑا اور اسمین داخل ہو وہ کیڑا جو کھانے یا سرکہ وغیرہ مین پڑ جاتا ہو پانچوان وہ جانور [illegible] خون نہین
جیسے مکھی اور گبریلا وغیرہ کہ اسطرح کی چیزین اگر پانی مین گر جاوین تو پانی اُس سے نجس نہوگا - اور حیوانات کے اجزا دو قسم [illegible]
سے علیحدہ ہوگئے ہون اُنکا حکم مردہ کا سا ہو مگر بال علیحدہ ہونے سے ناپاک نہین ہوتا اور ہڈی ناپاک ہوجاتی ہو دوسرے وہ رطوبتین جو حیوان
کے اندر سے نکلتی ہین اُنمین سے جو اسطرح کی ہین کہ بتدیل نہین ہوتین اور اُنکے ٹھہرنے کی جا مقرر نہین وہ پاک ہین جیسے آنسو اور پسینا اور
لعاب اور رینٹ اور جن چیزون کا ٹھکانا مقرر ہو اور وہ بتدیل ہوتی ہین وہ نجس ہین بجز اُس چیز [illegible] ہو مثلا منی اور انڈے کہ پاک
ہین اور خون اور پیپ اور پاخانہ اور پیشاب تمام حیوانات کا نجس ہو اور ان نجاسات مین سے تھوڑی [illegible] معاف ہین سوا پانچ چیزون

کے اول ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد اگر کچھ اثر نجاست کا رہ جاوے تو وہ معاف ہی بشرطیکہ نکلنے کی جگہ سے نہ بڑھ جاوے دوسرے راستون
کیچڑ اور گوبر کا غبار راہ مین معاف ہی باوجودیکہ نجاست کا یقین ہو مگر اسقدر معاف ہی کہ اُس سے بچنا دشوار ہو یعنی جس پر یہ حال گزرے اُسکو کوئی
یہ نہ کہے کہ اُسنے خود لتھیڑا ہی یا پھسلکر گر پڑا ہی تیسری وہ نجاست کہ موزون کے تلے مین لگ جاتی ہی اس جہت سے کہ راہون مین ضرور پڑی
رہتی ہی تو وہ بھی معاف ہی زگڑنے کے بعد کیونکہ اُسکے دور کرنے مین حرج ہی چوتھی پسوؤن کا خون کا خون تھوڑا ہو یا بہت لیکن اگر عادت کی حد سے
گزر جاوے تو البتہ معاف نہین خواہ تمھارے کپڑے مین ہو یا غیر کے کپڑے مین ہو اور تمنے اُسکو پہن لیا ہو پانچوین پھنسیون کا خون اور جو کچھ
اُسمین سے پیپ اور کچ لہو بہے معاف ہی حضرت ابن عمرؓ نے اپنے مہاسے کو رگڑ دیا اُسمین سے خون نکلا آپ نے اُسکو نہ دھویا اور نماز پڑھ لی
اور اُسی کے حکم مین ہین وہ رطوبات جو ناسورون سے نکلتی ہین یا فصد کے بعد خون کا چلتا رہتا ہی یہ بھی معاف ہین لیکن جو اُمور کم واقع ہوتے
جیسے زخم لگنا وغیرہ تو اُسکا حکم خون استحاضہ سے ملا دیا جاویگا ان پھنسیون کا سا حال نہوگا جنسے انسان اکثر خالی نہین رہتا اور شریعت مین جو ان
پانچون نجاستون سے چشم پوشی کی گئی اس سے تمکو معلوم ہوا ہوگا کہ طہارت کا معاملہ سہولت پر مبنی ہی اور جو کچھ اس باب مین نیا ایجاد ہوا ہی وہ صرف
وسوسہ ہی اُسکی کچھ اصل نہین دوسرا بیان اُن چیزون کے ذکر مین جنسے نجاست دور کی جاوے وہ دو طرح کی ہین جامد مین یا بہتی ہوئی
جامد چیز استنجا کا ڈھیلا ہی یہ خشک کرنے سے پاک کر دیتا ہی اور اُسمین شرط یہ ہی کہ سخت ہو اور پاک ہو اور نجاست کو چوستا ہو اور حرمت نہ رکھتا ہو اور
بہتی چیزون مین سے سواے پانی کے اور کسی چیز سے نجاست دور نہین ہوتی اور پانی بھی سب دور نہین کرتے بلکہ نجاست کا دور کرنے والا
وہ پانی ہی جو پاک ہو اور کسی بے حاجت چیز کے ملنے سے اُسمین تغیر فاحش نہوگیا ہو اگر پانی مین کوئی نجاست ملجاوے جس سے اُسکا مزا یا رنگ یا بو
بدلجاوے تو وہ پانی پاک نہین رہتا اور اگر نجاست کے پڑنے سے ان تینون وصفون مین سے کوئی نہ بدلے اور پانی مقدار مین قریب ڈھائی سو مشکون کے
یا سواے [illegible]ن تول مین ہو تو وہ نجس نہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا اور اگر اس مقدار سے کم ہوگا
تو امام شافعی کے نزدیک نجس ہوجاویگا یہ حال ٹھہرے ہوے پانی کا ہی لیکن بہتا پانی اگر نجاست سے بدل جاوے تو جتنا بدلا ہوا ہو وہ ناپاک ہی
اُس سے اوپر اور [illegible] کا ناپاک نہین اسلیے کہ پانی کے بہاؤ سے سب جدی جدی ہین اور اسی طرح اگر بہتی نجاست پانی کے بہاؤ مین چلے تو جس
جگہ وہ پانی مین پڑی ہی وہ نجس ہی اور جو اُسکے داہنے بائین پانی ہی وہ نجس ہی بشرطیکہ پانی قلتین سے کم ہو اور اگر پانی کی چال نجاست کی چال سے
قوی تر ہو تو نجاست کے اوپر کی جانب کا پانی پاک ہی اور نیچے کی جانب کا نجس ہی گو دور ہو اور بہت ہو لیکن جس صورت مین کہ کسی حوض مین
مقدار قلتین کے پانی جمع ہوجاویگا تو نجس نہ رہیگا اور نجس پانی اگر دو قلون کے برابر اکٹھا ہوجاوے تو وہ پاک ہوجاتا ہی اور پھر جدا کرنے سے ناپاک
دوبارہ نہین ہوتا یہ مذہب امام شافعی کا ہی اور مجھکو یون اچھا معلوم ہوتا تھا کہ امام شافعیؒ کا مذہب پانی کے باب مین امام مالک کے مذہب کے
موافق ہوتا یعنی پانی اگرچہ تھوڑا ہو بدون تینون وصفون مین سے ایک کے بدلنے کے امام مالک کے نزدیک نجس نہین ہوتا تو امام شافعی کا مذہب
بھی یہی ہوتا تو [illegible] ضرورت تو پڑتی ہی ہی اور قلتین کی قید لگانے سے وسوسے اُبھرتے ہین اور اسی جہت سے لوگون پر یہ شرط
گران ہی اور [illegible] بھی یہ قید مشقت کا سبب ہی جو کوئی اُسکا تجربہ کرے اور سوچے اُسکو کیفیت معلوم ہوتی ہی۔ اور اسمین کچھ شبہہ نہین کہ اگر
قلتین کی شرط لگی ہوتی تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین بطریق اولے طہارت دشوار ہوتی اسلیے کہ ان دونون جگہون مین نہ بہتے پانی کی کثرت ہی
نہ ٹھہرے کی اور اول زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آخر زمانہ صحابہ تک کوئی واقعہ طہارت کے باب مین منقول نہین اور نہ کوئی
سوال نجاستون سے پانی [illegible]ت کے دریافت کرنے مین پایا جاتا ہی اور اُن لوگون کے پانی کے برتنون پر لڑکون اور لونڈیون اور
ایسے لوگون کا تص[illegible] احتراز نہین کرتے۔ اور حضرت عمرؓ نے اُس پانی سے وضو کیا جو نصرانی عورت کے گھڑے مین
تھا اس سے تو [illegible] عدم تغیر پانی کے اور کسی شرط پر اعتماد نہین کیا ورنہ نصرانی عورت اور اُسکے برتن کا نجس

ہونا ایسا ہی کہ ظن غالب سے بادنیٰ تامل معلوم ہوتا ہی۔ پس امام شافعی کے مذہب پر مشکل سے قائم ہونا اور بیشتر کے قرون میں اس امر کا منقول نہ
ہونا ایک دلیل ہی جس سے پانی میں قلتین کی شرط لگانی زائد معلوم ہوتی ہی اور حضرت عمرؓ کا فعل دوسری دلیل ہی اور تیسری دلیل یہ ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے لیے برتن جھکا دیا تھا۔ اور اُس وقت کے لوگ بلی سے برتنوں کو ڈھانپتے نہ تھے حالانکہ دیکھتے تھے کہ بلی چوہا کھاتی
ہی اور اُنکے شہروں میں حوض نہ تھے کہ جن میں سے بلیاں پانی پیتی ہوں نہ کنوؤں میں اُتر کر پیتی تھیں بلکہ اُنکے برتنوں ہی میں سے پانی پیا کرتی
تھیں اور چوتھی دلیل یہ ہی کہ امام شافعی نے تصریح فرمائی ہی کہ جس پانی سے نجاست دھوئی جاوے اُسکا دھوون پاک ہی بشرطیکہ اُسکا کوئی وصف متغیر نہ ہو
اور اگر بدل جاوے تو دھوون ناپاک ہی پس پانی کی نجاست پر ڈالنے میں اور نجاست کے پانی میں گرنے میں کونسا فرق ہی اور بعض جو یہ کہتے ہیں
کہ پانی کے گرنے کی قوت نجاست کو دفع کرتی ہی تو اگر وہ نجاست پانی سے نہیں ملتی تو پھر اُسکے کیا معنی کہ نجاست دور ہو جاتی ہی اور اگر یہ کہو کہ حاجت
کے سبب ایسا ہوتا ہی تو حاجت تو اُسکی طرف بھی ہی کہ سوائے تغیر اوصاف کے اور قید پانی کے نجاست میں نہ لگائی جاوے اور اُسمیں کیا فرق ہوا
کہ جس طاس میں نجس کپڑا ہوا اسمیں پانی ڈالدیا یا جس طشت میں پانی ہو اُسمیں ناپاک کپڑا ڈالدیا کپڑوں اور برتنوں کے دھونے میں دونوں طرح
کی عادت ہی۔ پانچویں دلیل یہ ہی کہ وہ لوگ تھوڑے پانی بہتے ہوے کے کناروں پر استنجا کیا کرتے تھے اور امام شافعیؒ کے مذہب میں باتفاق
ثابت ہی کہ جب بہتے پانی میں پیشاب پڑجاوے اور وہ متغیر نہووے تو اُس سے وضو کرنا درست ہی گو پانی تھوڑا ہو تو پھر بہتے اور ساکن میں فرق
کیا اور اب کوئی یہ چاہے کہ متغیر نہونے پر حوالہ کرنا بہتر ہی یا بہنے کے سبب سے پانی کی قوت پر حوالہ کرنا اچھا ہی پھر اس قوت کی حد کیا ہی آیا جو پانی کہ حمام
کی ٹونٹیوں میں سے [illegible] اُسپر یہ قاعدہ جاری ہی کہ نہیں اگر نہیں جاری تو فرق بتانا چاہیے اور اگر جاری ہی تو ناپاکی اُن پانیوں میں پڑجانے
اور جو برتنوں میں [illegible] بدن پر بہنے کی جگہ پڑجاوے دونوں میں فرق کیا ہی آخر یہ بھی پانی بہتا ہی علاوہ ازیں پیشاب بہتے پانی میں بہ نسبت بستہ
نجاست کے خوب ملجاتا ہی تو جب یہ حکم دیدیا کہ جو پانی بستہ نجاست پر کو گزرے وہ نجس ہی یہاں تک کہ ایک ایسے حوض میں جمع ہو کہ اُسکی مقدار قلتین
ہو تو بستہ نجاست اور بہتی نجاست میں کیا فرق ہی پانی تو ایک ہی ہی اور ملجانا بہ نسبت اوپر کے گذرنے کے زیادہ ہی تو کیا وجہ کہ پیشاب بہنے سے
وضو درست ہوا اور بندھی نجاست پر گذرنے سے ناجائز ہو چھٹی دلیل یہ ہی کہ قلتین پانی میں اگر آدھ سیر پیشاب پڑجاوے [illegible] وہ پانی علیحدہ کیا جاوے
تو جو پیالہ اُس سے بھرا جاویگا وہ پاک ہوگا اور یہ ظاہر ہی کہ اُسمیں کچھ قطرے پیشاب کے ضرور ہونگے گو تھوڑے ہوں پس اب یہ بتاؤ کہ پانی کی
طہارت کی علت متغیر نہونے کو کہنا اچھا ہی یا کثرت کی قوت کو بتانا بہتر ہی حالانکہ کثرت تو پیالہ میں علیحدہ کرنے سے جاتی رہی اور اجزاے نجاست
اُسمیں موجود ہیں ساتویں دلیل یہ ہی کہ گذشتہ زمانوں میں حماموں میں میلے کچیلے آدمی وضو کیا کرتے تھے اور اپنے ہاتھ اور برتن اُن حوضوں
میں باوجود پانی کے تھوڑا ہونے کے ڈالدیتے تھے گو یہ معلوم تھا کہ ان میں ناپاک اور پاک سب طرح کے ہاتھ پڑتے ہیں۔ تو یہ دلیلیں مع شدت
حاجت دل میں اسبات کو قوت دیتی ہیں کہ پہلے لوگ متغیر نہونے کو دیکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر اعتماد رکھتے تھے
کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو پاک پیدا کیا ہی اُسکو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی بجز اُسکے کہ اُسکے مزہ یا رنگ یا بو کو بدل دے [illegible] واقع میں ہر ایک
ہر بہنے والی چیز کی سرشت ہی کہ جو چیز اُسمیں پڑے اُسکو اپنی صفت پر بنالے اور وہ چیز اُس سے مغلوب ہو [illegible] نمک اگر پڑے تو
وہ بھی نمک ہو جاتا ہی اور اُسکی طہارت کا حکم لگتا ہی اس سبب سے کہ اُس میں سے کتے ہونیکا وصف جاتا رہا نمک ہو گیا اسی طرح اگر تھوڑا سا سرکہ یا دودھ
پانی میں گر جاویگا تو اُسکی صفت سے متصف ہو جاویگا اور اُسی کی خاصیت اختیار کریگا مگر جس صورت میں کہ بہت اور غالب ہو تب پانی
نہوگا اور اُسکا غلبہ مزہ یا رنگ یا بو کے غالب ہونے سے ہوتا ہی تو یہ اوصاف کا متغیر ہونا جانچ [illegible] نے نجاست کے دور
کرنے کے لیے پانی میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہی اور مناسب ہی کہ اُسپر اعتماد کیا جاوے تا کہ [illegible] پاک ہونے کی
کھل جاوے کہ دوسری چیز پر غالب ہوتا ہی تا کہ اُسکو پاک کر دے جیسا کہ قلتین سے [illegible] ہی اور نجاست کے
[illegible] بیان کی [illegible]

دھوون اور بہت پانی اور بلی کے لیے برتن جھکا دینے مین یہی صورت ہی اور یہ خیال کرنا کہ یہ صورت معاف ہونے کی ہی کیونکہ اگر ایسا ہو تو استنجا کے اثر اور پسینون کے شون کی طرح ہوتا کہ جو پانی اُس سے لگتا وہ ناپاک ہوتا حالانکہ دھوون ناپاک نہین ہوتا نہ تھوڑا پانی بلی کے منھ ڈالنے سے ناپاک ہوتا ہی - اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ لا یحمل خبثا یعنی نجاست کو نہین اُٹھاتا تو یہ لفظ اپنی ذات سے مبہم ہی کیونکہ جب متغیر ہوتا ہی تب تو نجاست کو اٹھاتا ہی اور اگر یہ کہو کہ اس سے مراد یہ ہی کہ جب متغیر نہین ہوتا اُسوقت نجاست کو نہین برداشت کرتا تو ممکن ہی کہ یہ کہین کہ [illegible] مراد یہ ہو کہ وہ پانی اکثر اوقات مین معتاد نجاستون سے متغیر نہین ہوتا تو یہ بات قلتین سے کم مین بھی متمسک ہی مگر کثیر مین [illegible] کی رعایت نہ کرنی [illegible] سے جو معنے لکھی ہین ممکن ہی اور لا یحمل خبثا کے ظاہر الفاظ اُس بات پر دلالت نہین کرتے ہین کہ حمل یعنے برداشت کی نفی ہی جسکے یہ معنے ہین کہ نجاست [illegible] اپنی صفت پر بدل لیتا ہی جیسے یہ کہتے ہین کہ کان نمک کتے وغیرہ کو برداشت نہین کرتی یعنے اُسمین غیر چیزین ویسی ہو جاتی ہین اور ان معنون کے لینے کی وجہ یہ ہی کہ لوگ تھوڑے پانیون مین استنجا کیا کرتے ہین اور اپنے نجس [illegible] مین ڈالا کرتے ہین پھر تردد کیا کرتے ہین کہ یہ پانی اتنے امر سے متغیر ہو گیا یا نہین تو جب مقدار قلتین کے پانی ہوگا معلوم ہو جاویگا کہ ان معتاد نجاستون سے متغیر نہین ہوتا پس اگر یہ کہو آ[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نجاست کو برداشت نہین کرتا اور جب نجاست زیادہ ہوگی تب تو برداشت [illegible] سکتا ہی تو یہ [illegible] پڑیگا کہ جب نجاست زیادہ ہوگی تب اُسکی برداشت حکم کی رو سے بھی کریگا جیسے دیکھنے مین کرتا ہی [illegible] نجاستون کی خصوصیت لگانی ضرور ہی - حاصل یہ کہ نجاستون کے معاملہ مین ہمارا میل آسانی [illegible] کہ پہلے لوگون کی سیرت ہے اسی طرح پانی اور وسواس کی جڑ اکھاڑنی منظور ہی اور اسی وجہ سے ال[illegible]ن اگر کہین خلاف واقع ہوا ہی تو ہمنے طہارت کا حکم دیا ہی

تیسرا بیان نجاست کے دور کرنے کی کیفیت مین - نجاست اگر غیر مرئی ہو یعنی اُسمین [illegible] سو جھائی نہ دیتا ہو تو اُسی[illegible]ان جہان پڑی ہو پانی کا بہانا کافی ہی اور اگر نجاست جسم دار ہی تو اُسکے جسم کا دور کرنا ضروری ہی اور جبتک مزہ اُسکا باقی رہیگا تب تک معا[illegible]گا کہ اُسکا جسم باقی ہی اور یہی حال رنگ کے باقی رہنے کا ہی لیکن جس صورت مین کہ رنگ چمٹ جاوے اور رگڑنے اور ملنے سے نہ جاوے تو وہ معاف ہی اور [illegible] کا باقی رہنا نجاست کے باقی رہنے پر دال ہی اور معاف نہین لیکن اگر کوئی چیز نہایت تیز بو کی ہو کہ اُسکا دور کرنا مشکل ہو تو اُسوقت ملنا اور چند مرتبے پے در پے نچوڑنا رگڑنے کے قائم مقام ہی اور وسواس کے دور کرنے کی یہ تدبیر ہی کہ یون سمجھنا چاہیے کہ چیزین یقیناً پاک پیدا ہوئی ہین تو جسپر نجاست نہ دکھائی دیتی ہو اور نہ یقیناً معلوم ہو کہ نجس ہی تو اُس سے نماز پڑھ لے اور اس بات کی ضرورت نہین کہ نجاستون کی مقدار مقرر کرنے کے لیے استنباط کیے جاوین

دوسری قسم حدث کی طہارت کے بیان مین - اور اس طہارت مین وضو اور غسل اور تیمم داخل ہین اور ان سب سے مقدم استنجا ہی ہم ان سب کی کیفیت بترتیب مع آداب و سنت لکھتے ہین اور شروع مین وضو کے سبب کو یعنے قضاے حاجت کو لکھتے ہین بعون[illegible] تعالی

بیان اول پاخانہ پھرنے کے آداب - اسمین اتنی باتین ملحوظ رکھنی چاہیین کہ دیکھنے والون کی نظر سے جنگل مین دور جاوے [illegible] اگر ہو سکے تو کرے اور جبتک بیٹھنے کے مقام پر نہ پہونچ جاوے تب تک اپنی برہنگی نہ کھولے اور سورج اور چاند کی طرف منھ [illegible] اور نہ قبلہ کی طرف منھ کرے نہ پیٹھ پھیرے مگر جس صورت مین کہ مکان مین پاخانہ ہو تو مضائقہ نہین اور اس صورت مین بھی مستحب یہی ہی کہ قبلہ سے پھر کر بیٹھے اور جنگل مین اگر اپنی سواری کی یا دامن کی آڑ لے تو جائز ہی اور آدمیون کی باتین کرنے کی جگہ مین بیٹھنے سے اجتناب کرے اور ٹھہرے ہوئے پانی مین اور پھل دار درخت کے نیچے اور سوراخ کے اندر پیشاب نہ کرے اور جو جگہ نہایت سخت ہو اور ہوا کے رخ پیشاب نہ کرے تاکہ [illegible] اور بیٹھنے مین بائین پاؤن پر زور دے لے اور اگر مکانات کے پاخانون مین جاوے تو اندر جانے مین بایان پاؤن [illegible] اول نکالے اور کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ جو کوئی تمسے یہ بیان کرے کہ آنحضرت صلی[illegible] کرتے تھے تو اُسکے قول کو سچا نہ جانو - اور حضرت عمرؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجکو کھڑے ہوے پیشاب کرتے دیکھکر فرمایا کہ اے عمر کھڑا ہوکر پیشاب نکر اور اس باب مین اجازت بھی مروی ہی کہ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا اور مین آپ کے لیے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کرکے اپنے دونون موزون پر مسح کیا۔ اور
نہانے کی جگہ مین پیشاب نکرے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اکثر وسواس اسی سے ہوتا ہی۔ اور ابن مبارک فرماتے ہین کہ اگر
پانی بہتا ہوا ہو تو اسمین پیشاب کرنے کا مضائقہ نہین اور پاخانے مین اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نلیجاوے جسمین نام خدا کا یا اسکے رسول صلی
اللہ علیہ وسلم کا ہو اور ننگے سر نجاوے اور پاخانے مین جانے کے وقت کہے بسم اللہ اعوذ باللہ من الرجس النجس الخبیث المخبث
الشیطان الرجیم یعنی شروع کرتا ہون اللہ کا نام پناہ مانگتا ہون اللہ سے ناپاک پلید خبیث مخبث شیطان مردود سے اور نکلتے وقت کہے الحمد للہ
الذی اذہب عنی ما یوذینی وابقی علی ما ینفعنی یعنی شکر ہی خدا کا کہ اسنے مجھ مین سے وہ چیز دور کی جو مجھے ایذا دے اور وہ چیز باقی رکھی جو میرے
کام آوے مگر یہ دعائین پاخانے کے باہر کہے اور استنجا کے ڈھیلے بیٹھنے سے پہلے گن لے اور جہان پاخانہ پھرے اس جگہ پانی سے طہارت
نکرے۔ بس طہارت پیشاب کے بعد کھنکھارے اور تین دفعہ آلۂ تناسل کو سونت دے اور اسکے نیچے کی جانب ہاتھ پھیر دے اور اس باب مین زیادہ
کی عادت نہ ڈالے ورنہ وسوسہ مین گرفتار ہوگا اور کام مشکل پڑجاویگا اور اگر بعد کو کچھ تری معلوم ہو تو یہ سمجھے کہ پانی کا اثر ہی اور اگر یہ امر اسکو ایذا دیتا ہو تو
تاکہ جب پہنچے پانی چھڑکتا ہے مین خوب جم جاوے کہ پانی کا اثر ہی قطرہ نہین اور وسوسہ کرنے سے اپنے اوپر شیطان کو مسلط نکرے
الحدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی چھڑکا ہی اور پہلے لوگون مین جو استنجا مین جلد فراغت کرتا تھا وہ زیادہ
فقیہ ہوتا تھا ... معلوم ہوگا کہ اسکو سمجھ کم ہی۔ حضرت سلمانؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو سب
چیزین تعلیم فرمائین یہانتک کہ پاخانہ پھرنا تعلیم فرمایا اور حکم دیا کہ ہڈی سے اور لید سے استنجا نکرین اور منع فرمایا اس بات سے کہ پیشاب یا پاخانہ مین
قبلہ رخ بیٹھین۔ اور ایک بدوی نے جھگڑے کے وقت کسی صحابیؓ سے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تمکو پاخانہ پھرنا بھی اچھی طرح نہین آتا انھون نے
فرمایا کہ کیون نہین مین تو اسمین سے خوب ماہر ہون راستے سے دور جاتا ہون اور ڈھیلے گن لیتا ہون جھنڈی کیطرف منھ کرتا ہون اور ہوا کی
طرف پشت پھیرتا ہون پنجون پر زور دیتا ہون اور سرین اوپر کو رکھتا ہون۔ اور جائز ہی کہ آدمی دوسرے شخص کے قریب اس سے آڑ کرکے
پیشاب کرلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ بہت حیا رکھتے تھے لوگون کی تعلیم کے لیے ایسا کیا ہی آپ استنجا کی کیفیت معلوم کرو کہ بعد
پاخانہ سے فارغ ہونے کے تین ڈھیلون سے اپنے مقام کو صاف کرے اگر صاف ہو جاوے تو خیر ورنہ چوتھا ڈھیلا لے اور اسی طرح اگر حاجت
جانے تو پانچوان استعمال کرے اسواسطے کہ پاک کرنا واجب ہی اور عدد طاق مستحب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من استجمر فلیوتر
یعنے جو ڈھیلے استعمال کرے چاہیے کہ طاق لیوے اور ڈھیلا کو اپنے بائین ہاتھ مین لے کر اپنے مقام پاخانہ کے اگلے کنارے پر نجاست سے
اسطرف رکھے اور پیچھے کو پونچھتا ہوا اور ڈھیلے کو پھیرتا ہوا لیجاوے پھر دوسرا ڈھیلا لیوے اور اسکو پیچھے کیطرف رکھ کر آگے کو اسی طرح لاوے اور
تیسرا لیکر مقعد کے گرد گھماوے اور اگر گھمانا دشوار ہو اور آگے سے پیچھے تک پونچھ لیا ہو تو کافی ہی پھر ایک بڑا سا ... ہاتھ مین لے
اور ذکر کو بائین ہاتھ مین اور ڈھیلے سے اسکو پونچھے اور بائین ہاتھ کو حرکت دے یعنے اس سے تین بار تین جگہ مین پونچھے ... ڈھیلون
مین یا تین جگہ ایک دیوار مین پونچھے یہانتک کہ پونچھنے کی جگہ مین پیشاب کی تری معلوم نہو اگر یہ بات دو دفعہ ہو جاوے تو تیسرا طاق کرنے کے
لیے استعمال کرے اور جس صورت مین کہ صرف ڈھیلے پر کفایت کرنی منظور ہو تو تری کا موقوف کرنا واجب ہی اور اگر چار ڈھیلون مین صاف
ہو تو پانچوان طاق کرنے کے واسطے لیوے پھر اس جگہ سے ہٹے اور دوسری جگہ پانی سے آبدست ... اپنے ہاتھ سے پانی مقام
نجاست پر ڈالے اور بائین سے ملے یہانتک کہ اثر نجاست چھونے سے معلوم نہو اور اسمین ... اسلیے
کہ یہ وسواس کا گھر ہی اور واضح ہو کہ جہان پانی نہین پہونچتا وہ مقام اندر کہلاتا ہی اور ... نکلتا جبتک کہ

باہر نہ نکلین اور جو مقام ظاہر ہی اور اُسپر حکم نجاست کا ہوجاتا ہی تو اُسکے پاک ہونے کی حد یہ ہی کہ پانی اُس جگہ پہونچ جاوے اور نجاست دور
کردے زیادہ وسواس کی کوئی بات نہین اور جب استنجا سے فراغت پاوے تو یون کہے اللهم طهر قلبي من النفاق وحصن فرجي من الفواحش
یعنی الٰہی میرے دل کو نفاق سے پاک کر اور میرے مقام شرم کو زنا سے محفوظ رکھ پھر اپنا ہاتھ دیوار سے یا زمین سے بو کے دور کرنے کے لیے
رگڑ ڈالے اگر رہ گئی ہو اور پانی اور ڈھیلون کا دونون کا استعمال کرنا مستحب ہی چنانچہ مروی ہی کہ جب یہ آیت اُتری فيه رجال يحبون ان يتطهروا
والله يحب المتطهرين آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا والون کو ارشاد فرمایا کہ وہ کون سی طہارت ہی جسپر خدا نے [illegible] مھاری تعریف کی
کی انھون نے عرض کیا کہ ہم استنجا مین ڈھیلے اور پانی دونون استعمال کرتے ہین دوسرا بیان وضو کی کیفیت کے ذکر مین - جب استنجے
سے فارغ ہو چکے تو وضو مین مشغول ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایسا نہین دیکھا کہ قضاے حاجت کے بعد آپ نے وضو
نہ کیا ہو اور وضو مین شروع مسواک سے کرے کہ اُسکے باب مین آنحضرت صلی [illegible] علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تمھارے منھ قرآن کے راستے ہین پس
اُنکو مسواک سے اچھا کرو پس چاہیے کہ مسواک سے کرنے کے وقت نیت کرلے کہ اپنا منھ نماز کے اندر قرآن کی قرات اور ذکر اللہ کے لیے [illegible]
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک کے بعد کی نماز بدون مسواک کی پچھتر نمازون سے بہتر ہوتی ہی [illegible] لولا [illegible]
لامرتهم بالسواك عند كل صلوة اور فرمایا کہ یہ کیا بات ہی کہ تم میرے پاس زرد دانتون سے آتے ہو مسواک [illegible]
رات کو کئی مرتبہ مسواک کیا کرتے تھے - اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ آنحضرت [illegible]
کا حکم کیو کرتے تھے یہانتک کہ ہمنے گمان کیا کہ آپ پر اسکے باب مین عنقریب کوئی آیت [illegible] اور ایک حدیث
کرنے کو کہ وہ منھ کو پاک کرتی ہی اور باعث خوشنودی اللہ تعالیٰ کی ہی - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی کہ [illegible] ہی اور بلغم
دور کرتی ہی [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مسواک کو کانون پر رکھکر چلا کرتے تھے اور کیفیت [illegible] یہ ہی کہ مسواک پیلو یا اور درخت
کے [illegible] کی کرے جو دانت کی زردی دور کردے - اور مسواک عرض اور طول دونون جانب مین کرے یعنی داہنے [illegible] کی جانب مین بھی پھرادے
اور مسوڑھون کی جانب مین بھی اور اگر ایک ہی طرف پر کفایت کرے تو عرض مین کرے اور مسواک ہر نماز اور ہر وضو کے وقت کرنے کو وضو
کے بعد نماز نہ پڑھے اور جب سوئے یا بہت دیر ہونٹھ بند رہے یا بو دار چیز کھانے سے منھ کی بو بری ہو گئی ہو اُسوقت مسواک کرے پھر مسواک
سے فارغ ہونے کے بعد وضو کے لیے قبلہ رخ بیٹھے اور بسم الله الرحمن الرحيم کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو بسم اللہ نہ کہے اسکا
وضو نہین ہوتا یعنی بدون بسم اللہ کے کامل نہین ہوتا اور اُسوقت کہے اعوذ بك من همزات الشيطان واعوذ بك رب ان يحضرون پھر اپنے ہاتھ
برتن مین ڈالنے سے پہلے پہونچون تک تین بار دھووے اور کہے اللهم اني اسالك اليمن والبركة واعوذ بك من الشوم والهلكة یعنے الٰہی مین
تجھسے سوال کرتا [illegible] اور برکت کا اور نحوست اور تباہی سے تجھسے پناہ مانگتا ہون پھر حدث کے دور کرنے اور نماز کے مباح ہوجانے کی
نیت کرے [illegible] یہ نیت باقی رکھے اگر منھ دھونے کے وقت بھول جاویگا تو وضو نہ ہوگا پھر چلو مین منھ کے لیے پانی لیوے
اور اُس [illegible] کلیان کرے اور غرارہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو غرارہ نہ کرے کلیان ہی کرلے اور کہے اللهم اعني على تلاوة كتابك وكثرة
الذكر لك یعنی الٰہی [illegible] کتاب کے پڑھنے اور اپنے ذکر کے زیادہ کرنے پر میری مدد کر پھر ناک کے لیے چلو بھرے اور تین دفعہ ناک مین پانی دے
اور سانس سے پانی کو [illegible] اوپر [illegible] جاوے اور جو کچھ نتھنون مین ہو اُسکو سنک ڈالے اور ناک مین پانی دینے کے وقت یہ دعا کہے اللهم
ارحني رائحة الجنة [illegible] جنت کی خوشبو سونگھا اُس حال مین کہ تو مجھسے خوش ہو اور ناک سنکنے کے وقت کہے اللهم
اني اعوذ بك [illegible] تجھسے پناہ مانگتا ہون دوزخ کی بدبوؤن سے اور برے گھر سے پہلے دعا ناک مین پانی پہونچانے کے
مناسب ہی [illegible] ب ہی پھر چلو اپنے منھ کے لیے لیوے اور اُسکو جہان سے کہ پیشانی پھیلنی شروع ہوئی ہی

وہان سے لیکر جس جگہ تک ٹھوڑی سامنے معلوم ہوتی ہو اُسکی انتہا تک طول مین اور ایک کان سے لیکر دوسرے تک عرض مین دھووے
اور منھ کی حد مین پیشانی کے دونون گوشے جو بالون کے اندر چلے جاتے ہین داخل نہین بلکہ وہ سر مین شامل ہین اور دونون کنپٹیون کے اندر
بھی پانی پہونچانا چاہیے اور یہ وہ جگہ ہو کہ عورتون کو وہان سے بال ہٹانے کی عادت ہوتی ہو یا اگر ایک ڈورے کا ایک سرا کان کے سرے
پر رکھین اور دوسرا پیشانی کے گوشہ پر تو اس ڈورے کے نیچے کی طرف چہرے کی جانب پڑے اُسکا تر کرنا چاہیے اور چار بالون سے یعنی دونون
ابرو مونچھون اور زلفون پلکون کی جڑون مین پانی پہونچانا چاہیے کیونکہ یہ چیزین اکثر خفیف ہی ہوتی ہین اور داڑھی اگر ہلکی ہو تو اُسکی
جڑ مین بھی پانی پہونچانا چاہیے اور ہلکی کی علامت یہ ہو کہ چہرے کی کھال اُسمین نظر آتی ہو اور اگر داڑھی گھنی ہو تو اُسکی جڑ مین پہونچانا ضرور نہین
اور وہ بال جو نیچے کے ہونٹھ اور ٹھوڑی کے درمیان ہوتے ہین جنکو بچی کہتے ہین اُنکا حکم ہلکی اور گھنی ہونے مین داڑھی کا سا ہی پھر یہ دھونا تین
دفعہ کرے اور داڑھی جو لٹکی ہوئی ہو اُسکے اوپر اوپر پانی بہاوے اور [illegible] کے کویون اور میل اور سرمہ کے اکٹھے ہونے کی جگہین اُنگلی سے
صاف کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہی اور توقع ہے کہ اس فعل سے آنکھون کا قصور باہر ہو جاویگا اور اسی طرح سب
کی عادت [illegible] توقع کرے کہ اُنکی خطائین دور ہونگی اور منھ دھونے کے وقت کہے اللہم بیض وجہی بنورک یوم تبیض وجوہ اولیائک
تا آخر [illegible] اللہ [illegible] الٰہی میرے منھ کو اپنے نور سے سفید کر جس روز کہ تیرے دوستون کا منھ سفید ہو اور میرے
[illegible] روز کہ تیرے دشمنون کے چہرہ سیاہ ہون - اور منھ دھونے مین گھنی داڑھی مین خلال کرے کہ
[illegible] پھر ہاتھ کہنیون تک تین بار دھووے اور انگوٹھی کو ہلاوے اور پانی کہنیون سے آگے تک پہونچاوے کیونکہ
قیامت کو [illegible] ہاتھ پانون اور چہرہ وضو کے نشان کے باعث روشن ہونگے تو جتنی دور پانی پہونچیگا اتنا ہی عضو اُسکا
منور ہوگا [illegible] نے فرمایا ہی من استطاع ان یطیل غرتہ فلیفعل اور ایک روایت مین یہ ہو کہ تبلغ الحلیۃ من المؤمن حیث
یبلغ الوضوء [illegible] اور کہے اللہم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا الٰہی میرا نامۂ اعمال میرے دہنے [illegible] میرا
اور مجھسے حساب آسان [illegible] اور بائین ہاتھ کو دھونے مین کہے اللہم انی اعوذ بک ان تعطینی کتابی بشمالی او من وراء ظہری الٰہی مین تجھسے پناہ
مانگتا ہون اس سے کہ تو میرا نامۂ اعمال میرے بائین ہاتھ مین دے یا پشت کی جانب سے پھر اپنے سارے سر کا مسح کرے اس طرح کہ دونون
ہاتھون کو تر کرکے دونون کی اُنگلیون کے سر ملالے اور اُنکو پیشانی کے پاس سر پر رکھے اور گدی کیطرف کو لیجاوے اور وہان سے پھر آگے کی
طرف کو کھینچے یہ ایک مسح ہوا اسی طرح تین بار کرے اور کہے اللہم غشنی برحمتک وانزل علی من برکاتک واظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا
ظلک الٰہی مجھکو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور مجھپر اپنی برکتین نازل کر اور اپنے عرش کے تلے سایہ دے اُس روز کہ بجز تیرے سایہ کے اور
سایہ نہوگا پھر اپنے دونون کانون کا مسح اندر اور باہر نئے پانی سے کرے اس طرح کہ دونون انگشت شہادت کو کانون کے سوراخون
مین داخل کرے اور دونون انگوٹھون کو کانون کے باہر کی جانب گھماوے پھر کانون پر دونون ہتھیلیان [illegible]
بھی تین بار کرے اور یہ کہے اللہم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اللہم اسمعنی منادی الجنۃ [illegible] اور مسح
کرکے قول کو سنین اور اُسمین سے بہتر کا اتباع کرین الٰہی مجھکو جنت کے منادی کی آواز نیک بندون کے ساتھ مین سنا [illegible] گردن کا مسح
نئے پانی سے کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ گردن کا مسح کرنا قیامت کے دن کے طوق سے بچاتا ہو [illegible] مسح گردن مین یہ کہے
اللہم فک رقبتی من النار واعوذ بک من السلاسل والاغلال الٰہی میری گردن کو دوزخ سے آزاد کر [illegible] طوقون سے
تجھسے پناہ مانگتا ہون پھر اپنا دہنا پانون دھووے اور بائین ہاتھ سے پانون کی اُنگلیون کو نیچے کی جانب [illegible] پانون کی
چھنگلیا سے شروع کرکے بائین کی چھنگلیا پر خلال ختم کرے اور دہنے پانون کو دھوتے
[illegible] الصراط المستقیم

کرے تو چاہیے کہ جوتیون کو لوٹ کر دیکھ لے اگر اُنمین کچھ نجاست پاوے تو اُنکو زمین سے رگڑ دے اور اُنمین نماز پڑھ لے اور بعضون نے فرمایا ہے کہ
جوتیون سے نماز پڑھنی افضل ہو اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ سے فرمایا کہ تمنے اپنی جوتیان کیون اُتارین اور یہ قول اُن بزرگ
کا مبالغہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے اسلیئے نہین پوچھا تھا کہ ترک افضل کیون کیا بلکہ اسلیئے استفسار فرمایا تھا کہ اُنکے سامنے اپنی جوتیان
اُتارنے کا سبب بیان فرا دین کہ اُنھون نے آپ ہی کی موافقت کے باعث اُتارین تھین اور عبد اللہ بن السائبؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیان نکال کر بھی نماز پڑھی ہو اسلیئے معلوم ہوا کہ دونون باتین آپ نے کی ہین پس جو کوئی اپنی جوتیان نکال لے تو
چاہیے کہ داہنے اور بائین طرف نہ رکھے کہ اس سے جگہ تنگ ہوگی اور جماعت ٹوٹے گی بلکہ اُنکو اپنے سامنے رکھے اور پیچھے بھی نہ رکھے ورنہ دل
کا التفات اُسطرف رہیگا اور کیا عجب ہو کہ جو لوگ جوتیون سمیت نماز کو افضل کہتے ہین وہ اسی لحاظ سے کہتے ہون کہ نکالنے کی صورت مین دل کا
التفات اُنکی طرف رہیگا حضرت ابوہریرہؓ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ تم مین سے جب کوئی نماز پڑھے
تو چاہیے کہ اپنی جوتیان ٹانگون کے [illegible] ہین [illegible] اور حضرت ابوہریرہؓ نے ایک شخص کو فرمایا کہ اُنکو اپنی ٹانگون کے درمیان کر لو اور اپنے کسی مسلمان کو
تکلیف مت دو اور آنحضرت صلی [illegible] علیہ وسلم نے اُنکو اپنی بائین طرف رکھ لیا تھا اور آپ امام تھے تو امام کو جائز ہو کہ وہ بائین طرف رکھے
کیونکہ اُسکے برابر تو کوئی کھڑا ہی نہوگا [illegible] ہوا ور بہتر یہ ہو کہ اُنکو دونون قدمون کے بیچ مین نہ رکھے کہ اُسکا دھیان بانٹین بلکہ قدمون کے
آگے رکھے اور غالباً یہی مراد اس [illegible] کہ جوتیان ٹانگون کے بیچ مین رکھے یعنی قدمون کے آگے رکھے اُنکے بیچ مین نہ رکھے
حضرت [illegible] وہ وقت [illegible] بدعت ہو مسئلہ جب نماز مین تھوک دے تو [illegible] اسلیئے کہ
تھو[illegible] مین [illegible] علاوہ [illegible] کا [illegible] ادا نہوئی بھی
نہین [illegible] آیات حدیث [illegible] اور وارث [illegible] کہ جس طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہو اُس [illegible] تو مکروہ
[illegible] کی [illegible] اور کہتا ہو کہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین تھوک دیکھا تو نہایت غصہ ہوئے پھر اُسکو ایک شاخ خرما سے
[illegible] اور علی بن عبد اللہ [illegible] زعفران لاؤ پس تھوک کے نشان پر زعفران لگا دی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم مین سے
[illegible] اور مروی ہو کہ عمر [illegible] نے عرض کیا کہ یہ امر کوئی نہین پسند کرتا آپ نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی نماز مین داخل ہوتا ہو تو اللہ تعالیٰ
[illegible] سے [illegible] مین یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسکے منھ کے سامنے ہوتا ہو تو اپنے منھ کے سامنے تھوکنا نہ چاہیے اور نہ داہنی طرف کو
تھوکے [illegible] بائون کے نیچے تھوک دے (یعنی جب مسجد مین نماز نہ پڑھتا ہو اور جگہ پڑھتا ہو) اور اگر کوئی ایسی ہی ضرورت آپڑے تو چاہیے
اپنے کپڑے [illegible] یون کر دا (یعنی آپ نے کپڑے کو مل کر فرما دیا کہ ایسے مل دے) مسئلہ مقتدی کے کھڑے ہونے کے لیئے سنت اور
فرض ہو [illegible] ایک مقتدی ہو تو امام کی داہنی طرف تھوڑا اُس سے ہٹ کر کھڑا ہو اور اکیلی عورت امام کے پیچھے کھڑی ہو اور اگر امام کے
برابر کھڑی ہو جاوے تب بھی ضرر نہین مگر خلاف سنت ہو اور اگر مقتدی مرد بھی ہو تو مرد امام کے داہنی طرف کھڑا ہو اور عورت اُسکے پیچھے کھڑی
ہو اور اکیلا آدمی [illegible] کے پیچھے نہ کھڑا ہو بلکہ یا صف مین شامل ہو جاوے یا اپنے برابر کسی کو کھینچ لے اور اگر اکیلا ہی کھڑا رہا تو اُسکی نماز کراہت کے
ساتھ درست ہوگی [illegible] اور مقتدی کے کھڑے ہونے مین فرض جماعت کا لحاظ رہتا ہو یعنی مقتدی اور امام مین کوئی رابطہ جامع ہونا چاہیئے کہ جماعت
پڑھتے ہین جسکے معنی ساتھ ہونے کے ہین تو دونون مین جمعیت کا مضمون [illegible] پس اگر دونون ایک مسجد مین ہون تو مسجد دونون کی جامع ہو
اسلیئے کہ وہ اکٹھا کرنے ہی کو بنی ہو تو اب حاجت جماعت کے اتصال کی نہین بلکہ اتنا چاہیئے کہ امام کے افعال کو جانے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ نے
مسجد کی پشت پر امام کے ساتھ نماز پڑھی ہو اور جبکہ مقتدی [illegible] مین جو راستہ مین پڑتا ہو یا مشترک یعنی امام اور مقتدی دونون ہون
اور دونون کے بیچ مین کسی عمارت کی آڑ نہ ہو تو مقتدی کا قریب ہونا امام سے ایک تیر کے چلنے کی مقدار کافی ہو [illegible] ایک کا فعل دوسرے کو

معلوم ہو سکتا ہے۔ مگر جس صورت مین کہ مقتدی مسجد کے دہنے یا بائین طرف کے مکان کے صحن مین ہو اور اُس مکان کا دروازہ مسجد سے لگا ہوا ہو
تو اُسمین یہ شرط ہے کہ مسجد کی صف ہوتے ہوتے اُس مکان کی ڈیوڑھی مین سے ہو کر صحن تک جاوے بیچ مین سے جدا نہو تو اب اُس صف مین
یا اُسکی پچھلی صف مین جو مقتدی ہوگا اُسکی نماز ہو جاویگی اور جو شخص اس صف کے آگے ہوگا اُسکی نماز نہوگی غرض کہ مختلف عمارتون کا سب کا
یہی حال ہے اور اگر ایک ہی عمارت یا میدان وسیع ہو تو اُسکا حال مثل جنگل کے ہے مسئلہ مسبوق جو امام کے ساتھ پچھلی رکعتین مین ملتا ہو وہ اُسکی
شروع نماز ہوتی ہے پس چاہیے کہ امام کی موافقت کرے اور اس نماز پر اپنی باقی نماز بنا کرے اور صبح کی نماز مین اپنی نماز کے آخر مین قنوت پڑھے
اگرچہ امام کے ساتھ پڑھ لیا ہو اور اگر امام کے ساتھ مین کسی قدر قیام ملے تو دعا نہ پڑھے بلکہ الحمد آہستہ پڑھنا شروع کردے پھر الحمد پوری نہین پڑھی
تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو اگر یہ جانے کہ امام کے ساتھ قومہ مین ملجاؤنگا تو تمام پڑھ لے اور اگر یہ نہو سکے تو امام کے ساتھ رکوع مین شریک ہو جاوے
اور تھوڑی سی الحمد جو پڑھ لی ہے اُسی کو کل کا حکم ہوگا اور باقی بسبب پیچھے ملنے کے ساقط ہو جاویگی اور اگر امام نے رکوع کیا اور مقتدی سورت
پڑھتا ہو تو سورت کو چھوڑ کر امام کی تبعیت کرے اور اگر امام کو سجدہ مین خواہ تشہد مین پاوے تو تکبیر تحریمہ [کہکر] بیٹھ جاوے دوبارہ اللہ اکبر نہ کہے
بخلاف اس صورت کے کہ امام کو رکوع مین پاوے کہ یہان تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری تکبیر رکوع مین [جھکنے کے] لیے کہے اسلیے کہ تکبیرین اصلی انتقالات
کے لیے ہین تو رکوع مین جانا تو محسوب ہے اسکے باعث رکعت ملجاتی ہے اسلیے اسکی تکبیر کہنی چاہیے اور [illegible] اول کہ امام کی جہت سے کرنا پڑے حالانکہ
اکیلا ہوتے مین اُس وقت نہ کرتا تو ایسے امر کے لیے تکبیر کہنی بے موقع ہوگی اور رکعت مقتدی [illegible] کہ امام کے رکوع کی حد مین ہوتے ہوئے
یہ بھی رکوع اطمینان سے کرے اگر رکوع مین اچھی طرح نہین جانے پایا تھا کہ امام [illegible] ہوگی
مسئلہ جس شخص کی ظہر قضا ہو گئی اور عصر کا وقت آگیا تو اول ظہر پڑھے پھر عصر [illegible]
شبہہ خلاف مین داخل پھر اگر عصر کی جماعت ملجائے تو اول عصر ہی پڑھے اور اُسکے بعد [illegible]
اول وقت مین تنہا نماز پڑھ لی پھر تو جماعت ملگئی تو جماعت مین نماز وقت کی نیت کر کے شامل ہو [illegible]
اُسکے حق مین محسوب فرمادیگا اور اگر جماعت مین قضا یا نفل کی نیت کرے تب بھی درست ہے۔ اور اگر [illegible]
ملگئی تو اس جماعت مین قضا یا نفل کی نیت سے شریک ہو کیونکہ نماز وقتی جو جماعت کے ساتھ ادا [illegible]
نہین اول صورت مین تو ثواب جماعت ملنے کا احتمال تھا وہ بھی یہان نہین رہا مسئلہ جو شخص نماز پڑھ [illegible]
تو مستحب ہے کہ نماز کو دوبارہ پڑھے مگر دوبارہ پڑھنا لازم نہین ہے اور اگر عین نماز پڑھنے مین یہ صورت ہو تو کپڑا نجس [illegible] از سر نو پوری
کرے اور از سر نو پڑھنا مستحب ہے اور اصل اس باب مین قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیان اُتارنے کا ہے کہ [illegible] جبرئیل علیہ السلام
نے خبر دی کہ اُنمین نجاست ہے تو آپ نے جوتیان اُتار ڈالین اور نماز کو از سر نو نہین پڑھا مسئلہ جو شخص تشہد اول یا قنوت یا اول قعدہ
مین درود چھوڑ دے یا بھولکر کوئی ایسا کام کرے کہ اگر جانکر کرتا تو اُس سے نماز باطل ہو جاتی یا شک کرے کہ نہ معلوم تین رکعتین پڑھی ہین یا چار
تو وہ یقینی بات کو اختیار کرے اور دو سجدہ سہو کے سلام سے پیشتر کرے اور اگر بھول جاوے تو سلام کے بعد اگر قریب ہی [یاد] آجاوین کرے
پس اگر بعد سلام کے سجدۂ سہو کیا اور بے وضو ہو گیا تو نماز باطل ہو جاویگی کیونکہ سلام کے بعد جب اُسنے سجدہ کیا تو گویا سلام کو بھول مین داخل کردیا
کہ بے موقع ہو گیا اُس سے نماز پوری نہوئی اور نماز مین پھر سے مشغول ہو گیا اسی جہت سے بے وضو ہونا نماز کے اندر واقع ہوا اور پہلا سلام
بے محل ہونے کی وجہ سے سجدۂ سہو کے بعد پھر نئے سر سے سلام کی ضرورت ہوتی ہے پس اگر سجدۂ سہو مسجد سے نکلنے کے بعد بہت دیر پر یاد آوے
تو اب تدارک نہین ہو سکتا [illegible] نماز کی نیت مین وسوسہ کرنے کا سبب یا تو عقل کی خرابی ہے یا شریعت سے جاہل ہونا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ
کے حکم کو ماننا ایسا ہی ہے جیسا اُسکے غیر کے حکم کو ماننا اور قصد کے اعتبار سے جیسے اُسکی تعظیم ویسی ہی غیر کی تعظیم ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص پر کوئی

سے متعلق ہون جیسے کسوف اور استسقا ہین دوسرے وہ جو متعلق اوقات سے ہون اور اس قسم کی تین قسمین ہین اسطرح کہ یا دن رات کے کر رہنے سے وہ مکرر ہوتی ہی یا ہفتہ کے دوبارہ آنے سے یا سال کے مکرر ہونے سے پس سب قسمین نفلون کی چار ہوئین انکو جدا جدا لکھا جاتا ہی قسم اول جو دن رات کے بدلنے سے ہوتی ہین وہ آٹھ ہین پانچ تو نماز پنجگانہ کی سنتین ہین اور تین انکے سوا یعنی نماز چاشت اور مغرب اور عشا کے درمیان کی نفلین اور تہجد اول صبح کی سنتین ہین اور وہ دو ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ رکعتا الفجر خیر من الدنیا و ما فیہا اور انکا وقت صبح صادق ہونے سے شروع ہوجاتا ہی اور وہ صبح کنارون کیطرف کو پھیلی ہوئی ہوتی ہی نہ لمبی اور شروع مین اسکا معلوم کرنا مشکل ہی مگر اس طرح ہوسکتا ہی کہ چاند کی منزلین سیکھ لے یا ستارون کے دیکھنے سے جان لے کہ فلان وقت جب ستارہ فلان اس جگہ آویگا تو صبح ہوجاویگی اور چاند سے مہینے مین دوبار پہچان ہوسکتی ہی کیونکہ چھبیسوین شب کو چاند صبح صادق کے ساتھ نکلتا ہی اور بارھوین شب کو چاند کے غروب ہونے کے ساتھ اکثر صبح ہوجاتی ہی اور ان دونون باتون مین کبھی بعض برجون مین فرق بھی پڑجاتا ہی اور شرح اسکی طویل ہی اور منازل قمر کا سیکھنا طالب آخرت کے لیے ضروریات مین سے ہی تاکہ اس سے رات کے وقتون کی مقدار اور صبح صادق کو پہچانے - اور جب صبح کے فرضون کا وقت نہین رہتا جبھی سنتون کا وقت بھی جاتا رہتا ہی یعنی آفتاب کے نکلنے پر انکا وقت نہین رہتا مگر مسنون یہ ہی کہ انکو فرضون سے پہلے ادا کرے پس اگر مسجد مین آوے اور نماز کی تکبیر ہوگئی ہو تو فرضون مین مشغول ہوجاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اذا اقیمت الصلوٰة فلا صلوٰة الا المکتوبۃ پھر نماز سے فارغ ہوکر کھڑا ہوجاوے اور سنتون کو پڑھ لے اور صحیح یہ ہی کہ سنتین جبتک آفتاب نکلنے سے پیشتر واقع ہون تبتک ادا ہی ہونگی [illegible] وہ وقت [illegible] فرضون کی تابع ہین اور انکو پہلے فرضون سے پڑھنا اور فرضون کو بعد کو پڑھنا سنت ہی بشرطیکہ نماز جماعت [illegible] فرضون کو اول پڑھتے ہین اور سنتون کو پیچھے غرض کہ ادا ہی ہوتی ہین - اور مستحب یہ ہی کہ [illegible] ہوا اور وارد [illegible] آیات حدیث [illegible] ہوکر دوگانہ تحیۃ المسجد پڑھے پھر بیٹھ جاوے اور فرض پڑھنے تک کوئی نماز نہ پڑھے اور صبح سے لیکر آفتاب کے [illegible] اس طرح کی [illegible] اور کہتا ہی کہ ہمارے [illegible] صرف فجر کی سنتون اور فرضون پر کفایت کرے دوسری ظہر کی سنتین ہین وہ چھ رکعتین ہین دو بعد فرضون [illegible] اور علی بن عبد اللہ [illegible] ادہ ہین اور پہلے کی چار بھی سنت ہین مگر انکی نسبت کم ہین حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا [illegible] اور مروی ہی کہ عمر [illegible] کے ڈھلنے کے بعد پڑھے اور انکی قرارت اور رکوع اور سجدہ اچھی اچھی طرح کرے تو اسکے ساتھ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے [illegible] اس سے [illegible] تک [illegible] مغفرت مانگتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعتین کبھی نہین چھوڑتے تھے اور انکو لمبی پڑھتے [illegible] کہ دروازے آسمان کے اس ساعت مین کھلتے ہین تو مین پسند کرتا ہون کہ میرا کوئی عمل انہین کو اوپر جاوے اس حدیث کو ابو ایوب انصاری [illegible] نے روایت کیا اور راوی اسکے صرف وہی ہین - اور اس مضمون پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہی جو ام المومنین ام حبیبہؓ نے روایت کی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی دن مین بارہ رکعتین فرضون کے سوا پڑھے اسکے لیے ایک مکان جنت مین بنایا جاویگا دو رکعتین فجر سے پیشتر اور چار ظہر سے پہلے اور دو اسکے بعد اور دو عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد - اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ایک دن مین دس رکعتین [illegible] یاد کی ہین اور تفصیل اسی طرح کی جو ام المومنین ام حبیبہؓ نے بیان کی تھی مگر فجر کی دو رکعتین مین فرمایا کہ یہ وقت ایسا تھا کہ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی نہ جاتا مگر مجھسے میری بہن ام المومنین حفصہؓ نے بیان کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر مین دو رکعتین پڑھتے تھے پھر نکلتے تھے - اور حضرت ابن عمرؓ نے اپنی حدیث مین ظہر سے پہلے دو رکعتین کہی ہین اور عشا کے بعد دو رکعتین بیان کی ہین اس صورت مین ظہر سے پہلے کی دو رکعتین منجملہ چار کے زیادہ موکد ہوگئین اور ان رکعتون کا وقت آفتاب کے زوال پر آجاتا ہی اور زوال کی پہچان یہ ہی کہ سیدھے کھڑے ہوئے آدمی کا سایہ پورب کی طرف کو جھکتا ہوا ہو اسلیے کہ آفتاب کے نکلنے کے وقت سایہ آدمی کا مغرب کی طرف بہت لمبا ہوتا ہی پھر آفتاب اونچا ہوتا جاتا ہی اور سایہ کم ہوتا جاتا ہی اور مشرق کی طرف پھرتا جاتا ہی یہانتک کہ آفتاب اپنے منتہائے بلندی پر یعنی نصف النہار کے قوس پر پہنچ جاتا ہی اور اسوقت تک سایہ بھی جتنا کم ہونا تھا کم ہو چکتا ہی جب نصف النہار سے آفتاب ڈھلتا ہی تو سایہ پھر بڑھنا شروع ہوتا ہی پس جسوقت سے کہ سایہ کا بڑھ جانا آنکھ سے بھی معلوم

ہونے لگے اُسی وقت سے ظہر کا وقت آجاتا ہے اور یہ بات قطعاً معلوم ہو کر زوال خدا تعالیٰ کے علم مین اُسوقت سے پیشتر ہو چکا مگر چونکہ احکام شرعی اُنھین چیزون پر وابستہ
ہوتے ہین جو محسوس ہون اسلیے زوال اُسی وقت سے کہینگے جب محسوس ہو جاوے - اور جو مقدار سایہ کی آفتاب کے نصف النہار پر ہونے کے وقت ہوتی ہے اور
جہان سے کہ سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے وہ جاڑون مین لمبی ہوتی ہے اور گرمیون مین چھوٹی اور اُسکے بڑھنے سے بڑے ہونے کی غایت یہ ہے کہ آفتاب برج جدی کی ابتدا
پہونچ جاوے اور چھوٹے سے چھوٹے ہونے کی غایت یہ ہے کہ برج سرطان کے شروع پر پہونچ جاوے اور یہ بات قدمون اور میزانون سے پہچانی جاتی ہے اور طریق قریب
بہ تحقیق زوال کے معلوم کرنے کا درصورتیکہ کوئی اچھی طرح اُسکو لحاظ رکھے یہ ہے کہ رات کو قطب شمالی یعنی ستارہ قطب کو دیکھے اور ایک تختہ مربع زمین پر برابر رکھے اسطرح
کہ اُسکا ایک ضلع قطب کی جانب ایسا ہو کہ اگر بالفرض قطب سے ایک کنکر زمین پر چھوڑین اور جس جگہ وہ کنکر زمین پر گرے وہان سے ایک خط مستقیم اُس ضلع تک
گذرتا ہوا فرض کرین تو یہ خط ضلع مذکور پر دو قائمے بناوے یعنی خط مذکور ضلع مسطور کے کسی سمت کی طرف جھکتا ہوا نہو اور جس نقطہ پر ضلع شمالی کے وہ خط مفروض
گذرتا ہوا معلوم ہوا اُسی کے مطابق خط مستقیم مثلاً ب اتختہ کے ضلع شمالی سے جنوبی ضلع تک کھینچ دیا جاوے اور اس [illegible] ایک عمود تختہ پر نقطہ ہ سے جو ضلع
جنوبی مین خط مستقیم کے ملنے سے پیدا ہوا ہے قائم کرین اور فرض کرو کہ ضلع غربی تختہ کا شکل ذیل مین ا ہے تو اول [illegible] روز مین سایہ اس عمود کا مغرب کیطرف
ضلع ا کی طرف کو مائل ہوگا پھر دوپہر تک کم ہوتا اور شمال کیطرف کو ہٹتا رہیگا یہانتک کہ خط ب پر منطبق ہو جاوے [illegible] سطح کہ اگر اُسکو شمال کی جانب بڑھاوین
تو جس نقطہ پر قطب سے کنکر گرا ہوا فرض کیا تھا اُسپر پہونچ جاوے اور یہ سایہ اُسوقت ضلع شرقی اور مغربی [illegible] برابری ہوتا ہے کسی کیطرف کو مائل نہین ہوتا
ہے اور اُسوقت مین آفتاب انتہائی بلندی پر ہوتا ہے پس جب [illegible] خط ب سے شرق کی جانب کو جھکتا ہے
تو آفتاب ڈھلتا ہے اور یہ بات ثابت ہے [illegible]
پھر دوپہر کو جس جگہ سایہ ہو وہان خط ب پر ایک نشان [illegible]
کہ عمود مذکور اور اُس زوال کے وقت کے سایہ کے برابر ہو [illegible]
وقت عصر کا آجاتا ہے بس اسقدر زوال کے جاننے کے لیے معلوم [illegible]
سہل طریق زوال کے دریافت کا دائرہ ہندی ہے جو اکثر کتب [illegible]
چورس کر کے خواہ تختہ کو چورس جما کر اُسپر ایک دائرہ پرکار سے کھینچین اور [illegible] عمود قائم کرین

مغرب
ا
شمال　ب　جاے زوال　ہ　عمود
جنوب
مشرق

جسکی لمبائی تختہ سے اوپر نصف قطر سے کچھ کم ہو صبح کو اس عمود کا سایہ دائرہ کے باہر ہوگا اور کم ہوتے ہوتے دائرہ کے اندر آویگا [illegible] سے اندر آنا شروع
کرے وہان ایک نشان کر دیا جاوے پھر دوپہر کے بعد سایہ بڑھنے لگیگا یہانتک کہ دائرہ سے باہر ہو جاوے جس جگہ سے باہر ہو وہ [illegible] بھی ایک نشان کر دیا جاوے
اور جو چھوٹی قوس دائرہ کی ان دونون نشانون کے درمیان مین ہے اُسکو تنصیف کر کے نقطۂ تنصیف سے ایک خط مرکز دائرہ مین ملا دیا جاوے پس جبکہ
عمود کا سایہ اس خط پر منطبق ہو وہ وقت نصف النہار ہے اور جب مشرق کی جانب کو اُس سے مائل ہو وہ وقت زوال ہے تیسرے عصر کے وقت کے
نوافل وہ چار رکعتین عصر سے پیشتر ہین حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا رحم اللہ عبدا صلی قبل العصر اربعا
پس انکا پڑھنا اس توقع سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مین داخل ہو جاوے مستحب موکد ہے اس نظر سے کہ آپکی دعا بیشک مقبول ہوگی اور آپ نے عصر سے
پہلے کی رکعتون پر اتنی مواظبت نہین فرمائی جتنی ظہر سے پہلے کی دو رکعتون پر کی ہے چوتھی مغرب کے وقت کی سنتین اور وہ فرض کے بعد دو رکعتین
ہین انمین روایت مختلف نہین ہوئی مگر دو رکعتین مغرب سے پیشتر اذان اور تکبیر کے درمیان جلد پڑھ لینی چند صحابہ سے منقول ہین مثل ابی بن کعب اور عبادہ
بن الصامت اور ابی ذر اور زید بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم چنانچہ حضرت عبادہ وغیرہم فرماتے ہین کہ جب موذن مغرب کی اذان دیتا تو اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے ستونون کیطرف دو رکعتین پڑھنے کو جھپٹ جاتے اور بعض صحابہ فرماتے ہین کہ ہم مغرب سے پہلے دو رکعتین پڑھتے تھے
یہانتک کہ نیا آنیوالا جانتا کہ ہم مغرب پڑھ چکے اور پوچھتا کہ کیا مغرب پڑھ چکے اور یہ رکعتین پڑھنی اس حدیث شریف کے عموم سے داخل ہین بین

کرے اُسی طرح اُنہین بھی وتر ہی کی نیت کرے باقی رہی یہ بات کہ دوگانۂ اول وتر نہین تو اُسکی صورت یہ ہو کہ وتر کے دو معنی ہین ایک تو یہ کہ بذات خود طاق ہو دوسرے یہ کہ اسلیے ہوا ہو کہ مابعد سے ملاکر طاق کردیا جاوے اس صورت مین تینون رکعتین ملکر بھی وتر ہونگی اور دو رکعتین منجملہ تین کے بھی وتر ہونگی مگر انکا وتر ہونا تیسری رکعت پر موقوف ہوگا اور چونکہ نمازی کا قصد مصمم یہی ہو کہ اس دوگانہ کو تیسری رکعت سے وتر کردیگا تو اسکو جائز ہو کہ اُن دونون کے لیے بھی وتر کی نیت کرے اور تیسری رکعت خود بھی اپنی ذات سے وتر ہو اور دوسری کو بھی وتر کرتی ہو اور دوگانۂ اول نہ خود وتر ہو نہ دوسرے کو وتر کرتا ہو مگر دوسرے سے ملکر البتہ وتر ہوجاتا ہو اور چاہیے کہ نماز شب کے آخر مین وتر ہو پس تہجد کے بعد ہونا چاہیے اور فضیلت وتر و تہجد کی اور اُن دونون مین ترتیب کی کیفیت باب ترتیب الاوراد مین عنقریب انشاء اللہ تعالی آویگی ساتوین نماز چاشت کہ اُسپر مواظبت کرنی عمدہ اور افضل اعمال مین سے ہو اور شمار اُسکی رکعتون کی زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتین منقول ہین حضرت ام ہانی رضی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہن سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی آٹھ رکعتین پڑھین اور اُنکو طول دیا اور اچھی طرح پڑھا اور یہ شمار اور کسی راوی نے نہین نقل کیا حضرت عائشہ رضی نے ذکر فرمایا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعتین پڑھا کرتے تھے اور کبھی کچھ زیادہ بھی کردیتے تھے تو حضرت عائشہ رضی نے زیادتی کی حد نہین بیان کی اتنا معلوم ہوا کہ چار رکعتون پر آپ مواظبت فرماتے تھے اس سے کم نہ کرتے تھے اور کبھی کچھ بڑھا بھی دیتے تھے۔ اور ایک حدیث مفرد مین مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چھ رکعتین پڑھتے تھے اور نماز چاشت کے باب مین حضرت علی رضی سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی [illegible] رکعتین دو وقتون مین پڑھتے تھے ایک جب آفتاب نکلکر اونچا ہوتا تو آپ کھڑے ہوکر دو رکعتین پڑھتے اور یہ نمازون کے دوسرے ورد کا شروع [illegible] جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا دوم جسوقت آفتاب پھیلتا اور چہارم آسمان پر شرق کی جانب سے ہوتا اُسوقت آپ چار رکعتین پڑھتے غرض کہ اول [illegible] کا اُسوقت [illegible] مقدار نصف نیزہ کے اونچا ہوتا اور دوسری نماز پہر دن چڑھے مقابل عصر کی نماز کے ہوتی کہ عصر کا وقت [illegible] [illegible] ڈھلے ہوتی ہو تو چاشت اُسوقت ہوتی کہ آفتاب کے نکلنے سے زوال تک کے وقت کو آدھا کرکے پڑھی جاوے جیسے [illegible] [illegible] وقت کو آدھا کرنے پر عصر ہوتی ہو اور یہ وقت افضل ہو حاصل یہ کہ آفتاب کے اونچا ہونے سے زوال کے پیشتر تک چاشت کا وقت [illegible] [illegible] کے درمیان کے نوافل یہ بھی سنت مؤکدہ ہین اور اُنکی شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے چھ رکعتین منقول [illegible] [illegible] بڑا ہو اور بعض نے کہا ہو کہ تتجافی جنوبهم عن المضاجع سے یہی نماز مراد ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو کہ آپ نے فرمایا [illegible] [illegible] کے درمیان نماز پڑھے تو وہ نماز خدا کی طرف رجوع کرنے والون کی نماز ہو۔ اور فرمایا کہ جو شخص مغرب اور عشا کے درمیان مین اپنے نفس کو [illegible] [illegible] مسجد مین روکے اور نماز اور قرآن کے سوا اور گفتگو نہ کرے تو اللہ تعالی پر حق ہو کہ اُسکے لیے جنت مین دو محل بناوے کہ محل کا فاصلہ اُنمین [illegible] سو برس کا ہو اور اسکے لیے اُن دونون کے درمیان اتنے درخت لگا دے کہ اگر زمین کے باشندے اُنمین گھومین تو سب کی گنجایش ہوجاوے اور باقی فصل اس نماز کا انشاء اللہ تعالی باب الاوراد مین عنقریب مذکور ہوگا دوسری قسم نوافل کی وہ ہو کہ ہفتہ کے مکرر ہونے سے آتی جاتی ہین اور وہ ساتون روز کی اور اُنکی راتون کی نمازین ہین ہر ایک روز و شب کی جدا جدا ہین اول دنون مین سے ہم یکشنبہ سے شروع کرتے ہین یکشنبہ حضرت ابو ہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا جو کوئی یکشنبہ کے روز چار رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور آمن الرسول ایکبار پڑھے اللہ تعالی اُسکے لیے موافق شمار ہر نصرانی مرد اور نصرانی عورت کے حسنات لکھیگا اور اُسکو ایک نبی کا ثواب عنایت کریگا اور ایک حج اور عمرہ اُسکے لیے ارقام فرماویگا اور ہر رکعت کے بدلے مین ہزار نمازون کا ثواب لکھیگا اور جنت مین اُسکو ہر حرف کے عوض ایک شہر مشک خالص کا دیگا۔ اور حضرت علی رضی سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یکشنبہ کے روز نماز کی کثرت سے خدا تعالی کی توحید کرو کیونکہ وہ واحد لاشریک ہو پس جو کوئی یکشنبہ کے روز ظہر کے فرض اور سنتون کے بعد چار رکعتین پڑھے اول مین الحمد اور الم سجدہ اور دوسری مین الحمد اور سورۂ ملک پڑھے پھر تحیات پڑھکر سلام پھیرے پھر کھڑا ہوکر دو رکعتین اور پڑھے اور اول مین الحمد اور سورۂ جمعہ اور دوسری مین بھی یہی دونون سورتین پڑھے اور اللہ تعالی

سے اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالیٰ پر اُسکی حاجت کا پورا کرنا لازم ہوگا **دوشنبہ** حضرت جابرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے
فرمایا جو شخص دوشنبہ کے روز آفتاب کے اونچا ہونے کے وقت دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد ایکبار اور آیۃ الکرسی ایکبار اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار اور
جب سلام پھیرے دس بار استغفار اور دس بار درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُسکے سب گناہ بخش دے۔ اور حضرت انس بن مالکؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی دوشنبہ کو بارہ رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور نماز سے فارغ ہوکر سورۂ اخلاص
اور استغفار بارہ بارہ مرتبہ پڑھے تو قیامت کے روز اُسکو پکارا جاویگا کہ فلان ابن فلان کہان ہو اُٹھے اور اپنا ثواب خدا تعالیٰ سے لیوے پس اول ثواب
اُسکو یہ ہوگا کہ ہزار لباس بہشتی دیے جاوینگے اور تاج سر پر رکھا جاویگا اور حکم ہوگا کہ جنت مین داخل ہو پھر ہزار فرشتے اُسکے استقبال کو جدا جدا ہدیہ لیکر آوینگے
اور اُسکے ساتھ ساتھ رہینگے یہانتک کہ وہ ہزار نور کے محلون پر دورہ کرے جو چمکتے ہونگے **سہ شنبہ** یزید رقاشی حضرت انسؓ سے راوی ہین اور وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی سہ شنبہ کے روز دوپہر ہونے کے قریب اور بعض روایت مین ہے کہ آفتاب کے
اونچا ہونے کے وقت دس رکعتین اسطرح پڑھے کہ ہر رکعت مین الحمد اور آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور اخلاص تین بار تو اُسکے ذمہ ستر دن تک گناہ نہ لکھا جاویگا
پس اگر ستر دن کے درمیان مریگا تو شہید مریگا اور اُسکے ستر برس کے گناہ بخش دیے جاوینگے **چہارشنبہ** ابو ادریس خولانی حضرت معاذ بن جبلؓ سے راوی
ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی [illegible] علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص چہارشنبہ کے روز دن چڑھے بارہ رکعتین پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد اور
آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور اخلاص تین ہی کہ [illegible] معوذتین تین تین بار پڑھے تو اُسکو عرش کے پاس سے فرشتہ پکارتا ہے کہ اے اللہ کے بندے عمل پھر سے کر کہ
تیرے پہلے گنا[illegible] اور اللہ تعالیٰ [illegible] سے عذاب قبر اور اُسکا اندھیرا اور تنگی دور کریگا اور قیامت کی سختیان اُس سے اُٹھالیگا اور اُسی روز
سے اُسکے لیے ایک [illegible] ایک حدیث [illegible] حضرت عکرمہ حضرت ابن عباسؓ سے راوی ہین اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے
فرمایا جو شخص پنجشنبہ کے [illegible] کہتا ہے کہ ما[illegible] مین دو رکعتین پڑھے اول مین الحمد ایکبار اور آیۃ الکرسی سو بار اور دوسری مین الحمد ایکبار اور اخلاص سو بار
اور سو بار درود [illegible] اور علی بن عبداللہ [illegible] اُس شخص کا عنایت فرماویگا جسنے رجب اور شعبان اور رمضان کے روزے رکھے ہون اور اُسکو خانہ کعبہ
کے حج کرنے والے کا [illegible] اور مروی ہے کہ عمر [illegible] اُسکے لیے اُن لوگون کے شمار کے موافق جو اُسپر ایمان لائے ہین اور توکل کرتے ہین ثواب لکھیگا **جمعہ**
حضرت علیؓ آنحضرت [illegible] سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مین ایک نماز ہے جو بندۂ ایماندار آفتاب کے کال نکل آنے اور مقدار
ایک نیزہ کے بلند [illegible] سجدہ کو کھڑا ہو اور وضو اچھی طرح پوری کرے اور نماز چاشت دو رکعتین ایمان اور طلب ثواب کی رو سے پڑھے تو اللہ
تعالیٰ اسکے لیے دو سو [illegible] لکھیگا اور دو سو خطائین مٹا دیگا اور جو کوئی چار رکعتین پڑھے اللہ تعالیٰ اُسکے چار سو درجے جنت مین اونچے کریگا اور
جو شخص آٹھ رکعتین پڑھے اُسکے آٹھ سو درجے جنت مین بلند کریگا اور اُسکے سب گناہ بخشدیگا اور جو کوئی بارہ رکعتین پڑھے اُسکے لیے بارہ سو نیکیان
تحریر فرماویگا اور بارہ سو برائیان اسکے نامۂ اعمال سے دور کریگا اور جنت مین بارہ سو درجے اوپر چڑھاویگا۔ اور نافع حضرت ابن عمرؓ سے راوی ہین اور وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز مسجد جامع مین داخل ہو اور چار رکعتین دوگانہ جمعہ سے پیشتر
پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد اور پچاس بار اخلاص پڑھے وہ جب مریگا کہ اپنا ٹھکانا جنت مین سے دیکھ لیگا یا اُسکو دکھلا دیا جاویگا **شنبہ** حضرت
ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی شنبہ کے روز چار رکعتین پڑھے ہر رکعت مین ایکبار الحمد اور تین بار سورہ
کافرون پڑھے اور نماز سے فارغ ہوکر آیۃ الکرسی پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُسکے ہر ایک حرف کے بدلے مین ایک حج اور عمرہ کا ثواب لکھیگا اور ہر ایک حرف
کے بدلے مین ایک برس کے دنون کے روزون اور راتون کی شب بیداری کا ثواب عنایت فرماویگا اور ہر ایک حرف کے عوض مین ایک شہید
کا ثواب دیگا اور پیغمبرون اور شہیدون کے ساتھ عرش کے سایہ تلے رہیگا ا

راتون کا حال سُننا چاہیے **اتوار کی رات**
حضرت انسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص اتوار کی رات مین بیس رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد

اور پچاس بار اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور سو بار استغفار پڑھے اور اپنے لیے اور اپنے ماں باپ کے لیے سو دفعہ دعاے مغفرت کرے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سو بار درود بھیجے اور اپنی قوت وطاقت سے علٰحدہ ہوکر خداے تعالی کی قوت وطاقت کی طرف التجا کرے پھر کہے
اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان آدم صفوۃ اللہ وفطرتہ وابراہیم خلیل اللہ وموسی کلیم اللہ وعیسی روح اللہ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ تو اسکو
موافق شمار اُن لوگون کے جو خداے تعالی کے لیے اولاد کے قائل ہین اور جو اُسکے لیے اولاد کے قائل نہین ثواب ملیگا اور قیامت کے روز
اللہ تعالی اُسکو امن والون کے ساتھ اُٹھا دیگا اور اللہ تعالی پر لازم ہوگا کہ اُسکو جنت مین پیغمبرون کے ساتھ داخل کرے پیر کی رات
اعمش حضرت انس رض سے راوی ہین کہ اُنھون نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[71] کہ جو شخص پیر کی رات کو چار رکعتین پڑھے اول
مین الحمد اور دس بار اخلاص دوم مین الحمد اور بیس بار اخلاص سوم مین الحمد اور تیس بار اخلاص چہارم مین الحمد اور چالیس بار اخلاص پڑھے پھر سلام
پھیر کر پچھتر بار اخلاص پڑھے اور اپنے لیے اور ماں باپ کے لیے پچھتر بار دعاے مغفرت کرے پھر اللہ تعالی سے اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالے کے ذمہ ٹھہرا
ہوا ہو کہ اُسکو جو مانگے وہ دیوے اور اس نماز کو نماز حاجت کہتے ہین منگل کی رات مین دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور اخلاص اور معوذتین
پندرہ بار اور سلام کے بعد آیۃ الکرسی پندرہ بار اور استغفار پندرہ بار حضرت عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ جو شخص منگل کی رات
مین دو رکعتین پڑھے ہر ایک مین ایکبار الحمد اور انا انزلنا اور قل ہو اللہ احد سات سات بار پڑھے تو اللہ تعالے اُسکی گردن دوزخ
سے آزاد کرے اور قیامت کے روز جنت کی طرف اُسکا راہبر اور لیجانے والا ہو بدھ کی رات حضرت [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا[73] جو شخص بدھ کی رات مین چھ رکعتین تین سلامون سے ادا کرے [illegible] رکعت مین [illegible] قل اللہم مالک
الملک سے دو آیتون تک پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو ستر بار کہے جزی اللہ محمدا عنا ما ہو اہلہ [illegible] محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو ہماری طرف سے وہ بدلہ جو اُسکی شان کے لائق ہو تو اللہ تعالی اُسکے ستر برس کے گناہ بخشدیگا اور [illegible] بری ہونا لکھدیگا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا[74] کہ جو کوئی بدھ کی رات مین دو رکعتین [illegible] دس بار قل
اعوذ برب الفلق اور دوسری مین الحمد کے بعد دس بار قل اعوذ برب الناس پھر سلام پھیر کر دس [illegible] درود شریف پڑھے
تو ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اُترین اور اُسکے ثواب کو قیامت تک لکھین جمعرات کی رات حضرت ابو ہریرہ [illegible] ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[75] جو کوئی جمعرات کی رات مین مغرب اور عشا کے درمیان دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور آیۃ الکرسی اور
پانچ بار اخلاص اور پانچ بار معوذتین اور نماز سے فارغ ہو کر پندرہ بار استغفار پڑھکر اُسکا ثواب اپنے ماں باپ کو بخشدے تو حق ماں باپ کا اُسکے ذمہ
تھا وہ اُس نے ادا کیا اگرچہ اُنکی نافرمانی کرتا ہو اور اللہ تعالی اُسکو وہ چیز عنایت کریگا جو صدیقون اور شہیدون کو دیگا جمعہ کی رات حضرت
جابر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[76] کہ جو کوئی جمعہ کی رات مین مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعتین ادا کرے ہر رکعت
مین الحمد ایکبار اور اخلاص گیارہ بار پڑھے تو گویا اُس نے خداے تعالی کی عبادت بارہ برس اسطرح کی کہ دن کو روزہ رکھا اور رات کو شب بیداری
کی اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کی رات مین نماز عشا جماعت سے پڑھے اور دو سنتین
پڑھے اور بعد فرضون اور سنتون کے دس رکعتین پڑھے کہ ہر ایک مین الحمد اور قل ہو اللہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے پھر تین رکعتین
وتر کی پڑھے اور اپنی داہنی کروٹ پر قبلہ رخ سو رہے تو گویا ساری شب قدر کی شب بیداری کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ روشن رات اور منور روز مین مجھپر درود زیادہ پڑھا کرو یعنی جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن مین ہفتہ کی رات حضرت انس فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہفتہ کی رات مین مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعتین پڑھے تو اُسکے لیے ایک محل
جنت مین بنایا جاوے اور گویا کہ ہر ایک مومن مرد اور عورت پر خیرات کرے اور یہودی ہونے سے بری ہوا اور اللہ تعالے پر حق ہو کہ اُسکو

بخشے۔ تیسری قسم وہ نوافل جو سال کے دوبارہ ہونے سے مکرر ہوتے ہین اور وہ چار ہین عیدین کی نماز اور تراویح اور نماز رجب اور نماز شعبان

اول عیدین کی نماز۔ یہ نماز سنت موکدہ ہی اور دین کا ایک شعار ہی اسمین سات باتون کی رعایت کرنی چاہیے اول تکبیرین بار انتظام کے ساتھ

یعنی یہ کہنا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون یہ تکبیر عید فطر

کی رات سے شروع کرے اور جب تک کہ نماز عید کی شروع ہو اُسوقت تک اُسکا وقت ہی اور عید اضحی مین تکبیر عرفہ کے دن کی فجر سے شروع ہوتی ہی اور

تیرھوین تاریخ کی شام تک رہتی ہی اسمین اختلاف بھی ہی مگر قول کامل تر یہی ہی اور تکبیر فرض نمازون اور نوافل کے بعد کہنی چاہیے اور فرضون

کے بعد موکد زیادہ ہی دوسری یہ کہ جب روز عید کی صبح ہو تو نہا دے اور زینت کرے اور خوشبو لگا دے جیسے جمعہ مین ہمنے ذکر کیا ہی اور مردون کے لیے چادر اور

عمامہ افضل ہی اور چاہیے کہ لڑکے ریشمی کپڑے سے اور بوڑھی عورتین نکلنے کے وقت بناو سنگار سے احتراز کرین۔ تیسری یہ کہ ایک راہ سے عیدگاہ کو

جاوے اور دوسری سے واپس آوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہی[71]۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم[72] جوان عورتون اور پردہ والیون

کو بھی عیدین مین نکلنے کی اجازت دیتے تھے۔ چوتھی یہ کہ مستحب یہ ہی عید کے لیے جنگل مین جانا مگر مکہ معظمہ اور بیت المقدس مین مسجد مین نماز پڑھنی چاہیے

اور اگر مینھ برستا ہو تو مسجد مین نماز پڑھنے کا مضائقہ نہین۔ اور اگر بادل مینھ آسمان مین نہو تو امام کو جائز ہی کہ کسی شخص کو اجازت دیدے کہ ضعیف اور

ناتوانون کو کسی مسجد مین نماز پڑھا دے اور خود مع قوی لوگون کے باہر جاوے اور سب تکبیر کہتے نکلین۔ پانچوین یہ کہ وقت کی رعایت کی جاوے

عید کی نماز کا وقت آفتاب کے نکلنے سے [illegible] تک ہی اور قربانی کرنے کا وقت دسوین تاریخ کو اتنے دن چڑھے سے شروع ہوتا ہی کہ دو رکعتین اور

دو خطبے اُس عرصہ [illegible] جاوین اور اُس [illegible] وقت سے تیرھوین کے آخر تک رہتا ہی۔ اور عید اضحی کی نماز کو جلد پڑھنا مستحب ہی کہ بعد نماز قربانی کرنی

ہوتی ہی اور عید فطر [illegible] سے پیشتر صدقہ فطر تقسیم کرنا پڑتا ہی اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق ہی[73] چھٹی نماز کی

کیفیت مین یہ ملحوظ ر[illegible] بیان عیدگاہ کو جاوین اور جب امام وہان پہونچے تو بیٹھے نہین اور نہ نفل پڑھے دوسرے لوگون کو

نفل جائز ہی پھر ایک [illegible] سے کہے الصلوۃ جامعۃ پھر امام دو رکعتین پڑھے پہلی رکعت مین تکبیر تحریمہ اور رکوع کے سوا سات بار

اللہ اکبر کہے اور ہر [illegible] سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور شروع کی تکبیر تحریمہ کی وجہت وجہی للذی فطر السموات

والارض الخ کہے [illegible] کو ساتون تکبیرون زائد کے بعد پر چھوڑے اور پہلی رکعت مین سورہ ق الحمد کے بعد پڑھے اور دوسری مین اقتربت الساعۃ

اور دوسری رکعت [illegible] تکبیرین پانچ ہین سواے تکبیر قیام اور رکوع کے اور ہر دو تکبیرون مین وہی الفاظ کہے جو پہلی رکعت مین کہے تھے پھر دو

خطبے پڑھے جنکے درمیان [illegible] مین جلسہ ہو اور جس شخص سے نماز عید کی فوت ہو جاوے وہ قضا پڑھ لے۔ ساتوین یہ کہ قربانی مینڈھے کی کرے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر ہذا عنی وعن من لم یضح من امتی[74] اور ایک حدیث مین ارشاد ہی[75] کہ جو شخص

ماہ ذیحجہ کا چاند دیکھے اور اُسکا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اپنے بال اور ناخن مین سے کچھ نہ ترشواوے۔ ابو ایوب انصاری رضی فرماتے ہین[76] کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین آدمی اپنے گھر بھر کی طرف سے ایک بکری قربانی کر لیتا اور وہ سب کھاتے اور کھلا دیتے اور جائز ہی کہ قربانی مین سے تین

دن کے بعد اور [illegible] سے زیادہ کھاوے پہلے اس سے نہی ہو گئی تھی پھر اجازت ہو گئی۔ اور سفیان ثوری رح نے فرمایا ہی کہ عید فطر کے بعد بارہ رکعتین اور

عید اضحی کے بعد چھ رکعتین پڑھنی مستحب ہین اور فرمایا کہ یہ عمل مسنون ہی دوسری تراویح اور وہ بیس رکعتین ہین اور اُنکی کیفیت مشہور ہی اور وہ بھی سنت

موکدہ ہین گو عیدین کی نماز سے کم ہین۔ اور علما کو اختلاف ہی کہ تراویح جماعت سے پڑھنی افضل ہین یا تنہا پڑھنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم[77] تین

دو یا تین راتین جماعت کے واسطے نکلے تھے پھر نہ نکلے اور فرمایا کہ مجھکو خوف ہی کہ تمپر واجب نہو جاوین اور حضرت عمر رض نے آدمیون کو تراویح مین جماعت

[illegible]

برا کچھ کردیا اس وجہ سے کہ بباعث موقوف ہو جانے وحی کے واجب ہونے کا خوف نہیں رہا تھا پس بعض لوگ اسی حضرت عمرؓ کے فعل کی وجہ سے کہتے ہیں کہ جماعت افضل ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ اجتماع میں برکت ہے اور فرضوں کی جماعت سے جماعت میں ثواب کا ہونا پایا جاتا ہے علاوہ اسکے تنہائی میں کبھی کاہلی بھی ہو جاتی ہے اور جمعیت کے دیکھنے سے طبیعت کو سرور رہتا ہے - اور بعضوں نے کہا ہے کہ تنہا پڑھنا افضل ہے اسلیے کہ عیدین کی طرح یہ نماز دین کا شعار نہیں ہے تو اسکو نماز چاشت اور تحیۃ المسجد میں ملانا بہتر ہے اور انہیں جماعت مشروع نہیں ہوئی بلکہ عادت یون ہے کہ اگر مسجد میں بہت سے آدمی ایک ساتھ داخل ہوں وہ بھی تحیۃ المسجد جماعت سے نہیں پڑھتے اور ایک وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نفل نماز کو گھر میں پڑھنا بہ نسبت مسجد میں پڑھنے کے اتنا زیادہ ہے جیسے فرض نماز کو مسجد میں پڑھنا بہ نسبت گھر پر پڑھ لینے کے زیادہ ہے - اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز اُسکے سوا دوسری مسجدوں میں کی سو نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام کی ایک نماز میری مسجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے اور ان سب سے افضل اُس شخص کی نماز ہے کہ اپنے گھر کے کونے میں دو رکعتیں پڑھے اور اُنکو سواے خدا تعالی کے اور کوئی نہ جانے - اور اسکی وجہ یہ ہے کہ نمود اور بناوٹ اکثر آدمی پر مجمع ہی میں آتی ہے اور تنہائی میں اُس سے مامون رہتا ہے غرض کہ اُنکا قول تنہائی کی افضلیت میں یہ ہے جو مذکور ہوا مگر مختار یہ ہے کہ جماعت افضل ہے جیسے حضرت عمرؓ نے تجویز فرمائی اسلیے کہ بعض نوافل میں جماعت مشروع ہے اور تراویح ایک ایسا شعار ہے کہ اُسکا ظاہر ہونا بھی مناسب ہے اور جماعت میں ریا کی طرف اور تنہائی میں کسل کی طرف التفات کرنا اس بات سے عدول کرنا ہے جو اجماع کی فضیلت میں بحیثیت جماعت [illegible] ہونے سے مقصود ہے اور گویا کہ اُسکا قائل یہ کہتا ہے کہ نماز کا پڑھنا کسل کے مارے اُسکے چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور اخلاص ریا کی نسبت کہ بہتر ہے تو اب ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے کہ کسل تنہائی کی صورت میں نہ کریگا اور اگر جماعت میں حاضر [illegible] کے لیے کونسی بات بہتر ہے جماعت کی برکت تو جماعت میں ہے اور قوت اخلاص کی زیادتی اور حضور دل تنہائی میں ہے اسکا [illegible] دوسری پر ترجیح دینے میں تردد ہی رہیگا - اور نماز وتر میں ماہ رمضان کے نصف اخیر میں قنوت پڑھنا مستحب ہے رجب [illegible] اللہ علیہ وسلم سے باسناد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی رجب کے اول پنجشنبہ کو روزہ رکھے پھر مغرب اور عشا [illegible] دو رکعتیں ایک سلام سے جدا کرکے پڑھے ہر رکعت میں الحمد ایکبار اور سورۂ قدر تین بار اور اخلاص بارہ مرتبے اور [illegible] نماز [illegible] ہو تو مجھ پر ستر بار [illegible] درود بھیجے اللھم صل علی محمد ن النبی الامی وعلی آلہ پھر سجدہ کرے اور اپنے سجدہ میں کہے سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح [illegible] بار پھر اپنا سر اٹھائے اور ستر بار کہے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت العلی الاعظم پھر دوسرا سجدہ کرے اور جیسا پہلے سجدہ میں [illegible] تھا ویسا ہی کہے پھر سجدہ ہی میں اپنی حاجت مانگے تو وہ حاجت پوری کیجاویگی اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ نماز پڑھیگا اللہ تعالی اُسکے سب گناہ بخش دیگا اگرچہ سمندر کی جھاگ اور ریت کے شمار اور پہاڑوں کے وزن اور درختوں کے پتوں کے برابر ہوں اور قیامت کے دن اپنے خاندان کے سات سو آدمیوں کی شفاعت کریگا جو مستحق دوزخ کے ہونگے غرض کہ یہ نماز مستحب ہے اور ہمنے اُسکو تیسری قسم میں اسلیے بیان کیا کہ سال کے گزرنے سے مکرر ہوتی ہے اور ہرچند یہ نماز تراویح اور نماز عید کے درجے کو نہیں پہونچتی اسلیے کہ اسکو آحاد نے نقل کیا ہے مگر میں نے [illegible] والوں کو دیکھا ہے کہ سب اُسپر مداومت کرتے ہیں اور اُسکا چھوڑنا گوارا نہیں کرتے اسی لیے ہمکو بھی اسکا بیان کرنا اچھا معلوم ہوا شعبان کی نماز ماہ شعبان کی پندرھویں شب کو سو رکعتیں ایک ایک سلام میں دو دو پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ بار اخلاص پڑھے اور اگر چاہے تو دس رکعتیں ہر رکعت میں الحمد کے بعد سو بار سورۂ اخلاص پڑھے یہ نماز بھی اور نمازوں کے ضمن میں مروی ہے سلف کے اکابر اُسکو پڑھا کرتے تھے اور اسکو صلوۃ خیر کہتے تھے اور اُسکے لیے جمع ہوا کرتے تھے اور کبھی جماعت سے بھی پڑھتے تھے اور حضرت حسن بصری راوی ہیں کہ مجھسے تیس صحابہؓ نے حدیث بیان کی کہ جو شخص اس نماز کو اس رات میں پڑھیگا اللہ تعالی اُسکی طرف ستر بار نگاہ فرماویگا اور ہر دفعہ کی نگاہ

ستر حاجتین اُسکی پوری کریگا اُن مین سے ادنیٰ مغفرت ہی چوتھی قسم نوافل کے وہ ہین کہ عارضی اسباب سے متعلق ہون اور وقتون
سے وابستہ نہون اور وہ نو نمازین ہین مثل نماز خسوف اور کسوف اور مینہہ کے لیے اور تحیۃ المسجد اور دوگانہ وضو اور اذان و تکبیر کے
درمیان کا دوگانہ اور گھر سے نکلتے وقت اور اسمین آنے کے وقت کا دوگانہ اور اسی جیسی اور نمازین اور ہم اُن مین سے وہ لکھتے ہین
جو ہمکو اسوقت یاد ہین اول گہن کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ لا ینخسفان
لموت احد ولا لحیاتہ فاذا رأیتم ذلک فافزعوا الی ذکر اللہ والصلوۃ یہ آپ نے اُسوقت فرمایا تھا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی وفات ہو گئی تھی اور گہن سورج کو لگا تو لوگون نے کہا کہ اُنکی موت کی وجہ سے سورج کو گہن ہوا ہی- اور اس نماز کی کیفیت یہ
ہی کہ جب سورج کو گہن لگے خواہ ایسے وقت مین ہو جسمین نماز مکروہ ہی خواہ جسمین مکروہ نہو تو آواز دیجاوے کہ الصلوۃ جامعۃ اور امام لوگون کو
مسجد مین دوگانہ پڑھاوے اور ہر رکعت مین دو رکوع کرے کہ اول کا رکوع بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا اور قرارت پکار کر نہ پڑھے پس پہلی رکعت
کے اول قیام مین الحمد اور سورۂ بقر پڑھے اور رکوع اول کے بعد دوسرے قیام مین الحمد اور آل عمران پڑھے اور دوسری رکعت کے اول
قیام مین الحمد اور سورۂ النسا اور دوسرے قیام مین فاتحہ اور مائدہ پڑھے یا قرآن مین سے جہان سے چاہے اتنا ہی اور اگر ہر قیام مین
سورۂ فاتحہ ہی پر اکتفا کرے تو کافی ہی اور اگر سورتون مین سے چھوٹی سورتون پر اکتفا کرے تو مضایقہ نہین اور طول کرنے سے نماز مین یہ مقصود
ہی کہ اتنا بڑھاوے کہ آفتاب گہن سے [illegible] صاف ہو جاوے اور اول رکوع مین بقدر سو آیتون کے تسبیح کرے اور دوسری مین اسی آیتون کے
برابر اور تیسرے [illegible] ستر کی مقدار اور [illegible] مین پچاس کے موافق اور چاہیے کہ سجدہ مطابق رکوع کے ہو جیسے جس رکعت مین رکوع
ہون ویسے ہی [illegible] دو خطبے پڑھے اور اُنکے درمیان مین بیٹھے اور دونون خطبون مین لوگون کو صدقہ دینے
اور [illegible] ذکر [illegible] یہی صورت چاند گہن مین کرے مگر اسمین قرارت پکار کر پڑھے کہ اُسکی نماز رات کو ہو گی اور اُسکا
وقت شروع چاند گہن [illegible] ہونے تک ہی اور سورج گہن کی نماز کا وقت اسطرح بھی جاتا رہتا ہی کہ سورج گہن لگا ہوا ڈوب جائے
اور اگر چاند گہن [illegible] نکل آوے تو اُسکا وقت جاتا رہیگا اسلیے کہ رات کا غلبہ جاتا رہا اور اگر چاند گہن کی حالت
مین غروب ہو جاوے تو وقت نہ جاویگا کیونکہ تمام رات قمر کی سلطنت ہی اور اگر چاند یا سورج نماز کے اندر ہی بالکل صاف ہو جاوے
تو نماز کو مختصر کر [illegible] پورا کر لیا جاوے اور جو شخص کہ گہن کی نماز کا دوسرا رکوع امام کے ساتھ پاوے اُس سے وہ رکعت فوت ہو گئی
اس لیے کہ اصل [illegible] رکوع ہی اگر وہ ملتا تو رکعت ملتی دوسری مینہہ کے طلب کی نماز ہی جسوقت نہرون کا پانی اندر کو چلا
جاوے اور مینہہ برسنا موقوف ہو جاوے اور نالیان سوکھ جاوین تو امام کو مستحب ہی کہ اول لوگون سے کہے کہ تین دن روزے
رکھین اور مقدور کے موافق خیرات کرین اور جسکے ذمہ پر لوگون کے حق ہون اُنکو ادا کرین اور گناہون سے توبہ کرین پھر چوتھے روز
اُنکو لیکر مع بوڑھیون اور لڑکون کے نہائے دھوئے نکلے اور کپڑے پرانے پہنے جنسے فروتنی معلوم ہو پہنین اور انکسار کے ساتھ جاوین
بخلاف عید کے کہ اسمین یہ باتین نہین ہین - اور بعضون نے کہا ہی کہ چارپایون کا نکالنا بھی مستحب ہی کہ پالتو ہین وہ بھی غرض کے شریک
ہین علاوہ ازین حدیث شریف مین بھی وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لولا صبیان رضع ومشائخ رکع وبہائم رتع لصب
علیکم العذاب صبا اور اگر جزیہ دینے والے بھی ایسے نکلین کہ اُنہین اور مسلمانون مین تمیز رہے تو اُنکو منع نہ کیا جاوے جب وسیع میدان

مین مجمع ہو چکین تو الصلوۃ جامعۃ پکارا جاوے اور امام انکو دو رکعتین نماز عید کی طرح بدون تکبیر زائد کے پڑھا دے پھر دو خطبے پڑھے اور
دونون کے درمیان تھوڑا سا جلسہ کرے اور اکثر مضمون دونون خطبون کا استغفار ہونا چاہیے اور دوسرے خطبے کے درمیان مین
امام لوگون کیطرف پشت پھیر کر رو بقبلہ ہو جاوے اور اپنی چادر کو اسطرح بدلے کہ نیچے کی اوپر ہو جاوے اور داہنی طرف کی بائین طرف
آجاوے اور لوگ بھی اپنی چادرین اسی طرح پلٹ لین اور اسوقت مین آہستہ دعا مانگین اور چادر پلٹنے مین ایک فال نیک ہی کہ اسی طرح
حال قحط اور خشکی کا بدلجاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہی پھر امام لوگون کی طرف منھ پھیر کر خطبہ کو ختم کرے اور چادرین
اپنی پلٹی ہوئی بدستور رہنے دین یہانتک کہ جب کپڑے اتارین تب انکو بھی اتارین اور دعا اسطرح مانگین الٰہی تو نے ہمکو دعا مانگنے کا حکم کیا
اور دعا کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا پس تیرے حکم کے بموجب ہی ہم مانگتے ہین تو اپنے وعدہ کے مطابق قبول فرما الٰہی جو گناہ ہمنے کیے
ہین انکی مغفرت سے ہمپر احسان کر اور مینہ کے لیے اور ہمارے رزق کے زیادہ ہونے کے باب مین ہماری دعا قبول کرکے ممنون فرما
اور باہر نکلنے سے پیشتر تین دن کے اندر اگر نمازون کے بعد دعا مانگین تو کچھ مضائقہ نہین۔ اور اس دعا کے لیے چند آداب اور شروط باطنی
مثل توبہ اور حق دارون کی حق رسانی وغیرہ کے ہین جو عنقریب باب الدعوات مین مذکور ہونگے تیسری نماز جنازہ اسکی کیفیت مشہور ہی
اور زیادہ تر جامع دعاے ماثور اس نماز مین وہ ہی جسکو روایت صحیح مین عوف بن مالک رضی نے روایت کیا ہی فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک جنازہ پر نماز پڑھی مین نے آپ کی دعا یاد کرلی کہ یہ فرماتے تھے اللھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واکرم نزله
ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدله دارا خیرا من داره واهلا خیرا من اهله وزوجا
خیرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار حضرت عوف کہتے ہین [illegible] تمنا کی کہ [illegible] مردہ مین ہوتا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا میرے واسطے ہوتی۔ اور جو شخص دوسری تکبیر پاوے تو [illegible] سی ترتیب کا لحاظ رکھے
یعنے باقی تکبیرین امام کے ساتھ کہتا جاوے اور جب امام سلام پھیرے تو جو تکبیر اس سے رہ گئی تھی اسکی [illegible] رکعت کو پیچھے پڑھتا
ہی اور اگر ان تکبیرات مین سبقت کرجاوے تو پھر امام کی اقتدا سے کیا غرض ہوئی اس نماز کے ارکان [illegible] مناسب یہی ہی
کہ جیسے اور نمازون مین رکعتین ہوتی ہین اس نماز مین انکا قائم مقام تکبیرین ہون یہ میرے نزدیک معلوم [illegible] اور بھی احتمال رکھتا
ہی اور جنازہ کی نماز کے ثواب مین اور اسکے ساتھ جانے کی فضیلت مین جو حدیثین وارد ہین وہ مشہور ہین پس انکے نقل کرنے مین ہم طول نہین
دیتے۔ اور اسکا ثواب زیادہ کیون نہوگا کہ یہ نماز تو فرض کفایہ ہی نفل اسی شخص کے حق مین ہوتی ہی جسپر دوسرے شخص کے موجود ہونے سے
معین نہین ہوجاتی اور نمازی کو اس سے ثواب فرض کفایہ کا ہی ملتا ہی گو اسپر معین نہوئی ہو کیونکہ سب نمازیون نے ایک امر فرض کی بجا آوری
کی اور دوسرے شخصون سے تنگی کو دور کیا تو یہ نفل کیطرح نہین کہ جسکے پڑھنے سے کسی کے ذمہ سے فرض دور نہو۔ اور جنازے کی نماز مین
جماعت کی کثرت مستحب ہی کہ بہت لوگون کے باعث ہمت اور دعا کی کثرت ہوگی اور ان مین کوئی مستجاب الدعوات بھی ہوگا چنانچہ کریب
نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہی کہ انکا ایک لڑکا گذر گیا آپ نے فرمایا کہ کریب دیکھ کہ آدمی اسکے واسطے [illegible] اکٹھے ہوے
ہین مین نے نکلکر دیکھا تو بہت سے تھے مین نے عرض کیا کہ بہت ہین فرمایا کہ چالیس ہین مین نے عرض کیا کہ ہین فرمایا کہ اب جنازہ نکالو

ترجمہ [illegible] الٰہی تو اسکو مغفرت کر اور رحم کر اور اسکو [illegible] اور معاف کر دے اسکا قصور اور اسکی معافی بھی کر اور عزت سے اسکی مہمانی کر اور اسکے داخل کرنے کی جگہ کو وسیع کر اور اسکو پانی سے اور اولے سے دھو [illegible] سے اسکو پاک کر جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہی اور بدل دے اسکے واسطے گھر اسکے گھر سے بہتر اور گھر والے اسکے خادمون وغیرہ سے بہتر اور بی بی اسکی بی بی سے بہتر اور داخل کر اسکو جنت مین اور پناہ دے اسکو قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے ۱۲ مسلم × × ×

کہ مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے[71] جو مسلمان مرجاوے اور اُسکے جنازے پر چالیس آدمی کہ خدا تعالیٰ کا شریک کسی کو نہ کرتے ہون کھڑے ہون تو اللہ تعالیٰ اُنکی سفارش اُسکے باب مین قبول فرماتا ہی۔ اور جب جنازے کے ساتھ چلکر قبرستان مین پہونچے یا دیسے قبرستان مین جاوے تو یون کہے السّلام[72] علی اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون اور بہتر یہ ہی کہ جب تک میت دفن نہ ہولے وہان سے نہ پھرے جبکہ اُسکو مٹی دیدیجاوے تو اُسکی قبر کے پاس کھڑا ہوکر کہے کہ الٰہی تیرا بندہ تیری طرف ہٹایا گیا تو اُسپر رافت اور رحمت کر الٰہی اِسکے دونون پہلوون سے زمین کو علیحدہ کر اور اُسکی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھولدے اور حسن قبول کے ساتھ اُسکے اعمال پذیرا فرما الٰہی اگر یہ نیک تھا تو اُسکی نیکی دونی کر اور اگر بُرا تھا تو اُسکی برائیون سے درگذر فرما چوتھی نماز تحیۃ المسجد ہی دو رکعتون یا زیادہ سے یہ نماز سنت موکدہ ہی یہانتک کہ جمعہ کے روز اگر امام خطبہ پڑھتا ہو تب بھی ساقط نہین ہوتی باوجودیکہ خطبہ سننا واجب موکد ہی اور اگر مسجد مین جاکر فرض یا قضا مین مصروف ہوگیا تو تحیۃ المسجد ادا ہوگیا اور ثواب حاصل ہوا اسلیے کہ مقصود یہ ہی کہ شروع مسجد مین جانا ایسی عبادت سے خالی نہو جو مسجد کے لیے خاص ہی تاکہ مسجد کا حق ادا ہو اور اسی وجہ سے مسجد مین بے وضو جانا مکروہ ہی اور اگر مسجد مین سے ہوکر دوسری طرف جاوے گویا مسجد مین بیٹھنے کے لیے داخل ہو تو چار بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے کہتے ہین کہ انکا ثواب برابر دو رکعتون کے ہی اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہی کہ تحیۃ کا دوگانہ مکروہ اوقات مین مکروہ نہین یعنی عصر اور صبح کی نمازون کے بعد اور زوال کے وقت اور طلوع اور غروب کے اوقات مین مکروہ نہین کیونکہ مروی[73] ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد عصر کے دو رکعتین پڑھین کسی نے عرض کیا کہ آپ نے تو اس سے ہمکو منع فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دو رکعتین مین بعد ظہر کے پڑھا کرتا تھا باہر کے لوگ جو آئے اُنکے سبب سے نہ پڑھ سکا۔ اس حدیث سے دو باتین معلوم ہوئین ایک [illegible] ساتھ مخصوص ہی جسکے لیے کوئی سبب نہین اور قضا کرنا نفلون کا ایک سبب ضعیف ہی اسلیے کہ علما اس باب مین اختلاف [illegible] کی قضا ہونی چاہیے یا نہین اور جو نوافل قضا ہوگئے ہین اگر اُن جیسے اور پڑھ دیگا تو اُنکی قضا ہوجاویگی یا نہین پس جب [illegible] باعث نفلون کی کراہت بعد عصر کے نہ رہی تو مسجد مین آنا جو سبب کامل ہی اُسکے باعث سے بطریق اولیٰ کراہت نہ آئیگی [illegible] کی جسوقت جنازہ آجاوے مکروہ نہین اور نہ نماز خسوف اور مینھ کے طلب کی کسی وقت مین مکروہ ہی کیونکہ ان نمازون کے سبب ہین اور مکروہ وہ نماز ہوتی ہی جسکا کوئی سبب نہو۔ دوسری یہ کہ نفلون کا قضا کرنا درست ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلون کی قضا پڑھی تو اگر اور کوئی پڑھیگا تو آپکی متبعیت عمدہ ہوگی۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہین[74] کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اگر غلبۂ خواب یا مرض کی وجہ سے رات کو نہ اُٹھتے تو بارہ رکعتین دن کو پڑھ لیتے۔ اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ جو شخص نماز مین ہو اور موذن کا جواب اُس سے رہجاوے تو سلام کے بعد اُسکو قضا کرے اور جواب دے گو موذن چپ ہوگیا ہو۔ اور اب کوئی اگر کہے کہ پہلا فعل اول کے مثل اور نفل جداگانہ ہی اول کے قضا کی نہین تو اس قول کے کچھ معنی نہین اسلیے کہ اگر ایسا ہوتا تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو وقت مکروہ مین نہ پڑھتے ہان اگر کسی کا کوئی وظیفہ معین ہو اور اُسکو کسی عذر نے اُس سے روک دیا ہو تو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے لیے اُسکے ترک کرنے کی اجازت نہ دے بلکہ اُسکا تدارک دوسرے وقت مین کرے تاکہ اُسکا نفس آسائش اور آرام کیطرف مائل نہ ہو اور اُسکا تدارک ایک تو نفس کے مجاہدہ کے لیے اچھا ہی دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی[75] احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ ادومہا وان قل تو تدارک سے یہ نیت کرلے کہ دوام عمل مین ناغہ نہ پڑے اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[76] ہی کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے پھر اُسکو تھک کر چھوڑ دے تو

مؤذن تھا علی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۲ +
نماز سماعۃ [illegible] ۱۲ ابن السنی
[illegible] بروایت عائشہ رضی اللہ
قبول کرنے کی ہون ۱۲ بخاری
[illegible] جو بہشت کو بڑھ کر ہون اگر جیسا
[illegible] اعمال الٰہی تعالیٰ کا نزدیک
مسلم بروایت ام سلمہ ۱۲ صحیح مسلم
مسلم اور نسائی مین آئی ہی ۱۲ صحیح بخاری
انشاء اللہ [illegible] ۱۲ مترجم کہتا ہی کہدیا
[illegible] اگلون اور پچھلون پر رحم کرے
مسلمانون سے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے
سلام ہو گھر والون پر مومنون اور
[71] مسلم ۱۲ ست

صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو کامون مین استخارہ اسطرح سکھلاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت سکھاتے تھے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی کسی کام کا قصد کرے تو چاہیے کہ دو رکعتین پڑھے پھر اُس کام کا نام لے اور جو دعا اوپر مذکور ہوئی اُسکو مانگے۔ اور بعض حکما نے کہا ہی کہ جسکو چار باتین ملین وہ چار باتون سے نہین محروم رہیگا جسکو شکر ملا وہ زیادتی نعمت سے محروم نہ رہیگا جسکو توبہ نصیب ہوئی وہ قبول سے محروم نہ رہیگا جسکو استخارہ مرحمت ہوا وہ بہتری اور خیر سے محروم نہ رہیگا اور جسکو مشورہ عنایت ہوا وہ صواب پر ہونے سے محروم نہ رہیگا۔ آٹھوین نماز حاجت ہی جس شخص پر معاملہ تنگ آپڑا ہو اور اُسکو دنیا اور دین کی بہتری کے باب مین ایک ایسے کام کی ضرورت ہوئی ہو کہ اُسپر مشکل پڑگیا ہو تو اُسکو چاہیے کہ وہ نماز حاجت پڑھے چنانچہ وہیب بن الورد سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ جن دعاؤن سے کہ نامقبول نہین ہوتین ایک یہ ہی کہ بندہ بارہ رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور آیۃ الکرسی اور قل ہو اللہ پڑھے اور اس سے فارغ ہو کر سجدہ کرے اور یہ دعا پڑھے

سبحان الذی لبس العز وقال بہ سبحان الذی تعطف بالمجد وتکرم بہ سبحان الذی احصی کل شئی بعلمہ سبحان الذی لاینبغی التسبیح الا لہ سبحان ذی المن والفضل سبحان ذی العز والکرم سبحان ذی الطول اسئلک بمعاقد العز من عرشک ومنتہی الرحمۃ من کتابک وباسمک الاعظم وجدک الاعلی وکلماتک التامات التی لایجاوزہن بر ولا فاجر ان تصلی علی محمد وعلی آل محمد پھر اپنی حاجت مانگے بشرطیکہ اُسمین کوئی معصیت نہو تو انشاء اللہ مقبول ہوگی وہیب کہتے ہین کہ ہمنے سُنا ہی کہ یون اگلے لوگ کہا کرتے تھے کہ اس دعا کو بیوقوفون کو نہ سکھاؤ ورنہ وہ اسکے ذریعے سے خدائے تعالی کی معصیت پر مدد لینگے اس روایت کو حضرت ابن مسعودؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہی نوین صلوۃ التسبیح یہ نماز جون کی تون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہی اور کسی وقت اور سبب سے خاص نہین اور مستحب یہ ہی کہ اُس سے کوئی ہفتہ یا مہینہ خالی نہ رہے ایک دفعہ پڑھ لیا کرے۔ عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہین کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کو فرمایا بھلا مین تمکو ایک چیز دون [illegible] ایک بات سکھا دون کہ جب تم اُسکو کرو تو اللہ تعالی تمھارے گناہ اگلے اور پچھلے پرانے اور نئے نادانستہ اور دانستہ پوشیدہ اور ظاہر [illegible] یہ ہی کہ تم چار رکعتین پڑھو ہر رکعت مین الحمد اور ایک سورت پڑھو جب اول رکعت مین قرارت سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے [illegible] سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ بار پھر رکوع کرو اور دس بار یہی کلمات کہو پھر قومہ کرو اور دس بار کہو پھر سجدہ کرو اور دس بار کہو پھر سجدہ سے سر اُٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدے مین دس بار پھر جلسہٴ استراحت مین دس بار تو یہ کل پچھتر بار ہر رکعت مین ہوا چارون رکعتون مین ایسا ہی کرو اگر تمسے ہوسکے تو اُسکو ہر روز پڑھو ورنہ ہر جمعہ مین ایکبار اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو مہینے مین ایکبار اور ایک روایت مین اسطرح ہی کہ شروع نماز مین سبحانک اللہم وبحمدک الخ پھر پندرہ بار تسبیح مذکور کہے قرارت سے پیشتر اور دس بار قرارت کے بعد اور باقی مثل روایت اول کے کہے مگر دوسرے سجدہ کے بعد کچھ نہ کہے اور یہ روایت بہتر ہی اور ابن مبارکؒ کے نزدیک مختار یہی ہی اور دونون روایتون کے بموجب تعداد تسبیح کی تین سو ہوتی ہی پس اگر دن کو پڑھے تب تو چارون رکعتین ایک سلام سے پڑھے اور اگر رات کو پڑھے تو دو سلامون سے پڑھے کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ صلوۃ اللیل مثنی مثنی اور اگر بعد تسبیح مذکور کے یہ کلمات بھی بڑھا دے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تو بہتر ہی کہ بعض روایات مین یہ کلمات بھی آئے ہین۔ پس نمازین ماثورہ یہی تھین جو اوپر مذکور ہوئین اور ان نوافل مین سے مکروہ وقتون مین بجز تحیۃ المسجد اور خسوف اور استسقا کی نماز کے اور کوئی مستحب نہین وہ دوگانہ وضو اور سفر کا دوگانہ اور گھر سے نکلنے کا اور استخارہ کا اُن اوقات مین مستحب نہین اسلیے کہ اسباب ضعیف مین اور ان اوقات مین نماز پڑھنے سے نہی موکد ہی تو یہ نمازین اُن تین نمازون کے مرتبے کو نہین پہنچتین مین نے بعض صوفیون کو اوقات مکروہ مین دوگانہ وضو

پاک ہی وہ ذات جسنے لباس بنایا عزت کو اور بولا اسکا پاک ہی جسکو اوڑھنا بنایا بزرگی کو اور بزرگی ہوا اُس سے پاک ہی وہ جسنے ہر چیز کو اپنے علم سے گھیر لیا پاک ہی وہ جسکا سوا دوسرے کو پاکی زیبا نہین پاک ہی احسان اور فضل والا پاک ہی عزت اور کرم والا پاک ہی نعمت والا [illegible]

پڑھتے دیکھا ہی حالانکہ یہ امر بعید از قیاس ہی اسلیے کہ وضو نماز کا سبب نہیں ہوتی بلکہ نماز وضو کا سبب ہی تو چاہیے کہ وضو اسلیے کرے کہ اُس سے نماز پڑھے یہ نہیں کہ نماز اسلیے پڑھے کہ وضو کرلے علاوہ ازین جو بے وضو کہ کروہ وقت مین نماز پڑھنا چاہے تو اُسکی سبیل بجز اسکے نہیں کہ وضو کرلے اور نماز پڑھے تو پھر کراہیت کے کچھ معنی نہ رہے - اور دوگانہ وضو کی نیت دوگانہ تحیت کی طرح نہ کرنی چاہیے بلکہ جب وضو کرلے تو دو رکعتین نفل پڑھ لے اور اپنے وضو کو خالی نہ چھوڑے جیسے حضرت بلال رض کیا کرتے تھے کیونکہ یہ دوگانہ نفل محض ہی وضو کے بعد ہوتا ہی اور بلال رض کی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہی کہ وضو خسوف اور تحیت کی طرح سبب ہو تاکہ نیت مین وضو کا دوگانہ کہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ نماز سے وضو کی نیت کرے بلکہ یون چاہیے کہ وضو سے نماز کی نیت کرے اور یہ کیسے بنیگا کہ وضو مین تو کہے کہ مین وضو کرتا ہون اپنی نماز کے واسطے اور نماز مین کہے کہ مین نماز پڑھتا ہون اپنے وضو کے واسطے بلکہ جو شخص یہ چاہے کہ کراہت کے وقت مین اپنے وضو کو نماز سے خالی نہ رکھے تو اُسکو چاہیے کہ دوگانہ جو وضو کے بعد پڑھے اُس سے نیت قضا کی کرے کیونکہ ہو سکتا ہی کہ اُسکے ذمہ پر کوئی نماز قضا ہو جسکی ادا مین کسی باعث سے خلل ہوا ہو تو قضا کی نیت کا کچھ مضائقہ نہوگا اسلیے کہ نماز قضا مکروہ وقتون مین بھی مکروہ نہیں لیکن ان وقتون مین نیت نفل کی کرنے کی کوئی وجہ نہیں ان اوقات مین جو نوافل سے منع کیا گیا ہی اُسمین تین باتین مقصود اور مہم ہین اول آفتاب کی پرستش کرنے والون کی مشابہت سے بچنا دوم شیطانون کے پھیلنے سے احتراز کرنا کہ حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آفتاب نکلتا ہی اور اُسکے ساتھ شیطان کے ماتھے کا کونا ہوتا ہی نکلنے مین اُسکے ساتھ رہتا ہی اور جب آفتاب اٹھ جاتا ہی تو جدا ہو جاتا ہی جب برابر دوپہر ہوتی ہی تو ملجاتا ہی جب ڈھلجاتا ہی تو الگ ہو جاتا ہی پھر جب غروب پر آفتاب مائل ہوتا ہی تو شیطان کا ماتھا متصل ہو جاتا ہی اور جسوقت غروب ہو جاتا ہی [illegible] علیحدہ ہو جاتا ہی - اور ان اوقات مین نماز سے منع فرمایا اور اُسکی علت پر آگاہ کر دیا سوم یہ کہ طریق آخرت کے سالک ہمیشہ سب وقتون [illegible] کرتے مین اور عبادات مین سے ایک ہی طرح پر مواظبت کرنا انجام کو ملال پیدا کرتی ہی اور جس صورت مین کہ ایک ساعت روک دی [illegible] شوق زیادہ ہوتی ہی اور ارادے اُبھرتے ہین اور انسان کو منع کی ہوئی چیز کی حرص ہوتی ہی ہی تو ان وقتون کو خالی چھوڑنے مین زیادہ [illegible] کے انتظار پر ترغیب دینی ہی اسوجہ سے یہ اوقات تسبیح و استغفار کے خاص کر دیے گئے کہ مداومت کے باعث [illegible] اور ایک قسم کی عبادت سے دوسری قسم کی سیر بھی ہو جاوے کیونکہ ہر نئی بات مین لذت جداگانہ ہی اور ایک ہی چیز کی مداومت مین گرانی اور کسل ہوتا ہی اور یہین لحاظ نماز نہ محض سجدہ ہوئی نہ صرف رکوع نہ فقط قیام بلکہ اعمال مختلف سے اور جداگانہ ذکرون سے عبادتون کی ترتیب ہوئی کیونکہ دل اُنمین سے ہر ایک عمل سے لذت جداگانہ اُسکو ادا کرتے وقت پاتا جاوے اور اگر ایک ہی چیز پر مداومت مشروع ہوتی تو دل پر تھکن جلدی آتی - پس جس صورت مین کہ اوقات کروہ مین نماز کے منع کرنے سے یہ باتین مقصود ہین اور اُنکے سوا اور اسرار ہین کہ جنکو سوائے خدائے تعالے اور اُسکے رسول کے بشر کی طاقت نہیں کہ معلوم کرے تو اس طرح کے جہات کو چھوڑ دینا بجز ایسے اسباب کے نہیں چاہیے جو شرع مین ضروری ہون جیسے نمازون کی قضا اور مینھ کی نماز اور خسوف اور تحیۃ المسجد کا دوگانہ ہی اور جو اسباب کہ ضعیف ہون اُنکو اس نہی کے مقصود کے مقابل نہ کرنا چاہیے ہمارے نزدیک یہی معقول معلوم ہوتا ہی آگے خدا جانے

باب اسرار نماز پورا ہوا اُسکے بعد باب اسرار زکوۃ انشاء اللہ آتا ہی والحمد للہ اولا و آخرا والصلوۃ علی رسولہ المصطفی

پانچوان باب اسرار زکوۃ کے بیان مین

رباعی

احسن ہی زکوۃ کا نہ دینا وہ گناہ ۞ جسپر ہو وعید یوم سے تجھ کا کہ گواہ ۞

ای صاحب مال شکر کر دے خیرات ۞ تا تجھ سے ملے نجات و بہبود کی راہ ۞

جاننا چاہیے کہ خدائے تعالی نے زکوۃ کو ایک رکن اسلام بنایا اور نماز کے بعد اسی کا مذکور فرمایا جیسا

[illegible]

کہ ارشاد ہی واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی الاسلام علیٰ خمسٍ شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ - اور اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے نہ دینے والون کے باب مین نہایت سخت وعید فرمایا جیساکہ ارشاد فرمایا والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم - اِس آیت مین جو انفاق فی سبیل اللہ مذکور ہی اُسکے معنی حق زکوٰۃ کے نکالنے کے ہین احنف بن قیس کہتے ہین کہ مین قریش کے چند لوگون مین تھا کہ حضرت ابوذر گذرے اور فرمایا کہ کافرون کو سُنا دو ایک داغ کی خبر کہ اُنکی پیٹھون مین لگیگا اور پسلیون مین سے نکلیگا اور ایک داغ اُنکی گُدیون کی طرف سے لگیگا اور پیشانیون مین سے پار ہوجاویگا - اور ایک روایت مین یہ ہی کہ داغ آدمی کی پستان کے سر پر رکھکر دونون شانون کی ملائم ہڈی سے نکال دیا جاویگا اور ہڈی سے رکھکر پستان کے سر مین سے تھرتھراتا ہوا نکال جاویگا اور حضرت ابوذر رضہ نے فرمایا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا اُسوقت مین کہ آپ خانۂ کعبہ کے سایہ مین بیٹھے تھے جب آپنے مجکو دیکھا فرمایا کہ قسم ہی رب کعبہ کی وہی لوگ زیادہ نقصان مین ہین مین نے عرض کیا کہ وہ کون ہین فرمایا کہ جنکے پاس مال بہت ہین مگر جو کوئی ایسے ایسے اپنے دہنے اور بائین اور سامنے اور پیچھے بکھیرے اور خیرات کرے اور فرمایا جو کوئی اونٹ والا بکریون خواہ گایون والا اُنکی زکوٰۃ نہ ادا کریگا وہ چوپائے قیامت مین نہایت بڑے اور بہت موٹے ہوکر آوینگے اور اُس شخص کو اپنے سینگون سے مارینگے اور کھُرون سے کُچلینگے جب اول سے آخر تک سب چوپائے مار چکینگے تو پھر دوبارہ اسیطرح شروع کردینگے اور یہ عذاب اُسوقت تک ہوگا کہ لوگون کے درمیان حکم کیا جاوے اور جبکہ بخاری اور مسلم مین زکوٰۃ نہ دینے والون کی یہ وعید مروی ہین تو اسرار زکوٰۃ کا بیان کرنا اور اُسکے شروط ظاہری و باطنی اور اُسکے معانی صوری اور معنوی کا لکھنا ضروریات دین سے ٹھہرا اسلیے ہم اِس مضمون کو چار فصلون مین لکھتے ہین اور اُنھین باتون پر کفایت کرینگے جنکا جاننا زکوٰۃ کے دینے والے اور لینے والے کو ضرور ہو -

فصل اول زکوٰۃ کے اقسام اور واجب ہونے کے اسباب کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ زکوٰۃ باعتبار اُن مالون کے جنسے وہ علاقہ رکھتی ہی چھہ قسم ہی پہلی قسم ہی قسم اول چوپایون کی زکوٰۃ - زکوٰۃ خواہ چوپایون کی ہو یا دوسرے مال کی اُسی شخص پر واجب ہوتی ہی کہ آزاد اور مسلمان ہو اور بالغ اور عاقل ہونا شرط نہین بلکہ لڑکے اور مجنون کے مال مین بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہی یہ تو شرط زکوٰۃ کے دینے والے کی ہی جسپر زکوٰۃ واجب ہو اور مال کی شرطین پانچ ہین یعنی چوپایون کا خاص ہونا اور جنگل مین چرنا اور برس روز گذرنا اور ملک کامل کا اُسپر ہونا اور نصاب کا پورا ہونا - شرط اول خاص چوپائے اسلیے کہے کہ زکوٰۃ صرف اونٹ اور گاے اور بکری مین ہی گھوڑون اور خچرون اور گدھون مین اور اُن جانورون مین جو ہرن اور بکری سے پیدا ہون زکوٰۃ نہین - شرط دوم چرنے کی اسلیے ہی کہ اگر گھر پر گھاس کھلایا جائیگا تو زکوٰۃ نہوگی اور جب کچھ دنون جنگل مین چرا ہو اور کچھ دنون گھر پر گھاس کھایا ہو تو اِس صورت مین بھی زکوٰۃ نہین بشرطیکہ گھاس گھر پر دینے مین بظاہر دام لگا ہو تیسری شرط برس کے گذرنے کی ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لا زکوٰۃ فی مال حتی یحول علیہ الحول - اور اِس حکم مین سے مال کے بچے مستثنیٰ رہینگے کیونکہ وہ تابع بڑے جانورون کے ہوتے ہین اور اصول پر برس دن گذرنے سے اُنکی بھی زکوٰۃ لے لی جاویگی گو اُنپر برس نہ گذرا ہو - اور جب مال کو برس کے اندر بیچ ڈالے یا ہبہ کردے تو برس کٹ گیا وہ جانور حساب مین شمار نہونگے - چوتھی شرط ملک کامل اور پورا تصرف مال پر چاہیے اس صورت مین اگر کوئی جانور رہن ہوگا تو اُسکی زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ خود اُسنے اپنے نفس کو روکا ہی اُسپر قبضہ کرنا اُسکے اختیار مین ہی اور گم شدہ اور چھپی ہوئی چیز مین زکوٰۃ واجب نہین جب تک کہ مع اپنی زیادتی کے پھر کر نہ آوے تو پھر کر نہ آنے پر زکوٰۃ ایام گذشتہ کی واجب ہوجاویگی اور جس شخص پر کہ قرض اتنا ہو کہ اُسکے سب مال کو حاوی ہوجاوے تو اُسپر زکوٰۃ نہین اسلیے کہ وہ مال کے باعث غنی نہین ہی کیونکہ غنی جبھی ہوتا کہ مال زاید از حاجت ہوتا حالانکہ حاجت ادائے قرض اُسکو موجود ہی - پانچوین نصاب کا پورا ہونا اور یہ ہر چوپائے مین جُدا جُدا ہی مثلاً اونٹ پر کچھ زکوٰۃ نہین جب تک اُسکا شمار پانچ کو نہ پہونچ جاوے پانچ اونٹ کے لیے نصاب ہی اسمین بھیڑ کا ایک ثنیہ یا بکری کا ایک جذعہ دینا ہوگا جذعہ اُسکو کہتے ہین کہ ایکسال کا ہو کر دوسرے مین لگا ہو

اور ثنیہ اُسکو کہتے ہین کہ دو برس کا ہوکر تیسرے مین لگا اور دس اونٹون مین دو بکریان ہین اور پندرہ مین تین اور بیس مین چار اور پچیس مین بنت
مخاض یعنی مادہ جو دوسرے برس مین ہو اور اگر بنت مخاض مال مین نہو تو نر جو تیسرے سال مین ہو لیا جاوے اگرچہ بنت مخاض کو
خرید سکتا ہو اور چھتیس اونٹون مین بنت لبون یعنی مادہ جو تیسرے سال مین ہو اور چھیالیس مین حقہ یعنی مادہ جو چوتھے سال مین ہو اور اکسٹھ
مین جذعہ یعنی پانچوین سال کی مادہ اور چھہتر مین دو بنت لبون اور اکانوے مین دو حقے اور ایک سو اکیس مین تین بنت لبون پھر جب
ایکسو تیس ہوجاوین تو اب حساب جم گیا کہ ہر پچاس مین ایک حقہ اور ہر چالیس مین ایک بنت لبون لیا جاویگا پس ایک سو تیس مین اسی
حساب سے ایک حقہ اور دو بنت لبون ہونگے اور گاے بیل مین کچھ زکوٰۃ نہین جب تک کہ تیس نہوجاوین پھر تیس پر ایک تبیع یعنی بچھڑا جو دوسرے
سال مین ہو اور چالیس پر ایک مسنہ یعنی بچھڑی تیسرے برس کی اور ساٹھ مین دو تبیع اور بعد اسکے حساب ٹھیک ہوجاتا ہے کہ ہر چالیس مین ایک مسنہ اور ہر تیس
مین ایک تبیع اور بھیڑ بکریون مین زکوٰۃ نہین جبتک کہ چالیس نہوجاوین چالیس پر ایک جذعہ بھیڑ کا یعنی جو ایکسال کا ہوگیا ہو خواہ ثنیہ بکری کا یعنی وہ بچہ کہ دو
سال کا ہوکر تیسرے مین ہو پھر نہین کچھ نہین یہانتک کہ ایکسو اکیس ہوجاوین اس شمار پر دو بکریان ہین دو سو تک اور دو سو ایک مین تین ہین چار سو تک
اور چار سو مین چار بکریان ہین پھر ہر سیکڑے پر ایک بکری ہے۔ اور دو شریکون کی زکوٰۃ نصابون مین مثل ایک مالک کے ہوگی مثلاً دو شخصون کی شرکت مین
چالیس بکریان ہین تو ان پر ایک ہی بکری ہوگی اور اگر تین شخصون کی شرکت مین ایکسو بیس بکریان ہون تو سب پر ایک ہی بکری ہوگی حالانکہ جدا کرنے
مین ہر شریک کے حصہ مین چالیس آسکتی ہین مگر مال شرکت کو ایک ہی مالک کا سا سمجھینگے اور شرکت خواہ باعتبار سہامون کے ہو یا اور طرح پر دونون کا حکم
ایک ہی مگر یہ شرط ہے کہ دونون شریک ایک ساتھ ہی چراتے ہون اور ساتھ پانی پلاتے ہون اور مکان پر ہٹا کر لانا اور دودھ نکالنا اور نر کا دلوانا ایک
ساتھ کرتے ہون اور دونون صاحب زکوٰۃ ہون اور اگر شرکت ذمی یا مکاتب کے ساتھ ہو تو اُسکا اعتبار [illegible] ن۔ اور جس صورت مین کہ مال واجب سے
کم سن کا جانور لیا جاوے تو جائز ہے بشرطیکہ بنت مخاض سے کم نہو اور کمی کا نقصان اسطرح پورا کیا جا[illegible] مین دو بکریان یا بیس درم
اور لیے جاوین اور دو برس کی کمی مین چار بکریان خواہ چالیس درم لیوین اور مالک مال اگر زیادہ عمر [illegible] لیوے تو ہوسکتا ہے بشرطیکہ جذعہ سے
زیادہ نہو اور مقدار زیادتی کو بیت المال کے کارندون سے واپس لیوے۔ اور زکوٰۃ مین بیمار جانور نہ ل[illegible] ین کہ گلہ مین اچھے بھی
ہون اگرچہ ایک ہی تندرست ہو اور اچھے جانورون مین سے اچھا لیا جاوے اور برون مین سے برا [illegible] مین سے وا[illegible] کا جانور اور جو لنگڑی ہو
اور دودھیل اور سانڈ نہ لیا جاوے اور نہ ردی اور آخور لیا جاوے بلکہ میانہ لینا چاہیے۔ دوسری قسم دہ یکی والی چیزون کی زکوٰۃ ہے۔ جو پیداوار کہ
غذا کی قسم ہو اور آٹھ سو سیر یعنی ہنس من ہو اُسمین دسوان حصہ واجب ہے اور اُس سے کمتر مین کچھ نہین اور نہ میوؤن اور روئی مین زکوٰۃ ہے بلکہ اُس جنس پر
ہے جو غذا بنائی جاتی ہے اور چھوہارون اور کشمش مین زکوٰۃ ہے اور ہنس من انکا ہونا معتبر ہے یعنی سوکھنے پر ہنس من ہونے چاہیئین تر کا اعتبار نہین اور شریکون کے
مال کو ایک دوسرے مین ملا کر پورا کر لیا جاویگا جس صورت مین کہ شرکت سہامون سے ہو مثلاً ایک باغ چند وارثون مین مشترک ہے اور اُسکی پیداوار بیس من
کشمش ہے تو سب پر دو من کشمش واجب ہونگے حصہ رسد اپنے اپنے حصہ مین سے دیکر دو من کر دین اور اگر شرکت اسطرح نہو بلکہ درخت یا زمین جدا جدا ہر ایک کے پاس
اور ایک جگہ ہو تو اس شرکت کا اعتبار نہین۔ اور گیہون کے نصاب کو جو سے پورا نہ کیا جاویگا ہان جو کے نصاب کو اُس جو سے پورا کر لینگے کہ جس [illegible] کا نہین ہوتا کیونکہ وہ
بھی جو ہی کی قسم ہے اور یہ دہ یکی اُس صورت مین ہے کہ جاری پانی یا کول وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہے اور جس صورت مین کہ کنوئین مین سے ڈول خواہ چرسے سے پانی
دیتے ہون تو بیسوان حصہ واجب ہوگا اور اگر دونون طرح پانی دیا جاتا ہو تو غالب کا اعتبار ہے اور واجب کی صفت یہ ہے کہ خشک چھوہارے اور کشمش اور جنس غلہ میں سے
بعد بھس دور کرنے کے لیے جاوین اور انگور اور تر کھجور مین نہ لیوین مگر اُس صورت مین کہ درختون پر کوئی آفت پڑے اور پکنے سے پہلے ہی اُنکے توڑنے مین مصلحت ہو
ایسی صورت مین تو پیمانے نا مالک کو اور ایک پیمانہ فقیرون کو ناپ دیا جاوے اور اس صورت پر یہ اعتراض نہین ہے کہ بانٹنا تو بیع مین داخل ہے پس کچون کی بیع
اگر درست نہین تو بانٹنا کب جائز ہوگا اسلیے کہ ہم کہینگے کہ حاجت کے سبب سے اس تقسیم کی اجازت ہے۔ اور زکوٰۃ کے واجب ہونے کا وقت اُسوقت ہوتا ہے

یعنی پھل گدرانے لگین اور غلہ سخت ہونے لگے اور اُسکے ادا کا وقت خشک ہونے کے بعد ہی۔ **تیسری قسم** چاندی سونے کی زکوٰۃ ہی۔ جو چاندی نصاب دو سو درم مکہ کی تول سے ہو اور اُسپر برس روز گذر جاوے تو اُسکی زکوٰۃ پانچ درم یعنی چالیسوان حصہ ہی اور اگر چاندی زیادہ ہو تو اسی حساب سے زکوٰۃ اُسپر بھی ہوگی گو ایک ہی درم زائد ہو۔ اور سونے کی نصاب بیس مثقال خالص مکہ کے وزن سے ہی اسمین بھی چالیسوان حصہ زکوٰۃ ہی اور زائد پر اسی حساب سے ہوگی اور اگر نصاب سے ایک رتی بھی کم ہو تو اُسپر زکوٰۃ نہین۔ اور جسکے پاس کھوٹے درم ہون اور اُنمین دو سو درم بھر چاندی ہو تو اُسپر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور سونے کے ڈھیلے اور غیر مستعل زیورین اور سونے چاندی کے برتنون مین اور سونے کی کاٹھیون مین زکوٰۃ واجب ہی اور مستعل زیورمین واجب نہین۔ اور اگر قرض کسی ایسے کے ذمہ ہو جو دیر کر دیوے تو اُسپر بھی زکوٰۃ ہی مگر جب وہ ادا کرے اُسوقت واجب ہوتی ہی اور اگر قرض کی کچھ مدت ہو تو جب تک یہ مدت نہ گذرے تب تک واجب نہوگی۔ **چوتھی قسم** مال تجارت کی زکوٰۃ ہی۔ اور اُسکا حال چاندی سونے کی زکوٰۃ کا سا ہی چالیسوان حصہ واجب ہوتا ہی اور برس اُسوقت سے لیا جاویگا جسوقت سے کہ نقد روپیہ جس سے مال تجارت خریدا ہی اُسکی ملک مین آیا ہو بشرطیکہ نقد مذکور مقدار نصاب ہو اور اگر وہ نقد نصاب سے کم ہو یا اسباب کے بدلے مین تجارت کی نیت سے مال خریدا ہو تو ابتداے سال خریدنے کے وقت سے معتبر ہوگا اور زکوٰۃ مین وہ سکہ دے جو شہر مین چلتا ہو یا اُس سے مال کا دام لگایا جاوے اور اگر نقد سے مال تجارت لیا ہو اور نقد نصاب کی مقدار تھا تو شہر کے چلن کی نسبت اُسی نقد سے دام لگانا بہتر ہی۔ اور اگر مال اپنے لیے رکھا تھا پھر اُسمین تجارت کی نیت کر لے تو ابتداے سال صرف نیت کے وقت سے نہوگا بلکہ اُسوقت سے ہوگا کہ اُس مال کے عوض مین دوسری چیز مول لیوے اور جس صورت مین کہ برس روز پورا ہونے سے پیشتر تجارت کی نیت موقوف کر دے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاویگی مگر بہتر ہی کہ اُس برس کی زکوٰۃ دے ڈالے۔ اور اسباب مین جسقدر نفع آخر سال مین ہوا ہو اصل مال پر برس گذر چکنے سے اُسپر بھی زکوٰۃ واجب ہو جاویگی یہ نہین کہ اُسپر از سر نو برس گذرے جیسا کہ جانورون کے بچے برس کی تمامی پر بڑون مین ملا لیے جاتے ہین گو برس روز کے نہون اور صرافون کا برس اُنکے آپس کے مبادلے ہونے سے جاتا نہین رہتا جیسے اور تجارتون کی خرید و فروخت مین برس بدستور رہتا ہی ویسا ہی اُنکا بھی رہتا ہی اور مال مضاربت کے نفع کی زکوٰۃ مضارب پر اُسکے حصہ کے موافق ہوگی اگرچہ تقسیم نفع کی نہوئی ہو اور قرین قیاس یہی ہی کہ برس گذرتے ہی اُسپر واجب ہو جاوے۔ **پانچوین قسم** دفینہ اور کان کی زکوٰۃ ہی۔ دفینہ سے وہ مال مراد ہی جو کفر کے عہد کا مدفون ہو اور ایسی زمین مین ہو کہ اسلام مین اُسپر کسی کی ملک نہوئی ہو تو جو شخص اُس دفینہ کو پاوے تو چاندی اور سونے مین سے اُس سے پانچوان حصہ لیا جاوے اُسمین برس کا گذرنا معتبر نہین اور بہتر یہ ہی کہ نصاب کا اعتبار بھی نہو کیونکہ خمس واجب ہونے سے اِس مال کی مشابہت مال غنیمت سے زیادہ ہی اور اگر نصاب کا اعتبار کرین تب بھی بعید نہین کہ آخر مصرف اس خمس کا اور زکوٰۃ کا ایک ہی ہی اور اسی وجہ سے مذہب صحیح کے بموجب دفینہ خاص سونے چاندی کو کہین گے اور کسی چیز کو نہین کہین گے اور کان کی چیزون مین سواے سونے چاندی کے اور کسی چیز پر زکوٰۃ نہین اور یہ دونون جسوقت نکال لیے جاوین تو چالیسوان حصہ اُنکا اُسی وقت لیا جاویگا دو قولون مین سے صحیح تر کے بموجب اور اِس قول کے بموجب نصاب کا ہونا معتبر ہوگا اور سال تمامی کے باب مین دو قول ہین اور ایک قول یہ ہی کہ کان کے سونے چاندی مین پانچوان حصہ واجب ہی تو اس اعتبار سے سال کا اعتبار نہ چاہیے اور نصاب کے باب مین دو قول ہین اور مناسب تر یہ معلوم ہوتا ہی کہ کان کو مقدار واجب مین تو مال تجارت کی زکوٰۃ مین ملاوین کیونکہ وہ بھی ایک طرح کا مال حاصل کرنا ہی اور سال کے باب مین وہ رکی والی چیزون مین ملاوین کہ سال کا اعتبار نہ کیا جاوے اور نصاب کا بھی اعتبار نہ کیا جاوے جیسا کہ وہ رکی والی چیزون مین نہین کیا جاتا ہی اور احتیاط یہ ہی کہ تھوڑی کان ہو یا بہت سب مین سے خمس نکال دیا جاوے اور مخصوص چاندی سونے پر نہ رکھے ہر ایک کانی چیز مین یہی کرے تاکہ شبہہ ان اختلافون کا نہ رہے کیونکہ یہ اقوال ایک دوسرے کی ضد سے معلوم ہوتے ہین اور یقیناً کسی پر فتوی ہو نہین سکتا کہ شکلین اُنکی الٹی پلٹتی نہین ایک دوسرے کے مخالف ہین۔ **چھٹی قسم** صدقۂ فطر ہی اور وہ زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک مسلمان پر واجب ہی جسکے پاس عید فطر کے روز اور اُسکی شب مین

اُسکے اور اُسکے عیال کے کھانے سے زائد جنس غذا مین سے ایک صاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے موجود ہو اور صاع دو سیر اور دو تہائی
سیر کی ہوتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ صاع اُس پیمانے کا نام ہی جسمین ایکہزار چالیس درم ماش یا مسور آجاوے اور یہ وزن ہندوستان کے سو بھر کے
سیر سے تین سیر اور آدھ چھٹانک ہوتا ہی۔ صدقۂ فطر کو اُس غلہ مین سے دیوے جو آپ کھاتا ہو یا اُس سے بہتر دیوے پس اگر آپ گیہون کھاتا ہو
تو جو دینے درست نہونگے اور اگر مختلف غلہ کھاتا ہو تو سب مین بہتر دیوے اور اگر کوئی سا دے دیگا تب بھی جائز ہوگا۔ اور صدقۂ فطر کی تقسیم مثل
زکوٰۃ کی تقسیم کے ہی کہ مصرف کے سب اقسام کو پہونچنا واجب ہی اور آٹا اور ستو بے چھنی ہوئی جنس دینی جائز نہین۔ اور مسلمان مرد پر صدقہ
اپنی زوجہ اور غلامون اور اولاد کا اور اُن رشتہ دارون کا جنکا نفقہ اُسپر واجب ہی جیسے باپ دادا مان نانی وغیرہ ہین واجب ہی۔ آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہی اُن لوگون کا صدقہ ادا کرو جنکا خرچ تم اُٹھاتے ہو اور مشترک غلام کا صدقہ دونون شریکون کے ذمہ واجب ہی اور کافر غلام کا
صدقہ واجب نہین۔ اور اگر زوجہ اپنی طرف سے آپ صدقہ دیدے تو کافی ہی اور شوہر کو اُسکی طرف سے صدقہ دینے مین اُسکی اجازت
ضرور نہین۔ اور اگر اُسکے پاس اتنا ہی کھانا زائد ہو کہ بعض کی طرف سے دے سکتا ہی تو بعض ہی کی طرف سے ادا کرے اور پہلے اُنکا دیوے
جنکے نفقہ کی تاکید بہت ہو آنحضرت صلعم نے اولاد کے نفقہ کو زوجہ کے نفقہ پر مقدم فرمایا اور زوجہ کے نفقہ کو خادم کے نفقہ پر۔ حاصل یہ کہ یہ احکام فقہی
ہین کہ مالدار کو انکا پہچاننا ضروری ہی اور بعض اوقات اُسکو کچھ صورتین نادر بھی پیش آجاتی جو ان صورتون سے خارج ہین تو ایسی حالت مین
اُسکو چاہیے کہ علما سے فتویٰ لیکر اُسپر اعتماد کرے اور ان حالات کو اول یاد کرے

دوسری فصل زکوٰۃ کے دینے اور اُسکی ظاہری اور باطنی شرطون کے ذکر مین اور اس مین دو بیان ہین۔

پہلا بیان ظاہری شرطین۔ واضح ہو کہ زکوٰۃ دینے والے پر پانچ باتون کی رعایت واجب ہی اول [illegible] نیت دل سے نیت فرض زکوٰۃ کے دینے
کی کرے یہ ضرور نہین کہ مالون کو معین کرے کہ فلان فلان کی زکوٰۃ دیتا ہون۔ پھر اگر کوئی مال [illegible] نہین اور کہین ہی اور اسنے کہدیا کہ اگر میرا
مال غائب بچا ہوا ہی تو یہ اُسکی زکوٰۃ ہی ورنہ صدقہ نفل ہی تو یہ جائز ہی اسلیے کہ اگر بالفرض تصریح نہ کرتا تب بھی تو یہی ہوتا۔ اگر ولی کی نیت مجنون اور صغیر
کی نیت کے قائم مقام ہی۔ اور بادشاہ کی نیت مالک مال کی نیت کے قائم مقام ہی جو زکوٰۃ نہ دیتا ہو مگر دنیا کے حکم ظاہری مین ہی [illegible] اُسپر مطالبہ ظاہری
نہ رہیگا لیکن آخرت کے مواخذہ سے بری نہوگا جب تک کہ از سر نو زکوٰۃ نہ دے۔ اور جس وقت کہ زکوٰۃ دینے کے لیے کسی کو وکیل کیا اور وکیل کرتے وقت
نیت کرلی یا وکیل کو نیت کا بھی وکیل کردیا تو کافی ہی کیونکہ نیت کے لیے وکیل کرنا بھی نیت ہی۔ دوسری بات برس روز پورا ہونے پر جلدی کرنا ہی اور
صدقۂ فطر کو عید فطر کے روز سے تاخیر نہ کرے۔ اور اُسکے واجب ہونے کا وقت آخر دن رمضان کے آفتاب ڈوبنے سے ہوجاتا ہی اور پیشتر دینے کا وقت
تمام ماہ رمضان ہی اور جو شخص باوجود قدرت کے مال کی زکوٰۃ دیر کردے تو گنہگار ہوگا اور پھر اگر اُسکا مال جاتا رہیگا اور مستحق زکوٰۃ کے پانے پر قادر ہوگا
تو زکوٰۃ اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگی۔ اور اگر مستحق کے نہ ملنے کی جہت سے تاخیر کی اور اس اثنا مین مال جاتا رہا تو اُسکے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط ہوجاویگی اور
زکوٰۃ کا پیشتر دینا بھی جائز ہی بشرطیکہ مال نصاب کے برابر ہولیا ہو اور سال شروع ہوگیا ہو اور دو برس کی زکوٰۃ پیشتر دینی بھی درست ہی اور جس صورت
مین کہ زکوٰۃ پیشتر دے اور مسکین زکوٰۃ لینے والا برس روز پورا ہونے سے پیشتر مرگیا یا مرتد ہوگیا یا اس مال کے سوا اور کسی مال سے غنی ہوگیا یا مالک مال کا
مال جاتا رہا تو جو کچھ اُسنے پیشتر دیا تھا وہ زکوٰۃ مین شمار نہوگا اور اُسکا واپس کرنا ہو نہین سکتا بجز اسطرح کے کہ دیتے وقت کہدیا ہو کہ ایسا ویسا ہوگا تو واپس
لے لینگے لہذا مالک مال کو انجام کار پر بھی لحاظ ضرور ہی دوسری یہ کہ زکوٰۃ واجب کا عوض باعتبار قیمت کے نہ دے بلکہ جو چیز واجب ہوئی ہو وہی دیوے یہانتک
کہ سونے کے عوض چاندی نہ دے نہ چاندی کے عوض سونا اگرچہ قیمت بڑھا کر ہی دے۔ اور غالباً بعض لوگ جو امام شافعی کی غرض نہین سمجھتے وہ اس باب
مین تساہل کرتے ہین اور مقصود دیکھ لیتے ہین کہ فقیر کی حاجت کا روکنا ہی اور یہ بات علم سے بہت دور ہی کیونکہ یہ صحیح کہ زکوٰۃ دینے مین فقیر کی حاجت کا
بند کرنا ہی مگر یہ کل مقصود نہین مقصود کا ایک ٹکڑا ہی کیونکہ شرع کے واجب تین طرح کے ہین ایک تو وہ ہین کہ محض عبادت ہین غرض اور مطلب کو انمین کچھ

کہ انکو تالیف قلوب کے لیے دیا جاوے دوسری زکوٰۃ کے عامل اور چار قسمین تمام شہرون مین موجود ہین یعنی فقرا اور مساکین اور قرض دار اور مسافر جنکے پاس مال نہو اور دو قسمین ایسی ہین کہ بعض شہرون مین ہین اور بعضون مین نہین یعنی غازی اور مکاتب پس اگر زکوٰۃ دینے والے کے شہر مین پانچ قسمین مصرف زکوٰۃ مین سے ہون تو چاہیے کہ مال زکوٰۃ کے پانچ حصے برابر کرے اور ایک حصہ ایک قسم کا معین کر دے پھر ان پانچون حصون کے تین تین ٹکڑے یا زیادہ کرے خواہ برابر ہون یا کم و بیش اور یہ واجب نہین کہ اُن قسمون کے ہر ہر شخص کو بھی برابر دیوے بلکہ اختیار ہی کہ ایک قسم کے دس آدمیون کو دے اور دوسری کے بیس شخصون کو اور ظاہر ہی کہ انکا حصہ اول شخصون سے آدھا ہوگا اگر قسمون مین کمی بیشی نہین ہوسکتی ہر قسم مین تین آدمیون سے کم نکرے۔ اور اگر مقدار واجب صدقہ فطر کا ایک صاع ہو اور شہر مین پانچ قسمین مصرف کی ہون تو چاہیے کہ اس صاع کو پندرہ آدمیون کو پہونچا دے کہ ہر قسم مین سے تین ہو جاوین اور اگر باوجود امکان کے ایک کو نہ پہونچے تو اسکو اپنے پاس سے تاوان دے۔ پس اگر مقدار واجب کی کمی کی جہت سے اسطرح تقسیم کرنا اُسپر دشوار پڑے تو اس صورت مین چاہیے کہ جن لوگون پر زکوٰۃ واجب ہو اُنکے شریک ہو جاوے اور اپنا مال اُنکے مال مین ملا دے خواہ مستحق شخصون کو جمع کرکے اُنکے حوالہ کرے تاکہ وہ آپس مین تقسیم کرلین کیونکہ سب کو پہونچانا اُسپر ضروری ہی

دوسرا بیان زکوٰۃ کے آداب باطنی کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ طریق آخرت کے طالب کے لیے زکوٰۃ دینے مین کئی آداب ہین آداب اول زکوٰۃ کے واجب ہونے کو اور اُسکی علت کو سمجھنا اور اُسمین امتحان کی وجہ خیال کرنی اور یہ بات دریافت کرنی کہ زکوٰۃ اسلام کے ارکان مین سے کیون ہوئی باوجودیکہ یہ تصرف مالی ہی بدنی عبادت نہین اور اسکے وجوب کی تین وجہین ہین۔ اول یہ کہ شہادت کے دونون کلمون کا بولنا توحید کا لازم پکڑنا اور معبود کی وحدانیت کی گواہی دینی ہی اور اُسکو اچھی طرح پورا کرنا اسطرح ہی کہ موحد کے نزدیک سوائے واحد یکتا کے اور کوئی محبوب نہ رہے کیونکہ محبت شرکت کو قبول نہین کرتی اور صرف زبان سے توحید کا بولنا نافع کم ہی بلکہ درجہ محبت کا امتحان [illegible] محبوب چیزون کی مفارقت سے کیا جاتا ہی اور خلائق کے نزدیک مال بہت محبوب ہین کہ دنیا کی کاربرآری کا ذریعہ وہی پڑتے ہین اور اس جہان مین اُنہین سے اُنکو اُنس رہتا ہی اور موت سے نفرت کرتے ہین باوجودیکہ موت مین ملاقات محبوب میسر ہی اسلیے اپنے صدق دعوی کے ثبوت کے لیے امتحان اس [illegible] چیز کا لیا گیا کہ جو شے تمہاری منظور نظر اور معشوق ہی اُسکو ہماری راہ مین دو اور اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا ہی اِنَّ اللہ اشتری من المومنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ اور یہ امر جہاد سے متعلق ہی یعنی خدا تعالی کے شوق دیدار مین جان سے دست بردار ہونا اور مال سے چشم پوشی کرنی تو جان کی نسبت کہ بہت سہل ہی اور جب کہ مالون کے خرچ کرنے مین یہ معنی سمجھے گئے تو اس بنا پر آدمیون کی تین قسمین ہوگئین ایک تو وہ جنھون نے توحید کو سچی طرح سے ادا کیا اور اپنے عہد کو پورا کیا اور اپنے سب مال سے دست بردار ہوے نہ اشرفی رکھی نہ روپیہ اور اس بات کے درپے ہی نہوے کہ اُنپر زکوٰۃ واجب ہو یہانتک کہ بعض اکابر سے کسی نے سوال کیا کہ دو سو درہم مین زکوٰۃ کتنی واجب ہی اُنھون نے فرمایا کہ عوام پر تو شرع کے حکم سے پانچ درم واجب ہین لیکن ہم لوگون پر سب کا دے ڈالنا واجب ہی اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صدقہ کی فضیلت بیان فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق نے اپنا سب مال لے ڈالا اور حضرت عمرؓ نے نصف مال دیا اور حضرت ابوبکر صدیق سے جو آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ تمنے اپنے گھر والون کے لیے کیا چھوڑا تو فرمایا کہ اللہ اور اُسکا رسول اور حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ تمنے کیا چھوڑا عرض کیا کہ اتنا ہی گھر والون کے لیے چھوڑا ہی جتنا حاضر خدمت کیا ہی آپ نے فرمایا کہ تم دونون مین اتنا ہی فرق ہی جتنا تم دونون کے دونون کلمون مین ہی غرضکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام صدق کو پورا کیا کہ اپنے پاس سوائے محبوب یعنی اللہ اور اُسکے رسول کے اور کچھ نہ چھوڑا۔ دوسری قسم وہ لوگ ہین جنکا درجہ اُنکے درجہ سے کم ہی اور وہ لوگ اپنے مال کو روکتے ہین اور حاجت کے وقتون اور خیرات کے موسمون کو تاکتے رہتے ہین غرضکہ جمع کرنے سے انکا قصد یہ ہوتا ہی کہ بقدر حاجت خرچ کرین عیش مین نہ اڑادین اور جو کچھ حاجت سے بچ رہے اسکو نیک راہ مین جب موقع ملے دے ڈالین اور یہ لوگ صرف مقدار زکوٰۃ پر قناعت نہین کرتے بلکہ اُسکے سوا اور صدقات بھی دے دیتے ہین۔ اور نخعی

اور شعبی اور عطا اور مجاہد جیسے علماء کی یہ رائے ہو کہ مال مین زکوٰۃ کے سوا اور حقوق بھی ہین چنانچہ شعبی سے جب پوچھا گیا کہ مال مین زکوٰۃ کے سوا کوئی اور حق بھی ہو تو فرمایا کہ ہان اور بھی ہو کیا تو نے نہین سُنا کہ اللہ تعالی فرماتا ہو واٰتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی الآیہ - اور ان علما کا استدلال اس آیت سے بھی ہو ومما رزقناہم ینفقون - اور اس سے وانفقوا مما رزقنکم - اور کہتے ہین کہ یہ آیتین آیت زکوٰۃ سے منسوخ نہین ہوئی ہین بلکہ مسلمانون کا حق جو ایک دوسرے پر اُسمین داخل ہین اور انکے معنی یہ ہین کہ تونگر آدمی جب کسی محتاج کو پاوے تو اُسپر واجب ہو کہ اُسکی حاجت کو مال زکوٰۃ کے سوا سے دُور کرے - اور جو امر کہ فقہ مین اس باب مین درست ہو وہ یہ ہو کہ جب حاجت سے آدمی کی جان پر آبنے تو اُسکا دُور کرنا اورون پر فرض کفایہ ہو اسلیئے کہ مسلمان کا تلف کرنا درست نہین مگر ہو سکتا ہو کہ یون کہا جاوے کہ دولت والے پر صرف اتنا واجب ہو کہ جسقدر سے محتاج کی حاجت دُور ہو وہ اُسکو قرض دے دے ویسے ہی دے ڈالنا جس صورت مین کہ زکوٰۃ اپنے ذمہ سے ادا کر چکا ہو لازم نہین اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ اُسپر لازم ہو کہ فی الحال اُسکو خرچ دے ڈالے قرض دینا درست نہین بہر حال اس مسئلہ مین اختلاف ہو لیکن قرض دینے کی صورت سب سے اخیر درجہ کی طرف اُترنا ہو جو عوام کے درجات مین سے ہو - اور تیسری قسم بھی یہی ہو یعنی تیسری قسم ایسے لوگ ہین کہ صرف واجب کے ادا کر دینے پر اکتفا کرتے ہین نہ اُسپر بڑھاتے ہین نہ اُس سے گھٹاتے ہین اور یہ مرتبہ سب مراتبون سے کم ہو اور عوام سب کے سب اسی پر کفایت کرتے ہین اسوجہ سے کہ مال پر مائل اور بخیل ہوتے ہین اور آخرت کی محبت اُنکو کم ہوتی ہو چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہو ان یسالکموہا فیحفکم تبخلوا - یعنی اگر تم سے مال مانگے اور مبالغہ کرے تو تم بخل کرو پس اُس بندے مین جس سے اللہ تعالے نے مال اور جان جنت کے عوض مین خرید لی ہو اور اُسمین کہ جسپر بخل کے باعث مبالغہ نہ کیا جاتا ہو بہت فرق ہو - حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے جو بندون کو اُن کے صرف کرنے کو حکم کیا ہو اُسکی ایک وجہ یہ تھی جو اوپر مذکور ہوئی - دوسری وجہ صفت بخل سے پاک کرنے کی ہو کہ یہ صفت مُہلکات مین سے ہو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ثلث مہلکات شح مطاع وہوی متبع واعجاب المرء بنفسہ - اور اللہ تعالی فرماتا ہو ومن یوق شح نفسہ فاولئک ہم المفلحون - جلد دوم مہلکات مین ہم اُسکے مہلک ہونے کی وجہ اور اُس سے نجات کی صورت بیان کرینگے - اور ظاہر ہو کہ بخل کی صفت اسی طرح دُور ہوتی ہو کہ آدمی مال نکے دے ڈالنے کا عادی ہو کیونکہ کسی چیز کی محبت جدا نہین ہوتی جب تک کہ نفس کو اُسکی مفارقت پر زور مرد دیا جاوے یہان تک کہ اُس سے جدا ہونے کا خوگر ہو[illegible]ے اور اس وجہ کے اعتبار سے زکوٰۃ پاک کرنے والی ہو یعنی زکوٰۃ دینے والے کو بخل کی ناپاکی سے جو مہلک ہو پاک کر دیتی ہو اور یہ اُسکا پاک کرنا اُسی قدر ہوگا جسقدر آدمی کو دینے سے خوشی اور اللہ تعالی کی راہ مین صرف کرنے سے راحت ہوگی تیسری وجہ شکر نعمت ہو کیونکہ اللہ تعالے کی نعمت بندہ پر خود اُسمین اور اُسکے مال مین دونون مین ہو پس عبادات بدنی نعمت بدن کا شکر ہو اور مالی نعمت مال کا اس صورت مین وہ شخص بڑا خسیس ہو جو فقیر کو دیکھے کہ اُسپر روزی تنگ ہو اور اپنا محتاج ہو کر آیا ہو اور باوجود اسکے اسکا نفس گوارا نہ کرے کہ خدا ے تعالے کا شکر ادا کرے کہ مجکو سوال سے غنی کیا اور دوسرے کو میرا دوست نگر بنایا اور چالیسوان حصہ خواہ دسوان نہ نکالے بلکہ اس نعمت کا شکرانہ ضرور چاہیے ؎

نہ خواہندۂ بر درِ دیگران ✤ بشکرانہ خواہندہ از در مران ✤

دوسرا ادب ادا کے وقت مین ہو - ارباب دین کے آداب مین سے ہو کہ وقت وجوب سے پیشتر ہی زکوٰۃ ادا کرین تاکہ معلوم ہووے ہو کہ حکم خدا کی تعمیل کی رغبت رکھتے ہین ا[illegible]فقرا کے دلون کو آسایش پہونچے اور زمانہ کے موانع سے برطرف ہین کہ نہ معلوم خیرات مین کچھ ہرج نہ پڑ جاوے اور یہ بھی وہ جانتے ہین کہ تاخیر مین بہت سی آفتین ہین ایک یہ ہو کہ اگر وقت وجوب سے تاخیر ہو جاوے تو مبتلاے معصیت ہونا پڑیگا پس جبکہ باطن مین خیر کا باعث ظاہر ہو تو آدمی کو چاہیے کہ اُسکو غنیمت جانے کیونکہ یہ فرشتے کا اُتارا ہو اور مومن کا دل خدا تعالی کی دو اُنگلیون کے درمیان مین ہو اُسکو پلٹتے دیر نہین لگتی علاوہ ازین شیطان مفلسی کا خوف دلاتا ہو اور فحش اور منکرات کا حکم کرتا ہو اور ہر فرشتے کے اُتارے پیچھے اُسکا اُتار ادل پر ہوتا ہو تو سبب خیر کے دل مین گذرنے کو غنیمت جانے اور اگر کسی خاص مہینے مین اکٹھی زکوٰۃ دیا کرتا ہو تو زکوٰۃ کو اُس مہینے کے لیے معین کر کے رکھ چھوڑے اور اس باب مین کوشش کرنی چاہیے کہ زکوٰۃ دینے کا وقت افضل وقتون مین سے ہو تاکہ قربت بھی اسکے باعث زیادہ ہو اور زکوٰۃ بھی

دو چند ہو جاوے مثلاً ماہ محرم مین دیوے کہ یہ سال کا شروع مہینہ ہو اور حرام مہینون مین سے ہو یا رمضان مین زکوٰۃ نکالے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ مین سب سے زیادہ سخاوت کرتے تھے اور آندھی کی طرح ہوتے تھے کہ کوئی چیز گھر مین نہ چھوڑتے تھے اور رمضان مین شب قدر کی بھی فضیلت ہو اور قرآن اسمین نازل ہوا ہو اور مجاہد رح کہا کرتے کہ رمضان مت کہو کہ یہ ایک نام خدا تعالی کا ہو بلکہ شہر رمضان کہا کرو اور ماہ ذیحجہ بھی بہت فضیلت رکھتا ہو کہ حرام مہینون مین سے ہو اور اسمین حج اکبر ہوتا ہو اور ایام معلومات یعنی پہلا عشرہ اسمین ہو اور ایام معدودات جو تشریق کے دن ہین وہ بھی اسمین ہین اور ماہ رمضان کے دنون مین سے بہتر پچھلے کے دس روز ہین اور ماہ ذیحجہ کے دنون مین سے اول کے دس روز تیسرا ادب زکوٰۃ کو پوشیدہ دینا ہو کہ نمود اور شہرت اور ریا سے دور رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین افضل الصدقۃ جہد المقل الی فقیری سر- اور بعض علماء نے کہا ہو کہ تین چیزین خیرات کے خزانون مین سے ہین انمین سے ایک صدقہ کا پوشیدہ دینا ہو اور ایک حدیث مسند مین بھی یہ مضمون مروی ہو- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کوئی کام خفیہ کرتا ہو تو اللہ تعالے اسکو خفیہ مین ارقام فرماتا ہو پھر اگر وہ اسکو ظاہر کرتا ہو تو اللہ تعالے اسکو خفیہ کے دفتر سے ظاہر مین نقل کر دیتا ہو اور اگر وہ شخص اس عمل کو کسی اور سے کہتا ہو تو خفیہ اور ظاہر دونون کے دفتر مین سے اسکو دور کر کے ریا مین لکھ لیتا ہو- اور حدیث مشہور مین ہو کہ آپ نے فرمایا کہ سات آدمی ایسے ہین کہ اللہ تعالے انکو اس روز سایہ مین رکھیگا جس روز کہ کوئی سایہ بجز اسکے عرش کے سایہ کے نہوگا انمین سے ایک شخص وہ ہو کہ اسنے کوئی صدقہ دیا ہو اور اسکے بائین ہاتھ کو خبر نہ دی ہو کہ اسکے دہنے نے دیا ہو- اور ایک حدیث مین ہو کہ صدقۃ السر تطفی غضب الرب- اور اللہ تعالے فرماتا ہو وان تخفوہا وتوتوہا الفقراء فہو خیر لکم- اور پوشیدہ دینے کا فائدہ ریا اور شہرت کی آفت سے چھوٹنا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ خدائے تعالی شہرت والے اور ریا کار اور منت رکھنے والے سے قبول نہین فرماتا- اور جو شخص اپنے صدقہ کو کہتا پھرتا ہو وہ شہرت کا طالب ہو اور جو لوگون کے مجمع مین دیتا ہو وہ ریا کا خواہان ہو اور پوشیدہ دینا اور چپ رہنا ان دونون آفتون سے بچاؤ ہو اور بعض اکابر نے پوشیدہ خیرات کرنے مین بہت مبالغہ کیا ہو یہان تک کہ اس باب مین کوشش کی کہ لینے والا دینے والے کو نہ پہچانے اسکے لیے بعض آدمی تو اندھے کے ہاتھ مین خیرات ڈال دیتے ہین اور بعض فقیر کے راستہ مین اور اسکے بیٹھنے کی جگہ مین پھینک دیتے تھے ایسی طرح کہ وہ [illegible] کو دیکھ سکے اور دینے والے کو نہ دیکھے اور بعض سوتے ہوے فقیر کے پلہ مین باندھ دیتے تھے اور بعض دوسرے شخص کے ہاتھون فقیر کے پاس پہونچا دیتے تھے کہ اسکو دینے والے کا حال نہ معلوم ہو اور درمیانی شخص اسکا حال پوشیدہ رکھتا تھا اور وہ درمیانی سے کہہ بھی دیتا تھا کہ ظاہر مت کرنا اور یہ سب اس لیے تھا کہ خدائے تعالی کے غصہ کو بجھانے کا ذریعہ پیدا کرین اور شہرت اور ریا سے بچے رہین اور جب ایسی صورت ہو کہ بدون ایک شخص کے معلوم کیے خیرات کا دینا نہو سکے تو بہتر ہو کہ وہ ایک وکیل کو سپرد کر دے کہ وہ مسکین کو حوالہ کرے اور اسکو خبر نہو کہ کسنے دیا اس لیے کہ مسکین کے پہچاننے مین ریا اور احسان دونون ہین اور درمیانی کے جاننے مین صرف ریا ہی ہوگی دو باتین تو نہونگی اور جس صورت مین کہ دینے والے کو شہرت مقصود ہو تو اسکا عمل لغو ہو جاویگا کیونکہ زکوٰۃ بخل کے دور کرنے اور مال کی محبت کم کرنے کو ہو اور جاہ کی محبت بہ نسبت مال کی محبت کے نفس پر زیادہ چھائی ہو- اور آخرت مین ان دونون مین سے ہر ایک مہلک ہو مگر بخل کی صفت قبر مین بشکل گزندہ بچھو کے متمثل ہوگی اور ریا کی صفت سانپ کی سی ہوگی اور آدمی کو ان دونون چیزون کے سست کرنے کا خواہ مار ڈالنے کا حکم ہو تاکہ انکی اذیت بالکل نہو یا کمتر ہو پس جب کہ قصد ریا اور شہرت کا کریگا تو گویا بچھو کے بعض اجزا کو سانپ کی غذا بنا دیگا تو ظاہر ہو کہ جس قدر بچھو کم زور ہوگا اسی قدر سانپ زور آور ہوگا اس سے تو اگر ویسا ہی رہنے دیتا تو اسپر آسان ہوتا- اور ان صفات کی خواہش کے خلاف عمل کرنے سے ہی غرض کہ اسمین کیا فائدہ ہو کہ سبب بخل کے تو خلاف کرے اور سبب ریا کی اطاعت کرے اس سے تو ادنی چیز کم زور ہو جاویگی اور قوی کو اور زیادہ قوت ہوئی اور قریب ہو کہ جلد سوم مہلکات مین ان امور کے اسرار آوینگے

چوتھا ادب یہ ہو کہ جہان جانے کہ میرے ظاہر مین زکوٰۃ دینے سے اَور لوگون کو ترغیب ہوگی اور میرا اتباع کرینگے تو وہان ظاہر دیوے اور اس صورت مین ریا سے آدمی کے بچنے کا طریق وہ ہو جسکو ہم نے باب الریا مین علاج ریا کا ذکر کیا ہو اور ظاہر دینے کے باب مین اللہ تعالےٰ فرماتا ہو ان تبدوا الصدقات فنعما ہی۔ یہ اُسی جگہ کے لیے ہو کہ حال مقتضی ظاہر دینے کا ہو یا دوسرون کی اقتدا کے لیے یا اسلیے کہ سائل نے مجمع مین سوال کیا ہو تو ریا کے ڈر کے مارے ظاہر مین تصدق کرنے کو چھوڑنا نچاہیے بلکہ خیرات کرنی چاہیے اور اپنے باطن کو حتی الوسع ریا سے محفوظ رکھنا چاہیے اور اسکی وجہ یہ ہو کہ ظاہر دینے مین ایک اور خرابی بھی ہو سوا احسان اور ایذا کے اور وہ فقیر کے پردہ کو پھاڑتا ہو کیونکہ اکثر سائل کو اِس بات سے ایذا ہوتی ہو کہ کوئی اُسکو محتاج کی صورت مین دیکھے پس جبکہ خود اُسنے اپنے پردہ کو خیال نہ کیا اور بظاہر سوال کیا تو یہ تیسری خرابی اُس شخص کے حق مین ممنوع نہین اُسکی مثال ایسی ہو جیسے کوئی فسق چھپا کر کرتا ہو کہ اُسکا ظاہر کرنا اور سراغ لگانا اور رغبت کرنی ممنوع ہو مگر جو شخص خود فسق کو ظاہر کرے تو ایسے کے فسق کو ظاہر کرنا اُسکی سزا ہو مگر اُسکا سبب وہ خود ہی ہو اور اسی جیسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ من القی جلباب الحیاء فلا غیبۃ لہ۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو وانفقوا مما رزقناہم سرا و علانیۃ۔ اِس آیت مین علانیہ دینے کے سیلیے بھی ارشاد فرمایا اسوجہ سے کہ اُسمین اورون کی ترغیب کا فائدہ ہو غرضکہ آدمی کو چاہیے کہ ظاہر دینے مین جو فائدہ ہو اُسکو اُس خرابی سے جو اُسمین لازم آتی ہو فکر دقیق سے سوچ لے اسلیے کہ یہ امر احوال اور اشخاص کے مختلف ہونے سے اَور کا اَور ہو جاتا ہو یہان تک کہ بعض اوقات کچھ حالات مین بعض شخصون کو ظاہر دینا ہی بہتر ہو جاتا ہو اور جو شخص کہ فائدون اور خرابیون کو معلوم کرلے اور شہرت کی نظر سے قطع نظر کرے اُسکو ہر حال مین واضح ہو جاویگا کہ بہتر اور لایق کونسی طرح کا دینا ہو

پانچوان ادب یہ ہو کہ اپنے صدقہ کو من و اذی سے باطل نہ کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہو لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی۔ اور ان دونون لفظون کی حقیقت مین لوگون نے اختلاف کیا ہو۔ بعض کا یہ قول ہو کہ من کے یہ معنی ہین کہ صدقہ کا ذکر کرے اور اذی سے یہ مراد ہو کہ اُسکو ظاہر کرکے دیوے۔ اور سفیان ثوری نے فرمایا ہو کہ جو شخص من کرتا ہو اُسکا صدقہ بیکار ہو جاتا ہو اُنسے کسی نے دریافت کیا کہ من کسطرح ہو فرمایا کہ اُسکو ذکر کرے اور لوگون سے کہے۔ اور بعضون نے کہا ہو کہ من سے مراد یہ ہو کہ صدقہ کے عوض مین فقیر سے خدمت لیوے اور اذی یہ ہو کہ اُسکو فقیری کا ننگ دلاوے اور کچھ کہتے ہین کہ من یہ ہو کہ فقیر پر اپنے دینے کی جہت سے تکبر کرے اور اذی یہ ہو کہ اُسکو زجر و توبیخ سوال پر کرے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ منت رکھنے والے کا صدقہ قبول نہین فرماتا۔ اور میرے نزدیک یہ ہو کہ من کی ایک جڑ اور بنا ہو جو دل کے احوال اور صفات مین سے ہو پھر اُس سے زبان اور اعضا پر احوال متفرع ہوتے ہین پس اصل اُسکی یہ ہو کہ اپنے آپکو سمجھے کہ مین نے فقیر پر احسان اور انعام کیا حالانکہ اسکو یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ فقیر نے مجھپر احسان کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حق مجھسے وصول کرلیا جس سے میری طہارت اور دوزخ سے نجات ہوگی اگر بالفرض وہ قبول نہ کرتا تو میرا گلا اُس حق مین پھنسا رہتا تو زیبا یہ تھا کہ فقیر کا احسان اپنے اوپر خیال کرے کہ فقیر نے اپنا ہاتھ خدا تعالیٰ کے حق کے وصول کرنے کے لیے اُسکی طرف سے قائم مقام کردیا کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ صدقہ پیشتر اس سے کہ سائل کے ہاتھون مین پہونچے خدا تعالےٰ کے ہاتھ مین پڑتا ہو تو یون سمجھنا چاہیے کہ مین اللہ تعالیٰ کا حق دیتا ہون اور فقیر جو اُسکو لیتا ہو وہ خدا تعالیٰ سے اپنا رزق لیتا ہو مگر پہلے یہ مال خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہو پھر فقیر کو ملتا ہو اگر بالفرض کسی شخص کا اِس مالدار کے ذمہ قرض ہوتا اور قرضخواہ اُس سے کہدیتا کہ یہ قرض میرے خادم یا غلام کو دے دینا اور اُس خادم اور غلام کا خورد و نوش اُس قرضخواہ کے ذمہ ہوتا تو اب یہ شخص اگر یہ خیال کرتا کہ مین اس غلام یا خادم پر احسان کرتا ہون تو اسکی حماقت اور جہالت تھی کیونکہ اُسپر احسان تو وہ کرتا ہو جو اُسکے خورد و نوش کا کفیل ہو یہ شخص تو اُسکا وہ قرض ادا کرتا ہو جو اسکے ذمہ کسی محبوب چیز کے لینے کی جہت سے ہوا ہو پس قرض کا ادا کرنا اپنے حق مین فائدہ کرتا ہو نہ دوسرے پر احسان جتانا۔ اور جب وہ تین وجہین جو ہمنے زکوٰۃ کے وجوب مین ذکر کی ہین آدمی معلوم کرلے یا اُنمین سے ایک سمجھ لے تو پھر اپنے آپ کو دوسرے پر احسان کرنے والا نہ جانیگا بلکہ یہی سمجھیگا کہ خود

اپنے نفس پر احسان کرتا ہون یعنی مال کو خواہ خداے تعالیٰ کی محبت ظاہر کرنے کے لیے دیتا ہون یا اپنے نفس کو بخل کی بُرائی سے پاک کرنے
کے لیے یا مال کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے دیتا ہون کہ خدا تعالیٰ اور زیادہ دیوے اور ان تینون صورتون مین اُسکے اور فقیر کے درمیان
مین کوئی معاملہ نہین تاکہ یہ سمجھے کہ مین فقیر پر احسان کرتا ہون۔ اور جب اس اصل سے جاہل ہوتا ہی اور اپنے آپ کو فقیر پر محسن سمجھتا ہی تب
اُسکے ظاہر پر اس سے دو باتین متفرع ہوتی ہین جو من کے معنون مین مذکور ہوئی ہین یعنی صدقہ کا ذکر کرنا اور ظاہر کرنا اور فقیر سے اُسکا بدلہ
چاہنا کہ شکر گزار اور دعا گو ہو اور خدمت اور تعظیم کرے اور حقوق بجالاوے اور مجلسون مین آگے بٹھلاوے اور کامون مین پیروی کرے کہ یہ
سب امور منت کے ثمرے ہین اور منت کے معنی باطن مین وہی ہین جو ہم لکھ چکے ہین۔ اور اذی کے معنی ظاہر مین تو جھڑکی اور عیب لگانے
اور درشت کلامی اور ترشروئی اور ظاہر دینے سے پردہ دری اور فقیر کے ساتھ اقسام ہکی کے کار بند ہونے کے ہین مگر باطن مین جو اسکا منشا ہی
وہ دو باتین ہین اول مال پر سے ہاتھ اُٹھانے کو بُرا جاننا اور نفس پر اُسکا سخت گذرنا کہ خلق کو یہ بہت دشوار ہوا کرتا ہی۔ دوم اپنے آپ کو یہ سمجھنا
کہ مین فقیر سے بہتر ہون یہ شخص اپنی حاجت کے سبب سے مجھ سے رتبہ مین کم ہی اور ان دونون باتون کا منشا جہالت ہی مثلاً مال کے دینے کو
بُرا جاننا خالی از حماقت نہین کیونکہ جو کوئی ہزار کے عوض مین ایک درم کے دینے کو بُرا جانے تو اُس سے زیادہ احمق کون ہوگا اور ظاہر ہی کہ مال
خداے تعالیٰ کی رضاجوئی اور ثواب اخروی کے لیے دیا کرتے ہین تو یہ چیزین مال کی نسبت کہین اشرف ہین یہ مال کو بخل کی بُرائی کے
دور کرنے کو دیتا ہی یا زیادتی نعمت کے لیے بوجہ شکر کے ادا کرتا ہی بہرحال انہین سے کوئی سی وجہ ہو بُرا معلوم کرنے کی کوئی صورت نہین اور
دوسری بات بھی جہالت ہی اسلیے کہ اگر آدمی فقیری کا فضل تونگری کی نسبت کر معلوم کرے اور تونگرون کے خطر کو پہچانے تو کبھی فقیر کو حقیر
نہ جانے بلکہ اُسکو تبرک سمجھے اور اُسکے رتبہ کی تمنا کرے کیونکہ تو انگرون مین سے نیکبخت آدمی فقیرون سے پانسو برس بعد جنت مین داخل ہونگے
اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ہم الاخسرون ورب الکعبۃ۔ حضرت ابو ذر نے پوچھا کہ وہ کون ہین فرمایا کہ ہم الاکثرون اموالاً
یعنی جن لوگون کے پاس مال بہت ہی پھر فقیر کو کیسے حقیر جانتا ہی جسکے لیے خداے تعالیٰ نے اُسکو مسخر کر رکھا ہی یعنی مالدار [illegible] کوشش سے مال
کماتا ہی اور اُسکو محنت کرکے بڑھاتا ہی اور حفاظت کرتا ہی پھر اُس پر لازم کر دیا گیا ہی کہ فقیر کو بقدر حاجت دے ڈالے اور زائد حاجت سے اُسکو
نہ دے جسکے دینے سے اُسکو ضرر ہو پس اس صورت مین مالدار فقیر کی روزی کے کمانے کے لیے کاروبار کرتا ہی اور فقیر سے اسکے عوض مین جدا ہی
کہ لوگون کے حقوق اپنی گردن پر لیتا ہی اور مشقتین بہت سی اُٹھاتا ہی اُن زوائد کی حفاظت مرتے دم تک کرتا ہی یہان تک کہ بعد کو اُسکے دشمن
اُس مال کو کھاتے ہین۔ پس جب آدمی کے دل سے بُرائی دینے کی نکلجاوے اور بُرائی کے بدلے خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق واجب
ادا کرنے کی دی اور فقیر کو بھیجدیا جسکو مال حوالہ کرکے اُسکے حق سے ادا ہوا اور فقیر نے اُسکو قبول بھی کر لیا تو اس صورت مین اذی اور جھڑکی
اور ترشروئی کچھ بھی نہ رہیگی بلکہ فقیر کو دیکر خوش ہوگا اور اُسکی تعریف کریگا اور اُسکا احسان مانیگا۔ اب اگر یہ کہو کہ منشا من اور اذی کا تمنے بیان کیا
کہ آدمی اپنے آپ کو محسن خیال کرے اور یہ ایک باریک امر ہی اسکی کوئی پہچان بھی ہی جس سے معلوم ہو کہ دینے والے نے اپنے [illegible] کو محسن نہین سمجھا
تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہان اسکی علامت باریک اور صاف ہی اور وہ یہ ہی کہ فرض کرے کہ اس فقیر نے اُسکا کچھ نقصان کر دیا یا اُسکے کسی دشمن سے
جا ملا پھر دیکھے کہ دینے کے پیشتر اگر ایسی صورت ہوتی اور طبیعت کو بُری معلوم ہوتی اتنی ہی بُرائی اب بھی ہی یا کچھ زیادہ ہی اگر زیادہ ہو تو صدقہ کے دینے مین
کچھ نہ کچھ میل منت کا ضرور ہی اسلیے کہ اُسنے اس صدقہ کے سبب سے اُس بات کی توقع کی جسکی توقع اُسکو اس صدقہ سے پیشتر نہ تھی اور یہ امر ایسا
باریک ہی کہ کسی کا دل اس سے خالی نہین ہوتا اور اسکا علاج ایک ظاہری ہی اور ایک باطنی دواے باطنی تو اُن حقیقتون کا معلوم کرنا ہی جنکو ہمنے وجوب
کی وجھون مین لکھا ہی اور اس بات کو جاننا کہ فقیر ہم پر احسان کرتا ہی کہ ہماری دہش کو قبول کرکے ہمکو پاک کرتا ہی۔ اور دواے ظاہر یہ ہی کہ دینے والا اپنے فعل
سے جیسے کوئی ممنون شخص کیا کرتا ہی کیونکہ جو افعال اعضا سے صادر ہوتے ہین وہ جسطرح کے اخلاق کے ہوتے ہین دل کو انہین کے رنگ چڑھاتے ہین

وہی ہین زیادہ نقصان والے قسم ہے رب کعبہ کی ۱۲ بخاری و مسلم روایت ابوذر رض

چنانچہ اسکے اسرار اس باب کے نصف اخیر مین مذکور ہونگے۔ اور اسوجہ سے بعض اکابر صدقہ کو فقیر کے سامنے رکھکر اپنے آپ کھڑے رہتے اور فقیر سے التجا اُسکے قبول کرنیکی کرتے یہان تک کہ خود اُسکے سامنے سائلون کی صورت بناتے اور فقیر کو اپنے پاس آنا اچھا نہ جانتے بلکہ خود فقیر کے پاس جاکر دینے کو نہایت مناسب سمجھتے۔ اور بعض اکابر ہاتھ پر صدقہ رکھکر فقیر کے سامنے ہتھیلی پھیلا دیتے تاکہ فقیر اُسکو اُٹھائے اور اوپر ہاتھ فقیر ہی کا رہے۔ اور حضرت عائشہ اور اُم سلمہؓ جب کچھ خیرات کسی فقیر کے پاس بھیجتین تو قاصد سے کہدیتین کہ جو کچھ فقیر دعا کے کلمات کہے وہ یاد کر لینا جب وہ آکر بیان کرتا تو وہی کلمات آپ بھی کہدیتین اور فرماتین کہ دعا کا بدلہ دعا اسلیے ہم نے کیا کہ ہمارا صدقہ بچا رہے غرضکہ اول کے لوگ فقیر سے دعا کی توقع نہ رکھتے تھے اسلیے کہ دعا بھی ایک مکافات کا سا طور ہی اور اگر کوئی اُنکے لیے دعا کرتا تھا تو اُسکے بدلہ مین ویسی ہی دعا اُسکے لیے خود کر دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایسا ہی کیا ہی پس ارباب دل اپنے دلون کا علاج ایسے کیا کرتے تھے اور ظاہر کی روسے بجز ان اعمال کے جو تواضع اور ذلت پر دلالت کرتے ہین اور فقیر کی طرف سے احسان کا ماننا اُنسے معلوم ہوتا ہی اور کوئی علاج نہین اور باطن کے اعتبار سے اُن اُمور کا جاننا جنکو ہم ذکر کر چکے ہین وہ دو عمل کی روسے ہی اور یہ علم کی روسے اور دل کا علاج ایسی ہی تدبیر سے ہوتا ہی جو مرکب علم اور عمل دونون سے ہو اور زکوٰۃ مین من اور اذی کے نہونے کی شرط قائم مقام نماز کے اندر خشوع کرنے کے ہی چنانچہ دونون باتین حدیث شریف سے ثابت ہین نماز کے باب مین ارشاد ہی لیس للمرء من صلوٰتہ الا ما عقل۔ اور زکوٰۃ مین فرمایا لا یقبل اللہ صدقۃ منان اور خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی لیکن فقیہ کا فتوی کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی اور آدمی اس سے بری الذمہ ہوا گو اُسمین یہ شرط مفقود ہو تو یہ دوسری بات ہی ہمنے اسکی غرض کی طرف باب الصلوٰۃ مین اشارہ کیا ہی چھٹا ادب یہ ہی کہ اپنی دہش کو کم جانے اسلیے کہ اگر بہت جانیگا تو عجب کریگا اور عجب مہلک چیزون مین سے ہی اور اعمال کو باطل کرتا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا۔ اور کہتے ہین کہ طاعت جس قدر چھوٹی جانی جاوے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہوگی اور معصیت کو جتنا بڑا جانو خدا تعالیٰ کے نزدیک چھوٹی ہوگی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ خیرات کرنی بدون تین چیزون کے پوری نہین ہوتی اول اُسکو چھوٹا جاننا دوم جلد ادا کرنا سوم چھپا کر دینا اور خیرات کو زیادہ جاننا من اور اذی کے سوا تیسری بات ہی اسلیے کہ اگر بالفرض اپنے مال کو مسجد یا سرائے کے بنانے مین صرف کرے تو ممکن ہی کہ اُسکو زیادہ اور بڑا سمجھے مگر اس صورت مین من اور اذی ممکن نہین۔ بلکہ عجب اور بڑا جاننا سب عبادتون مین چلتا ہی۔ اور اُسکی دوا علم اور عمل دونون ہین علم تو اسطرح کہ یہ جانے کہ دسوان یا چالیسوان حصہ سب مین سے نہایت کم ہی اور جو دو تین درجے خیرات کرنیکے ہین جنکو ہم وجوب زکوٰۃ کی وجہون مین لکھ آئے ہین اُنمین سے یہ بہت خسیس درجہ ہی پس مناسب یہ ہی کہ اس خسیس درجہ پر قناعت کرنے سے حیا کرے نہ یہ کہ اُسی خیرات کو بڑا جانے اور اگر اوپر کے درجہ پر ترقی کر جاوے یعنی اپنا کل مال یا اکثر خدا کی راہ مین دے ڈالے تو ایسے شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ مال میرے پاس کہان سے آیا اور کس چیز مین اسے صرف کرتا ہون کیونکہ مال تو خدا تعالیٰ کا ہی اور اُسکا احسان ہی کہ بندہ کو وہ مال دیا پھر توفیق اُسکے خرچ کرنیکی دی تو خدا تعالیٰ کے حق مین کچھ دیکر بڑا جاننا نہ چاہیے کہ وہ تو عین اُسی کا ہی اور اگر مال کو اس نظر سے دیا کہ ثواب آخرت ملے تو جسکے بدلہ مین بہت سے دوگنے چوگنے پاویگا اُسکو بڑا کیونکر جاننا ہی۔ اور عمل یہ ہی کہ صدقہ کو شرمندہ ہو کر دیوے کہ بقیہ مال کو روک رکھا اور خدا تعالیٰ کی چیز کو اُسکی راہ مین دینے سے بخل کیا اور انکسار اور خجالت ایسی صورت پر ہو جیسے کسی کے پاس کوئی امانت رکھی جاوے اور وہ شخص اُسکے واپس دینے کے وقت کچھ تو ہٹا لے اور کچھ اپنے پاس رہنے دے کیونکہ مال سب کا سب خدا تعالیٰ کا ہی اور سب کا دے ڈالنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہی اور سب کے دینے کا اسلیے بندہ کو حکم نہین کیا کہ اُسکے بخل کے باعث اُسپر دشوار گذرتا چنانچہ خود فرمایا فیحفکم تبخلوا یعنی اگر مبالغہ کرے اور حکم دے کہ سب مال کو خرچ کر ڈالو تو تم بخل کرو اور رضا اور خوشی سے نہ دو۔ ساتوان ادب یہ ہی کہ اپنے مال مین صدقہ کے لیے بہت عمدہ اور پاکیزہ چھانٹے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہی اور پاک ہی مال کو قبول کرتا ہی اور جب مال صدقہ شبہہ کا ہوگا تو عجب نہین کہ وہ اُسکی ملک ہی نہو تو اپنے موقع پر نہوگا۔ اور ابانؓ حضرت انسؓ سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشی ہی اُسکو جو اپنے اس مال مین سے دیوے جسکو بدون معصیت کمایا ہو۔ اور اگر مال صدقہ عمدہ مال نہوگا تو یہ بے ادبی ہی کہ اپنے یا اپنے گھر والون اور خادم کے لیے تو

اچھا رکھے اور خدا تعالیٰ پر اور ون کو ترجیح دے اگر بالفرض اپنے مہمان سے کوئی اسیطرح پیش آوے کہ خراب کھانا اُسکے سامنے رکھدے تو ظاہر ہے
کہ مہمان اُسکا دشمن ہوجاویگا اور یہ وہ صورت ہے کہ آدمی صدقہ دینے مین خدا تعالیٰ کا خیال کرے اور جس صورت مین کہ اپنے نفس کے لیے اور
ثواب آخروی کے لحاظ سے دیوے تب تو صاف بات ہے کہ کوئی عاقل دوسرے کو اپنے نفس پر ترجیح نہین دیتا اور اسکا مال اسی قدر ہوگا جتنا کہ
دے دے اور باقی رکھے یا کھا کر فنا کردے اور جس مال کو کھاتا ہے اُسمین سردست کی اداے حاجت ہے اور یہ عقل کی بات نہین کہ سردست پر نگاہ
کرے اور ذخیرے کا دھیان نہ کرے علاوہ ازین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا
الخبیث منہ تنفقون ولستم بآخذیہ الا ان تغمضوا فیہ یعنی ایسی چیز مت دو جسکو تم بدون کراہت اور حیا کے نہ لو اور یہی معنی اغماض کے ہین غرضکہ
ایسی چیز کو اپنے پروردگار کے لیے اختیار نہ کرو۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ ایک درم لاکھ درمون سے سبقت لیجاتا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان اُس
درم کو اپنے نہایت عمدہ اور اچھے مال مین سے نکالتا ہے اسی لیے یہ صدقہ رضامندی اور خوشی سے دیا جاتا ہے اور کبھی ایک لاکھ درم ایسے مال مین سے
دے دیتا ہے جسکو خود بُرا جانتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو محبوب جانتا ہے اُس سے خداے تعالیٰ کو ترجیح نہین دیتا اور اسی وجہ سے
خداے تعالیٰ نے اُن لوگون کی مذمت فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی چیز ٹھہراوین جسکو مکروہ جانتے ہون چنانچہ فرمایا ویجعلون للہ
ما یکرہون وتصف السنتہم الکذب ان لہم الحسنیٰ لاجرم ان لہم النار۔ اس آیت مین بعض قاریون نے لا پر وقف کیا ہے اُن لوگون کی تکذیب
کے لیے اور جرم سے جدا جملہ شروع کیا ہے جرم کے معنی کسب کے ہین یعنی اُنکی اس حرکت نے کہ خداے تعالیٰ کے لیے مکروہ چیزون
ٹھہراتے ہین اُنکے لیے آگ کما دی

آٹھوان ادب یہ ہے کہ اپنے صدقہ کے لیے ایسے لوگ ڈھونڈھے جنسے صدقہ کو رتبہ اور طہارت ہو جاوے یہ نہین کہ آٹھون قسمون مین جسبا
ہو اُسکو بہچا دینا چاہیے بلکہ اُن اشخاص مین چھ صفتون کا لحاظ کرے جسمین وہ صفات پاوے اُسکو صدقہ دیوے اول صفت یہ ہے کہ
ایسے لوگ تلاش کرے جو پرہیزگار اور دنیا سے روگردان اور صرف آخرت کی تجارت مین مشغول ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لا تاکل الا طعام تقی ولا یاکل طعامک الا التقی۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ پرہیزگار آدمی کھانے سے تقوی پر مدد لیگا تو کھلانے والا اُسکی طاعت مین
اُسکا شریک ہوگا اِس جہت سے کہ طاعت پر اُسکی مدد کی اور فرمایا کہ اپنا کھانا پرہیزگارون کو کھلاؤ اور سلوک جو کچھ کرو ایماندارون پر کرو۔ اور
ایک روایت مین یون ہے کہ اپنے کھانے کے لیے اُس شخص کی ضیافت کرو جس سے تمکو محبت فی اللہ ہو۔ اور بعض علما اپنا مال فقراے
صوفیہ کے سوا اور کسی کو نہ دیتے تھے اُنسے کسی نے کہا کہ اگر آپ یہ مال سب فقیرون کو دیا کرین تو اس سے بہتر ہو کہ ایک فرقہ خاص کو دیتے ہو
اُنھون نے فرمایا کہ نہین یہ وہ لوگ ہین کہ انکی ہمت خداے تعالیٰ کے لیے ہے جب اُنکو فاقہ ہوتا ہے تو اُنکی ہمت پریشان ہوجاتی ہے پس اگر
شخص کو مین صدقہ دیکر اُسکی ہمت خداے تعالیٰ کی طرف متوجہ کرون تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ ہزار شخصون کو دون جنکی ہمت دنیا کی
طرف ہو پس یہ کلام حضرت جنید بغدادی رح کے سامنے کسی نے نقل کی آپ نے اُسکو مستحسن فرمایا اور ارشاد کیا کہ وہ شخص اولیاء اللہ مین سے
ہے اور مین نے بہت مدت سے اس سے بہتر کلام نہین سنے پھر کہتے ہین کہ اُن بزرگ کے حال مین خلل آگیا اور قصد کیا کہ دوکان چھوڑ دین حضرت
جنید رح نے اُنکے پاس کچھ مال بھیجدیا اور فرمایا کہ اس سے اسباب خرید لو اور دوکان مت چھوڑو کہ تم جیسے آدمی کو تجارت مضر نہین یہ شخص بقال
مفلس جو اُنسے سودا خریدتے اُنسے دام نہین لیا کرتے تھے دوم صفت یہ ہے کہ جسکو دے وہ خاص کر اہل علم مین سے ہو کہ اُسکو دینے سے علم پر
مدد کرنا ہوگا اور علم بہت عبادتون سے اشرف ہے بشرطیکہ اُسمین نیت درست ہو۔ حضرت ابن مبارک اپنا صدقہ خاص اہل علم کو دیا کرتے کسی نے
اُنسے کہا کہ خوب ہو اگر آپ خیرات کو عام کردین آپ نے فرمایا کہ مین نبوت کے درجہ کے بعد کوئی درجہ علما کے درجہ سے افضل نہین جانتا پس جب عالم
کا دل اپنی کسی حاجت مین مشغول ہوگا تو وہ علم کے لیے مہلت نہ پاویگا نہ سیکھنے پر متوجہ ہوگا اسلیے اُنکو دینا گویا علم کے لیے اُنکو فرصت نکالدینی ہے

سوم صفت یہ ہی کہ وہ شخص اپنے تقویٰ مین سچا ہو اور علم توحید مین پکا۔ اور توحید اصطلاح ہی کہ جب کسی سے مال لیوے۔ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرے اور جانے کہ یہ نعمت اُسی کی طرف سے ہی درمیانی شخص کا لحاظ نہ کرے اور بندون کا شکر خداے تعالیٰ کی جناب مین یہی ہی کہ تمام نعمت کو خداے تعالیٰ کی طرف سے خیال کرے۔ اور لقمان نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ اپنے اور خداے تعالیٰ کے درمیان مین دوسرے کو نعمت دینے والا مت ٹھہرانا اور دوسرے کی نعمت کو اپنے اوپر فرض شمار کرنا۔ اور جو شخص خداے تعالیٰ کے سوا دوسرے کا شکر کرتا ہی تو اُسنے گویا منعم کو پہچانا ہی نہین اور اِس بات کا یقین نہین کیا کہ درمیانی آدمی مغلوب اور اُسکی تسخیر مین مسخر ہی کیونکہ خداے تعالیٰ ہی نے اُسپر دہش کے لوازم مسلط کیے اور اسباب دینے کے مہیا کردیے تب اُسنے دیا پس وہ دینے کے لیے مجبور ہی اگر وہ چاہتا کہ نہ دیوے تو اُس سے نہو سکتا اسلیے کہ پیشتر خداے تعالیٰ نے اُسکے دل مین ڈال دیا ہی کہ میرے دین و دنیا کی بہتری دینے مین ہی تو جب باعث قوی ہوتا ہی جبھی ارادے مین پختگی آتی ہو اور قدرت اُبھرتی ہی اُسوقت بندے سے اِس باعث قوی کی مخالفت بن نہین پڑتی جسمین کچھ تردد نہین ہوتا اور باعثون کا پیدا کرنے والا خداے تعالیٰ ہی اور وہی اُنکو قوت و زور دیتا ہی اور اُنکے ضعف و تردد کو دور کرتا ہی اور اُنکی خواہش کے مطابق قدرت کو اُبھارتا ہی پس جو شخص اِس امر پر یقین کریگا اُسکی نظر بجز مسبب الاسباب کے اور طرف نہین ہوگی۔ اور اس جیسے بندے کا یقین دینے والے کے حق مین دوسرون کی تعریف اور شکر سے زیادہ مفید ہی اس لیے کہ وہ تو ایک زبان کی حرکت ہی اکثر اُسکا نفع کم ہی ہوتا اور اس جیسے موحد کی اعانت بیکار نہین جاتی علاوہ ازین جو شخص دینے کے باعث تعریف کرتا ہی اور دعاے خیر مانگتا ہی وہ نہ دینے کے سبب سے بُرائی بھی کریگا اور بد دعا منھ سے نکالیگا اُسکا حال ایکسا نہین رہیگا۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فقیر کے پاس کچھ صدقہ بھیجا اور قاصد سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ وہ کہے یاد کرلینا اُس فقیر نے مال لیکر کہا کہ خدا کا شکر ہی جو اپنے ذکر کرنے والے کو نہین بھولتا اور نہ اپنے شکر کرنے والے کو تلف کرے پھر کہا کہ الٰہی اگر تونے مجکو فراموش نہین کیا تو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کردے کہ تجکو نہ بھولین قاصد نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا آپ اِس کلام سے خوش ہوے اور ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ یہی کہیگا۔ تو اِس فقیر کے حال کو دیکھو کہ اپنے التفات کو کیسا صرف خداے تعالیٰ پر منحصر کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ توبہ کر اُسنے کہا کہ مین صرف خداے تعالیٰ کی [illegible] توبہ کرتا ہون محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توبہ نہین کرتا آپ نے فرمایا کہ اسنے حق دار کا حق جان لیا۔ اور جبکہ حضرت عائشہ رض کی بہتان سے برات اُتری تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُنسے کہا کہ کھڑی ہو اور سر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دو حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ بخدا مین یہ نہ کرونگی اور نہ بجز خدا کے اور کسی کا شکر کرونگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر اِسکو جانے دو کچھ مت کہو۔ اور ایکسار روایت مین ہی کہ حضرت عائشہ رض نے حضرت ابوبکر رض کو یہ جواب دیا الحمد للہ لا بحمدک ولا بحمد صاحبک [illegible] بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا باوجودکہ برات کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضرت عائشہ رض کو [illegible] چیزون کو خداے تعالیٰ کے سوا اور کی طرف سے جاننا کافرون کا وصف ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی واذا ذکر اللہ وحدہ اشمازت قلوب الذین لا یؤمنون بالاخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ہم یستبشرون۔ اور جس شخص کا باطن درمیانی واسطون کی طرف التفات کرنے [illegible] صاف نہین اور درمیانی کو صرف واسطہ نہین سمجھتا تو اُسکا دل گویا کہ شرک خفی سے علیحدہ نہین ہوا اُسکو چاہیے کہ اللہ جلشانہ سے خوف کرے اور اپنی توحید کو شرک کی کدورتون اور شبہون سے صاف کرے صفت چہارم یہ کہ وہ شخص مستور الحال ہو اور اپنی حاجت کو چھپاتا ہو شکایت و درد بہت نہ بیان کرتا ہو یہ کہ صاحب مروت ہو جسکی نعمت جاتی رہی ہو اور عادت باقی رہ گئی ہو اور زندگی وضع کے ساتھ کرتا ہو اِس قسم کے لوگون کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف تعرفہم بسیماہم لا یسئلون الناس الحافاً۔ یعنی سوال مین مبالغہ نہین کرتے اِس وجہ سے کہ وہ لوگ اپنے یقین سے غنی ہین اور صبر کے باعث عزت دار اور اِس قسم کے لوگون کی تلاش دینداروں کی

معرفت ہر محلہ مین کرنی چاہیے اور خیرات کرنے والون کو وضعدار لوگون کے باطن کا حال دریافت کرنا چاہیے اسلیے کہ صدقہ کا ان لوگون پر خرچ کرنا ان لوگون کو دینے کی نسبت کہ جو علانیہ سوال کرتے ہین کئی گنا ثواب زیادہ رکھتا ہے۔ صفت پنجم یہ کہ وہ شخص صاحب عیال یا مرض مین گرفتار یا اور کسی سبب مین مبتلا ہو اور اُسکی مصداق یہ آیت ہے ہو الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یعنی جو لوگ طریق آخرت مین بسبب عیال کے یا تنگی روزی کے یا دل کی اصلاح کے گہر گئے ہون کہ زمین مین جانے کی قدرت نہ رکھتے ہون اسوجہ سے کہ ان اسباب سے اُنکے بازو ٹوٹے ہوے اور ہاتھ پاؤن رُکے ہوے ہون۔ حضرت عمرؓ ایک گھر کے لوگون کو ایک گلہ بکریون وغیرہ کا دس یا اُس سے زیادہ کا دیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطا عیال کے موافق عنایت فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ جہد البلا یعنی حالت شاقہ سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ عیال کی کثرت اور مال کی قلت۔ صفت ششم یہ ہے کہ وہ شخص قریبون اور ذوی الارحام مین سے ہو تو اُسکے دینے مین صدقہ بھی ہوگا اور صلۂ رحم بھی ہوگا اور صلۂ رحم مین جسقدر ثواب ہے وہ ظاہر ہے حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ اگر مین ایک درم سے اپنے کسی بھائی کا صلۂ رحم کرون تو میرے نزدیک بیس درم خیرات سے بہتر ہے اور اگر بیس درم سے کرون تو سو درم خیرات سے مجکو زیادہ پسند ہے اور اگر سو درم سے کرون تو میرے نزدیک ایک بردہ آزاد کرنے سے اچھا ہے اور جانکار شخصون مین سے دوستون اور اہل خیر کو مقدم دینا چاہیے جیسے بیگانون کی نسبت کر رشتہ دار مقدم ہین۔ پس ان دقائق کا لحاظ رکھنا چاہیے غرضکہ صفات مطلوبہ یہی ہین اور انہین سے ہر صفت مین بہت سے درجے ہین پس چاہیے کہ سب سے اعلیٰ درجہ والے کی تلاش کرے اور اگر کوئی شخص ایسا ملجاوے جسمین ان صفات مین سے کئی ہون تو بڑی دولت اور عمدہ نعمت ہے اور جس صورت مین کہ آدمی طلب اور تلاش مین محنت کرے اور مقصود کو حاصل کرے تو اُسکو دوہرا ثواب ملیگا اور اگر خطا ہو جاویگی تب بھی ایک ثواب کہین نہین گیا اسلیے دو ثواب کی صورت یہ ہے کہ ایک بات تو سردست حاصل ہوتی ہے یعنی نفس کو بخل کی صفت سے پاک کرنا اور دل مین محبت الٰہی کا پختہ ہونا اور اُسکی طاعت مین کوشش کرنی اور دوسری بات انجام کو ہوتی ہے کہ لینے والا اسکے حق مین دعا اور ہمت کرے کیونکہ نیکبختون کے دلون کے آثار سردست اور انجام کو ظاہر ہوا کرتے ہین پس اگر زکوۃ دینے والے کو عمدہ شخص ہاتھ لگ گیا اور اُسکی کوشش پر ثواب ہوئی تب تو دونون باتین حاصل ہونگی اور اگر کوشش خطا کر گئی تو اول بات حاصل ہوگی یعنی نفس کی طہارت بخل سے اور محبت الٰہی کی تاکید ہو جاویگی جنپر مدار شوق اللہ تعالیٰ کی لقا کا ہے [illegible] دوسری بات حاصل نہوگی یعنی ہمت و دعا کا جو فائدہ متصور تھا وہ حاصل نہوگا پس صواب کی صورت دونا اجر ملنے سے یہان اور دوسرے مقامو مین یہی غرض ہے واللہ اعلم

تیسری فصل زکوۃ لینے والے اور اُسکے استحقاق کے اسباب اور لینے کے آداب مین۔ یہ فصل دو بیانون پر مشتمل ہے

پہلا بیان استحقاق کے سببون کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ زکوۃ کا مستحق وہی شخص ہے جو مسلمان اور آزاد ہو اور ہاشمی اور مطلبی نہو اور اُسمین ایک صفت اُن آٹھ صفتون مین سے ہو جو قرآن مجید مین مذکور ہین آیت انما الصدقات۔ اور زکوۃ کا ذکر اور غلام کو اور ہاشمی اور مطلبی کو نہدینی چاہیے مگر لڑکے اور دیوانہ کا ولی اگر اُنکی طرف سے زکوۃ کو لے لے تو اُنکو دینا درست ہے اب آٹھون قسمون کو جُدا جُدا یاد کر لینا چاہیے۔ پہلی قسم [illegible] فقیر ہین اور فقیر اُسکو کہتے ہین جسکے پاس مال نہو اور نہ کمانے پر قادر ہو پس جس شخص کے پاس ایک روز کی غذا اور لباس [illegible] وہ فقیر نہین بلکہ مسکین ہے اور اگر اُسکے پاس آدھے دن کی غذا ہو تو وہ فقیر ہے اور اگر قمیص تو رکھتا ہو مگر رومال اور موزہ اور پاجامہ نہ رکھتا ہو اور قمیص کی اتنی قیمت نہین ہے کہ اُس سے سب چیزین فقرا کے حال کے موافق لیجا سکین تب بھی وہ فقیر ہے کیونکہ سردست اُسکے پاس وہ اشیا نہین جنکی اُسکو حاجت ہے اور اُنکے حاصل کرنے سے عاجز ہے غرضکہ فقیر مین اس بات کی قید لگانی ضرور نہین کہ اُسکے پاس سواے مقدار ستر عورت کے لباس کے نہو کیونکہ یہ قید مبالغہ ہے اور غالباً ایسا شخص نایاب بھی ہو۔ اور جس شخص کو عادت سوال کرنے کی ہو [illegible] سے خارج نہوگا اسلیے کہ سوال کرنا کوئی کمائی کا پیشہ نہین ہان جس صورت مین کمانے پر قادر ہو تو فقیری سے خارج ہو جاویگا [illegible] کمانے پر قادر ہو تو فقیر ہے

ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ کے مال مین سے اوزار خرید دینے درست ہین اور اگر ایسے پیشے پر قادر ہو جو اُسکی مروت اور شان کے لائق نہو تب بھی فقیر ہی متصور ہوگا - اور اگر وہ شخص فقیہ ہو اور کوئی پیشہ کرنا اُسکو مانع تفقہ سیکھنے کا ہو تو وہ بھی فقیر ہی اور اسکا قادر ہونا معتبر نہین - اور اگر وہ شخص عابد ہو اور پیشہ کرنے سے عبادات اور وظیفون معمولی کا ہرج ہوتا ہو تو اُسکو پیشہ کرنا چاہیے اسلیے کہ صدقہ کی بنسبت کر پیشہ کرنا بہتر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ اس سے مقصود یہی ہی کہ کمانے مین کوشش کرنی چاہیے - اور حضرت عمر رضہ نے فرمایا ہی کہ شبہہ کے ساتھ کمانا مانگنے سے بہتر ہی اور اگر اُسکے پاس اس جہت سے خرچ نہ بچتا ہو کہ اپنے باپ پر یا اُس شخص پر لذتہ کرتا ہو جسکا نفقہ اُسکے ذمہ واجب ہی تو یہ کسب کی بنسبت کر آسان ہی اُسکو فقیر نہ کہین گے - **دوسری قسم** مسکین ہین اور مسکین اُسکو کہتے ہین جسکی آمدنی خرچ کو کافی نہوتی ہو تو ہو سکتا ہی کہ ہزار درم کا مالک ہو اور مسکین ہو اور بعض اوقات کلہاڑی اور رسی کے سوا اور کچھ نہ رکھتا ہو اور مسکین نہو اور مکان مختصر رہنے کا اور کپڑے اپنے حال کے مناسب رکھنے سے مسکینون کے زمرہ سے خارج نہوگا اسی طرح اسباب خانہ داری یعنی اُن چیزون کا ہونا جنکی حاجت ہوتی ہی مسکین ہونے سے خارج نہین کرتا بشرطیکہ اُسکے حال کے موافق اشیا ہون - اسی طرح فقہ کی کتابون کا مالک ہونا مانع مسکینی نہین اور جس صورت مین کہ بجز کتابون کے اور کسی چیز کا مالک نہو تو اُسپر صدقہ فطر واجب نہین اور کتابون کا حال مثل کپڑون اور گھر کی ضروری چیزون کے ہی اُنکی بھی حاجت ہوتی ہی مگر کتاب کی حاجت کو سمجھنے مین احتیاط کرنی چاہیے اور جان لینا چاہیے کہ کتاب کی حاجت تین غرضون کے لیے ہوتی ہی ایک پڑھانا دوسرے پڑھنا تیسرے مطالعہ کرنا اور سیر کی حاجت کا اعتبار نہین مثلاً اشعار اور تاریخ اور اخبار کی کتابون کا جمع کرنا یا اور اسی طرح کی کتابین جو آخرت مین مفید نہون اور نہ دنیا مین کار آمد بجز سیر اور دل لگی کے ہون تو اس قسم کی کتابین کفارہ اور صدقہ فطر مین بیچ ڈالی جاوین اور مسکین ہونے کو ایسی کتابین مانع ہین اور پڑھانے کی حاجت اگر اسطرح ہو کہ اجرت پر پڑھاتا ہو جیسے معلم اور مؤدب اور مدرس ہوتے ہین تو اُنکے حق مین کتابین مثل اوزارون کے ہین جیسے درزی وغیرہ پیشہ ورون کے آلات ہین تو صدقہ فطر مین بیچنا نہ چاہیے اور اگر فرض کفایہ کی بجا آوری کے لیے تعلیم دیتا ہو تب بھی نہ بیچی جاوین اور اس صورت مین کتابون کے ہونے سے مسکینیت اُسپر سے دُور نہوگی کیونکہ تعلیم ایک حاجت ضروری ہی - اور پڑھنے اور استفادہ کی حاجت مثلاً طب کی کتابین اس غرض سے ہون کہ اپنے آپ کا علاج کرے یا وعظ کی کتاب اس نظر سے رکھنی کہ اُنہین مطالعہ کر کے نصیحت پذیر ہووے تو اس صورت مین اگر شہر مین کوئی طبیب اور واعظ ہو تب تو اس شخص کو اُن کتابون کی حاجت نہین اور اگر نہو تب البتہ حاجت کی چیز ہی - اور مطالعہ کی کتاب مین یہ لحاظ رہے کہ ایسی کتاب نہو جسکے مطالعہ کی برسون تک حاجت نہو بلکہ اُسکی مدت قریب بقیاس یہ ہی کہ برس روز مین کبھی نہ کبھی اُسکے مطالعہ کی نوبت آتی ہو اور اگر ایسی کتاب ہو کہ برس کے اندر اُسکی حاجت نہ پڑتی ہو تو اُسکو زائد از حاجت جاننا چاہیے اسلیے [illegible] شخص کے پاس ایک روز کی غذا سے زیادہ بچتا ہی اُسپر صدقہ فطر لازم آتا ہی تو جب صدقہ فطر کے لیے ایک روز فرض کیا گیا ہی تو اسباب [illegible]ی اور بدن کے کپڑون کے لیے برس روز کا معین ہونا چاہیے اور اسی نظر سے گرمی کے کپڑے جاڑون مین نہین بیچے جاتے اور چونکہ کتابین کپڑون اور [illegible] داری کے زیادہ مشابہ ہین اسی لیے اُنکے مطالعہ کے لیے بھی برس روز مقرر ہونا بہتر ہی - اور بعض اوقات ایک کتاب کے دو نسخے ہوتے ہین [illegible] ایک کو زائد از حاجت جاننا چاہیے اور اگر مالک کہے کہ اُن مین سے ایک صحیح زیادہ ہی اور دوسرا خوبصورت زیادہ اس لیے مجھے دونون کی ضرورت ہی تو ہم یہ کہین گے کہ صحیح تر کو رہنے دو اور خوبصورت کو بیچ دو اور دیدہ بازی اور رفاہیت طلبی سے ہاتھ اٹھاؤ - اور اگر ایک علم کی دو کتابین ہون [illegible] ہو اور ایک مختصر تو اگر اُسکا مقصود استفادہ ہو تو بڑی کو رہنے دے - اور اگر پڑھانے کی نیت ہو تو دونون کی حاجت اُسکو [illegible] ہر ایک مین وہ فائدہ ہی جو دوسری مین نہین اور اسطرح کی صورتین بیشمار ہین اور علم فقہ مین اُن سے بحث نہین [illegible] ہی کہ لوگ اکثر بہت مبتلا ہین اور دوسری وجہ یہ کہ اس کا لحاظ کتابون کے

اور چیزون مین بھی کرین کیونکہ سب کا لکھنا تو ممکن نہین کہ ہر ایک چیز مین یہ نظر ہو سکتی ہی مثلاً اثاث البیت کی مقدار اور شمار اور قسم کو دیکھین
اور بدن کے کپڑون پر غور کرین اور گھر کی تنگی اور فراخی مین تامل کرین اور ان چیزون کی کوئی حد معین نہین بلکہ فقیہ اپنی رائے سے
اجتہاد کرتا ہی اور حد مقرر کرنے مین جو تخمین مناسب جانتا ہی اُسکو مقرر کرتا ہی اور شبہات کے خطرے مین داخل ہوتا ہی اور پرہیزگار آدمی
اِس باب مین زیادہ محتاط کو اختیار کرتا ہی اور شک کی چیز کو چھوڑ کر بے کھٹکے بات عمل مین لاتا ہی اور بیچ کے درجے جو اطراف مقابل اوصاف
کے درمیان مین ہین وہ بہت ہین اور اُنسے بجز احتیاط کے اور کوئی صورت بچاؤ کی نہین۔ تیسری قسم عامل ہین یعنی قاضی و بادشاہ کے
سوا جو عامل زکوٰۃ وصول کرتے ہین وہ اِس قسم مین داخل ہین اور اسی مین عریف اور کاتب اور مستوفی اور محافظ اور نقل نویس آگئے اور
ان مین سے کسی کو اُس کام کی معمولی مزدوری سے زیادہ نہ دینا چاہیے پس اگر آٹھوین حصۂ زکوٰۃ مین سے ان لوگون کو دستور کے موافق اُجرت
دے کر کچھ بچ رہے تو اُسکو باقی قسمون پر تقسیم کر دینا چاہیے اور اگر کم ہو تو جو مال مصلحتون کے لیے رکھا رہتا ہی اُسمین سے پورا کر لینا چاہیے۔
چوتھی قسم وہ لوگ ہین جنکو مسلمان ہونے کے لیے تالیف کے طور پر دیا کرتے ہین اور ایسے لوگ اپنی قوم کے سردار ہوتے ہین اُنکے
دینے سے مسلمانی پر اُنکا ثابت رہنا اور اُنکے ہم جنسون اور تابعین کی ترغیب مقصود ہی۔ پانچوین قسم مکاتب ہین یعنی جن غلامون کو
اُن کے آقاؤن نے کچھ مال کے عوض آزاد کرنے کو کہا ہو پس مکاتب کا حصہ اُسکے آقا کو دے دینا چاہیے اور اگر خود مکاتب کو دے
دے تب بھی درست ہی اور آقا اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے مکاتب کو نہ دے کیونکہ وہ ابھی اُسکا غلام ہی۔ چھٹی قسم قرضدار ہین
جنھون نے امر طاعت خواہ مباح مین قرض لیا۔ اور افلاس کے باعث ادا نہو پس اگر معصیت مین قرض لیا ہو تو اُسکو کچھ نہ دینا چاہیے
جب تک کہ توبہ نہ کرے اور اگر تونگر کے ذمہ قرض ہو تو اُسکا قرض ادا کرنا چاہیے ہان اگر اُسنے کسی بہتری خلق خواہ فتنہ کے فرو کرنے
کے لیے قرض لیا ہو تو ایسے قرض کے ادا کرنے کا مضائقہ نہین۔ ساتوین قسم غازی ہین جنکا وظیفہ راتبہ دارون کے دفتر مین
کچھ نہو تو انکو زکوٰۃ مین سے ایک سہم دینا چاہیے اگرچہ وہ مالدار ہون اس مراد سے کہ جہاد پر اُنکی مدد ہو۔ آٹھوین قسم مسافر ہین یعنی جو شخص
اپنے شہر سے بارادہ سفر باہر نکلین خواہ زکوٰۃ دینے والے کے شہر مین اُنکا گذر ہو جاوے اور اُنکا سفر معصیت کے لیے نہو تو ایسے لوگ اگر مفلس
ہون تو انکو دینا چاہیے اور اگر اپنے گھر پر مال رکھتے ہون تو اس قدر دیوے کہ وہ اپنے مال تک پہونچ جاوین۔ [illegible] اگر یہ کہو کہ یہ صفات
ہشتگانہ معلوم کس طرح ہون تو فقیر اور مسکین ہونا تو لینے والے کے قول سے معلوم ہوتا ہی اُس سے اِس امر کے گواہ نہ لیے جاوین نہ قسم
لی جاوے بلکہ اُسکا صرف کہہ دینا کافی ہی کہ مین فقیر ہون بشرطیکہ جھوٹ ہونے کا یقین نہو اور جہاد اور سفر آئندہ کی بات ہی پس جو کوئی کہے
کہ میرا ارادہ سفر خواہ جہاد کا ہی اُسکو اُسکے کہنے کے مطابق دے دے اگر وہ اپنے قول کو پورا نہ کرے تو اُسکو جس قدر دیا ہو واپس لے
باقی جو چار قسمین رہین اُنمین سے گواہون کا ہونا ضرور رہی غرضکہ استحقاق کی شرطین اور اسباب یہ تھے جو اوپر مذکور ہوئے اور یہ امر کہ اُن [illegible]
مین سے ہر ایک کو کسقدر دینا چاہیے اسکا بیان عنقریب آتا ہی

دوسرا بیان لینے والے کے آداب کے ذکر مین اور اُسکے آداب پانچ ہین۔ اول یہ کہ یون سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھکو [illegible] اور دنیا [illegible]
کیا ہی تو اسلیے ہی کہ مجھکو اور فکر بجز ایک فکر کے نہ رہے اور خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے ایک فکر ہی کو عبادت مقرر فرمایا [illegible] آنکہ خدائے پاک
اور روز قیامت کا فکر ہی اور کوئی فکر دامنگیر نہو چنانچہ اس ارشاد مین یہی مراد ہی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون لیکن از انجا کہ تقاضائے حکمت ازلی
یہ ہوا کہ بندہ پر شہوتین اور حاجتین مسلط کیجاوین اور وہ اُسکی فکر کو پریشان کرین اسی [illegible] کرم یون ٹھہرا کہ بندہ پر نعمت ہو جائے جاوے اور
اُسکی حاجتون کو کافی ہو یہین نظر مال بہت سے پیدا فرما کر اپنے بندون کے ہاتھ مین ڈال [illegible] دفع کرنے کے وسیلے ہون اور طاعتون کے
واسطے فرصت ملنے کا ذریعہ ٹھہرین پس بعض لوگون کو بہت سا مال دیا تاکہ اُنکے حق مین [illegible] ہو وہ لو [illegible] خطر مین اور بعض کو جو اپنی محبت

سرفراز فرمایا تو اُنکو دنیا سے ایسا بچایا جیسے کوئی غمگسار مشفق بیمار کو پرہیز کراتا ہی یعنے اُنسے دنیا کے زوائد کو علیحدہ رکھا اور بمقدار حاجت کو مالدارون کے
ہاتھ سے اُن تک پہونچا دیا تاکہ کمانے کا فکر اور جوڑنے کی محنت اور حفاظت کا تردد مالدارون کے ذمہ رہے اور اُسکا فائدہ فقرا کو پہونچے کہ یہ خداے
تعالے کی عبادت ہی کے ہو رہین اور موت کے بعد کے لیے تیاری کرین دنیا کے زوائد اُنکے اِس مطلب کے مزاحم نہون اور نہ فاقہ اس تیاری
سے اُنکو روکے اور یہ نہایت درجہ کی نعمت ہی اور فقیر کو شایان ہی کہ فقیری کی نعمت کی قدر پہچانے اور خوب دل مین ٹھانے کہ اللہ تعالے کا
فضل مجھ پر اس چیز مین زیادہ ہی جو مجھ سے علیحدہ رکھی ہی بہ نسبت اُس فضل کے جو چیز کے مرحمت فرمانے مین کیا ہی چنانچہ اسکی تحقیق اور تفصیل
باب الفقر مین عنقریب مذکور ہو گی حاصل یہ کہ فقیر جو کچھ لیوے اُسکو اپنے رزق اور طاعت پر مدد کے لیے لیوے اور اُسمین یہ نیت کرلے
کہ اُسکی جہت سے خداے تعالے کی طاعت پر قوی ہو جاویگا اور اگر یہ بات نہو سکے تو اُس مال کو ایسے مصارف مین خرچ کرے جو خداے
تعالے نے مباح فرمائے ہین اگر اُس سے خداے تعالے کی معصیت پر مدد لیگا تو اُسکی نعمتون کا ناشکر اور اُسکی خفگی اور ناخوشی کا مستحق
ہوگا دوم یہ کہ دینے والے کا مشکور ہو اور اُسکے حق مین دعاے خیر کرے اور یہ شکر اور دعا ایسی طرح ہون کہ اُسکو درمیانی ہونے سے
خارج نہ کر دین بلکہ یہی سمجھے کہ خداے تعالے کی نعمت پہونچنے کا طریق وہ شخص ہو گیا ہی اور چونکہ خداے تعالے نے اُسکو ذریعہ اور واسطہ کر دیا
ہی اسلیے اُسکا واسطہ ہونا بیشک ہی اور اس طرح خیال کرنا اس بات کا منافی نہین کہ نعمت کو خداے تعالے کی طرف سے معلوم کرے
چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد ہی کہ مَن لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور اللہ تعالے نے اپنے بندون کے اعمال پر اُنکی تعریف بہت جگہ فرمائی
ہی حالانکہ اعمال پیدا کرنے والا اور اُنکی قدرت کا ایجاد کرنے والا وہی ہی مثلاً فرمایا نعم العبد انہ اواب یعنے ایوب اچھا بندہ ہی اور ہماری
طرف رجوع کرنے والا ہی اور سوا اُسکے اور بہت سی آئتین ہین۔ اور لینے والا دعا مین یون کہے کہ خداے تعالے پاک لوگون کے دلون
مین تیرے دل کو پاک کرے اور نیک لوگون کے عمل کے ساتھ تیرے عمل کو صاف کرے اور شہیدون کی روح کے میل مین تیری روح
پر رحمت بھیجے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو کوئی تمھارے ساتھ کچھ سلوک کرے تو تم اُسکا تدارک کرو اگر تمسے نہو سکے تو اُسکے
لیے دعا مانگو یہان تک کہ تمکو یقین ہو جاے کہ مکافات ہو گئی۔ اور ضمیمہ شکر یہ ہی کہ اگر عطا مین کچھ عیب ہو تو اُسکو چھپاوے اور اُسکی تحقیر اور
مذمت نہ کرے اور دینے والے کو نہ دینے کا ننگ نہ دلاوے جس صورت مین کہ وہ نہ دیوے۔ اور اگر وہ دیوے تو اُسکے فعل کو اپنے نزدیک
اور لوگون کے سامنے بڑا جانے کیونکہ دینے والے کا ادب اپنی دہش کو چھوٹا جاننا ہی اور لینے والے کا ادب یہ ہی کہ جو کوئی دے اُسکا ممنون ہو اور
اُسکی دہش کو بڑا جانے اور ہر شخص پر لازم ہی کہ اپنے حق پر قائم رہے اور اس امر مین کچھ مخالفت نہین اسلیے کہ اسباب چھوٹا جاننے اور بڑا جاننے کے جُدا جُدا
ہین دینے والے کے حق مین چھوٹا جاننے کے اسباب کا لحاظ مفید ہی اور اُسکے خلاف کرنا مضر ہی اور لینے والے کا حال اُسکے برعکس ہی اور یہ سب باتین اسکے
[illegible] نعمت کو خداے تعالے کیطرف سے جانے نہین ہان جو کوئی درمیانی شخص کو واسطہ نہ جانے وہ جاہل ہی اور جو واسطہ کو اصل سمجھتا ہی بُرا ہی
سوم یہ کہ جو مال لینا چاہے [illegible] اُسکو بیشتر دیکھ لینا چاہیے اگر وہ ناجائز اور حرام سے ہو تو اُس سے پرہیز کرے اللہ تعالے اور کہین سے پہونچا دیگا
کہ فرمایا ہی ومن یتق اللہ یجعل [illegible] ویرزقہ من حیث لا یحتسب یہ بات نہین کہ جو شخص حرام سے احتراز کرے تو اُسکو حلال مال نہین پہونچیگا غرضکہ
ترکون اور لشکریون اور سرکاری علمون کے مال [illegible] اُن لوگون کے جنکی اکثر کمائی حرام ہی نہ لیوے لیکن اگر اُسپر وقت تنگ ہو اور جو مال اُسکو
دیا جاتا ہو اُسکا کوئی مالک معین نہ معلوم [illegible] مین اُسکو اپنی حاجت کے موافق لینا جائز ہی کہ شرع کا فتوی اس جیسی صورت مین
یہی ہی کہ اُسکو خیرات کر دے جیسا کہ [illegible] یقین [illegible] یہ اسصورت مین ہی کہ حلال سے عاجز ہو اور اگر ایسا مال لیگا تو زکوٰۃ کا لینے والا نہین ہوگا
اسلیے کہ یہ پیسا تو حرام ہی جسنے زکوٰۃ [illegible] تو در حقیقت ادا نہین ہوا ہی نہین چہارم یہ کہ شک کی جگہون سے احتراز کرے اور جو کچھ لیوے اگر اُسکی
مقدار مین شبہہ پڑے تو اُس سے [illegible] ڈھانپ دینے و [illegible] بقدر لیوے اور جبتک یہ نہ معلوم کرلے کہ مجھ مین استحقاق کی صفت موجود ہی تب تک نہ لیوے

مثلاً اگر مکاتب ہونے یا قرضدار ہونے کی جہت سے زکوٰۃ لیتا ہو تو قرض کی مقدار سے زائد نہ لیوے اور اگر عامل ہونے کی جہت سے لیتا ہو تو اجرت مثل سے زیادہ نہ لیوے اور اگر زیادہ دیا بھی جاوے تو اُس سے انکار کرے کیونکہ یہ مال کچھ دینے والے کا نہیں تاکہ وہ سلوک میں داخل ہو اور اگر مسافر ہو تو توشہ اور منزل مقصود تک سواری کے کرایہ کی مقدار سے زیادہ نہ لیوے اور اگر غازی ہو تو بجز جہاد کی چیزون کے جو خاص اُسی مین کام آدین مثل گھوڑے اور ہتھیار اور خرچ کے اور کچھ نہ لے اور ان اشیا کا اندازہ اُسکے اجتہاد سے متعلق ہی اُسکی کوئی حد مقرر نہین اور یہی حال مسافر کے توشے کا ہی اس صورت مین شبہہ کی چیز چھوڑ کر یقینی بات اختیار کرے اور اگر مسکین ہونے کی جہت سے لیتا ہو تو اول اپنے لوازم خانہ داری اور کپڑون اور کتابون مین تامل کرے کہ اُن مین کون سی چیز کی خود کی حاجت نہین اور کس چیز کے نفیس ہونے کی ضرورت نہین اُسکو بیچ کر ہو سکتا ہو کہ کارروائی کے موافق دوسری چیز آجاوے اور کچھ دام بچ رہین اور یہ بات بھی فقیر کے اجتہاد سے متعلق ہی اسمین ایک طرف ظاہر ہوتی ہی اُس سے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ شخص مستحق ہی اور ایک دوسری طرف اُسکے مقابل ہوتی ہی جس سے یہ سمجھ مین آتا ہی کہ مستحق نہین اور ان دو طرفون کے بیچ مین بہت سے درجے متوسط ہین جنمین شبہہ پڑتا ہی اور کاجل کی کوٹھری کا سا حال ہی جس سے کہ غالباً دھبا لگنے سے نہ بچے اور اس بات مین اعتماد لینے والے کے قول پر ظاہر ہی۔ اور تنگی برتنے اور فراخی برتنے مین محتاج کے بہت سے مقام ہین کہ اُنکے شمار نہین ہو سکتے پرہیزگار آدمی اپنی حاجتون کا اندازہ تنگی کے ساتھ کیا کرتا ہی اور سہل انگار کا میل وسعت اور فراخی کیطرف ہوتا ہی یہانتک کہ اپنے نفس کو بہت سی باتون کی ضرورت سمجھا کرتا ہی اور یہ امر شریعت مین برا ہی۔ بہرحال جب حاجت ثابت ہو جاوے تو چاہیے کہ بہت سا مال نہ لے بلکہ اُسقدر لے کہ لینے کے وقت سے ایک سال تک کافی ہو یہ مدت بڑی سے بڑی ہی اسوجہ سے کہ برس کے مکرر ہونے سے آمدنی کے اسباب مکرر ہوتے ہین اور نیز آنحضرت صلعم نے اپنے عیال کے واسطے ایک سال کی غذا جمع بھی فرمائی ہی تو بہتر ہی کہ فقیر اور مسکین کے لیے بھی یہی حد مقرر ہو اور اگر ایک مہینے خواہ ایک روز کی حاجت پر بس کرے تو تقوی سے قریب تر ہی۔ اور جو مقدار کہ زکوٰۃ اور صدقہ مین سے لینی چاہیے اُسکے باب مین علما کے مذاہب جدا جدا ہین بعضے کہی مین اسقدر مبالغہ کرتے ہین کہ اُنھون نے ایک دن رات کی غذا پر کفایت کرنے کو واجب کر دیا ہی اور اپنی دلیل اُس روایت کو کہتے ہین جو سہل ابن حنظلہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلعم نے غنا کے ہوتے ہوے سوال کرنے سے منع فرمایا پھر غنا کو جو آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ صبح اور شام کا کھانا پاس ہو اور دوسرون نے کہا ہی کہ توانگری کی حد تک لیوے اور توانگری کی حد زکوٰۃ کی نصاب ہی اسلیے کہ اللہ تعالی نے زکوٰۃ صرف توانگرون پر واجب فرمائی ہی تو اس سے اُنھون نے یہ نکالا کہ اپنے واسطے اور اپنے کنبے مین سے ہر شخص کے واسطے اُسکو زکوٰۃ کی نصاب تک لینا درست ہی اور بعض لوگون نے توانگری کی حد پچاس درم فرمائے ہین اسلیے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی من سال ولہ مال یغنیہ جاء یوم القیمۃ وفی وجہہ خموش قیل وما غناہ قال خمسون درہما او قیمتہا من الذہب اور کہتے ہین کہ اس حدیث کا ایک راوی قوی نہین اور بعض لوگون نے توانگری کی حد چالیس درم فرمائی ہی اسوجہ سے کہ عطا ابن یسار سے منقطع روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من سال ولہ اوقیۃ فقد الحف فی السوال اور دوسرے علما نے وسعت مین مبالغہ کرکے فرمایا ہی کہ فقیر کو اتنا لینا درست ہی کہ اُس سے ایک زمین خرید لے جس سے تمام عمر کو بےفکر ہو جاوے یا اُس سے کوئی مال تجارت خرید کرلے حاجت ہو جاوے کیونکہ بےفکری اور غنا اسی کا نام ہی کہ تمام عمر [illegible] فرمایا ہی کہ جب دو تو غنی کر دو۔ یہان تک کہ بعض کا مذہب یہ ہی کہ اگر کوئی شخص محتاج ہو جاوے تو اُسکو اتنا لینا درست ہی کہ [illegible] حال بدستور سابق ہو جاوے گو دس ہزار درم سے ہوتا ہو ہان جس صورت مین کہ فقیر حد اعتدال سے خارج ہو اُس وقت البتہ درست نہین اور جب حضرت [illegible] اپنے باغ مین نماز پڑھتے تھے اور اُسکی طرف دھیان بٹنے سے نماز مین حرج ہوا تو فرمایا کہ مین نے اِس باغ کو صدقہ کر دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو ارشاد فرمایا کہ اُسکو اپنے رشتہ دارون مین صدقہ کرو کہ یہ تمھارے حق مین اچھا ہی آپ نے اُسکو حضرت حسان اور [illegible] کو دیا [illegible] ایک باغ خرما کا دو شخصون کو بہت ہوا اور غنی کر دیا۔ اور حضرت عمر نے ایک اعرابی کو ایک اُونٹنی مع اُسکے باپ کے دے ڈالی تھی [illegible] یا جاتا ہی غرضکہ دونون طرف کے دلائل یہ ہین اور ہمارے نزدیک یہ ہی کہ کمی کے لیے مقدار ایک رات دن کی غذا یا اوقیہ کا ہونا اس باب [illegible] ل نکرے اور دروازون پر نہ پھیرے اور گداگری بری چیز ہی اسکا حکم اور ہی اُسکو اس بحث سے کچھ سروکار نہین بلکہ جدا احتمال [illegible] بست ہی کہ اُس سے زمین خرید لے اور عمر بھر

لو غنی ہو جسوقت اس قلت کی نسبت کرو یہی اچھا ہو گو یہ کہنی زیادتی بیجا کی طرف مائل ہو اعتدال سے قریب تر یہ ہو کہ برس روز کے لیے کافی ہو اور اس سے زیادہ مین خطر ہو اور کمی کی صورت مین تنگی ہو اور جسصورت مین کہ ان امور مین کوئی اندازہ نہین اسی لیے انکے باب مین توقف کیا گیا ہو بس مجتہد کو یہی پہونچتا ہو کہ جیسا دیکھے ویسا حکم کرے پھر پرہیزگار سے کہدیا جاوے کہ تو اپنے دل سے فتویٰ لے گو اور لوگ تجکو کچھ کچھ فتویٰ دین جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا تھا کیونکہ گناہ دلون پر غالب ہونے والا ہو بس اگر لینے والا اپنے دل مین اُس مال کیطرف سے خلش پاوے تو چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے ڈرے اور فتویٰ کے بہانے سے اُسکی اجازت اپنے لیے نہ سمجھے کیونکہ علماء ظاہر کے فتویٰ ضرورتون کی قید سے آزاد ہوتے ہین اور اُن مین تخمین اور شبہون مین داخل ہونا بہت ہو اور دینداروں اور طریق آخرت کے سالکون کی عادت شبہات سے احتراز کرنے کی ہوتی ہو پنجم یہ کہ صاحب مال سے پوچھے کہ تمپر زکوٰۃ کتنی واجب ہو اور جب اُسکی مقدار معلوم ہو تو جو کچھ اپنے آپ کو ملا ہو اُسکو دیکھے اگر یہ مقدار کل زکوٰۃ کے آٹھوین حصہ سے زائد ہو تو اُسمین سے کچھ نہ لے اسلیے کہ یہ اور اِسکے دو اور شریک ملکر صرف آٹھوین حصہ کے مستحق ہین بس آٹھوین حصہ میز دو اپنی قسم کے آدمیون کا حصہ کم کرکے لیوے ورنہ کچھ نہ لے اور یہ بات دریافت کرنی اکثر لوگون پر واجب ہو کیونکہ خلق اس تقسیم کی رعایت نہین کرتی خواہ جہالت کے باعث یا سہولت برتنے کی جہت سے البتہ جس صورت مین گمان غالب حرمت کے احتمال کا نہو تو اُسوقت اُن جیسی باتون کو دریافت نکرنا جائز ہو اور سوال نکرنے کے مواقع اور احتمال کے درجات باب الحلال والحرام مین انشاء اللہ مذکور ہونگے

چوتھی فصل صدقہ نفل اور اُسکی فضیلت اور اُسکے لینے اور دینے کے آداب کے ذکر مین اور اس فصل مین تین بیان ہین

پہلا بیان صدقہ کی فضیلت مین۔ احادیث اس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دو اگرچہ ایک کھجور ہی ہو اسلیے کہ وہ کسیقدر بھوکے کی تکلیف بند کرتا ہو اور گناہ کو ایسا بجھاتا ہو جیسا پانی آگ کو بجھاتا ہو اور فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرة فان لم تجدوا فبكلمة طيبة اور فرمایا کہ جو بندہ مسلمان کہ اپنی پاک کمائی سے صدقہ کرتا ہو اور خدا تعالیٰ پاک ہی کو قبول بھی فرماتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس صدقہ کو اپنے دہنے ہاتھ مین لیتا ہو پھر اُسکی پرورش کرتا ہو جیسے تم مین [illegible] کوئی اپنے بچہ کو پالتا ہو یہانتک کہ کھجور بڑھکر اُحد کے برابر ہو جاتی ہو۔ اور حضرت ابو درداء رضہ کو فرمایا کہ جب تم شوربا پکاؤ تو اُسمین پانی زیادہ کردو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والون کو دیکھو اور اُسمین سے اُنکو پہونچاؤ اور فرمایا کہ جو بندہ صدقہ اچھا دیتا ہو اللہ تعالیٰ اُسکے عوض مین برکت بھی خوب ہی دیتا ہو۔ اور فرمایا كل امرئ في ظل صدقته حتى يقضى بين الناس اور فرمایا الصدقة تسد سبعين بابا من الشر اور فرمایا صدقة السر تطفی غضب الرب عزوجل اور فرمایا کہ جو شخص کہ وسعت کے باعث دیتا ہو وہ ثواب مین اُس سے افضل نہین جو حاجت کے سبب سے قبول کرتا ہو۔ اور غالباً اس سے مقصود یہ ہو کہ جو شخص مال لینے سے اپنی حاجت اسلیے دفع کرے کہ دین کے لیے فراغت ملجاوے تو وہ شخص دینے والے کے مساوی ہوگا جو اپنی دہش سے نیت [illegible] دین کی آبادی کی کرتا ہو اور کسی نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ صدقہ کونسا افضل ہو آپ نے فرمایا کہ ایسے وقت مین صدقہ افضل ہو کہ تندرست اور [illegible] لا ہو اور توقع بہت جینے کی رکھتا ہو اور فاقہ سے ڈرتا ہو۔ اور صدقہ دینے مین تاخیر نہ کرے یہانتک کہ جان جب نرخرے مین آپہونچے تو کہنے لگے کہ اتنا فلانے کو اور [illegible] نے کو دینا حالانکہ مال اور کسی کا ہو چکا ہو۔ اور ایک روز آپ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ صدقہ کرو ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہو آپ نے [illegible] اُسکو اپنے نفس پر خرچ کر اُسنے کہا کہ میرے پاس ایک اور ہو فرمایا کہ اُسکو اپنی بی بی پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہو فرمایا کہ اُسکو اپنی اولاد پر خرچ [illegible] کیا کہ میرے پاس [illegible] ایک اور ہو فرمایا کہ اُسکو اپنے خادم پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہو فرمایا کہ اُسکی نگاہ تجکو زیادہ ہو یعنی جہان اچھا موقع دیکھ [illegible] محمد کے لیے صدقہ حلال نہین کہ وہ لوگون کا میل ہو۔ اور فرمایا کہ سائل کی حرمت ہٹاؤ اگرچہ اتنے کھانے سے ہو جتنا پرند کا سر [illegible] ہی تو جو کوئی اُسکو محروم پھیر یگا اُسکو فلاح نہو گی اور حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہو کہ جو شخص سائل کو اپنے گھر سے محروم پھیرتا ہو فرشتے اُس [illegible] شاید نہین ڈالتے۔ اور آنحضرت صلعم دو کام کسی دوسرے کو سپرد نہ فرماتے تھے اپنے آپ اُنکو کیا کرتے تھے ایک یہ کہ رات کو وضو کا پانی اپنے آپ رکھتے [illegible] ڈھانپ دیتے دوسرا یہ کہ مسکین کو اپنے دست مبارک سے عنایت فرماتے اور فرمایا کہ مسکین وہ نہین ہو کہ اُسکو ایک

کھجور یا دو کھجورین اور ایک لقمہ یا دو لقمے ہٹا دین بلکہ مسکین وہ ہی جو سوال کرنے سے باز رہے اگر تم چاہو تو پڑھو دیکھو لایسئلون الناس الحافا یعنی نہین مانگتے
لوگون سے لپٹ کر۔ اور فرمایا کہ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے تو وہ اللہ تعالی کی حفاظت مین رہتا ہے جبتک کہ اُس کپڑے کا مسکین کے
بدن پر پیوند رہتا ہے اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ عروہ بن زبیر رض فرماتے ہین کہ حضرت عائشہ رض نے پچاس ہزار خیرات کیے حالانکہ اُنکا کرتہ پیوند دار
ہی رہا۔ اور مجاہد رح نے اس آیت مین ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا علی حبہ کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ اُسکی خواہش رکھتے ہون۔ اور
حضرت عمر رض فرمایا کرتے کہ الٰہی مال اور توانگری ایسے شخصون کو دے جو ہم مین سے بہتر ہون کہ شاید وہ لوگ اُسکو ہم مین حاجتمندون کو پہونچا دین
اور عبدالعزیز بن عمیر فرماتے ہین کہ نماز آدمی کو آدھے راستہ پر لیجاتی ہے اور روزہ بادشاہ کے دروازے تک پہونچاتا ہے اور صدقہ بادشاہ کے سامنے
جا کھڑا کرتا ہے اور ابن ابی الجعد کا قول ہے کہ صدقہ آدمی سے ستر خرابیون کی قسمین دور کرتا ہے اور پوشیدہ دینا صدقہ کا ظاہر کی نسبت ستر گنا ہوتا ہے اور صدقہ
ستر شیطانون کے جبڑے چیر دیتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہے کہ ایک شخص نے ستر برس خداے تعالی کی عبادت کی پھر اُس سے کوئی گناہ
کبیرہ سرزد ہوا اور اُسکا عمل باطل کر دیا گیا پھر اُسکا گذر ایک مسکین پر ہوا اور اُسکو روٹی صدقہ دی اللہ تعالی نے اُسکی خطا معاف فرمائی اور ستر
برس کے عمل پھر اُسکے بحال کر دیے۔ اور لقمان رح نے اپنے بیٹے کو کہا کہ جب تو کوئی خطا کرے تو صدقہ دینا۔ اور یحیی ابن معاذ رح فرماتے ہین کہ مجھے نہین
معلوم کہ کوئی دانہ وزن مین دنیا کے پہاڑون کے برابر ہو جاے بجز صدقہ کے دانہ کے کہ یہ البتہ اتنا ہو سکتا ہے اور عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہین کہ
تین چیزین اول زمانہ مین جنت کے خزانون مین سے کہا کرتے تھے اول مرض کا چھپانا دوم صدقہ کا چھپانا سوم مصیبتون کا چھپانا اور یہ روایت مسند
بھی آئی ہے۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ اعمال نے ایک دوسرے پر فخر کیا تو صدقہ نے کہا کہ مین تم سب سے افضل ہون اور عبداللہ رح شکر خیرات مین
دیا کرتے اور کہتے کہ مین نے دیکھا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون اور اللہ تعالی جانتا ہے کہ مین شکر سے محبت رکھتا ہون اور نخعی رح
فرماتے ہین کہ جب کوئی چیز خداے تعالی کے لیے ہو تو مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اُسمین کوئی عیب ہو۔ اور عبید بن عمیر رح فرماتے ہین کہ قیامت کے
روز لوگ سب دنون سے زیادہ بھوکے اور پیاسے اور ننگے اُٹھینگے پس جسنے اللہ تعالی کے لیے کھانا کھلایا ہوگا اللہ تعالی اُسکو سیر کریگا اور جس نے
اللہ کے لیے پانی پلایا ہوگا اُسکو سیراب کریگا اور جسنے اُسکے واسطے کپڑا پہنایا ہوگا اُسکو کپڑا پہنا دیگا۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ اگر اللہ تعالی
چاہتا تو تم سب کو توانگر کر دیتا کہ کوئی تم مین فقیر نہوتا مگر اُسنے تم مین سے بعض کا امتحان بعض سے لیا ہے۔ اور شعبی رح نے کہا ہے کہ جتنی حاجت فقیر کو
مالدار کے صدقہ کی ہے اگر مالدار اُسکی نسبت کر اپنے آپ کو صدقہ کے ثواب کا زیادہ حاجتمند نہ جانے تو اُسکا صدقہ بیکار ہے اور یہ صدقہ اُسکے منہ پر مارا جائیگا
اور امام مالک رح فرماتے ہین کہ جو پانی صدقہ کیا جاتا ہے اور مسجد مین پلایا جاتا ہے اگر اُسمین سے توانگر پی لے تو ہم مضایقہ نہین جانتے اسلیے کہ جسنے اُسکو سبیل کیا
ہے تو پیاسون کے لیے کیا ہے کوئی ہون اُسکا مقصود خاص محتاجون اور مسکینون پر صدقہ کرنے کا نہین کہتے ہین کہ ایک دلال ایک لونڈی ساتھ لیے
حسن بصری رح کے پاس ہو گذرا آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو اُسکے دام مین ایک یا دو درم پر بھی راضی ہے اُسنے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ
تو حورون کے باب مین ایک پیسے اور لقمہ پر راضی ہے

دوسرا بیان صدقہ کے پوشیدہ اور ظاہر لینے کے ذکر مین۔ اخلاص کے طالبون کا اسمین اختلاف ہے کہ دونون [illegible] مین سے بہتر کونسا ہے بعض کا میل تو اسطرف
ہے کہ پوشیدہ لینا افضل ہے اور بعض اس طرف جھکے ہین کہ ظاہر لینا افضل ہے اور ہم ان دونون [illegible] مین جو فوائد [illegible] [illegible] پائی جاتی ہین اول انکی طرف اشارہ
کرتے ہین پھر امر حق کی تشریح کرینگے۔ جاننا چاہیے کہ پوشیدہ لینے مین پانچ فائدے ہین اول [illegible] [illegible] [illegible] رہتا ہے کہ ظاہر مین لینا پردہ مروت کو
پھاڑنا اور حاجت کا ظاہر ہو جانا اور سوال نہ کرنے کی ہیئت سے خارج ہونا ہے۔ اور [illegible] [illegible] ہوتی ہے کہ اس سے بیخبرون کی نظر مین آدمی
غنی معلوم ہوتا ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ لوگون کے دل اور زبانین محفوظ رہینگی کہ ظاہر [illegible] [illegible] [illegible] کے لینے پر انکار کرتے ہین اس خیال سے
کہ اُسنے باوجود توانگری کے لے لیا یا زیادہ لے لینے کیطرف منسوب کرتے ہین اور حسد اور گمان [illegible] اور غیبت سب بڑے گناہ
بچتا ہے ہین۔ اور لوگون کو ان گناہون سے

[illegible] مسکین [illegible] بہتر ہی ابو ایوب سختیانی کہتے ہین کہ مین نئے کپڑے کا پہننا اسلیے ترک کرتا ہون کہ مجھے یہ ڈر ہوتا ہی کہ کہین میرے ہمسایون مین اس سے حسد
نہ پیدا ہو اور ثوری [illegible] زاہد کا قول ہی کہ مین اکثر چیز کا استعمال اپنے بھائیون کی خاطر چھوڑ دیتا ہون کہ یون نہ کہین کہ اسکے پاس یہ کہان سے آگئی اور ابراہیم
تیمی رح سے مروی ہی کہ اُنپر لوگون نے نیا قمیص دیکھا اُنکے بعض بھائیون نے پوچھا کہ یہ تمہارے پاس کہان سے آیا فرمایا کہ میرے بھائی خیثمہ نے مجھے
پہنایا ہی اور اگر مین یہ جانتا کہ اس امر کی اطلاع اُسکے گھر والون کو ہی تو ہرگز اسکو قبول نکرتا تیسرا فائدہ یہ ہی کہ دینے والے کو عمل کے خفیہ کرنے پر اعانت
ہوتی ہی اور ظاہر ہی کہ دینے کے باب مین خفیہ کو علانیہ پر فضل ہی تو لینے والا اگر اس باب مین اعانت دینے والے کی کریگا تو بہتر ہوگا کہ اچھی بات کی تکمیل پر
اعانت کرنی بھی اچھی ہی اور پوشیدہ کرنا بدون دونون کے بن نہین سکتا اگر مسکین حال ظاہر کر دے تو دینے والے کا حال معلوم ہو جاویگا کسی شخص نے
بعض علما کو کوئی چیز ظاہر مین دی اُنھون نے نہ لی اور دوسرے شخص نے ایک چیز پوشیدہ دی تو لے لی کسی نے اُنسے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دوسرے شخص نے
اپنی خیرات مین ادب اور قاعدہ کو ملحوظ رکھا کہ چھپا کر دیا اسواسطے مین نے قبول کر لیا اور اول شخص نے اپنے عمل مین بے ادبی کی اسلیے مین نے عطاے
تو بلقاے تو مناسب جانا اور کسی شخص نے ایک درویش صوفی کو کوئی چیز مجمع مین دی تو اُسنے پھیر دی اُس شخص نے کہا کہ جو چیز تمکو اللہ نے دی اُسکو
کیون پھیرتے ہو درویش نے کہا کہ جو چیز خاص خدا تعالی کے لیے تھی اُسمین تو نے دوسرے کو شریک کر دیا اور صرف خدا تعالے کی نگاہ پر اکتفا نہ کی تو تیرا
شرک مین نے تجھی کو ہٹا دیا - اور بعض عارفون نے ایک چیز پوشیدہ قبول کر لی جسکو ظاہر مین واپس کر دی تھی نذر کرنے والے نے اُنسے اسکی وجہ پوچھی
فرمایا کہ ظاہر مین دینے کے باعث تو نے خدا تعالی کی نافرمانی کی تھی اسلیے مین نے نافرمانی پر تیری مدد نہ کی اب جو تو نے اُسکی اطاعت پوشیدہ دینے
کے باعث کی تو اس نیکی پر مین نے تیری اعانت کی - اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ اگر مین یہ جانتا کہ کوئی شخص وہش دیکر اُسکا ذکر نکریگا اور لوگون سے
نہ کہیگا تو اُسکی دہش قبول کر لیتا - چوتھا فائدہ یہ ہی کہ مسکین ذلت اور خواری سے بچتا ہی کہ ظاہر کے لینے مین ذلت ہوتی ہی اور ایماندار کو نہین
چاہیے کہ اپنے آپکو بے عزت اور ذلیل کرے بعض علما کو خفیہ اگر کوئی کچھ دیتا تو لیتے اور ظاہر مین نہ لیتے اور کہتے کہ ظاہر لینے مین علم کی ذلت اور علما کی
بےعزتی ہی تو مین ایسا نہین کرونگا کہ مال کو تو اونچا کرون اور اُسکے عوض مین علم اور علما کو پست کرون پانچوان فائدہ شرکت کے شبہہ سے احتراز کرنا ہی
اسلیے کہ آنحضرت صلی [illegible] علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جس شخص کے پاس کوئی ہدیہ آوے اور اُسکے یہان کچھ لوگ ہون تو وہ سب اُس ہدیہ مین شریک ہونگے
اور سونا چاندی ہونے سے یہ ہدیہ سے خارج نہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ افضل ہدیہ جو آدمی اپنے بھائی کے پاس بھیجے چاندی ہی یا اسکو
کھانا کھلانا - پس اس حدیث مین چاندی کو بھی ہدیہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مجمع مین ایک شخص خاص کو بدون سب کی رضامندی کے کچھ دینا
مکروہ ہی اور رضامندی کا حال مشتبہہ ہوتا ہی اسلیے تنہائی مین دے دینا اس شبہہ سے محفوظ رکھتا ہی - اب صدقہ کو برملا لینے اور اُسکا ذکر دوسرے
[illegible] ون سے کرنے مین پانچ فائدے ہین اول اخلاص اور صدق کا ہونا اور اپنے حال کو لوگون سے دھوکا دینے سے بچانا اور ریا سے محفوظ رہنا ہی کہ
[illegible] ویسا ہی ظاہر کر دیا یہ بات نہین کہ حقیقت مین کچھ ہی اور نمود کی وجہ سے اُسکو ظاہر نہین کرتا - دوسرا فائدہ یہ ہی کہ جاہ و منزلت دور
ہو جاتی ہی اور بندگی [illegible] بات ظاہر ہوتی ہی اور تکبر اور سبے حاجت ہونے کے دعوی سے بتری پائی جاتی ہی اور لوگون کی نظرون سے نفس گر جاتا ہی
بعض عارفون نے اپنے شاگرد [illegible] لینے کو ہر حال مین ظاہر کرے کیونکہ جب تو ایسا کریگا تو لوگ تیرے ساتھ دو قسمون پر ہو جاوینگے ایک تو وہ ہونگے جنکے دلسے تو گر جاویگا
تو یہ تو مقصود ہی ہی اسو جہ [illegible] دین کی سلامتی [illegible] نافع تر ہی اور اس سے نفس کی آفتین بھی کم ہوتی ہین دوسرے وہ ہونگے جنکے دلون مین تیری گنجائش
زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ [illegible] اور یہ وہ بات ہی کہ جسکو تمھارا بھائی چاہتا ہی کیونکہ اُسکا مقصود ثواب کا زیادہ ملنا ہی تو جسصورت
مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا [illegible] زیادہ ہوگا اور یہ ثواب تجکو بھی ہوگا کہ اُسکے ثواب زیادہ ہونیکا سبب تجھی ہوا ہی تیسرا فائدہ توحید کا
شرک سے بچانا ہی اسلیے کہ عارف [illegible] اور طرف نہین ہوتی پوشیدہ اور ظاہر اُسکے حق مین یکسان ہی تو اس حال کا مختلف ہونا توحید
مین شرک ہی بعض اکابر کا قول ہی [illegible] پوشیدہ لے لیتا تھا اور ظاہر ہٹا دیتا تھا اُسکی دعا کا ہم اعتبار نہ کرتے تھے - اور خلق کیطرف التفات کرنا خواہ وہ

موجو ہون یا غائب حال مین نقصان ہو بلکہ چاہیے کہ نظر واحد یکتا پر منحصر ہو۔ کہتے ہین کہ کوئی بزرگ اپنے سب مریدون مین سے ایک کی طرف زیادہ مائل تھے
اور مریدون کو یہ بات شاق معلوم ہوئی اُن بزرگ نے چاہا کہ اِن لوگون پر اِس مرید کی فضیلت ظاہر کیا چاہیے اسلیے ہر ایک مرید کو ایک ایک مرغی دی اور
کہا کہ ہر ایک اپنی اپنی مرغی لیکر ایسی جگہ ذبح کرلاؤ جہان کوئی نہ دیکھے سب مرید چلے گئے اور اپنی اپنی مرغی ذبح کرلائے مگر وہ مرید مرغی زندہ لایا اُنسے جو بزرگ نے پوچھا
تو کہا کہ ہمکو جیسا حکم تھا اُسکی تعمیل کردی جب اُس مرید سے پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیون کیطرح کیون نہ ذبح کی اُسنے کہا کہ مجھکو کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہان کوئی نہ دیکھتا ہو
اسلیے کہ اللہ تعالےٰ سب جگہ ناظر تھا اُس بزرگ نے اُن لوگون سے کہا کہ اسوجہ سے مین اسپر زیادہ مائل ہون کہ وہ سواے خدا کے اور طرف دھیان نہین کرتا
چوتھا فائدہ یہ ہو کہ ظاہر کرنے مین سنت شکر کو ادا کرنا ہو اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہو وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور نعمت کو چھپانا ناشکری مین داخل ہو اللہ تعالےٰ
اُن لوگون کی مذمت کرتا ہو اور اُنکو بخیل فرماتا ہو جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپاتے ہین چنانچہ ارشاد ہو الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ
مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندے پر انعام کرتا ہو تو یہ بھی پسند کرتا ہو کہ وہ نعمت اُسپر دکھی جاوے
اور ایک شخص نے کسی عارف کو کچھ چھپا کر دیا عارف نے اپنا ہاتھ اُونچا کر دیا اور کہا کہ یہ دنیا کی چیز ہو اسمین ظاہر کر دینا افضل ہو پوشیدہ کرنا آخرت کے
کامون مین افضل ہوتا ہو اور اسی لیے بعض اکابر نے فرمایا ہو کہ جب تمکو کچھ مجمع مین دیا جاوے تو لے لو پھر اُسکو تنہائی مین واپس کر دو اور صدقہ کے باب مین
شکر کی رغبت منقول ہو چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ اور شکر قائم مقام مکافات کا ہوتا ہو یہانتک کہ آنحضرت صلعم
نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تمھارے ساتھ سلوک کرے تو اُسکی مکافات کرو اور اگر تمسے مکافات نہو سکے تو اُسکی تعریف اچھی طرح کرو اور اُسکے لیے دعاے خیر کرو یہانتک
کہ تمکو یقین ہو جاوے کہ مکافات کر چکے۔ اور جبکہ مہاجرون نے شکر کے باب مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہمنے اُن لوگون سے بہتر اور لوگ نہین دیکھے
کہ ہم اُنکے پاس اُترے تو اُنھون نے اپنا مال ہمکو بانٹ دیا یہانتک کہ ہمکو خوف ہوا کہ کہین تمام ثواب یہی نہ لیجاوین آپ نے فرمایا کہ ایسا نہین تمنے جو اُن کا
شکر کیا اور تعریف کی یعنی اِس سے اُنکی مکافات ہو گئی۔ پس ان تمام فوائد کو تو تم معلوم کر چکے اب یہ جاننا چاہیے کہ لوگون کا اختلاف جو اِس باب مین منقول
ہو وہ مسئلہ مین اختلاف نہین ہو بلکہ حال کا اختلاف ہو پس تحقیق اس باب مین یہ ہو کہ ہم یہ حکم یقینی نہین کرتے کہ پوشیدہ لینا ہر حال مین افضل ہو یا ظاہر
مین لینا اچھا ہو بلکہ یہ بات نیتون کے اختلاف کے باعث مختلف ہوتی ہو اور نیتین احوال اور اشخاص کے اختلاف سے جدا جدا ہو جاتی ہین اسصورت
مین اخلاص والے کو چاہیے کہ اپنے نفس کا نگران رہے اور مغالطہ مین نہ پڑے نہ طبیعت کے دھوکے فریب کھاوے نہ شیطان کے دام فریب مین آوے اور
مکر و فریب پوشیدہ لینے کے وجوہات مین بہ نسبت ظاہر لینے کے زیادہ ہو باوجودیکہ اُسکو دخل دونون مین ہو پس خفیہ لینے مین تو فریب کو دخل اسلیے ہو کہ طبیعت
خفیہ لینے پر راغب ہو اس نظر سے کہ اِس صورت مین جاہ و منزلت محفوظ رہتی ہو لوگون کی آنکھون سے قدر نہین گرتی کوئی مسکین کو بچشم حقارت اور
دینے والے کو محسن اور منعم اُسپر نہین دیکھتا یہ روگ طبیعت مین گزار رہتا اور نفس مین پوشیدہ ہوتا ہو اور شیطان اُسکے ذریعہ سے تو اُسکا اظہار کرتا ہو یہانتک کہ
جو پانچ فوائد ہمنے لکھے ہین اُن سب کو علت اُسکے خفیہ لینے کی بیان کر دیتا ہو اور اِن سب کی کسوٹی ایک ہی بات ہو وہ یہ ہو کہ آدمی کو اپنے صدقہ لینے کا
حال کھلجانے سے اتنا ہی رنج ہو جتنا کہ کوئی اُسکا ہمجنس اور نظیر اگر خفیہ لیوے اور اُسکا حال برملا ہو جاوے اُس سے رنج ہو غرضکہ
اپنے حال اور غیر کے حال کا یکسان ہو اسلیے کہ اگر خفیہ لینے سے اُسکا یہ مقصود تھا کہ لوگ غیبت اور حسد مین مبتلا نہون اور [illegible]
دینے والے کو خفیہ دینے کی رغبت دلانی یا علم کو ذلت سے بچانا منظور تھا تو یہ ساری باتین دوسرے بھائی کے صدقہ لینے [illegible] سے بہتر کو نسا ہو بعض کامل لوگ عرف
اِس صورت مین اگر اپنا حال برملا ہوتا تو ناگوار زیادہ ہوتا اور دوسرے اپنے بھائی کا [illegible] پائی جاتی ہین اول اُنکی طرف اشارہ
سبب لیتا ہون محض مغالطہ اور شیطان کا مکر ہو اسلیے کہ علم کی ذلت ممنوع ہو کسی کا [illegible] سمجھتا ہو کہ ظاہر مین لینا پردہ دری کو
بکر کی جائز ہو اسیطرح غیبت اسی وجہ سے ممنوع ہو کہ کسی محفوظ آبرو کے درپے ہونا اُس [illegible] ہوتی ہو کہ اِس سے بخیرون کی نظرون کی
ہو اور بکر کی آبرو کا ہو تو جائز ہو اور جو شخص اس بات کو اچھی طرح لحاظ رکھتا ہو اُس سے شیطان اکثر [illegible] کے لینے پر انکار کرتے ہین اِس خیال سے
بچتا ہو [illegible] ہین اور لوگون کو ان گناہون سے

[illegible] اور اُسمین سے تھوڑا نصیب ہو۔ اور ظاہر لینے کی طرف طبیعت کو اسوجہ سے رغبت ہو کہ اس سے دینے والے کے دل کو خوشی ہوتی ہو اور اُنکو
ایسے افعال پر [illegible] بھاری ہو اور دوسرون کے سامنے ذکر کرنے سے اُنکو یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص بہت مشکور رہوتا ہو اُسکی تعظیم اور حال کی جستجو زیادہ چاہیے
اور یہ بات دل مین مدفون رہتی ہو اور شیطان دیندار پر اور کسی طرح اس خیانت کے نکالنے پر قادر نہین ہوتا مگر سنت کی آڑ مین اپنا داؤن مارتا ہو اور
کہتا ہو کہ شکر کا ادا کرنا سنت ہو اور خفیہ رکھنا ریا مین داخل ہو اور جو وجہین ہمنے ظاہر کرنے کے باب مین لکھی ہین اُنکو اُسپر پیش کرتا ہو تاکہ ظاہر کرنے
پر اُسکو آمادہ کرے اور قصد باطنی اُسکا وہی ہوتا ہو کہ دینے والا اپنی تعریف سے تو زیادہ خبر گیران ہو اور دوسرے لوگون کو شوق خدمت پیدا ہو
اور اُسکا امتحان یہ ہو کہ اپنے نفس کا میل شکر کی طرف اُس صورت مین خیال کرے کہ اُس شکر کی خبر نہ تو دینے والے کو پہونچے نہ اُن لوگون کو جنکو
رغبت اُسکے کچھ دینے کی ہو اور اُس جماعت کے سامنے شکر کا خیال کرے جو ظاہر مین دینے کو بُرا جانتے ہون اور خفیہ دینے پر راغب ہون اور اُنکی
عادت یہ ہو کہ بجز خفیہ رکھنے والے کے اور کو نہ دیتے ہون تو اگر یہ حالات اُسکے نزدیک برابر ہون تب تو جان لے کہ صدقہ کے ظاہر کرنے کا سبب
شکر کی سنت ادا کرنی اور نعمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہو ورنہ سمجھ لے کہ یہ شیطان کا فریب اور مغالطہ دہی ہو۔ پھر جب یہ معلوم ہو جاوے کہ باعث
ظاہر کرنے کا شکر کی سنت کو ادا کرنا ہو تو چاہیے کہ دینے والے کے حق ادا کرنے سے غافل نہو یعنی اُسکو دیکھے اگر وہ ایسے لوگون مین سے ہو جو شکر
اور نعمت کے ظاہر کرنے کو پسند کرتے ہون تو چاہیے کہ اُسکے صدقہ کو خفیہ رکھے اور شکر نہ کرے کیونکہ اُسکا حق اس بات کو چاہتا ہو کہ ظلم پر اُسکی اعانت
نہ کرے اور اُسکا طالب ہونا شکر پر ایک ظلم ہو تو اُسپر اعانت نہ چاہیے اور جب اُسکا حال یہ معلوم ہو کہ وہ شکر کو پسند نہین کرتا اور نہ اُسکو صدقہ سے
شکر مقصود ہو تو اس صورت مین اُسکا شکر کرے اور اُسکے صدقہ کو ظاہر کرے اور اسی جہت سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگون نے
ایک شخص کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تمنے اُسکی گردن ماروی اگر وہ سُنیگا تو فلاح نہ پاویگا باوجودیکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کی
تعریف اُنکے منھ پر کیا کرتے تھے اسلیے کہ آپ کو اُنکے یقین پر اعتماد تھا اور جانتے تھے کہ یہ تعریف اُنکو مضر نہو گی بلکہ اُنکو خیر کی رغبت زیادہ کریگی مثلاً
ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ یہ جنگل والون کا سردار ہو اور دوسرے کے حق مین ارشاد فرمایا کہ جب تمھارے پاس کسی قوم کا کریم آوے تو اُسکی
تعظیم کرو۔ اور ایک [illegible] کے کلام سُنے تو آپ کو اچھے معلوم ہوے اور فرمایا اِنَّ من البیان لسحراً اور فرمایا جب تم مین سے کوئی شخص اپنے بھائی
مین کوئی بہتری معلوم کرے تو چاہیے کہ اُسکو خبر کردے کہ وہ خیر مین اور زیادہ رغبت کریگا اور فرمایا اذا مدح المومن ربا الایمان فی قلبہ اور سفیان ثوری
فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچان لے اُسکو لوگون کی تعریف مضر نہین ہوتی۔ اور یوسف بن اسباط کہ حضرت سفیان رحمہ نے فرمایا کہ جب مین
تم کو کچھ مال دون تو تمھاری نسبت کر مجکو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہو اور اُسکو مین سمجھتا ہون کہ خدا تعالے نے مجھپر نعمت کی تم چاہو شکر کرو خواہ نہ کرو۔
جو شخص اپنے دل کی خبر گیری چاہتا ہو اُسکو چاہیے کہ ان باریک باتون کا لحاظ رکھے کیونکہ اعضا کے اعمال مین اگر یہ باریکیان ملحوظ نہ رہین
[illegible] کی ہنسی اور اُسکی خاطر خواہ ہونگی کہ محنت بہت ہو اور نفع کم اور اسی جیسے علم کے باب مین کہا کرتے ہین کہ اُسکا ایک مسئلہ سیکھنا
[illegible] فضل ہو کیونکہ اس علم سے عمر بھر کی عبادت زندہ ہوتی ہو اور اس علم کو نہ جاننے کی تمام زندگی کی عبادت مرجاتی ہو اور بیکار
ہو جاتی ہو اور [illegible]
بعض عارفون نے اپنے شاگرد [illegible] اور خفیہ پھیر دینا سب طریقون مین عمدہ اور محفوظ تر ہو اسکو کچھنی باتون سے دور کرنا چاہیے ہان اگر معرفت کامل ہو
تو یہ تو مقصود ہی ہو اسوجہ سے [illegible] برابر ہو جاوے تو پھر خفیہ لینے کا بھی مضائقہ نہین لیکن ایسا شخص عنقا ہو کہ اُسکا ذکر ہوتا ہو اور دیکھنے مین نہین آتا
زیادہ ہوگی اِس نظر سے کہ [illegible] اللہ تعالے [illegible] التجا کرتے ہین کہ ہماری مدد کرے اور توفیق عنایت فرماوے
مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا [illegible] ابراہیم خواص اور حضرت جنید بغدادی اور بعض اور بزرگون کی تو یہ راے تھی کہ ہم تم
شرک سے بچاتا ہو اسلیے کہ عارف [illegible] ہو اسلیے کہ زکوۃ کے لینے مین مسکینون کے لیے مزاحمت اور تنگی کرنی ہو اور ایک وجہ یہ ہو
مین شرک ہو بعض اکابر کا قول [illegible] اپنے آپ مین پورا نہین ہوتا یعنے جیسا وصف کلام مجید مین مذکور ہو وہ صفت خود مین نہین ہوتی اور صدقہ

باب مین [illegible] اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ اے فرشتو میرے بندے کو دیکھو کہ اپنی شہوت اور لذت اور کھانا اور پینا میرے سبب سے چھوڑ دیا ہی اور بعضون
نے اس ایت کی تفسیر مین فرمایا ہی فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون کہ انکا عمل روزہ تھا اسلیے کہ صابرون کے حق مین فرمایا ہی انما یوفی
الصابرون اجرہم بغیر حساب اس سے معلوم ہوتا ہی کہ صابر کے لیے ثواب انڈیل کر ڈھیر لگا دیے جاینگے کہ وہم و انداز مین نہ آسکے اور ایسا ہی ہونا شایان
ہی اسلیے کہ روزہ خداتعالے کے لیے ہی اور اُسکی طرف منسوب ہونے سے اُسکو شرف ہی ہرچند ساری عبادتین اُسی کے لیے ہین مگر روزے کو ایسا شرف ہی
جیسا خانہ کعبہ کو ہی گو زمین بالکل خداے تعالی کی ہی اور یہ شرف دو وجہ سے ہی اول یہ کہ روزہ رکھنا چند چیزون سے باز رہنا اور ترک کرنا بعض افعال کا
ہی اور یہ امر باطنی ہی اسمین کوئی عمل ایسا نہین جو آنکھ سے سوجھے اور دوسری عبادتین لوگون کی نظرگاہ مین ہوتی ہین اور روزے کو بجز خداتعالے کے
اور کوئی نہین دیکھتا کیونکہ وہ عمل باطن کا ہی صرف صبر کرنے سے۔ اور دوسری وجہ یہ ہی کہ روزہ خداے تعالی کے دشمن پر دباؤ اور غالب ہوتا ہی کیونکہ
شیطان ملعون کا وسیلہ شہوات ہین جو کھانے پینے سے قوی ہوتی ہین اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آدمی مین خون کے
چلنے کی جگہون مین پھرتا ہی پس اُسکی راہون کو بھوک سے تنگ کرو اور بہین لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض کو فرمایا کہ جنت کے دروازے
ہمیشہ کھٹکھٹایا کرو انھون نے عرض کیا کہ کس چیز سے آپ نے فرمایا کہ بھوک سے اور بھوک کی فضیلت باب غذا کی کثرت حرص اور اُسکی تدبیر مین جلد سوم مین ذکر
ہوگی پس چونکہ روزہ خاصکر شیطان کا بیخ کن اور اُسکی راہون کا بند کرنے والا اور اُسکے راستون کا تنگ کرنے والا ہی اسوجہ سے مستحق اسکا ہوا کہ خاص
خداتعالی کیطرف منسوب ہو کیونکہ دشمن خدا کی بیخ کنی مین خداے تعالی کی نصرت ہی اور اللہ تعالے کا بندے کو مدد کرنا اس بات پر موقوف ہی کہ بندہ اُسکی
نصرت کرے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم غرضکہ شروع کرنا کوشش کا بندے کی جانب سے ہی اور ہدایت کا عوض دینا
اللہ تعالے کی طرف سے چنانچہ فرماتا ہی والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا اور فرمایا ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اور شہوات کے تغیر
انکو توڑنے سے اسلیے ہی کہ شہوات شیطانون کی چراگاہ ہین پس جبتک یہ ہری بھری رہینگی اُنکی آمد و رفت موقوف نہوگی اور جب تک آتے جاتے رہینگے
تب تک بندے کو [illegible] جانے کا جلال ظاہر نہوگا اور اُسکی لقا سے محجوب رہیگا اور آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ اگر بنی آدم کے دلون پر شیاطین دورہ کرتے
رہتے تو وہ آسمان کے ملکوت کو دیکھنے لگتے۔ غرضکہ اس جہت سے روزہ عبادت کا دروازہ اور سپر ہوا ہی اور جبکہ اُسکی فضیلت اس حد کو بڑھ گئی ہی
تو ضرور ہوا کہ اُسکی ظاہری اور باطنی شرطون کو مع اُسکے ارکان اور سنتون کے بیان کیا جاوے اور یہ باتین تین فصلون مین بیان کی جاوینگی

فصل اول روزہ کے واجبات اور ظاہری سنتون اور افطار کے لوازم کے ذکر مین مشتمل تین بیانون پر

بیان اول واجبات ظاہری کے ذکر مین اور وہ چھ ہین اول ابتداے ماہ رمضان کو معلوم کرنا اور یہ بات یا تو چاند کے دکھائی دینے سے معلوم
[illegible] یا اگر آسمان صاف نہو تو شعبان کے تیس دن پورے ہوجانے سے اور چاند کے دیکھنے سے یہ غرض ہی کہ علم اُسکی رویت کا ہوجاوے اور علم رویت
[illegible] کے کہنے سے ہوجاتا ہی اور عید فطر کا چاند بدون دو عادل شخصون کے کہنے کے ثابت نہین ہوتا کہ عبادت کی احتیاط اسی کو مقتضی ہی
[illegible] ہوجاتی ہی اور [illegible] ایک عادل آدمی سے سنی اور اُسکے کہنے کا اعتبار کیا اور غالب ظن اُسکو یہی ہی کہ یہ شخص درست کہتا ہی تو اُسکو روزہ رکھنا لازم
بعض عارفون نے اپنے شاگرد [illegible] دیوے بس ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اپنی عبادت کے باب مین اپنے ظن کے بموجب عمل کرے۔ اور جب چاند ایک
تو یہ تو مقصود ہی ہی اسوجہ [illegible] نظر نہ آئے [illegible] دونون شہرون مین دو منزل سے کمتر فاصلہ ہو تو روزہ سب پر واجب ہوگا اور اگر فاصلہ زیادہ
زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ [illegible] نیت ہی اور نیت ہر ایک شب کے لیے رات سے بتعیین اور جزم کے ساتھ چاہیے پس
مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا [illegible] لیے ہمنے نیت مین قید ہر شب کی لگائی اور اگر نیت دن کو کریگا تو نہ رمضان کا روزہ نہ فرض
شرک سے بچاتا ہی اسلیے کہ عارف [illegible] رات سے نیت کرنے کی لگائی اور اگر نیت مطلق روزہ کی یا فرض مطلق کی کریگا تو جائز نہوگا اسی غرض سے
مین شرک ہی بعض اکابر کا قول ہی [illegible] رمضان فرض خداے [illegible] لگا رکھتا ہون۔ اگر شک کی رات مین یون نیت کرے کہ کل اگر رمضان

ہوگا تو روزہ رکھونگا تو یہ نیت کافی نہو گی کیونکہ اسمین جزم یعنی یقین نہین ہان اگر نیت ایک عادل شخص کے کہنے پر اعتبار کرکے کی ہو تو اسکی [illegible] حال
سے جزم حاصل ہوگا یا قرینہ حال کی ہمراہی مین نیت کی ہو مثلاً شب آخر رمضان مین شک ہو تو یہ شک یقین کا مانع نہین ہی یا نیت کو اجتہاد سے یقینی ہو مثلاً
اگر کوئی شخص کسی گڑھی مین قید ہو اور اسکے گمان مین غالب یہی ہو کہ رمضان شروع ہوگیا اور اسکی رائے مقتضی اسی امر کی ہو تو اسکا شک
کرنا اسکی نیت کا مانع نہین اور جبکہ شک کی رات مین اسکو شک ہو تو پھر زبان سے نیت یقینی کرنی مفید نہین اسلیے کہ نیت کا محل تو دل ہی اسمین تو قصد
یقینی شک کے ساتھ ممکن نہین مثلاً جیسے رمضان کے بیچ مین کہے کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ رکھونگا کہ یہ شک اسکو مضر نہین کیونکہ یہ شک
صرف زبان پر ہی دل جو محل نیت ہی اسمین تردد نہین بلکہ اسمین یقین ہی اس بات کا کہ کل رمضان ہی ہوگا - اور اگر کوئی شخص رات کو نیت کر چکا
اور بعد نیت کے کچھ کھانا کھایا تو اسکی نیت نہین جاتی رہیگی - اور اگر عورت نے حالت حیض مین روزہ کی نیت کی اور فجر سے پہلے پاک ہوگئی تو اسکا
روزہ درست ہوگا - تیسرا واجب یہ ہی کہ روزہ کی یاد ہوتے ہوئے جانکر کسی چیز کو پیٹ مین پہونچانے سے بندش کرے اس سے یہ نکلا کہ اگر روزہ
مین دانستہ کھاویگا یا پیویگا یا ناک کی راہ سے کوئی چیز پیٹ مین چلی جاویگی یا حقنہ کراویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور فصد کھلوانے یا پچھنے لگوانے
اور سرمہ ڈالنے اور کان مین سلائی ڈالنے سے نہین ٹوٹیگا اور پیشاب گاہ مین سلائی ڈالنا بھی روزے کا مفسد نہین لیکن اگر اسمین ایسی چیز ٹپکاوے
جو مثانہ مین پہونچ جاوے تو البتہ مفسد ہی اور جو چیز بدون قصد پیٹ مین چلی جاوے جیسے راستے کا غبار یا مکھی یا کلی کرنے کے وقت پانی چلا جاوے
تو مفسد نہین لیکن اگر غرارہ کرتے مین جاویگا تو مفسد ہوگا کہ قصور روزہ دار کا ہی اور ہماری غرض دانستہ فعل کرنے سے یہی ہی کہ ایسے فعل کا مرتکب ہو
جسمین احتمال قوی روزے کے فاسد ہونے کا ہو اور روزہ کے یاد ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ بھولنے والا اس سے مستثنی ہو جاوے کیونکہ بھولکر یہ امور
مفسد روزہ کے نہین اور جو شخص جان بوجھ کر سحر کھالے یا افطار کرلے پھر معلوم ہو کہ صبح ہو چکی تھی یا دن باقی تھا تو اسپر قضا لازم ہوگی اور اگر اپنے گمان اور اجتہاد کے حکم پر
بدستور جاری رہیگا تو قضا لازم نہ آویگی اور ان دونون وقتون مین بدون گمان اور اجتہاد کے کھانا نہ چاہیے چوتھا واجب جماع سے بندر رہنا ہی اور اسکی حد یہ ہی کہ حشفہ غائب
ہو جاوے اور اگر بھولکر صحبت کریگا تو مفسد نہوگی اور اگر رات کو صحبت کی یا خواب مین احتلام ہوگیا اور حالت ناپاکی مین صبح ہوگئی تو اس سے [illegible] نہین جاتا اور اگر روزہ دار
اپنی بی بی سے صحبت کرتا تھا کہ صبح ہوگئی اور فوراً یہ علیحدہ ہوگیا تو روزہ درست ہوگا اور اگر بعد صبح کے توقف کریگا اور علیحدہ نہوگا تو کفارہ لازم آویگا اور روزہ ٹوٹ
جاویگا پانچوان واجب منی نکالنے سے رکا رہنا یعنی منی کو قصداً نہ جماع سے نکالے نہ بدون جماع کے کہ قصداً اسکا نکالنا روزہ کا مفسد ہی - اور اپنی زوجہ کا
بوسہ لینا اور پاس لٹانا روزہ کا مفسد نہین جبتک کہ انزال نہو مگر یہ امور مکروہ ہین ہان اگر روزہ دار بوڑھا ہو یا اپنی شہوت پر قابو رکھتا ہو تو بوس وکنار
کا مضائقہ نہین پھر بھی اسکا نہ کرنا بہتر ہی - اور جس صورت مین کہ بوسہ سے انزال ہونے کا خوف کرتا تھا پھر بوسہ لیا اور منی نکل پڑی تو روزہ جاتا رہیگا
کہ اپنی طرف سے قصور کیا - چھٹا واجب قی کرنے سے بندش کرنی ہی کہ اپنے آپ قی کرنا روزہ کا مفسد ہی اور اگر آپ سے ہو جاوے تو مفسد نہین اور اگر [illegible]
مین سے یا سینے سے نکلجاوے تو روزہ فاسد نہوگا کیونکہ اسکی ضرورت مین سب مبتلا ہین ہان اگر بلغم کے منھ مین پہونچنے کے بعد نگلیگا تو [illegible]
دوسرا بیان - افطار کے لوازم کے ذکر مین - افطار صوم کے لیے چار باتین لازم ہین قضا اور کفارہ اور فدیہ دینا اور باقی [illegible]
کیطرح سے اور ہر ایک ان باتون مین سے جدا جدا شخصون کے لیے ہی قضا ہر مسلمان عاقل بالغ پر واجب ہی جو روزہ عذر سے [illegible]
یہ نکلا کہ حائضہ عورت یا مرتد روزہ کی قضا کرین لیکن کافر اور لڑکے اور مجنون پر قضا نہین اور [illegible] رمضان کی [illegible]
جسطرح چاہے اکٹھے خواہ جدا جدا قضا کرلے اور کفارہ روزہ کا بجز جماع کے اور باتون [illegible]
منی نکالنے سے کفارہ واجب نہین اور کفارہ یہ ہی کہ ایک بردہ آزاد کرے اور اگر نہو سکے تو دو [illegible]
ایک ایک مد کھانا دے - مد سوا روپیہ کے سیر سے تین پاؤ ہوتا ہی اور امساک بقیہ دن مین ان لوگون پر واجب ہی [illegible]
یا افطار مین قصور انکی طرف سے ہوا ہو - اور حائضہ اگر کچھ دن سے پاک ہوئی ہو یا مسافر سفر سے افطار کی [illegible]

[illegible] ہمنے بہتر کو سنا ہی بعض کا میل قوم اسطرف
[illegible] پائی جاتی ہین اول انکی طرف اشارہ
[illegible] ہتا ہی کہ ظاہر مین لینا پردہ مروت کو
[illegible] ہوتی ہی کہ اس سے بیخبرون کی نظر مین آدمی
[illegible] کے لینے پر انکار کرتے ہین ان خیال سے
[illegible] ہتا ہے ہین اور لوگون کو ان گناہون سے

بقیہ دن [illegible] واجب نہین اور اگر شک کے روز ایک عادل شخص چاند کی گواہی دے تو امساک واجب ہی - اور سفر مین روزہ رکھنا افطار کی نسبت
کر افضل ہی لیکن اگر مسافر کو [illegible] ب نہو تو افطار بہتر ہی - اور جبکہ اول سے مقیم تھا اور پھر سفر کیا تو جس روز سفر کو نکلے اُس روز افطار نہ کرے اور نہ اُس دن
کہ سفر مین روزہ رکھکر مکان پر روزہ سے پہونچ جاوے اور فدیہ حاملہ اور دودھ پلانے والی پر واجب ہی - جبکہ یہ دونون اپنی اولاد کے خوف سے افطار کرلین
پس ہر روزے کے عوض ایک مُد گیہون ایک مسکین کو دیوین اور روزہ کی قضا کرین اور نہایت بوڑھا شخص جب روزہ نہ رکھے تو ہر روزے کے عوض ایک مُد گیہون کا دیا کرے
تیسرا بیان روزہ کی سنتون کے ذکر مین - روزہ کی سنتین چھ ہین اول سحر کو دیر کر کھانا دوم خرما یا پانی سے نماز سے پیشتر افطار کرنا سوم زوال کے
بعد مسواک کا نہ کرنا چہارم ماہ رمضان مین خیرات کا کرنا چنانچہ اسکی فضیلت باب الزکوٰۃ مین بیان کردی گئی ہی پنجم قرآن کا پڑھنا پڑھانا ششم مسجد مین
اعتکاف کرنا خصوصاً آخر عشرہ مین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہی تھی کہ جب اخیر عشرہ آتا تو آپ بسترہ تہ کردیتے اور کمر عبادت پر چست
کرتے اور خود بھی محنت کرتے اور گھروالون سے بھی عبادت مین مشقت لیتے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ ان دس دنون مین شب قدر ہی اور غالب اکثر طاق راتون
مین سے اکیسوین اور تیئسوین اور پچیسوین اور ستائیسوین پر زیادہ شبہہ ہی کہ شب قدر ہون - اور اس عشرہ کا اعتکاف پیہم کرنا بہتر ہی پس اگر پیہم اعتکاف
کی نذر یا نیت کی تو بدون ضرورت مسجد مین سے نکلنے کے باعث پیہم ہونا جاتا رہیگا مثلاً اگر بیمار کی عیادت یا اداے شہادت یا جنازہ کی شرکت یا زیارت
یا تجدید طہارت کے لیے نکلیگا تو پیہم ہونا جاتا رہیگا اور قضاے حاجت کے لیے نکلنے سے نہین جانے کا اور اس صورت مین اسکو درست ہی کہ وضو گھر پر کرلے
لیکن اور کسی کام مین مشغول نہونا چاہیے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون حاجت انسانی کے اور کسی بات کے واسطے نہ نکلتے تھے اور بیمار کا
احوال صرف راستہ چلتے پوچھ لیتے تھے اور پیہم ہونا جماع سے جاتا رہتا ہی بوسہ سے نہین جاتا اور مسجد مین خوشبو لگانے اور نکاح کرنے اور کھانے اور سونے
اور طشت مین ہاتھ دھونے کا مضائقہ نہین کہ ان چیزون کی پیہم اعتکاف مین ضرورت پڑتی ہی اور کچھ بدن باہر نکلنے سے پیہم ہونا منقطع نہین ہوتا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک حجرۂ شریف مین جھکا دیتے تھے اور حضرت عائشہ رض موے مبارک مین کنگھی کردیتی تھین - اور جب اعتکاف والا
قضاے حاجت کے لیے باہر نکلے تو جب لوٹ کر آوے تو چاہیے کہ از سر نو نیت اعتکاف کی کرے لیکن جب اول ہی مین پورے دس روز کی نیت کرچکا ہو تو پھر کچھ ضرورت نہین تاہم تجدید افضل ہی
دوسری فصل روزہ کے اسرار اور باطنی شرطون کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ روزہ کے تین درجے ہین ایک روزہ عوام کا ہی اور ایک خواص کا اور ایک
اخص خواص کا عوام کا روزہ تو یہ ہی کہ پیٹ اور شرمگاہ کو اُنکی خواہش ادا کرنے سے روکا جاوے جیسا کہ اوپر اسکی تفصیل گذری اور خواص کا روزہ یہ ہی کہ آنکھ
کان زبان ہاتھ پاؤن اور تمام اعضا کو گناہ سے روکا جاوے اور اخص خواص کا روزہ اصطلاح ہی کہ دلکو بُری ہمتون اور دنیوی فکرون سے روزہ رکھایا جاوے
اور سواے خدا تعالیٰ کے اور چیزون سے مطلقاً اُسکو روک دیا جاوے اس قسم کا روزہ خدا تعالیٰ اور آخرت کے سوا اور چیزون مین فکر کرنے سے اور دنیا مین فکر
کرنے سے ٹوٹ جاتا ہی ہان جو دنیا کہ دین کے لیے مقصود ہوتی ہی اُسکا فکر اس روزہ کو افطار نہین کرتا کیونکہ وہ زاد آخرت ہی دنیا مین سے نہین یہانتک کہ
[illegible] شخص کی ہمت دن کو اس طلب مین مصروف ہو کہ افطار کی چیز کی تدبیر کرلینی چاہیے تو اُسپر خطا لکھی جاویگی اسوجہ سے کہ خدا تعالیٰ سے
[illegible] ہوجاتی ہی اور [illegible] ق موعود پر یقین تھوڑا ہوا - اور یہ رتبہ انبیا اور صدیقین اور مقربین کا ہی اور ہم اس مرتبے کی تفصیل مین تقریر فعلی کو طول
[illegible] تحقیق بتاتے ہین کہ وہ روزہ اُسوقت حاصل ہوتا ہی کہ تمام ہمت خدا تعالیٰ کیطرف آدمی متوجہ ہو اور خدا تعالیٰ کے غیر سے
[illegible] ان اسپر جہاں [illegible] قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اور خواص کا روزہ یعنی نیکبخت لوگون کا جو اعضا کو گناہون سے
[illegible] نیچے رکھنا اور جو باتین بُری اور مکروہ ہین اُنکی طرف اسکو نہ جانے دینا اور جن چیزون کے دیکھنے
[illegible] روکنا آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ نظر کرنا ایک زہر کا بجھا ہوا تیر ہی شیطان کے تیرون مین سے
[illegible] رحمہ اللہ تعالیٰ اسکو ایسا ایمان عنایت فرماویگا جسکی حلاوت وہ اپنے دل مین پاویگا اور حضرت جابر آنحضرت صلعم
[illegible] یفطرن الصائم الکذب والغیبۃ والنمیمۃ والیمین الکاذبۃ والنظرۃ بشہوۃ دوم زبان کا بند رکھنا بیہودہ بات اور حقہ

بعض عارفون نے اپنے شاگرد [illegible]
تو یہ تو مقصود ہی ہی اسوجہ سے [illegible]
زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ [illegible] مستغرقین [illegible]
مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا [illegible] یقین [illegible]
شرک سے بچاتا ہی اسلیے کہ عارف [illegible]
مین شرک ہی بعض اکابر کا قول ہی [illegible]

اور غیبت اور چغلی اور فحش اور ظلم اور جھگڑے اور بات کاٹنے سے اور سکوت کو اُسپر لازم کرنا اور ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن مین مصروف [illegible] کا روزہ ہو
سفیان ثوری فرماتے ہین کہ غیبت روزہ کی مفسد ہو اس روایت کو اُنسے بشر بن حارث نے روایت کیا ہو اور لیث حضرت مجاہد سے راوی ہین کہ دو خصلتین
روزے کی مفسد ہین غیبت اور جھوٹ اور آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ روزہ سپر ہو جب تم مین سے کوئی روزہ رکھے تو فحش نہ بکے نہ جہالت کرے اور اگر کوئی اس سے
لڑائی کرے یا گالی دے تو چاہیے کہ کہدے کہ مین روزہ دار ہون - اور ایک حدیث مین آیا ہو کہ آنحضرت صلعم کے عہد مبارک مین دو عورتون نے روزہ رکھا
اور بھوک اور پیاس کی اُنکو آخر روز مین یہ شدت ہوئی کہ قریب بہلاکت ہوگئین اُنھون نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین افطار کی اجازت کے لیے کسی کو
بھیجا آپ نے اُنکے پاس ایک پیالہ بھیجا اور آدمی سے ارشاد فرمایا کہ اُن دونون کو کہنا کہ جو کچھ تمنے کھایا ہو اُسکو اس پیالے مین قے کرو ایک عورت نے
نصف پیالہ خون تازہ اور گوشت تازہ سے بھردیا اور دوسری نے بھی یہی چیزین قے کین یہانتک کہ پیالہ لبالب ہوگیا لوگون نے اس سے تعجب کیا آنحضرت
صلعم نے فرمایا کہ ان دونون نے جو چیز اللہ کی حلال کی ہوئی تھی اُس سے روزہ رکھا اور جو اُنپر خدا ے تعالی نے حرام کی تھی اُس سے افطار کیا ایک
اُن مین سے دوسرے کے پاس بیٹھ گئی اور دونون نے لوگون کی غیبت شروع کی یہ گوشت پیالہ مین وہی ہو جو اُن دونون نے لوگون کا گوشت
کھایا تھا سوم بری بات سننے سے کانون کو باز رکھنا اسواسطے کہ جن امور کا کہنا حرام ہو اُنکا سننا بھی حرام ہو اور یہین جہت خداے تعالی نے
سننے والون اور حرام خوارون کو برابر ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہو سمّاعون للکذب اکالون للسحت اور فرمایا لولا ینہاہم الربانیون والاحبار عن قولہم الاثم واکلہم
السحت پس غیبت کو سنکر خاموش رہنا حرام ہو اور فرمایا انکم اذا مثلہم اور اسی نظر سے آنحضرت صلعم نے فرمایا المغتاب والمستمع شریکان فی الاثم چہارم
ہاتھ پاؤن اور دوسرے اعضا کو بری باتون سے روکنا اور افطار کے وقت شکم کو شبہات سے باز رکھنا کیونکہ اگر حلال سے دن بھر بند رہے اور حرام پر
افطار کیا تو روزہ کچھ نہوا ایسے روزہ والے کی مثال ایسی ہو کہ کوئی شخص ایک محل بناوے اور ایک شہر کو منہدم کرے اسلیے کہ حلال کھانے کی کثرت
مضر ہوتی ہو اور روزہ اُسکی کمی کے لیے ہوتا ہو اور جو شخص کہ بہت سی دوا کھانے کے ضرر سے ڈر کر زہر کھانا اختیار کرے وہ بیوقوف ہو اور حرام کھانا
ایک زہر ہو جو دین کو ہلاک کرتا ہو اور حلال ایک دوا ہو کہ اُسکا کم کھانا مفید اور زیادہ کھانا مضر ہو اور روزے سے غرض حلال کی کمی ہو اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہو کم من صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع والعطش اسمین بعضون نے یہ کہا ہو کہ مراد اس شخص سے ہو جو حرام پر افطار کرے اور بعضون کا یہ قول ہو کہ وہ شخص
مراد ہو جو طعام حلال سے رکا رہے اور افطار لوگون کے گوشت یعنی غیبت سے کرے جو حرام ہو اور بعض کہتے ہین کہ وہ شخص مقصود ہو جو اپنے اعضا کو گناہون سے نہ بچاوے
پنجم یہ کہ افطار کیوقت حلال غذا اتنی بہت نہ کھاوے کہ پیٹ تن جاوے کیونکہ خدا تعالی کے نزدیک کوئی ظرف اتنا برا نہین جتنا شکم حلال سے پر ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ روزہ
سے آدمی شیطان کو کسطرح دبا دیگا اور شہوت کو کیسے توڑیگا جس صورت مین کہ تمام دن کی بھوک پیاس کا تدارک افطار کے وقت کر لیگا اور اکثر ایسا ہوتا
ہو کہ کھانے کے اقسام روزہ مین زیادہ ہی ہوتے ہین چنانچہ عادت ٹھہر گئی ہو کہ سب کھانون کو رمضان کے لیے رکھ چھوڑتے ہین اور رمضان [illegible]
اتنا کھاجاتے ہین کہ اور دنون مین کئی مہینے مین بھی نہ کھاوین اور ظاہر ہو کہ روزہ سے مقصود پیٹ کا خالی رکھنا اور خواہش کا [illegible]
کہ نفس تقوی پر قوی ہوجاوے اور جس صورت مین کہ صبح سے شام تک تو معدہ کو ٹالا یہان تک کہ [illegible]
رغبت قوی ہوئی پھر لذیذ چیزین کھائین اور خوب سیر کر دیا تو صاف بات ہو کہ اُسکی لذت اور قوت دوبالا [illegible] نے بہتر کو سنا ہو بعض کا میل [illegible]
بالفرض ہے روزہ رہتا تو نہ ابھرتین غرضکہ روزہ کی روح اور اصل یہ ہو کہ جو قوتین کہ برائیون کی طرف کھینچنے کے [illegible] پائی جاتی ہین دل انکی طرف اشارہ
وہ ضعیف ہوجاوین اور یہ بات بدون کم کھانے کے میسر نہین ہوتی یعنی اُتنی ہی غذا کھا [illegible] ہتا ہو کہ ظاہر مین لینا پردہ مروت کو
مین کہ دوپہر کی غذا اور شب کی غذا کو ایک ساتھ کھالیا تو روزہ سے فائدہ نہوگا بلکہ [illegible] ہوتی ہو کہ اس سے بہتر دن کی نظر مین آدمی
اور قوتون کے ضعیف ہونے پر آگاہ ہو اور کچھ ایک ضعف رات کو بھی بنا رہے تاکہ تہجد اور [illegible] کے لینے پر انکار کرتے ہین ان خیال سے
اسکے دل کے گرد نہ پھٹکے اور وہ آسمان کے ملکوت دیکھ لے اور شب قدر اُسی رات کا نام ہو جسمین کچھ ملکوت آدمی پر [illegible] [illegible] سے ہین - اور لڑکون کو ان گناہون سے

یہی مراد ہو کہ فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اور جو شخص اپنے دل اور سینے کے درمیان مین غذا کی آڑ کریگا وہ اس سیر ملکوت سے محجوب رہیگا اور جو آدمی اپنا معدہ خالی رکھیگا [illegible] حجاب دور ہونے کے لیے اسی قدر کافی نہین جبتک کہ اپنی ہمت کو غیر اللہ سے خالی نہ کرے کہ تمام بات یہی ہو- اور اس سب کی اصل غذا کی کمی ہو اور اسکا زیادہ بیان غذا کون کے باب مین انشاء اللہ لکہا جاویگا ششم یہ کہ بعد افطار کے دل خوف و رجا سے وابستہ اور متردد رہنا چاہیے کیونکہ معلوم نہین کہ اسکا روزہ مقبول ہو کر مقربین کے زمرہ مین اسکا شمار ہوا یا روزہ نامنظور ہوا اور خفگی کے مستحقون مین محسوب ہوا اور ہر عبادت کے فارغ ہونے پر اسطرح کا حال ہونا چاہیے چنانچہ حضرت حسن بصری سے مروی ہو کہ عید کے روز انکا گذر کسی قوم پر ہوا جو ہنس رہی تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے رمضان کے مہینے کو اپنی مخلوقات کے لیے دوڑنے کا میدان مقرر فرمایا ہو کہ سب آدمی اسکی طاعت کے لیے اسکے اندر دوڑین تو کچھ لوگ تو آگے بڑھ کر اپنے مطلب کو پہونچ گئے اور کچھ پیچھے رہ کر نا امید ہوے پس جس روز مین جلدی کرنے والے اپنے مطلوب کو پہونچے اور باطل والے محروم رہے اس روز مین ہنسی اور کھیل کرنے والے سے بڑا تعجب ہو بخدا اگر حقیقت حال واضح کردیجاوے تو مقبول آدمی کو اتنا سرور ہو کہ اسکو کھیل سے باز رکھے اور نامنظور کو اتنا غم ہو کہ اسکو ہنسی سے روک دے اور احنف بن قیس سے کسی نے کہا کہ تم بوڑھے بزرگ شخص ہو اور روزہ تمکو ضعیف کردیتا ہو بہتر ہو کہ اسکے لیے کوئی اور سبیل کرو فرمایا کہ مین روزہ کو ایک بڑے لمبے سفر کے لیے تیار کرتا ہون کہ خدا تعالی کی طاعت پر صبر کرنا اسکے عذاب پر صبر کرنے کی نسبت کہ بہت آسان ہو بالجملہ روزہ مین چھہ باتین باطنی یہ تھین جو مذکور ہوئین اب اگر یہ کہو کہ جو شخص شکم اور شرمگاہ کی شہوت سے باز رہنے پر کفایت کرتا ہو اور ان باتون کو بجا نہین لاتا تو فقہا یہ کہتے ہین کہ اسکا روزہ درست ہو پس اسکے کیا معنی ہین کہ فقہا درست بتاوین اور تم صحیح نہین بتاتے تو اسکا جواب یہ ہو کہ ظاہر کے فقہا ظاہری شرطون کا اثبات ایسی دلیلون سے کرتے ہین جو باطنی شرطون مین ہماری بیان کی ہوئی دلیلون سے بہت ضعیف ہین خصوصاً غیبت وغیرہ کے باب مین مگر چونکہ فقہا سے ظاہری حکم ایسی چیز پر لگاتے ہین جسمین غافل اور دنیا کے متوجہ لوگ بھی داخل ہوسکین اسلیے انکو شروط ظاہری کے بموجب صحیح کہنا پڑتا ہو اور علماے آخرت کی غرض صحت سے قبول ہوتا ہو اور قبول ہونے سے انکی مراد مقصود کو پہونچنا ہو اور وہ یہ سمجھتے ہین کہ روزہ سے مقصود یہ ہو کہ خدا تعالی کے اخلاق مین جو ایک خلق صمدیت ہو یعنی بھوک اور پیاس وغیرہ کا نہونا اسکو اپنی عادت کرین اور شہوات سے رکنے مین حتی الوسع فرشتون کی اقتدا کرین کہ وہ شہوات سے پاک ہین اور انسان کا مرتبہ چارپایون کے مرتبہ سے تو اوپر ہو اسلیے کہ نور عقل سے اپنی شہوت کے توڑنے پر قادر ہو اور فرشتون کے مرتبہ سے نیچے ہو بایں وجہ کہ اسپر شہوات غالب ہین اور انکے دبانے مین مبتلا کیا گیا ہو اسی لیے جب کبھی یہ شہوات مین ڈوبتا ہو تو اسفل السافلین مین اتر جاتا ہو اور بہائم کے زمرہ مین لاحق ہوجاتا ہو اور جسوقت کہ شہوات کو گراتا ہو تو اعلی علیین کی طرف ابھر کر فرشتون کے کنارہ سے جا لگتا ہو اور فرشتے اللہ تعالی کے نزدیک ہین اور جو کوئی انکا اقتدا کرتا ہو اور انکی سی عادتین اختیار کرتا ہو وہ بھی انکی طرح خدا تعالی سے قریب ہوجاتا ہو کہ قریب کا ہمشکل بھی قریب ہی ہوتا ہو اور یہ قرب مکان اور فاصلہ کے اعتبار سے نہین بلکہ صفات کے لحاظ سے ہو پس جبکہ روزہ کی اصل عقلا اور اہل دل کے نزدیک یہ ٹھہری تو ایک غذا کے دیر کردینے اور شام کو دونون کو ایک ساتھ کہا لینے اور دن بھر اور شہوات مین ڈوبے رہنے سے [illegible] ہو اور اگر اس جیسے روزہ سے بھی فائدہ ہوتا ہو تو اس حدیث شریف کے کیا معنی ہین کہ کم من صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع و [illegible] ہوجاتی ہو اور بیداری [illegible] ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہو کہ دانا آدمیون کا سونا اور افطار کرنا کیا خوب ہو بیوقوفون کے روزہ اور بیداری کو کیسا برا [illegible] بعض عارفون نے اپنے شاگرد [illegible] کا ایک ذرہ مغالطہ دالون کی پہاڑون کے برابر عبادت سے افضل اور غالب ہو- اور اسی وجہ سے بعض علما نے فرمایا ہو [illegible] تو یہ تو مقصود ہی ہو اسوجہ سے [illegible] لے ہین [illegible] افطار کرنے والے روزہ دار ہوتے ہین یعنی افطار کرنے والے روزہ دار وہ لوگ ہین جو اپنے زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ تو [illegible] افطار کرنے والے وہ ہین کہ کھونے پینے سے تو رہتے ہین مگر اپنے اعضا کو مقید نہین رکھتے ہین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا [illegible] کیا کہ جو کوئی کھلانے اور صحبت سے تو بچا رہے اور گناہون کے ارتکاب سے روزہ کو افطار کرے شرک سے بچاتا ہو اسلیے کہ عارف [illegible] کسی عضو پر تین بار مسح کرلے کہ ظاہر مین تو تین بار ہوگیا مگر اصل مقصود جو دھونا تھا وہ چھوڑ دیا تو اسکی نماز بباعث مین شرک ہو بعض اکابر کا قول ہو [illegible]

اسکی جہالت کے اسی پر والیس کیجاویگی اور جو شخص کہ کھانے سے افطار کرے اور اپنے اعضا کو برائیون سے باز رکھے تو اسکی مثال ایسی ہے کہ وضو مین کوئی اپنے اعضا کو
ایک ایک بار دھووے تو اسکی نماز انشاء اللہ مقبول ہوگی کہ اسنے اصل فرض کو ادا کیا گو فضیلت کا تارک ہوا اور جو شخص کھانے پینے سے کبھی ... اعضا سے
کبھی روزہ رکھے یعنی انکو برائیون سے روکے اسکی مثال ایسی ہے کہ اپنے ہر ایک عضو کو تین بار دھووے تو یہ شخص اصل و فضیلت دونون کا جامع ہوگا جو مرتبہ کمال ہے
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ان الصوم امانۃ فلیحفظ احدکم امانتہ اور جبکہ آپ نے یہ آیت پڑھی ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اہلہا تو اپنے دست مبارک
کو اپنے کان اور آنکھ پر رکھکر ارشاد فرمایا کہ کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا امانت ہے اور اگر سننا دیکھنا روزہ کی امانتون مین سے ہوتا تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے
کہ اگر کوئی لڑائی کرے تو کہدے کہ مین روزہ دار ہون یعنی مین نے اپنی زبان کو امانت رکھا ہے مین اسکی حفاظت کرتا ہون تیرے جواب دینے مین اسکو
کیسے چھوڑ دون - اور جبکہ معلوم ہوا کہ ہر ایک عبادت کے لیے ایک ظاہری اور ایک باطن اور ایک پوست ہے اور ایک مغز اور اسکے پوست کے بہت سے درجے
ہین اور ہر درجے کے بہت سے طبقات ہین تو اب تمکو اختیار ہے چاہو مغز کو چھوڑکر پوست پر قناعت کرو یا زمرۂ اہل خرد مین داخل ہونا پسند کرو -

تیسری فصل نفل روزہ رکھنے کے بیان مین اور افضلیت کے اعتبار سے نفل روزون کی ترتیب کے ذکر مین - واضح ہو کہ روزے کا بہتر ہونا اچھے دلون مین
موکد ہوتا ہے اور عمدہ روزون مین سے بعضے تو سال بھر مین پائے جاتے ہین اور بعضے ہر مہینے مین اور کچھ ہر ہفتے مین جو ایام کہ سال مین پائے جاتے ہین
وہ رمضان کے بعد روز عرفہ اور روز عاشورہ اور عشرہ اول ذیحجہ اور عشرۂ محرم ہین اور تمام ماہ حرام روزہ کے لیے عمدہ اوقات ہین اور آنحضرت صلعم شعبان
مین اکثر روزہ رکھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ماہ رمضان ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ بعد رمضان کے روزون کے افضل روزے اللہ کے ماہ محرم کے
ہین اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ مہینا ابتدا سال ہے اسکو نیکی سے معمور کرنا بہتر ہے اور توقع ہے کہ سال بھر اسکی برکت رہے - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ ماہ حرام کا
ایک دن روزہ رکھنا اور دنون کے تیس روزون سے بہتر ہے اور رمضان کے ایک دن کا روزہ ماہ حرام کے تیس روزون سے افضل ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ جو کوئی
ماہ حرام مین سے تین دن روزے رکھے یعنی جمعرات اور جمعہ اور ہفتہ کو تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے ہر ایک روزے کے عوض مین سات سو برس کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے اور ایک
حدیث مین ہے کہ جب شعبان کا نصف ہو جاوے تو رمضان تک پھر کوئی روزہ نہین اور اسی جہت سے رمضان سے پیشتر چند روز افطار کرنا مستحب ہے اور اگر
شعبان کو رمضان سے ملادے تب بھی جائز ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایکبار ایسا کیا ہے اور بہت دفعہ نہین ملایا اور رمضان کے استقبال کی نیت سے دو تین روز پیشتر
روزہ رکھنا درست نہین لیکن اسصورت مین کہ وہ ایام اسکے معمولی دنون کے روزون سے مطابق آپڑین - اور بعض صحابہ نے تمام ماہ رجب مین روزہ رکھنا مکروہ
فرمایا ہے اس نظر سے کہ ماہ رمضان کے مشابہ نہووے غرضکہ بہتر مہینے ذی الحجہ اور محرم اور شعبان ہین اور حرام مہینے ذیقعدہ اور ذیحجہ اور محرم اور رجب ہین تین انمین سے
پے در پے ہین اور رجب تنہا اور جدا ہے اور ان سب مین افضل ماہ ذیحجہ ہے اسلیے کہ اسمین حج کا روز اور ایام معلومات اور معدودات ہین اور ماہ ذیقعدہ حرام
مہینون مین سے ہے اور حج کے مہینون مین سے بھی ہے اور شوال صرف حج کے مہینون مین سے ہے حرام مہینون مین سے نہین اور محرم اور رجب حج کے مہینون مین سے نہین ہین اور
ایک حدیث مین ہے کہ کوئی دن ایسے نہین جنمین عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل یا محبوب تر ذیحجہ کے دس روز کی نسبت کر ہو کہ انمین سے ایک دن کا روزہ سال
روزون کے برابر ہے اور انمین سے ایک رات کی بیداری شب قدر کے جاگنے کے مساوی ہے لوگون نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنا بھی
آپ نے فرمایا کہ جہاد بھی برابر نہین مگر اسصورت مین کہ اسکے گھوڑے کی کونچین کاٹی جاوین اور اسکا خون بہایا جاوے - اور
وہ مہینے شروع اور درمیان اور آخر کے ایام ہین اور مہینے کے درمیان کے روز ایام بیض ہین یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین ... بہتر کو سا ہے بعض کا میل ...
اور پنجشنبہ اور جمعہ ہین - غرضکہ عمدہ ایام یہ ہین انمین روزہ رکھنا اور کثرت سے خیرات کرنی مستحب ہے ... اوقات کی برکت ... بائی جاتی ہین اول انکی طرف اشارہ
سو باقی رہا ہمیشہ کا روزہ رکھنا تو وہ ان سب دنون کو شامل ہے مع زیادتی کے لیکن ... کہتا ہے کہ ظاہر مین لینا پڑا وہ درست کو
مکروہ جانتے ہین اسوجہ سے کہ احادیث سے اسکی کراہت پائی جاتی ہے - اور صحیح یہ ہے کہ اسکی کراہت ... ہوتی ہے کہ اس سے بہتر دن کی نظر مین آوی
افطار نکرے جسکا نام صوم دہر ہے - دوسرے یہ کہ افطار کے باب مین سنت سے اعراض کرے اور روزے کو اپنے اوپر ... اسکے لینے پر انکار کرتے ہین اس خیال سے
... ہین سے ہین - اور لوگون کو ان گناہون سے

امانت رکھنے کے بعد ... کی حفاظت ... الامانات الی اہلہا ... روایت ... رواہ مسلم ... روایت ابی ہریرہ ... روایت ابی داؤد ... ابن ماجہ ... روایت عبداللہ بن عمر ... روایت انس ...

کرنا آدمی کی اچھی معلوم ہوتی ہی جیسے اور فرائض و واجبات کی تعمیل پسند ہی - اور جس صورت مین کہ مدام روزہ رکھنے مین ان دونون خرابیون مین سے کوئی سی بھی نہو اور نفس کی بہتری مدام روزہ رکھنے مین معلوم ہوتی ہو تو روزہ مدام رکھے کہ بہت سے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا ہی اور آنحضرت صلعم سے بروایت حضرت ابوموسیٰ اشعری مروی ہی کہ فرمایا من صام الدہر کلہ ضیقت علیہ جہنم ہکذا وعقد تسعین اور اسکے معنی یہ ہین کہ جہنم مین اس شخص کے لیے جگہ نہین رہتی اور اس سے کم ایک اور درجہ ہی کہ آدھے دہر کے روزے رکھنے یعنے ایک روز افطار کرے اور ایک روز روزہ رکھے اور یہ امر نفس پر سخت تر ہی اس سے نفس خوب دبتا ہی اور اسکی فضیلت مین احادیث وارد ہین اسلیے کہ ایسے روزون مین بندہ ایک روز صبر کرتا ہی اور ایک روز شکر چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھپر دنیا کے خزانون کی کنجیان اور زمین کے دفینے پیش کیے گئے مین نے انکو واپس کردیے اور کہا کہ مین ایک روز بھوکا رہونگا اور ایک روز شکم سیر جب سیر اپیٹ بھر لیگا تو تیری حمد کرونگا اور جب بھوکا ہونگا تو تیری طرف عاجزی کرونگا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ افضل الصیام صوم اخی داؤد صلی اللہ علیہ وسلم کان یصوم یوما ویفطر یوما اور اسی کی موید وہ روایت ہی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رض روزہ کے باب مین آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کرتے تھے کہ مین اس سے بھی افضل چاہتا ہون آخر کو آپ نے فرمایا کہ ایک روز روزہ رکھ اور ایک روز افطار کر انھون نے کہا کہ مین اس سے افضل چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی صورت نہین اور مروی ہی کہ آنحضرت صلعم نے کسی مہینے کے روزے پورے سوا ماہ رمضان کے کبھی نہین رکھے بلکہ کچھ دن ہر مہینے مین افطار کیا کرتے تھے - اور جس شخص سے آدھی عمر کے روزے بھی نہو سکین تو کچھ مضائقہ نہین وہ تہائی عمر کے روزے رکھے یعنے ایک دن روزہ رکھے اور دو روز افطار کرے اور اگر تین دن اول مہینے مین اور تین ایام بیض کے اور تین آخر مہینے مین رکھ لیا کرے تو تہائی بھی ہوجاوینا اور عمدہ دنون مین بھی واقع ہون اور اگر دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھا کرے تو یہ بھی تہائی سے کچھ زیادہ ہوجاتے ہین اور جبکہ فضیلت کے اوقات آوین تو کمال کی بات یہ ہی کہ آدمی روزہ کے معنی سمجھے اور جانے کہ روزہ کا مقصود دل کا صاف کرنا اور ہمت کا خدا تعالی کے لیے فارغ کرنا ہی - اور جو شخص کہ باطن کی باریکیون کو سمجھتا ہی وہ اپنے حالات مین نظر کرتا رہتا ہی پس بعض اوقات اسکا حال یہ چاہتا ہی کہ ہمیشہ روزہ رکھے اور کبھی یہ چاہتا ہی کہ ہمیشہ افطار کرے اور کبھی اسکا حال اس بات کا مقتضی ہوتا ہی کہ افطار کو روزہ کے ساتھ ملاوے اور جب آدمی روزے کے معنی [illegible] لیگا اور طریق آخرت کے چلنے مین دل کے مراقبہ سے اسکی حد ثابت ہوجاویگی تو اسپر اسکے دل کی بہتری پوشیدہ نرہیگی اور دل کی بہتری کے لیے کوئی ترتیب دوامی ضروری نٹھیریگی اور یہی جہت مروی ہی کہ آنحضرت صلعم اتنے روزے رکھتے تھے کہ لوگ کہتے کہ اب افطار نہ کرینگے اور افطار پیہم اتنا کرتے کہ لوگ کہتے کہ اب روزہ نہ رکھینگے اور شب بیداری اتنی کرتے کہ کہا جاتا کہ اب نہ سوونگے اور سوتے اتنا کہ لوگ کہتے کہ اب نہ اٹھینگے اسی طرح نبوت سے آپ کو اوقات کے حقوق ادا کرنے کا حال معلوم ہوتا تھا اسی قدر ان امور کو بجا لاتے تھے - اور بعض علما نے چار روز سے زیادہ پیہم افطار کرنے کو مکروہ فرمایا ہی اور چار روز کی قید عید کے روز اور ایام تشریق کے خیال سے لگائی ہی اور فرمایا ہی کہ چار روز سے زیادہ افطار کرنا دل کو سخت کرتا ہی اور بری عادتین پیدا کرتا ہی اور [illegible]ات کے دروازون کو کھولتا ہی اور واقع مین اکثر لوگون کے حق مین افطار کی یہی تاثیر ہی خصوصاً جو لوگ دن رات مین دو دفعہ کھاتے ہین انکے [illegible] [illegible] پڑتا ہی - نفل روزون کی ترتیب مین ہمکو اسی قدر بیان کرنا مقصود تھا باب اسرار صوم خدا تعالے کی عنایت سے تمام ہوا اسکے بعد [illegible] ہی اللہ تعالی توفیق رفیق فرمادے وہی کافی اور مددگار ہی والحمد للہ اولا و آخرا وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وکل عبد مصطفے -

باب حج کے اسرار و مہمات کے بیان مین

[illegible] اسرحمت + اتنا ہی بیان شرف کہ کہتے ہین حسن + پاویگا لاکہ اگر کرے یک طاعت + واضح ہو کہ [illegible] اور اسلام کی تمامی اور دین کا کمال ہی جسمین اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی ہی الیوم اکملت لکم [illegible] حضرت صلعم اسکے باب مین ارشاد فرماتے ہین من مات ولم یحج فلیمت ان شاء یہودیا وان شاء [illegible] نہونے سے دین کا کمال نرہے اور اسکا چھوڑنے والا گمراہی مین یہود و نصاری کے برابر ہوجاوے اور جبکہ

بعض عارفون نے اپنے شاگرد [illegible] تو یہ تو مقصود ہی ہی اسوجہ سے [illegible] زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ [illegible] مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا [illegible] شرک سے بچاتا ہی اسلیے کہ عارف [illegible] مین شرک ہی بعض اکابر کا قول [illegible]

[illegible] کی طرف عنان قلم کو پھیرا جاوے
اس رکن کی عظمت اتنی ہی تو مناسب معلوم ہوا کہ اسکی شرح اور اسکے ارکان اور سنن اور مستحبات اور فضائل اور اسرار کی تفصیل
اور یہ سب انشاء اللہ تعالیٰ تین فصلوں سے واضح ہو جاوینگے جنمیں سے اول مین مکہ معظمہ اور کعبہ شریفہ کے فضائل وغیرہ کا ذکر ہوگا اور دوسری [illegible]
سفر سے لوٹنے تک کے سب اعمال ظاہری بیان ہونگے اور تیسری مین اسرار خفیہ اور اعمال باطنی لکھے جاوینگے

فصل اول مشتمل ہی دو بیانون پر پہلا بیان حج کے فضائل اور کعبہ اور مکہ اور مدینہ زادہا اللہ شرفاً کی فضیلت اور ان مقامات متبرکہ کی طرف سفر کی تیاری کے ذکر مین حج کی فضیلت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق حضرت قتادہ رضہ نے اسکی تفسیر مین فرمایا ہی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرمایا کہ لوگون کو حج کی اطلاع کر دو تو انھون نے پکار کر کہا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے ایک گھر بنایا ہی اسکا حج کرو اللہ تعالیٰ نے انکی یہ آواز اولاد آدم مین سے ان لوگون کے کان مین پہونچا دی جنکو قیامت تک اسکی مشیت وارادہ مین حج کرنا نصیب ہوگا اور فرمایا لیشہدوا منافع لہم بعض مفسرین منافع سے یہ غرض کہتے ہین کہ ایام حج کی تجارت اور ثواب آخرت ہی اور بعض اکابر سلف نے جب یہ مضمون سنا تو فرمایا کہ بخدا انکی مغفرت ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے جو شیطان کا قول نقل فرمایا ہی لاقعدن لہم صراطک المستقیم اسکی تفسیر مین بعض مفسرین نے فرمایا ہی کہ صراط مستقیم سے مراد مکہ معظمہ کا راستہ ہی شیطان اسپر بیٹھتا ہی تاکہ لوگون کو اس سے منع کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من حج البیت فلم یرفث ولم یفسق خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ اور فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ کسی روز مین ذلیل تر اور زیادہ راندہ اور حقیرتر اور غضبناک تر نہین دیکھا گیا اور اسکی وجہ یہی ہی کہ نزول رحمت الٰہی اور بڑے گناہون کو خدا تعالیٰ کا معاف فرمانا اسکی نظر سے گذرتا ہی کہتے ہین کہ بعض گناہ اسطرح کے ہین کہ بدون عرفہ کے ٹھہرنے کے اور کوئی چیز انکا کفارہ نہین اور اس مضمون کو حضرت امام جعفر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی مستند کیا ہی۔ اور بعض مقرب اہل مکاشفہ نے ذکر کیا ہی کہ ابلیس ملعون ایک آدمی کی صورت مین انکے سامنے آیا کہ دبلا بدن زرد رنگ چشم گریان پشت شکستہ ہی انھون نے پوچھا کس سبب سے روتا ہی کہا کہ یہ وجہ ہی کہ حاجی بدون تجارت کے اسکی طرف نکلے ہین مین یہ کہتا ہون کہ اب تو وہ خدا ہی کو مقصود کر چکے ہین کہین ایسا نہو کہ اللہ تعالیٰ انکو محروم نہ فرماوے مجھے یہی غم ہی پھر انھون نے پوچھا کہ تیرے جسم کے دبلے ہونے کی کیا وجہ ہی اسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین گھوڑون کا ہنہنانا اگر وہ میری راہ مین ہوتے تو مجھے اچھا معلوم ہوتا انھون نے پوچھا کہ تیرا رنگ کیون متغیر ہی شیطان نے کہا کہ طاعت پر لوگون کی ایک دوسرے کی مدد کرنے سے اگر وہ ایک دوسرے کی پشتی گناہ پر مل کر کرتے تو مجھکو زیادہ محبوب ہوتا پوچھا کہ تیری کمر کیون ٹوٹ گئی کہا بندے کی اس دعا سے کہ الٰہی مین تجھسے خاتمے کی بہتری چاہتا ہون تو مین یہ کہتا ہون کہ ہائے افسوس کی بات ہی کہ اگر اس شخص نے اپنے عمل سے عجب بھی کیا تو کہین ایسا نہو کہ اسکی برائی سے واقف ہو جاوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرہ کے ارادے سے نکلے اور مرجاوے تو اسکے لیے حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے کا ثواب قیامت تک جاری رہیگا اور جو شخص حرمین شریفین مین سے ایک مین مرجاوے تو وہ نہ حساب کے لیے پیش ہوگا نہ اس سے حساب لیا جاویگا اور اس سے کہا جاویگا کہ جنت مین داخل ہو اور فرمایا حجۃ مبرورۃ خیر من الدنیا بما فیہا وحجۃ مبرورۃ لیس لہا جزاء الا الجنۃ اور فرمایا کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے خدا تعالیٰ کے قاصد [illegible] اگر اس سے کچھ مانگتے ہین تو انکو دیتا ہی اور اگر اس سے مغفرت چاہتے ہین تو انکی مغفرت کرتا ہی اور اگر دعا مانگتے ہین تو قبول [illegible] تو انکی سفارش منظور فرماتا ہی۔ اور ایک حدیث مین جو بروایت اہل بیت علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ [illegible] من وقف بعرفۃ فیظن ان اللہ تعالیٰ لم یغفر لہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت [illegible] رحمتین اترتی ہین ساٹھ تو طواف کرنے والون کے لیے اور چالیس نماز پڑھنے والون [illegible] مین ہی کہ خانہ کعبہ کا طواف بہت کیا کرو کہ وہ بڑی بزرگ چیزون مین [illegible] قیامت [illegible] وہ لوگ [illegible]

[illegible] بہتر کونسا ہی بعض کا یہ قول ہی [illegible] پائی جاتی ہین اول انکی طرف اشارہ [illegible] ہوتا ہی کہ ظاہر مین لینا پر وہ مروت کو [illegible] ہوتی ہی کہ اس سے بخیرون کی نظر مین آدمی [illegible] اسکے لینے پر انکار کرتے ہین ان خیال سے [illegible] پاسے ہین اور لوگون کو ان گناہون سے

نکل ... ہوگئے - اور بہین جہت سے دن حج اور عمرہ کے اول ہی طواف کرنا مستحب ہے - اور ایک حدیث مین ہے کہ جو شخص ننگے پاؤن ننگے بدن سات
پھیرے کا ... ہے جیسا ایک بردہ آزاد کیا اور جو کوئی سات پھیرے طواف کے مینہ برستے مین کرے اسکے پیشتر کے گناہ بخش دیے جاوینگے
اور کہتے ہین کہ عرفہ کے میدان مین اگر اللہ تعالی کسی بندے کا کوئی گناہ بخشتا ہے تو جو شخص اس بندے کی جگہ پر پہونچ جاتا ہے اسکی بھی مغفرت فرماتا ہے اور
بعض سلف کا قول ہے کہ جب عرفہ کا روز جمعہ کے دن پڑتا ہے تو عرفات کے سب حاضرین کو اللہ تعالی مغفرت فرماتا ہے اور عرفہ کو جمعہ کا ٹیکا دنیا مین سب
دنون سے افضل ہے اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وداع کیا اور آپ عرفات کے میدان ہی مین تھے کہ یہ آیت اتری - الیوم اکملت
لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اہل کتاب نے کہا کہ یہ آیت اگر ہمپر اترتی تو جس روز اترتی ہم اس روز کو عید مقرر کرتے حضرت عمر رض
نے ارشاد فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ یہ آیت دو عیدون کے دن مین اتری یعنے عرفہ کے دن اور جمعہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسوقت
اتری کہ آپ عرفات پر تشریف رکھتے تھے - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہم اغفر للحاج ولمن استغفر لہ الحاج اور مروی ہے کہ علی بن موفق نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چند حج کیے وہ کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ مجھسے ارشاد فرماتے ہین کہ اے
ابن موفق تو نے میری طرف سے حج کیا مین نے عرض کیا کہ ہان پھر فرمایا کہ تو نے میری طرف سے لبیک کہا مین نے عرض کیا کہ ہان ارشاد فرمایا کہ
اسکا بدلہ مین قیامت مین تجکو دونگا کہ ابھی خلقت حساب کی سختی مین ہوگی اور مین تیرا ہاتھ پکڑکر جنت مین داخل کر دونگا اور مجاہد اور دوسرے
علماء نے فرمایا کہ حاجی جب مکہ معظمہ مین آتے ہین تو فرشتے اونٹون کے سوارون کو تو سلام کرتے ہین اور گدھون کے سوارون سے مصافحہ کرتے ہین
اور پیادہ لوگون سے لپٹکر ملتے ہین - اور حضرت حسن بصری رح کا قول ہے کہ جو شخص رمضان کے بعد مرے یا غزوہ جہاد کے بعد یا حج کے بعد وہ شہید
مرتا ہے - اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ حاجیون کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہین اور ذی حجہ اور محرم اور صفر اور ربیع الاول کی بیسوین تک مین جسکے
لیے وہ مغفرت کی درخواست کرین اسکی بھی مغفرت ہو جاتی ہے - اور اکابر سلف کا یہ دستور تھا کہ غازیون کو رخصت کرنے کو ساتھ جاتے تھے اور حاجیون
کے لینے کو جاتے اور انکی دونون آنکھون کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیتے اور انکے اپنے لیے دعا منگواتے اور پیشتر اس سے کہ وہ مرتکب گناہ ہون
یہ باتین کر گزرتے - اور ... بن موفق سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے ایک سال حج کیا اور عرفہ کی شب کو منا کی مسجد خیف مین ٹھہرا مین نے
خواب مین دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے سبز لباس پہنے ہوے اترے اور ایک نے دوسرے کو عبد اللہ کہکر پکارا دوسرے نے کہا کہ لبیک اول
نے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ اس سال مین ہمارے پروردگار کے گھر کا کتنے لوگون نے حج کیا دوسرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہین اول نے کہا کہ چھ لاکھ آدمیون
نے حج کیا ہے اب تمکو یہ معلوم ہے کہ انمین سے کتنون کا حج مقبول ہوا دوسرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہین اول نے کہا کہ ان مین سے صرف
چھ آدمیون کا حج مقبول ہوا ہے یہ کہکر وہ دونون آسمانون کی طرف اٹھے یہانتک کہ میری نظر سے غائب ہوگئے مین خوف زدہ جاگا اور نہایت
... طاری ہوا اور مجھے اپنی فکر ہوئی اور دل مین کہا کہ جب چھ آدمیون ہی کا حج مقبول ہوا ہے تو مین ان مین کہان ہونگا جب
... مشعر حرام کے پاس رات کو رہا تو یہی فکر تھا کہ آدمی اس کثرت سے ہین اور حج اتنے تھوڑے لوگون کا مقبول
ہو جاتی ہے اور ... دیکھی ... یہی دونون فرشتے اپنی پہلی صورتون پر اترے اور ایک نے دوسرے کو پکارکر وہی تقریر سابق پھر سے کی پھر کہا کہ تمھین
بعض عارفون نے اپنے شاگرد ... معلوم ہے کہ ... رو کو رسے کیا حکم دیا ہے اسنے کہا کہ مجھے معلوم نہین کہا کہ اللہ جلشانہ نے چھ آدمیون مین سے ہر ایک کو ایک ایک
تو یہ تو مقصود ہی ہے اسوجہ سے ... لاکھ بخش ... ابن موفق کہتے ہین کہ پھر جو میری آنکھ کھلی تو مجھکو خوشی زائد از بیان تھی - اور ایک حکایت
زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ تو ... یاد کرتا تو مجھکو ان لوگون کا فکر ہوا جنکا حج مقبول نہوا ہوگا سو مین نے دعا مانگی کہ
مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا ... مقبول نہوا ہو وہ کہتے ہین کہ رات کو مین نے رب العزت جلشانہ کو خواب مین دیکھا کہ فرماتا ہے
شرک سے بچانا ہے اسلیے کہ عارف ... نے سخاوت اور سخیون کو پیدا کیا اور سب سخیون اور بڑے کرم والون سے زیادہ سخی اور جود والا مین ہون
مین شرک ہے بعض اکابر کا قول ہے

اور محکو جہان کے لوگون کی نسبت کر جود و کرم کا استحقاق زیادہ تر ہی مین نے جن لوگون کا حج مقبول نہین کیا انکو ایسے لوگون کو دے دیا جنکا حج قبول کیا
خانۂ کعبہ اور مکۂ معظمہ کی فضیلت آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہی کہ اس گھر کا حج ہر سال مین چھ لاکھ آدمی کرینگے اور اگر [illegible] گھٹینگے تو اللہ تعالیٰ
فرشتون سے یہ شمار کامل کر دیگا اور قیامت کو کعبہ کا حشر اسی طرح ہوگا جیسے زفاف کے لیے دولہن ہوتی ہی اور جن لوگون نے اسکا حج کیا ہوگا وہ اسکے
پردون مین لٹکے ہونگے اور گرد چلتے ہونگے یہانتک کہ کعبہ جنت مین داخل ہوگا اور یہ لوگ اسکے ساتھ جنت مین داخل ہونگے۔ اور ایک حدیث مین
ارشاد فرمایا کہ حجر اسود جنت کے یاقوتون مین سے ایک یاقوت ہی اور وہ قیامت مین اسطرح اٹھیگا کہ اسکے دو آنکھین ہونگی اور ایک زبان ہوگی
جس سے وہ اس شخص کے لیے گواہی دیگا جسنے اسکو حق اور صدق کے ساتھ بوسہ دیا ہوگا۔ اور آنحضرت صلعم اسکو بہت بوسہ دیا کرتے تھے
اور مروی ہی کہ آپ نے اسپر سجدہ بھی کیا ہی۔ اور آپ اگر سواری پر طواف کرتے تو اپنے عصا کے سرے کو بوسہ دیتے۔ اور حضرت عمر رضہ نے اسکو بوسہ دیا
پھر فرمایا کہ مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہی نہ ضرر کرتا ہی نہ نفع پہنچاتا ہی اور اگر مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھکو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو ہرگز تجھکو
بوسہ نہ دیتا پھر آپ روئے یہانتک کہ رونے کی آواز بلند ہوئی پھر اپنے پیچھے پھر کر دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پایا اُنسے کہا کہ ای ابو الحسن
یہ وہ مقام ہی کہ یہان آنسو بہائے جاوین اور دعائین مقبول ہووین حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ یا امیر المومنین یہ پتھر ضرر اور نفع کرتا ہی آپ نے
پوچھا کہ کسطرح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب اولاد آدم کا عہد لیا تھا تو ایک نوشتہ لکھکر اس پتھر کو کھلا دیا تھا پس یہ ایماندار کے لیے عہد کے
پورا کرنے کی اور کافر پر عہد شکنی اور انکار کی گواہی دیگا۔ کہتے ہین کہ بوسہ دینے کے وقت لوگ جو یہ کہتے ہین اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً
بِعَھْدِکَ اس سے وہی مراد ہی جو حضرت علی رضہ نے ارشاد فرمایا۔ اور حضرت حسن بصری رح سے مروی ہی کہ مکہ معظمہ مین ایک دن کا روزہ رکھنا برابر ایک لاکھ
روزے کے ہی اور ایک درم کا خیرات کرنا برابر لاکھ درم خیرات کرنے کے ہی اور اسی طرح ہر ایک نیکی لاکھ نیکیون کے مساوی ہی۔ اور کہتے ہین کہ
سات پھیرون کا طواف ایک عمرہ کے برابر ہی اور تین عمرے ایک حج کے مساوی ہین۔ اور ایک حدیث صحیح مین وارد ہی کہ عُمْرَۃٌ فِیْ رَمَضَانَ کَحَجَّۃٍ مَعِیْ اور فرمایا
اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ عَنْهُ ثُمَّ اٰتِیْ اَھْلَ الْبَقِیْعِ فَیُحْشَرُوْنَ مَعِیْ ثُمَّ اٰتِیْ اَھْلَ مَکَّۃَ فَاُحْشَرُ بَیْنَ الْحَرَمَیْنِ اور ایک حدیث مین ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام جب
افعال حج پورے کر چکے تو اُنسے فرشتون نے ملاقات کرکے کہا کہ ای آدم تمہارا حج مقبول ہوا ہمنے اس گھر کا حج تم سے دو ہزار برس پیشتر کیا ہی اور
ایک روایت مین آیا ہی کہ اللہ تعالیٰ ہر شب مین اہل زمین کی طرف نظر کرتا ہی اور سب سے پیشتر اہل حرم کی طرف نظر کرتا ہی اور اہل حرم مین مسجد کعبہ کے
لوگون کو پیشتر دیکھتا ہی پس جسکو طواف کرتے دیکھتا ہی اسکو بخشدیتا ہی اور جسکو نماز پڑھتے دیکھتا ہی اسکی مغفرت کرتا ہی اور جسکو روبقبلہ کھڑا دیکھتا ہی
اسکی مغفرت کرتا ہی۔ اور بعض اولیا کو مکاشفہ ہوا تو اُنھون نے دیکھا کہ سب گھاٹیان جزیرہ عبادان کو سجدہ کرتی ہین اور جزیرۂ مذکور جدہ
کی طرف کو سجدہ کرتا ہی۔ اور کہتے ہین کہ جب ہر روز آفتاب ڈوبتا ہی تو خانۂ کعبہ کا طواف ایک ابدال ضرور کرتا ہی اور کسی رات کی صبح ایسی نہین
کہ اُسمین ایک اوتاد شخص کعبہ کا طواف نہ کرے۔ اور جب یہ بات نہ رہیگی تو زمین پر سے کعبہ کے اٹھ جانے کا سبب ہوگی لوگ صبح کو اٹھکر دیکھینگے
کہ کعبہ اٹھ گیا کچھ اسکا نشان نہ دیکھینگے اور یہ بات جب ہوگی کہ سات برس گذر جاوینگے اور کعبہ کا حج کوئی نہ کریگا پھر قرآن [illegible]
مین سے اٹھ جاویگا لوگ صبح کو دیکھینگے کہ ورق سادے سفید ہین کوئی حرف اُن مین نہین پھر قرآن دلون سے [illegible]
اسکا ایک لفظ بھی یاد نہ رہیگا پھر لوگ شعرون اور راگون اور ایام جاہلیت کے اخبار کی طرف میل کرینگے پھر دجال [illegible]
نکلکر اسکو قتل کرینگے اور قیامت اُسوقت ایسی قریب ہوگی جیسے پورے دنون کی حاملہ کے [illegible] ہی کہ بعض کا میل تو اس طرف
[illegible] پائی جاتی ہین اول انکی طرف اشارہ
مین ہی کہ اس گھر کا طواف بہت کرو پیشتر اس سے کہ اٹھا لیا جاوے کیونکہ دو دفعہ [illegible] کہتا ہی کہ ظاہر مین لینا پردہ مرتبہ کو
علی رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کہ جب مین [illegible] ہوتی ہی کہ اس سے بیخبرون کی نظر مین آدمی
اول اسکو خراب کرونگا پھر اسکے بعد دنیا کو خراب کر دونگا مکہ معظمہ مین مقام کرنے کی خوبی اور برائی علمائے [illegible] کے لینے پر انکار کرتے ہین اس خیال سے
[illegible] سے ہین اور لوگون کو ان گناہون سے

بعضے لوگ ہیں وہ مکہ معظمہ مین ٹھہرنے کو تین وجہون سے برا سمجھتے ہین اوّل اُکتا جانے اور خانۂ کعبہ کے ساتھ مساوات ہوجانے کے خوف سے کیونکہ یہ بات اکثر [illegible] حرمت کے باب مین ہوتی ہو فرو کرنے مین تاثیر کرتی ہو اور یہی وجہ حضرت عمر رضہ حاجیون کو حج سے فراغت ہونے کے بعد مارتے اور کہتے کہ اے یمن والو اپنے یمن کو جاؤ اور شام والو شام کو رخصت ہو اور عراق والو عراق کی راہ لو اور اسیوجہ سے حضرت عمر رضہ نے قصد کیا کہ لوگون کو طواف کی کثرت سے منع فرماوین اور فرمایا کہ مجکو یہ خوف ہو کہ لوگ کہین اس گھر سے مانوس نہو جاوین یعنی پھر اُنکو اُسکی حرمت مساوات سی ہوجاویگی دوسری وجہ مقام کو برا جاننے کی یہ ہو کہ جدا ہونے سے شوق ابھرتا ہو اور پھر آنے کا سامان جمتا ہو کیونکہ اللہ تعالے نے خانۂ کعبہ کو مثابۃ للناس وامنا فرمایا ہو اور مثابہ کے معنی یہی ہین کہ اُسکی طرف بار بار آوین اور اپنی غرض اور حاجت پوری نہ کرنے پاوین اور بعض اکابر نے فرمایا ہو کہ اگر تم کسی اور شہر مین ہو اور تمھارا دل مکہ کا مشتاق ہو اور خانۂ کعبہ سے متعلق رہے تو یہ اس بات سے بہتر ہو کہ تم مکہ مین رہ کر مقام سے اکتاؤ اور کسی اور شہر مین تمھارا دل ہو۔ اور بعض سلف کا قول ہو کہ بہت سے آدمی خراسان مین ہین کہ وہ خانۂ کعبہ سے بہ نسبت اُسکے طواف کرنے والون کے قریب ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالے کے کچھ بندے ایسے ہین کہ کعبہ شریفہ خدا تعالے کے تقرب کے لیے اُنکا طواف کرتا ہو۔ تیسری وجہ مکہ مین خطاؤن اور گناہون کے مرتکب ہونے کا خوف ہو کہ اُسمین خطرہ ہو اور ضرور ہو کہ جگہ کی بزرگی کی جہت سے خدا تعالی کے غصہ کا موجب ہو۔ وہیب بن ورد مکی روایت کرتے ہین کہ مین ایک رات حطیم مین نماز پڑھتا تھا مین نے سنا کہ دیوار کعبہ اور پردہ کے بیچ سے یہ آواز آتی ہو کہ اے جبرئیل میرے گرد طواف کرنے والے جو جہل کی باتین اور لغو اور لہو کرتے ہین ان امور سے مجکو رنج ہوتا ہو اُسکی شکایت مین اول اللہ سے کرتا ہون پھر تمسے کرتا ہون اگر یہ لوگ اِن باتون سے باز نہ آوینگے تو مین ایک پھریری ایسی لونگا کہ میرا ہر ایک پتھر اُس پہاڑ پر چلا جاویگا جہان سے جدا کیا گیا تھا۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ کوئی شہر مکہ کے سوا ایسا نہین جسمین عمل سے پیشتر صرف قصد پر مواخذہ کیا جاوے پھر یہ آیت پڑھی ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم یعنی یہ عذاب دینا صرف ارادہ کرنے پر فرمایا۔ اور کہتے ہین کہ مکہ مین جیسی نیکیان مضاعف ہوتی ہین ویسی برائیان بھی مضاعف ہوتی ہین۔ اور حضرت ابن عباس رضہ فرمایا کرتے کہ مکہ مین غلہ خرید کر بند کر رکھنا اور گرانی کا منتظر رہنا حرم مین الحاد کرنے کی [illegible] سے ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ جھوٹ بھی اسمین داخل ہو اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا ہو کہ اگر مین رکیہ مین ستر گناہ کرون اور میرے نزدیک اس سے بہتر ہو کہ مین مکہ مین ایک گناہ کرون اور رکیہ مکہ اور طائف کے درمیان مین ایک منزل ہو اور اسی خوف کی جہت سے بعض مقام کرنے والون کی یہ نوبت ہوئی تھی کہ زمین حرم مین پاخانہ نہ پھرتے تھے بلکہ پاخانہ پیشاب کے لیے زمین حل مین جاتے تھے اور بعض لوگ مہینہ بھر مکہ مین رہے اور اپنے پہلو زمین پر نہ رکھے۔ اور مکہ معظمہ مین ٹھہرنے کی ممانعت کی جہت سے بعض علما نے وہان کے گھرون کا کرایہ مکروہ [illegible] ہو اور تم یہ گمان مت کرنا کہ ٹھہرنے کا مکروہ ہونا جگہ کی فضیلت کے مساوی ہو اسلیے کہ اس مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہو کہ اُس جا سے پاک کے [illegible] ادا کرنے سے خلق کے لوگ قاصر ہین پس جب ہم یہ کہتے ہین کہ مکہ مین مقام نہ کرنا بہتر ہو اسکے یہ معنی ہین کہ وہان ٹھہر کر تقصیر کرنے اور اکتا [illegible] ہوجاتی ہو اور بندی کی [illegible] نا اچھا ہو یہ نہین کہ اُسکے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ٹھہرنے کی بہ نسبت کبھی اچھا ہو یہ امر کیسے ہوسکتا ہو یہ تو وہ مقام ہو کہ جب بعض عارفون نے اپنے شاگرد [illegible] لائے تو کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو خدا تعالی کی زمین مین بہت بہتر ہو اور تمام جگہون کی بہ نسبت کر مجکو زیادہ محبوب تو یہ تو مقصود ہی ہو اسوجہ سے [illegible] ہرگز نہ نکلتا۔ علاوہ ازین خانۂ کعبہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہو اور مکہ مین نیکیان حسب مذکورۂ بالا مضاعف زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ تو [illegible] نہ ٹھہر [illegible] کر مطلق افضل ہو مدینۂ منورہ کی فضیلت تمام شہرون پر بعد مکہ کے کوئی جگہ افضل مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا [illegible] ہوتے ہین چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا صلوۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف صلوۃ فیما شرک سے بچاتا ہو اسلیے کہ عارف [illegible] عمل ہزار کے برابر ہو اور بعد مدینہ منورہ کے بیت المقدس ہو کہ اُسمین ایک نماز پانسو مین شرک ہو بعض اکابر کا قول ہو [illegible] ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضہ آنحضرت صلعم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ ایک نماز مدینہ کی مسجد مین دس ہزار

نمازون کے برابر ہے اور بیت المقدس مین اُسکی ہزار کے برابر اور مسجد حرام مین ایک لاکھ کے برابر - اور فرمایا لا یصبر علی لاوائها وشدتها احد الا کنت له شفیعا یوم القیامة
فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ مین مرے وہ ایسا ہی کرے کیونکہ جو کوئی اُسمین مریگا قیامت کو مین اُسکا شفیع ہونگا - اور بعد ان تینون مکانون کے [illegible] سب برابر ہین بجز گھاٹیون کے کہ اُنمین دشمن کی نگہبانی کے لیے ٹھہرنے مین بہت فضیلت ہے اور اسی لیے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لا تشد الرحال الا الی ثلثة
مساجد المسجد الحرام ومسجدی ہذا والمسجد الاقصی اور بعض علما نے اس حدیث سے دلیل کی ہے کہ مقامات متبرک اور علما اور صلحا کی قبرون پر جانے کو منع کیا ہے
اور ہمکو معلوم نہین ہوتا کہ اُنکا استدلال درست ہو بلکہ زیارت قبور کی اجازت ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کنت نہیتکم عن زیارة القبور فزوروها - اور
حدیث بالا مساجد کے باب مین آئی ہے مشاہد کا حکم ویسا نہین اسلیے کہ مسجدین اُن تین مسجدون کے سوا ایک سی ہین اور کوئی شہر ایسا نہین جسمین مسجد نہو
پھر دوسری مسجد مین جانے کے کیا معنی اور مشاہد سب یکسان نہین بلکہ اُنکی زیارت کی برکت اُسی قدر ہوتی ہے جتنے اُن لوگون کے درجے اللہ تعالے
کے نزدیک ہوتے ہین ہان اگر آدمی ایسے گانون مین ہو کہ جسمین مسجد نہو تو اُسکو جائز ہے کہ کسی ایسے گانون کی طرف سفر کرے جسمین مسجد ہو اور یا کل اُسی مین
جا رہے اگر چاہے - پھر ہمکو معلوم نہین کہ یہ کہنے والا انبیا علیہم السلام مثل حضرات ابراہیم و موسی و یحیی وغیرہم کی قبرون پر جانے سے بھی منع کریگا کہ نہین اور
منع کرنا تو نہایت درجہ کو محال ہے پس جب انکی قبرون پر جانا درست کہیگا تو اولیا اور علما اور صلحا کی قبرین بھی اُنھین قبرون کے حکم مین ہین اور بعید نہین
کہ اُنکی قبرون پر جانا سفر کی اغراض مین سے ہو جیسے علما کی زیارت زندگی مین مقصود ہوتی ہے یہ حال تو سفر کا ہے اب مقام کا حال سنو مرید کے لیے اگر سفر
سے غرض علم کا حاصل کرنا نہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے مکان مین بیٹھا رہے بشرطیکہ وطن مین اُسکا حال درست بنا رہے اور اگر سلامت نہ رہے تو ایسی جگہ تلاش
کرے جسمین اُسکو کوئی نہ جانے اور دین سلامت رہے اور فراغ دل عبادت میسر ہو کہ اُسکے حق مین یہ مقام سب سے افضل ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ
شہر سب اللہ کے ہین اور لوگ سب اُسکے بندے ہین اس صورت مین جسجگہ مین تو نرمی اور آسانی دیکھے وہان ٹھہر جا اور اللہ تعالی کا شکر کر - اور ایک حدیث مین
ہے کہ جس شخص کو کوئی چیز روزی ہو اُسکو لازم پکڑے اور جسکی معاش کسی چیز مین کردی گئی ہو اُس سے نہ ہٹے یہانتک کہ وہ چیز اُسپر بدل جاوے - اور ابو نعیم
کہتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رح کو دیکھا کہ اپنا توشہ دان مونڈھے پر اور پانی کا کوزہ ہاتھ مین لیے ہین مین نے پوچھا کہ ای ابو عبد اللہ کہان کا ارادہ ہے
فرمایا کہ ایسے شہر کو جاتا ہون جہان ایک درم مین اپنا توشہ دان بھر لون اور ایک روایت مین یہ ہے کہ اُنھون نے جواب دیا کہ مین نے ایک گانو کی خبر سنی ہے کہ اُسمین ارزانی ہے تو
اُسمین ٹھہرونگا راوی نے کہا کہ مین نے پوچھا کہ آپ ایسا کرتے ہین فرمایا کہ ہان جب تم کسی شہر مین ارزانی سنو تو اُسکا قصد کرو کہ اس سے تمہارا دین بھی سلامت
رہیگا اور فکر کم کرنا پڑیگا - اور کہا کرتے تھے کہ یہ زمانہ خرابی کا ہے گمنام اسمین امن نہین رہ سکتے مشہورون کا تو کیا ذکر ہے - زمانہ تو نقل مکان کا ہے کہ آدمی ایک
گانون سے دوسرے گانون مین اپنے دین کو فتنون سے بچائے پھرے - اور یہ بھی اُنھین کی حکایت ہے کہ فرمایا بخدا مجھے معلوم نہین کہ کون سے شہر مین رہون
لوگون نے کہا کہ خراسان مین فرمایا کہ وہان کے مذہب مختلف اور تجویزین خراب ہین لوگون نے کہا کہ شام مین رہیے فرمایا کہ وہان شہرت ہو جاتی ہے کسی نے
کہا کہ عراق مین سکونت کیجیے فرمایا کہ وہ ملک ظالمون کا ہے کہا کہ مکہ معظمہ مین رہیے فرمایا کہ مکہ [illegible] اور بدن کو تحلیل کرتا ہے اور ایکبار کسی [illegible] نے
اُنسے کہا کہ مین نے نیت کرلی ہے کہ انشاء اللہ مکہ مین رہونگا مجکو کچھ نصیحت فرمائیے فرمایا کہ تین باتون کی وصیت کرتا ہون اول یہ کہ صف [illegible]
دوم کسی قریشی کی صحبت مت اختیار کرنا سوم صدقہ ظاہر کرکے مت دینا صف اول مین پڑھنے سے اسلیے منع فرمایا کہ آدمی [illegible]
ہوتا ہے تو اُسکی تلاش ہوتی ہے اس صورت مین عمل مین زینت اور بناوٹ مل جاتی ہے [illegible]

[illegible] سے بہتر کوئی نسا ہی بعض کا میل [illegible] پائی جاتی ہین اول اُنکی طرف اشارہ [illegible] ہتا ہے کہ ظاہر مین لینا پر وہ مروت کو [illegible] ہوتی ہے کہ اس سے بخیرون کی نظر مین آدمی [illegible] اُسکے لینے پر انکار کرتے ہین اس خیال سے [illegible] پتا ہے اور لوگون کو ان گناہ ہوتے ہے

دوسرا بیان حج کے واجب ہونے اور درست ہونے کی شرطون اور اُسکے رکنون اور واجبات [illegible] مین

حج کے درست ہونے کی شرطین دو ہین ایک وقت دوسرے مسلمان ہونا اس [illegible]
باندھے اور اگر چھوٹا ہو تو اُسکی طرف سے اُسکا ولی احرام باندھے اور افعال حج کے طواف اور [illegible]
کی دسوین شب یعنی یوم نحر کی صبح صادق ہونے تک ہے پس جو شخص اس مدت کے سوا اور دنون مین احرام باندھیگا تو حج [illegible]

مسئلہ - جو شخص منٰے کے ایام مین مناسک حج ادا کرنے کا پابند ہو اُسکو عمرہ کا احرام نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ عمرہ لینے کے بعد پھر اُس سے منٰے کے اعمال نہو سکینگے
دوسرا ... اسلام ہو جانے کی شرطین ہین اور وہ پانچ ہین اول مسلمان ہونا دوسرے آزاد ہونا سوم بالغ ہونا چہارم عاقل ہونا پنجم وقت کا ہونا
پس اگر لڑکا یا غلام احرام باندھے اور عرفہ بالغ خواہ آزاد ہو جاوے یا مزدلفہ مین ہو اور صبح صادق سے پیشتر عرفہ کو چلا جاوے تو حج اسلام ہو جاویگا
اسلیے کہ حج عرفات پر کھڑے ہونے کا نام ہے اور وہ حالت بالغ ہونے اور آزاد ہونے مین میسر ہو گیا اور ان دونوں پر دم کرنا قصور کے جانورکا لازم نہ آویگا
اور فرض عمرہ کی بھی یہی شرطین ہین سوا وقت کے سوم حج کے نفل ہونے کی شرط آزاد اور بالغ کے حق مین یہ ہے کہ حج اسلام سے فارغ ہو کیونکہ حج
اسلام مقدم ہے اسکے بعد اُس حج کی قضا ہے جسکو عرفہ کے ٹھہرنے کے وقت فاسد کر دیا ہو پھر نذر کا حج ہے پھر دوسرے کی طرف سے نائب ہو کر اگر حج کرے
اُسکا مرتبہ ہے پھر حج نفل ہے یہ ترتیب اسی طرح ضروری ہے اور گو نیت اسکے خلاف ہو مگر حج اسی طرح ہوگا یعنی اگر ایک شخص کے ذمہ حج اسلام ہے اور وہ حج
نذر کی نیت سے یا دوسرے کی نیابت کرکے احرام باندھے تو اُسکی نیت کا اعتبار نہوگا بلکہ حج اسلام ہو جاویگا چہارم حج کے لازم ہونے کی شرطین ہین
اور وہ پانچ ہین بلوغ اور اسلام اور عقل اور آزادی اور قدرت اور جس شخص پر حج فرض لازم ہوتا ہے اُسی پر فرض عمرہ بھی لازم ہوتا ہے اور جو شخص
زیارت یا تجارت کے لیے مکہ مین جانا چاہے اور لکڑی بیچنے والا نہو تو ایک قول کے بموجب اُسپر احرام باندھنا لازم ہے پھر عمرہ یا حج کے اعمال کرکے احرام
کھول ڈالے - اور قدرت کی دو قسمین ہین ایک تو خود اعمال حج کو بجا لانے کے لیے اسکے واسطے کئی باتین چاہئین اول اپنا تندرست ہونا دوم راستہ مین
نرخ کی ارزانی اور خوف وخطر کا نہونا خواہ تری کا ہو یا خشکی کا سوم مال اسقدر ہونا کہ جانے اور وطن مین لوٹ آنے کو کافی ہو خواہ اُسکے گھر والے ہون
یا نہون اسلیے کہ وطن کا چھوڑنا آدمی کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور جن لوگوں کا نفقہ اُسکے ذمہ پر لازم ہے اُنکے لیے بھی اتنے دنون کا خرچ ہو اور اسقدر
پاس ہو کہ اُس سے اپنے قرض ادا کر دے اور سواری کے لینے پر خواہ کرایہ کرنے پر قادر ہو خواہ سواری کا جانور علحدہ ہو یا اگر پر تل کے جانور پر بیٹھ سکے
تو اُسی کی قدرت چاہیے - دوسری قسم قدرت کی اپاہج کے حق مین ہے وہ یہ ہے کہ اتنا مال رکھتا ہو کہ اپنی طرف سے دوسرے شخص کو حج کرنے کو بھیجے
کہ وہ اپنا حج اسلام کرکے دوسرے سال اُسکی طرف سے حج کرے اور اس صورت مین خرچ سواری پر تل کے جانور کا کافی ہے - اور اگر اپاہج آدمی
کا لڑکا راستہ مین اُسکی خدمت کرنے کو تیار ہو تو اس صورت مین وہ معذور نہ گنا جاویگا بلکہ قدرت والا ہو جاویگا اور اگر بیٹا اپنا مال باپ کے
سامنے رکھ دے تو اس سے وہ قادر نہوگا کیونکہ بدن کی خدمت مین بیٹے کی سعادتمندی ہے اور مال کے دینے مین باپ پر احسان ہے - اور جس
شخص کو قدرت ہو جاوے اُسپر حج کرنا واجب ہے اور تاخیر سے جانا اُسکو درست ہے مگر تاخیر کرنے مین خطرہ ہے اگر آخر عمر تک بھی حج نصیب ہو جاویگا
تو فرض ساقط ہو جاویگا لیکن اگر بعد لازم ہونے کے حج کرنے سے پیشتر مر جاویگا تو خدا کے سامنے حج کے نہ کرنے سے عاصی ہو کر جاویگا اور حج اسکے
ترکہ مین سے کرایا جاوے گو اُسنے وصیت نہ کی ہو جیسے اور قرضون کا حال ہے کہ وہ بھی بدون وصیت ادا کرنے پڑتے ہین - اور اگر ایک سال مین اُسکو
... ہوئی اور لوگون کے ساتھ حج کو نہ نکلا پھر اُسکا مال لوگون کے حج کرنے سے پیشتر جاتا رہا اور یہ شخص بھی مر گیا تو اُسپر حج کا مواخذہ نہوگا -
... باوجود توانگری کے حج نہ کرے اور مر جاوے تو اُسکا معاملہ خدا تعالی کے نزدیک نہایت سخت ہے حضرت عمر رض نے فرمایا ہے کہ مین نے قصد
... ہو جاتی ہے اور ... شہرون کو لکھدون کہ جو شخص حج کی قدرت پا کر نہ کرے اُسپر کچھ جزیہ لگا دیا جاوے - اور سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی اور مجاہد اور
بعض عارفون نے اپنے شاگرد ... ہو کہ کسی شخص پر حج واجب تھا اور وہ حج کرنے سے پیشتر مر گیا تو ہم اُسپر نماز نہ پڑھینگے - اور بعض اکابر کا ہمسایہ توانگر
تو یہ تو مقصود ہی ہے اسواسطے ... تھا اُن بزرگ ... اُسکی نماز نہ پڑھی اور حضرت ابن عباس رض کہا کرتے تھے کہ جو شخص بدون زکوۃ دیے اور بغیر
زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ ... حج کیے مر جاوے وہ دنیا مین لوٹنے کی ... رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت اعمل صالحا سے غرض آپ نے ارشاد فرمایا ہے یہ
مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا ... یقین اور ...
شرک سے بچانا ہے اسلیے کہ عارف ... پانچ ہین اول احرام دوم طواف سوم طواف کے بعد صفا و مروہ مین دوڑنا چہارم عرفات
مین شرک ہے بعض اکابر کا قول ہے ... مونڈانا اور عمرہ کے ارکان بھی یہی ہین سوا عرفات پر ٹھہرنے کے اور حج کے واجبات جنکے چھوڑنے کا

دوسری فصل شروع سفر سے لوٹ آنے تک کے اعمال ظاہری کی ترتیب مین اور انکی دس بیان ہین۔

پہلا بیان نکلنے کے آغاز سے احرام تک کی سنتون کے ذکر مین اور وہ آٹھ باتین ہین اول ال سے متعلق ہو کہ ارادہ سفر کے وقت اول توبہ کرے اور جن [illegible] سے لیے ہون انکو واپس کر دے اور قرضخواہون کے قرض چکا دے اور جن لوگون کا کھانا اسکے ذمہ ہو انکا نفقہ پھر نے تک کے ایام کا مہیا کر دے اور جو امانت کسی کی ہو وہ اسکے حوالے کرے اور مال مین سے حلال اور پاکیزہ اسقدر ساتھ لے کہ جانے اور آنیکو کافی ہو تنگی کی نوبت نہ آوے بلکہ ایسی طرح ہو کہ ضعفا اور فقرا کے ساتھ بھی بشرط گنجائش سلوک کر سکے اور اپنے نکلنے سے پیشتر کچھ خیرات کرے اور اپنے لیے ایک مضبوط جانور سواری کو مول لے جو کمزور نہو یا کرایہ کرے مگر کرایہ کی صورت مین مالک جانور سے سب چیزون کا نام لے دیوے جو لادنی منظور ہون خواہ تھوڑی ہون یا بہت تاکہ اسکی رضامندی حاصل ہو جاوے دوم سفر کے رفیق کے متعلق ہو کہ راہ کے لیے ایک ساتھی ایسا تلاش کرے جو نیکبخت اور خیر دوست اور خیر کا مددگار ہو کہ اگر یہ بھولے تو وہ یاد دلاوے اور اگر یہ یاد کرے تو وہ مدد کرے اگر یہ نامردی کرے تو وہ شجاعت دلاوے اگر عاجزی کرے تو قوت دلاوے اگر اسکا دل تنگ ہو تو وہ صبر پر آمادہ کرے پھر اپنے رفیق جو سفر مین نہ جاوین انسے اور اپنے بھائیون اور ہمسایون سے رخصت ہو اور انکی دعا کا طالب ہو کہ اللہ تعالے انکی دعا مین خیر و برکت کرتا ہی اور رخصت ہونے مین سنت یہ ہو کہ کہے استودع اللہ دینک و امانتک و خواتیم عملک اور آنحضرت صلعم مسافر کو یہ الفاظ فرمایا کرتے تھے فی حفظ اللہ و کنفہ زودک اللہ التقوی و جنبک الردے و غفر ذنبک و وجہک للخیر اینما توجہت سوم گھر سے نکلنے کے متعلق ہو جب نکلنے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اول دوگانہ نماز پڑھے اول رکعت مین بعد الحمد کے سورہ کافرون اور دوسری مین سورہ اخلاص اور سلام کے بعد اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالے سے اخلاص کامل اور نیت صادق سے دعا مانگے کہ الٰہی تو ہی سفر مین ہمارا ساتھی ہو اور تو ہی ہمارے گھر اور مال اور اولاد اور یارون مین نائب اور محافظ ہو ہمکو اور انکو ہر ایک آفت اور مصیبت سے بچانا اور الٰہی ہم اس سفر مین تجھ سے نیکی اور پرہیزگاری کی درخواست کرتے ہین اور ایسا عمل جسے ہووے جس سے تو راضی ہو الٰہی ہم تجھ سے سوال کرتے ہین کہ زمین کو ہمارے لیے طے کر دینا اور سفر کو ہمپر آسان کرنا اور ہمارے سفر مین ہمارے بدن اور ہمارے دین اور مال کی سلامتی نصیب کرنا اور اپنے گھر کی اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت تک ہمکو پہونچانا الٰہی ہم تجھ سے سفر کی سختی اور بری طرح لوٹنے اور گھر والون اور مال اور اولاد اور یارون کے برے حال مین دیکھنے سے پناہ مانگتے ہین الٰہی ہمکو اور انکو اپنی حفاظت مین لے اور ہمسے اور انسے اپنی نعمت مت چھین اور جو آرام ہمکو اور انکو تونے دے رکھا ہو اسکو مت بدل چہارم جب گھر کے دروازے پر پہونچے تو کہے بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ رب اعوذ بک ان اضل او اضل او اذل او اذل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجہل او یجہل علی الٰہی مین اکڑ کی راہ سے اور اترانے اور نمود اور شہرت کے لیے نہین نکلا ہون بلکہ تیرے غضب سے خوف کرکے تیری رضاجوئی کے لیے اور تیرے فرض کے ادا کرنے اور تیرے نبی کی سنت کی پیروی کرنے کو اور تیرے دیدار کے شوق مین نکلا ہون۔ اور جب چلے تو یہ دعا پڑھے اللہم بک انتشرت و علیک توکلت و بک اعتصمت و الیک توجہت اللہم انت ثقتی و انت رجائی فاکفنی ما اہمنی و ما لا اہتم بہ و ما انت اعلم بہ منی عز جارک و جل ثناءک و لا الہ غیرک [illegible] و اغفر لی ذنبی و وجہنی الخیر اینما توجہت اور جس منزل سے چلا کرے اس دعا کو پڑھ لیا کرے پنجم سواری کے باب مین

ہو جاتی ہو اور بدلی
بعض عارفون نے اپنے شاگرد
تو یہ تو مقصود ہی ہو اسوجہ سے
زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ [illegible]
مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا [illegible]
شرک سے بچانا ہو اسلیے کہ عارف
مین شرک ہو بعض اکابر کا قول ہو

وامانک برافتہ ورحمتہ انک انت ارحم الراحمین **ششم** راستہ مین جب کسی اونچی جگہ پر چڑھے تو مستحب ہی کہ تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھے اللھم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال اور جب بستی مین اترے تو سبحان اللہ کہے اور سفر مین اگر وحشت کا خوف دل پر آوے تو یون کہے سبحان اللہ الملک القدوس رب الملئکۃ والروح جللت السموات بالعزۃ والجبروت

دوسرا بیان میقات سے لے کر مکہ مین داخل ہونے تک احرام کے آداب مین اور وہ پانچ باتین ہین

اول یہ کہ جب میقات پر پہونچے یعنے اُس مشہور جگہ پر جہان سے کہ لوگ احرام باندھتے ہین تو احرام کی نیت سے غسل کرے اور بدن کو خوب صاف کرے اور سر اور داڑھی مین کنگھی کرے اور ناخن ترشواوے اور مونچھین کتراوے اور جو صفائی کی باتین ہم طہارت مین لکھ آئے ہین وہ سب اچھی طرح بجالاوے **دوم** یہ کہ سیے ہوئے کپڑے اُتار ڈالے اور احرام کے دو کپڑے پہنے اسطرح کہ ایک سفید کپڑے کا تہ بند کرے اور دوسرے کو چادر کہ سفید کپڑا خدائے تعالے کے نزدیک سب کپڑون سے بہتر اور محبوب ہی اور اپنے کپڑون اور بدن مین خوشبو لگا دے اور اُسکا کچھ مضائقہ نہین کہ احرام کے بعد اُس خوشبو کا جرم رہ جاوے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ مین مشک کی چمک جسکو آپ نے احرام سے پیشتر لگایا تھا بعد احرام کے لوگون نے دیکھی ہی **سوم** یہ کہ بعد کپڑے پہننے کے اتنا صبر کرے کہ اگر سوار ہو تو سواری اُٹھ کھڑی ہو یا پیادہ ہو تو چلنا شروع کرے اُسوقت احرام کی نیت کرے کہ حج کے لیے ہی یا عمرہ کے لیے قران ہی یا افراد جسطرح منظور ہو وہ نیت کرلے اور احرام ہوجانے کے لیے صرف دل سے ارادہ کافی ہی مگر مسنون یہ ہی کہ نیت مین لفظ لبیک بھی اضافہ کرے اور زبان سے یہ کہے لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک اور اگر زیادہ کہنا ہو تو یون کہے لبیک وسعدیک والخیر کلہ بیدیک والرغباء الیک لبیک بحجۃ حقا تعبدا ورقا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد **چہارم** جب احرام لبیک کہنے سے منعقد ہوچکے تو مستحب ہی کہ یہ کہے اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی واعنی علی اداء فرضہ وتقبلہ منی اللھم انی نویت اداء فریضتک فی الحج فاجعلنی من الذین استجابوا لک وآمنوا بوعدک واتبعوا امرک واجعلنی من وفدک الذین رضیت عنہم وارتضیت وقبلت منہم اللھم فیسر لی اداء مانویت من الحج اللھم قد احرم لک شعری وبشری ودمی وعصبی ومخی وعظامی وحرمت علی نفسی النساء والطیب ولبس المخیط ابتغاء وجھک والدار الآخرۃ اور احرام کے وقت سے اُسپر وہ چھیون باتین جنکو ہم ممنوعات حج مین اوپر ذکر کرچکے مین حرام ہوگئین **پنجم** احرام کے قائم رہنے کے لیے از سر نو لبیک کہنا مستحب ہی خصوصاً رفیقون سے ملاقات کے وقت اور لوگون کے اجتماع کے وقت اور چڑھائی اور اُترنے کے وقت اور سوار ہونے اور سواری سے نیچے آنے کے وقت پکار کر لبیک کہنا چاہیے اسطرح کہ نہ گلا پھٹے نہ سانس رُکے کیونکہ بہرے اور غائب کو تو پکارتا نہین ہی کہ حاجت اتنے چلانے کی ہو چنانچہ حدیث مین بھی یہ مضمون وارد ہی۔ اور مسجد حرم اور مسجد خیف اور مسجد میقات مین لبیک کو بلند آواز سے کہنے کا مضائقہ نہین کہ یہ تینون مسجدین ارکان حج کی جگہ ہین مگر انکے سوا اور مسجدون مین بدون آواز کے بلند کرنے کے لبیک کہنے کا مضائقہ نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی چیز تعجب مین ڈالتی تو فرماتے لبیک ان العیش عیش الآخرۃ۔

ہو جاتی ہی اور سجدہ کی

تیسرا بیان مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے آداب میں طواف تک اور وہ چھ امور ہیں

اول یہ کہ مکہ میں داخل ہونے کے لیے ذی طوی میں غسل کرے اور غسل مستحب نو ہیں حج میں تو پہلا احرام کے لیے میقات پر دوسرا مکہ میں داخل ہونے کو تیسرا طواف قدوم کے لیے چوتھا عرفات میں ٹھہرنے کو پانچواں مزدلفہ میں ٹھہرنے کو چھٹا طواف الزیارۃ کو پھر تین غسل تینوں جمروں کی رمی کے لیے ہیں اور جمرہ عقبہ کی کنکریوں کے لیے غسل نہیں پھر طواف وداع کے لیے اور امام شافعی نے مذہب جدید میں طواف الزیارہ اور طواف وداع کے لیے غسل نہیں تجویز فرمایا تو اس صورت میں سات ہی غسل رہتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ غسل شمار میں دس ہوتے ہیں غالباً رمی جمار کے جو تین غسل لکھے ہیں وہاں دو کی جگہ تین لکھے گئے ہیں دوم یہ کہ مکہ کے باہر جب حد حرم میں داخل ہو تو یوں کہے اللّٰهم هذا حرمك و امنك فحرم لحمي ودمي وبشري على النار وآمني من عذابك يوم تبعث عبادك واجعلني من اوليائك واهل طاعتك سوم یہ کہ مکہ میں کدا کی گھاٹی سے بانی کے سیل کی طرف جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ کا بیچ چھوڑ کر اسی راہ کو اختیار فرمایا تھا اسلیے آپ کا اقتدا اس باب میں کرنا بہتر ہے۔ اور جب مکے سے نکلے تو کدی بضم کاف کی گھاٹی سے نکلے یہ گھاٹی کچھ پست ہے اور پہلی اور اونچی ہے چہارم جب مکہ میں داخل ہو اور حرم کی ردم پر پہونچ جاوے تو اسوقت اسکی نگاہ کعبہ پر پڑے گی اسوقت یہ کہنا چاہیے لا اله الا الله والله اكبر اللّٰهم انت السلام ومنك السلام ودارك دار السلام تباركت ياذا الجلال والاكرام اللّٰهم ان هذا بيتك عظمته وكرمته وشرفته اللّٰهم فزده تعظيما وزده تشريفا وتكريما وزده مهابة وزد من حجه برا وكرامة اللّٰهم افتح لي ابواب رحمتك وادخلني جنتك واعذني من الشيطان الرجيم پنجم جب مسجد حرام میں داخل ہو تو بنی شیبہ کے دروازے سے جاوے اور یوں کہے بسم الله وبالله ومن الله والى الله وفي سبيل الله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه وسلم اور جب کعبہ شریف کے قریب ہو تو کہے الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اللّٰهم صل على محمد عبدك ورسولك وعلى ابراهيم خليلك وعلى جميع انبيائك ورسلك اور ہاتھ اٹھا کر یہ کہے اللّٰهم اني اسألك في مقامي هذا في اول مناسكي ان تقبل توبتي وتتجاوز عن خطيئتي وتضع عني وزري الحمد لله الذي بلغني بيته الحرام الذي جعله مثابة للناس وامنا وجعله مباركا وهدى للعالمين اللّٰهم اني عبدك والبلد بلدك والحرم حرمك والبيت بيتك جئت اطلب رحمتك واسألك مسألة المضطر الخائف من عقوبتك الراجي لرحمتك الطالب مرضاتك ششم یہ کہ اسکے بعد حجر اسود کے پاس جا کر اسکو اپنے ہاتھ سے چھووے اور بوسہ دیکر یہ کہے اللّٰهم امانتي اديتها وميثاقي وفيته اشهد لي بالموافاة اور اگر بوسہ دینا نہو سکے تو اسکے سامنے کھڑا ہو کر یہی دعا پڑھے پھر طواف کرے سوا اسکے کسی چیز کی طرف مشغول نہو اور اس طواف کا نام طواف القدوم ہے اور اگر لوگ فرض نماز پڑھتے ہوں تو اپنے آپ بھی جماعت میں شریک ہو جاوے پھر طواف کرے

چوتھا بیان طواف کے ذکر میں جب آدمی طواف قدوم یا اور کوئی طواف شروع کیا چاہے تو چاہیے کہ چھ امور کا لحاظ رکھے۔

اول یہ کہ نماز کی شرطوں کی رعایت کرے کہ بے وضو نہو اور کپڑا اور بدن اور طواف کی جگہ پاک ہو اور برہنگی کو ڈھانپے اسلیے کہ خانہ کعبہ کا طواف نماز ہی ہے مگر خدا تعالے نے اسکے بیچ میں گفتگو کرنی مباح فرمادی ہے اور ابتدا سے طواف کے پیشتر اضطباع کر لینا چاہیے [illegible]

[illegible marginal and lower annotations]

چادر کا بیچ داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دونون پلے بائین مونڈھے پر کرے اس صورت مین ایک کنارہ تو پشت پر لٹکیگا اور ایک چھاتی پر اور
[illegible] طواف کے وقت سے لبیک کہنا موقوف کر دے اور طواف مین وہ دعائین پڑھے جنکو ہم لکھتے ہین **دوم** یہ کہ جب اضطباع سے
فارغ ہو [illegible] کعبہ کو بائین طرف کرے اور حجر اسود کے پاس تھوڑا سا اُس سے ہٹ کر کھڑا ہو تاکہ شروع طواف مین سارا بدن
حجر اسود کے مقابل کو گذر جاوے اور چاہیے کہ اپنے درمیان اور کعبہ شریفہ کے درمیان مین تین قدم کی مقدار فاصلہ چھوڑ دے تاکہ
خانۂ کعبہ کے قریب بھی رہے کہ افضل ہی اور شاذروان پر طواف بھی نہو کہ وہ خانہ کعبہ مین سے ہی اور حجر اسود کے پاس شاذروان
زمین سے ملی ہوئی ہی اسمین دھوکا پڑجاتا ہی جو اُسکے اوپر کو طواف کرتا ہی اُسکا طواف درست نہین کیونکہ وہ گویا اندر کعبہ کے طواف کرتا ہی
اور سکے اُسکے گرد باہر طواف کرنے کا ہی واضح ہو کہ شاذروان دیوار کعبہ کا عرض ہی کہ نیو کے پاس سے چوڑا ہی پھر زمین سے اوپر
دیوار جو بنائی گئی ہی تو کچھ عرض چھوڑ دیا گیا ہی اُس چھوٹے ہوئے عرض کو شاذروان کہتے ہین اُسپر طواف نہ کرنا چاہیے غرض کہ
سب جب مذکورۂ بالا حجر اسود کے پاس سے طواف شروع کرے **سوم** یہ کہ ابتداے طواف مین کہ حجر اسود سے ابھی نہ بڑھا ہو
یہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر اللھم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعھدک واتباعا لسنة نبیک محمد صلے اللہ علیہ وسلم پھر طواف کرے
اور حجر اسود سے بڑھتے ہی خانہ کعبہ کے مقابل پہونچے گا اسوقت یہ کہے اللھم ہذا البیت بیتک وہذا الحرم حرمک وہذا الامن امنک
وہذا مقام العائذ بک من النار اور مقام کے ذکر کے وقت آنکھ سے مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کر دے اللھم ان بیتک
عظیم ووجھک کریم وانت ارحم الراحمین فاعذنی من النار ومن الشیطان الرجیم وحرم لحمی ودمی علے النار وامنی من اہوال یوم
القیمة واکفنی مؤنة الدنیا والآخرة پھر سبحان اللہ اور الحمد للہ کہے یہانتک کہ رکن عراقی پر پہونچ جاوے اور اسوقت
یون کہے اللھم انی اعوذ بک من الشرک والشک والکفر والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنظر فی الاہل والمال و
الولد اور جب میزاب پر پہونچے تو کہے اللھم اظلنا تحت عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک اللھم اسقنی بکاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم
شربة لا اظما بعدہا ابدا اور جب رکن شامی کے مقابل پہونچے تو کہے اللھم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارة لن تبور
یا عزیز یا غفور رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم اور جب رکن یمانی کے مقابل ہو تو کہے اللھم انی اعوذ بک
من الکفر واعوذ بک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنة المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرة اور رکن یمانی
اور حجر اسود کے بیچ مین یہ کہے اللھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة برحمتک عذاب القبر وقنا عذاب النار اور جب حجر اسود
پر پہونچ جاوے تو کہے اللھم اغفر لی برحمتک اعوذ برب ہذا الحجر من الدین والفقر وضیق الصدر وعذاب القبر اور اسوقت
تک پھیرا پورا ہوا اسی طرح سات پھیرے کرے اور ہر پھیرے مین یہ دعائین مانگے **چہارم** یہ کہ پہلے تین پھیرون مین رمل کرے اور

ہوجاتی ہی اور بندگی
بعض عارفون نے اپنے شاگرد
تو یہ تو مقصود ہی ہی اسوجہ
زیادہ ہوگی اِس نظر سے کہ
مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا
شرک سے بچاتا ہی اسلیے کہ عارف
مین شرک ہی بعض اکابر کا قول ہی

باقی چار مین عادت کے موافق چلے اور رمل کے معنی یہ ہین کہ چلنے مین جلدی کرے اور قدم پاس پاس رکھے اور رمل کی چال دوڑنے سے کم ہوتی ہے
اور معمولی طور پر چلنے سے زیادہ ہوتی ہے اور مقصود اضطباع اور رمل سے بیخوف ہونا اور جوانمردی کا ظاہر کرنا ہے اور یہ امر پہلے [illegible]
کفار اب امید نہ رکھین - اور بعد کو یہ سنت جاری ہو گئی اور رمل خانہ کعبہ کے قرب مین افضل ہے لیکن اگر اژدحام [illegible] مین میسر
نہو تو فاصلہ سے رمل کرنا بہتر ہے یعنی مطاف کے کنارے پر پہونچ کر رمل کرے اور تین پھیرے رمل کے ساتھ کرکے خانہ کعبہ کے قریب اژدحام
مین ملجاوے اور چار پھیرے معمولی رفتار سے ادا کرے اور اگر حجر اسود کا بوسہ ہر پھیرے مین ممکن ہو تو بہتر ہے اور اگر اژدحام کی وجہ سے
نہو سکے تو اپنے ہاتھ سے اشارہ حجر اسود کی طرف کرکے ہاتھ کو بوسہ دے اسی طرح رکن یمانی کا بوسہ دینا مستحب ہے اور مروی ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو بوسہ دیتے اور اپنا رخسار مبارک اسپر رکھتے - اور جو شخص بوسہ دینے مین صرف حجر اسود پر اکتفا کرے
اور رکن یمانی کو صرف ہاتھ سے چھووے تو یہ صورت بہتر ہے کیونکہ اسکی روایت زیادہ مشہور ہے **پنجم** جب طواف کے ساتون پھیرے
ختم ہو چکین تو ملتزم پر آوے یعنے حجر اسود اور دروازہ کعبہ کے درمیان مین کہ یہ مقام دعا کے قبول ہونے کا ہے یہان دیوار سے
چمٹ جاوے اور پردون کو پکڑے اور اپنا پیٹ دیوار سے اور دہنا رخسار دیوار پر رکھے اور اپنے ہاتھ اور ہتھیلیان اسپر پھیلا دے اور
یون کہے یارب البیت العتیق اعتق رقبتی من النار واعذنی من الشیطان الرجیم واعذنی من کل سوء وقنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیما آتیتنی
اللھم ان ھذا البیت بیتک والعبد عبدک وھذا مقام العائذ بک من النار اللھم اجعلنی من اکرم وفدک علیک پھر اس مقام پر بہت سی خدا تعالے
کی تعریف کرے اور آنحضرت اور تمام انبیا صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت درود بھیجے اور اپنے مطالب خاص کے لیے دعا مانگے اور گناہون
سے مغفرت کی درخواست کرے بعض اکابر سلف اس مقام پر اپنے خادمون سے کہتے کہ میرے پاس سے علیحدہ ہو جاؤ تاکہ مین اپنے
پروردگار کے سامنے اپنے گناہون کا اقرار کرون **ششم** یہ کہ جب ملتزم سے فارغ ہو تو چاہیے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے دوگانہ نماز
پڑھے پہلی مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری مین قل ہو اللہ اور یہ دوگانہ طواف کا ہے زہری نے کہا ہے کہ سنت ہمیشہ سے یون ہے کہ
ہر سات پھیرون پر دوگانہ پڑھے اور اگر بہت سے طواف کیے اور سب کے بعد دو رکعتین پڑھے تب بھی جائز ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے ایسا کیا ہے اور سات پھیرے مل کر ایک طواف ہوتا ہے اور طواف کے دوگانہ کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم یسر لی الیسری وجنبنی العسری و
اغفر لی فی الآخرۃ والاولی اللھم اعصمنی بالطافک حتی لا اعصیک واعنی علی طاعتک بتوفیقک وجنبنی معاصیک واجعلنی ممن یحبک
ویحب ملائکتک ورسلک ویحب عبادک الصالحین اللھم حببنی الی ملائکتک ورسلک والی عبادک الصالحین اللھم کما ھدیتنی
الی الاسلام فثبتنی علیہ بالطافک وولایتک واستعملنی طاعتک وطاعۃ رسولک واجرنی من مضلات الفتن پھر حجر اسود پر دوبارہ
آوے اور اسکو بوسہ دے کر طواف کو ختم کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی خانہ کعبہ کا طواف سات پھیرے
دو رکعت نماز پڑھے تو ایسا ثواب ہے کہ جیسا بردہ کے آزاد کرنے کا ہوتا ہے - صورت طواف کرنے کی یہ تھی جو مذکور ہوئی اس
شروط نماز کے بعد واجب یہ ہے کہ شمار پھیرون کے سارے کعبہ کے گرد سات پورے کر دے اور شروع حجر اسود سے

[illegible] بہتر کونسا ہے بعض کا میل [illegible]
[illegible] پائی جاتی ہین اول انکی طرف اشارہ
[illegible] ہتا ہے کہ ظاہر مین لینا پردہ [illegible]
[illegible] ہوتی ہے کہ اس سے بیخبرون کی نظر مین آدمی
[illegible] کے لینے پر انکار کرتے ہین ان خیال سے
[illegible] سے ہین - اور لوگون کو ان گناہون سے

[illegible]

پناہ دے ۱۲ ح ۷ ترمذی و نسائی و ابن ماجہ بروایت ابن عمر رض ۱۲

[illegible] مسجد کے اندر اور خانہ کعبہ کے باہر کرے کہ نہ شاذروان کے اوپر ہو اور نہ حطیم کے اندر کو اور سب پھیرے پیہم کرے انمین جدائی معمولی سے
زیادہ نہ کرے اور انکے سوا اور امور سنت اور مستحب ہین

پانچوان بیان صفا اور مروہ کے درمیان مین سعی کے ذکر مین جب طواف سے فارغ ہو چکے تو باب الصفا سے نکلے اور یہ دروازہ کعبہ کی اُس دیوار کی سیدھ مین
ہی جو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ہی پس جب اس دروازہ سے باہر نکلے اور صفا پر پہونچے جو ایک پہاڑ ہی تو اسکے چند زینون پر چڑھے کہ قدم آدم پہاڑ مذکور
کے نیچے بنے ہوے ہین آنحضرت صلعم اُسپر اتنا چڑھتے تھے کہ آپ کو کعبہ شریف نظر آنے لگتا تھا اور شروع سعی کا کوہ صفا کی جڑ سے کافی ہو اور اتنا چڑھنا مستحب ہو
لیکن چونکہ بعض سیڑھیان نئی بن گئی ہین تو چاہیے کہ اُنکو اپنے پیچھے نہ چھوڑے اسلیے کہ اسقدر جگہ سعی مین رہ جائیگی اور سعی کامل نہوگی مترجم
کہتا ہو کہ اب کوہ صفا کی جڑ مین اتنی مٹی زیادہ ہو گئی ہو کہ جڑ مین سے بھی کعبہ نظر آتا ہو اور ایک دو سیڑھیون پر چڑھنے سے بھی پس اب احتمال سعی
کے ناقص رہنے کا نہین ہو اگر سیڑھیون پر نہ چڑھے۔ غرضکہ ابتدا اپنے سعی صفا سے کرکے اُسکے اور صفا کے درمیان مین سات بار سعی کرے اور صفا
پر چڑھنے کے وقت کعبہ کی طرف کو منھ کرکے کہے الله اکبر الله اکبر الحمد لله علی ما ہدانا الحمد لله بمحامدہ کلہا علی جمیع نعمہ کلہا لا الہ الا الله وحدہ لا شریک
لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وہو علی کل شیء قدیر لا الہ الا الله وحدہ وصدق وعدہ ونصر عبدہ واعز جندہ وہزم الاحزاب وحدہ لا الہ
الا الله مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لا الہ الا الله مخلصین لہ الدین الحمد لله رب العالمین فسبحان الله حین تمسون وحین تصبحون ولہ
الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحیی الارض بعد موتہا وکذلک تخرجون ومن
آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون اللہم انی اسألک ایمانا دائما ویقینا صادقا وعلما نافعا وقلبا خاشعا ولسانا ذاکرا واسألک العفو
والعافیۃ والمعافاۃ الدائمۃ فی الدنیا والآخرۃ اور آنحضرت صلی الله علیہ وسلم پر درود بھیجے اور الله جل شانہ سے اس دعا کے بعد جو چاہے دعا
مانگے پھر اتر کر سعی شروع کرے اور یہ کہتا جاوے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم اللہم آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ
حسنۃ وقنا عذاب النار اور نرمی کے ساتھ چلے یہانتک کہ سبز میل تک پہونچ جاوے اور یہ میل صفا سے اترتے ہی ملتا ہو اور مسجد حرام کے کونے پر
ہو جبکہ اُسمین اور میل کی سیدھ اسکے مین چھ ہاتھ کا فاصلہ رہے جلد چلنا شروع کرے یعنی رمل کی سی چال چلے یہانتک کہ دوسرے میل سبز تک پہونچ جاوے
پھر وہان سے نرم چلنا شروع کرے جب مروہ پر پہونچے تو اسکے زینون پر چڑھے جیسا صفا پر چڑھا تھا اور وہی دعا مانگے جو صفا پر مانگی تھی یہ
ایک بار سعی ہوئی اور جب صفا پر دوسری بار آویگا تو دو بار ہو گی اسی طرح سات بار سعی کرے کہ ہر سعی مین سبز میلون کے درمیان مین
رمل کرے اور آہستہ چلنے کی جگہ مین آہستہ چلے جیسا اوپر ذکر ہوا اور ہر بار صفا اور مروہ پر چڑھے جب سعی سے فارغ ہو جاوے تو اب طواف قدوم
[illegible] سعی سے فارغ ہو گیا اور یہ دونون یا تو سنت ہین اور سعی کے لیے پاک ہونا مستحب ہو واجب نہین بخلاف طواف کے کہ اسمین پاک ہونا واجب ہو اور
[illegible] تو چاہیے کہ عرفات مین کھڑا ہونے کے بعد پھر سعی دوبارہ نہ کرے بلکہ اسی سعی کو کہ کر چکا ہو رکن ہونے کو کافی سمجھے اسلیے کہ سعی کی شرط
ہو جاتی ہو اور بعد کی [illegible] ہو۔ اگر طواف زیارت مین قید بعد وقوف کے ہی ہان سعی مین یہ قید ہو کہ طواف کے بعد ہو خواہ کسی طرح کا طواف کیون نہو
بعض عارفون نے اپنے شاگرد [illegible] کے ذکر مین اور جو امور اس سے پہلے چاہیین انکی کیفیت مین حاجی جس صورت مین کہ عرفہ کے روز عرفات پر پہونچ جاوے
تو یہ تو مقصود ہی ہو اسوجہ سے [illegible] سے پہلے تیاری نہ کرے بلکہ اول عرفات مین ٹھہرنے کو اختیار کرے ہان اگر عرفہ سے کچھ دنون پیشتر
زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ [illegible] ذی الحجہ تک احرام باندھے ہوے مکہ مین ٹھہرا رہے پھر امام اسی تاریخ مین ظہر کے بعد کعبہ
مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا [illegible] تاریخ منیٰ کے جانے کی تیاری کرین اور رات کو وہان رہین اور نوین کی صبح کو وہان سے عرفات
شرک سے بچاتا ہو اسلیے کہ عارفون
مین شرک ہو بعض اکابر کا قول ہو

کو جاوین کہ بعد زوال کے وقوف عرفہ کا فرض ادا کرین کیونکہ وقوف کا وقت نوین کی زوال سے دسوین کی صبح صادق ہونے تک ہی ... تا وسیلہ
کتا ہو نکلے اور مستحب یہ ہی کہ مکہ سے ارکان حج کے لیے تمامی حج تک اگر قدرت ہو تو پیادہ چلے اور مسجد ابراہیم علیہ السلام سے وقوف ... پیادہ چلنے
کی بہت تاکید ہی اور افضل ہی پس جب منی مین پہونچے تو کہے اللہم ہذا منی فامنن علی بما مننت بہ علی اولیائک واہل طاعتک اور نوین رات کو منی مین رہے
اور یہ مقام منزل اور رات کے رہنے کا ہی کوئی فعل حج اسوقت مین اس سے متعلق نہین جب عرفہ کی صبح ہووے تو فجر کی نماز پڑھے اور کوہ ثبیر پر آفتاب نکلے
تو عرفات کو یہ کہتا ہوا چلے اللہم اجعلہا خیر غدوۃ غدوتہا قط واقربہا من رضوانک وابعدہا من سخطک اللہم الیک غدوت وایاک رجوت وعلیک اعتمدت
ووجہک اردت فاجعلنی ممن تباہی بہ الیوم من ہو خیر منی وافضل اور جب عرفات مین آوے تو اپنا خیمہ نمرہ مین جو مسجد کے قریب ہی کھڑا کرے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خیمہ اسی جگہ کھڑا کیا تھا اور نمرہ بطن عرنہ کا نام ہی جو موقف اور عرفہ کے اسطرف ہی اور وقوف کے لیے غسل کرنا چاہیے
جب آفتاب ڈھل جاوے تو امام ایک خطبہ مختصر پڑھ کر بیٹھ جاوے اور پھر دوسرا خطبہ شروع کرے اور موذن اذان دینے لگے اور اذان مین
تکبیر ملادے اور تکبیر کے ختم ہونے پہ امام بھی فارغ ہو جاوے پھر ظہر اور عصر ایک اذان اور دو تکبیرون سے پڑھے اور نماز کو قصر کرے بعد نماز کے موقف
مین جاوے اور عرفات مین ٹھہرے اور عرنہ کے وادی مین نہ ٹھہرے اور مسجد ابراہیم کا اگلا حصہ تو عرنہ مین ہی اور پچھلا عرفات مین تو جو کوئی اگلے حصہ مین ٹھہرا
رہیگا اسکو عرفات پر ٹھہرنا میسر نہوگا اور عرفات کی جگہ مسجد مین اُن بڑے پتھرون سے معلوم ہوتی ہی جو وہان بچھا دیے گئے ہین اور افضل یہ ہی کہ امام کے قریب
پتھرون کے پاس قبلہ رخ سوار ہو کر ٹھہرے اور تحمید اور تسبیح اور تہلیل اور خدا تعالی کی تعریف اور دعا اور توبہ بہت سی کرے اور اس روز مین روزہ
نہ رکھے تاکہ تمام روز دعا پڑھنے پر قادر رہے اور عرفہ کے روز لبیک کہنا موقوف نہ کرے بلکہ مستحب یہ ہی کہ کبھی لبیک کہے اور کبھی دعا پر جھکے اور چاہیے کہ
عرفات کی طرف سے بدون آفتاب کے ڈوبے ہوے نہ چلے تاکہ رات اور دن عرفات ہی مین اکٹھی کرے اور ایک یہ فائدہ ہی کہ اگر چاند مین غلطی
ہو گئی ہو گی تو دوسرے روز کی شب مین ایک ساعت ٹھہرنا ہو سکیگا غرضکہ احتیاط اسی کی مقتضی ہی اور حج کے فوت ہونے سے بھی مامور رہیگا
اور جس شخص کو دسوین کی صبح تک ٹھہرنا نصیب نہو اسکا حج جاتا رہا اسکو چاہیے کہ عمرہ کے اعمال کر کے احرام سے حلال ہو جاوے پھر
ایک دم حج کے جاتے رہنے کے لیے دے اور دوسرے برس مین اس حج کی قضا کرے اور اس روز مین سب سے زیادہ ہمت دعا مین کرے کہ اس
جیسی جگہ اور ایسے مجمع مین دعاؤن کے مقبول ہونے کی توقع ہی اور جو دعا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر سلف سے عرفہ کے روز منقول
ہی اُسکا مانگنا بہتر ہی تو یون دعا مانگنی چاہیے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شیء
قدیر اللہم اجعل فی قلبی نوراً وفی سمعی نوراً وفی بصری نوراً وفی لسانی نوراً اللہم اشرح لی صدری ویسر لی امری اللہم رب لک الحمد کما نقول وخیر
مما نقول لک صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی والیک ثوابی اللہم انی اعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وعذاب القبر

... بہتر کونسا ہی بعض کا میل تو اشرف
پائی جاتی ہین اول انکی طرف اشارہ
رہتا ہی کہ ظاہر مین لینا پردہ درست کو
ہوتی ہو کہ اس سے بخبرون کی نظر مین آدمی
کے لینے پر انکار کرتے ہین ان خیال سے
... سے ہین اور لوگون کو ان گناہون سے

اللهم انی ... شر ما یلج فی اللیل و شر ما یلج فی النهار و من شر ما تهب به الریاح و من شر بوائق الدهر اللهم انی اعوذ بک من تحول عافیتک و فجاءة نقمتک
و جمیع سخطک اللهم اهدنی بالهدی و اغفر لی فی الآخرة و الاولی یا خیر مقصود و اسنی منزول به و اکرم مسئول ما لدیه اعطنی العشیة افضل ما اعطیت
احدا من خلقک و حجاج بیتک یا ارحم الراحمین اللهم یا رافع الدرجات و منزل البرکات و یا فاطر الارضین و السموات ضجت الیک الاصوات
بصنوف اللغات تسالک الحاجات و حاجتی ان لا تنسانی فی دار البلاء اذا نسینی اهل الدنیا اللهم انک تسمع کلامی و تری مکانی و تعلم
سری و علانیتی و لا یخفی علیک شیء من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المعترف بذنبه اسالک مسئلة المسکین و ابتهل
الیک ابتهال المذنب الذلیل و ادعوک دعاء الخائف الضریر دعاء من خضعت لک رقبته و فاضت لک عبرته و ذل لک جسده و رغم لک انفه
اللهم لا تجعلنی بدعائک رب شقیا و کن بی رؤفا رحیما یا خیر المسئولین و اکرم المعطین الهی من یمدح لک نفسه فانی لائم نفسی و الهی اخرست المعاصی
لسانی فما لی وسیلة من عمل و لا شفیع سوی الامل الهی انی اعلم ان ذنوبی لم تبق لی عندک جاها و لا للاعتذار وجها و لکنک اکرم الاکرمین الهی ان لم
اکن اهلا ان ابلغ رحمتک فان رحمتک اهل ان تبلغنی و رحمتک وسعت کل شیء و انا شیء الهی ان ذنوبی و ان کانت عظاما و لکنها صغار فی جنب عفوک
فاغفرها لی یا کریم الهی انت انت و انا انا العواد الی الذنوب و انت العواد الی المغفرة الهی ان کنت لا ترحم الا اهل طاعتک فالی من یفزع
المذنبون الهی تجنبت عن طاعتک عمدا و توجهت الی معصیتک قصدا فسبحانک ما اعظم حجتک علی و اکرم عفوک عنی فبوجوب حجتک علی و انقطاع
حجتی عنک و فقری الیک و غناک عنی الا غفرت لی یا خیر من دعاه داع و افضل من رجاه راج بحرمة الاسلام و بذمة محمد علیه السلام اتوسل الیک
فاغفر لی جمیع ذنوبی و اصرفنی عن موقفی هذا مقضی الحوائج و هب لی ما سالت و حقق رجائی فیما تمنیت الهی دعوتک بالدعاء الذی علمتنیه فلا
تحرمنی الرجاء الذی عرفتنیه الهی ما انت صانع العشیة بعبد مقر لک بذنبه خاشع لک بذلة مسکین بجرمه متضرع الیک من عمله تائب الیک من
اقترافه مستغفر لک من ظلمه مبتهل الیک فی العفو عنه طالب ایاک فی نجاح حوائجه راج الیک فی موقفه مع کثرة ذنوبه فیا ملجا کل حی و ولی کل مومن من
احسن فبرحمتک یفوز و من اخطا فبخطیئته یهلک اللهم الیک خرجنا و بفنائک انخنا و ایاک املنا و ما عندک طلبنا و لاحسانک تعرضنا و رحمتک رجونا و
من عذابک اشفقنا و الیک باثقال الذنوب هربنا و لبیتک الحرام حججنا یا من یملک حوائج السائلین و یعلم ضمائر الصامتین یا من لیس معه رب یدعی
و یا من لیس فوقه خالق یخشی و یا من لیس له وزیر یوتی و لا حاجب یرشی یا من لا یزداد علی کثرة السوال الا جودا و کرما و علی کثرة الحوائج الا تفضلا و احسانا

ہوجاتی ہے اور بندگی
بعض عارفوں نے اپنے شاگرد سے
تو یہ تو مقصود ہی ہے اسوجہ سے
زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ تو
میں وہ مجھ سے محبت زیادہ کریگا
شرک سے بچاتا ہے اسلئے کہ عارف
میں شرک ہے بعض اکابر کا قول ہے

اللّٰہم انک جعلت لکل ضیفٍ قری و نحن اضیافک فاجعل قرانا منک الجنۃ اللّٰہم ان لکل وفدٍ جائزۃ ولکل زائرٍ کرامۃ ولکل سائلٍ عطیۃ ولکل [illegible] ولکل
ملتمسٍ لما عندک جزاء ولکل مسترحمٍ عندک رحمۃ ولکل راغبٍ الیک زلفی ولکل متوسلٍ الیک عفواً وقد وفدنا الی بیتک الحرام و [illegible] المشاعر العظام
وشہدنا ہذہ المشاہد الکرام رجاء لما عندک فلا تخیب رجاءنا الٰہنا تابعت النعم حتی اطمانت النفس بتتابع نعمک واظہرت العبر حتی نطقت الصوامت
بحجتک وظاہرت المنن حتی اعترف اولیاءک بالتقصیر عن حقک واظہرت الآیات حتی افصحت السمٰوات والارضون بادلتک وقہرت بقدرتک حتی
خضع کل شیٔ لعزتک وعنت الوجوہ لعظمتک اذا اساء عبادک حلمت وامہلت وان احسنوا تفضلت وقبلت وان عصوا سترت وان اذنبوا عفوت
وغفرت واذا دعونا واذا نادینا سمعت واذا اقبلنا الیک قربت واذا ولینا عنک دعوت الٰہنا انک قلت فی کتابک المبین لمحمد خاتم النبیین قل للذین
کفروا ان ینتہوا یغفر لہم ما قد سلف فارضاک عنہم الاقرار بکلمۃ التوحید بعد الجحود وانا نشہدک بالتوحید مخبتین ولمحمد بالرسالۃ مخلصین فاغفر لنا بہذہ
الشہادۃ سوالف الاجرام ولا تجعل حظنا فیہ انقص من حظ من دخل فی الاسلام الٰہنا انک احببت التقرب الیک بعتق ما ملکت ایماننا ونحن عبیدک
وانت اولی بالتفضل فاعتقنا وانک امرتنا ان نتصدق علی فقرائنا ونحن فقراءک وانت احق بالتطول فتصدق علینا ووصیتنا بالعفو عمن ظلمنا وقد
ظلمنا انفسنا وانت احق بالکرم فاعف عنا ربنا اغفر لنا وارحمنا انت مولٰینا ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا برحمتک من عذاب
النار اور دعاے خضر علیہ السلام بھی کثرت سے پڑھتا رہے اور وہ یہ ہے یا من لا یشغلہ شان عن شان ولا سمع عن سمع ولا تشتبہ علیہ الاصوات
یا من لا تغلطہ المسائل ولا تختلف علیہ اللغات یا من لا یبرمہ الحاح الملحین ولا تضجرہ مسئلۃ السائلین اذقنا برد عفوک وحلاوۃ رحمتک اور اسکے
سوا جو دعا اسکو معلوم ہو پڑھے اور مترجم کی دانست مین دعاے حزب الاعظم بہت عمدہ ہے کہ ادعیہ قرآن وحدیث کو شامل ہے اور اپنے لیے
اور ماں باپ کے لیے اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لیے دعاے مغفرت کرے اور دعا مین خوب الحاح کرے اور بہت بڑی رغبت سے مانگے
کہ اللہ تعالے کے سامنے کوئی چیز بڑی نہین - اور مطرف بن عبد اللہ نے عرفہ مین یہ کہا تھا کہ الٰہی تو میری جہت سے سب لوگون کو نامنظور مت کرنا -
اور بکر مزنی نے کہا ہے کہ ایک شخص نے ذکر کیا کہ جب مین نے عرفات والون کو دیکھا تو یہ گمان کیا کہ اگر مین ان مین نہوتا تو سبکی مغفرت ہوجاتی

بیان وقوف کے بعد کے اعمال یعنی مزدلفہ مین رہنے اور جمرون کو کنکرین مارنے اور ذبح کرنے اور بال منڈانے اور طواف کرنے کے ذکر مین جب آفتاب [illegible] ات سے پھرے تو چاہیے کہ وقار اور آرام کے ساتھ رہے گھوڑے یا اونٹ کو دوڑاوے نہین جیسے بعض لوگون کا دستور ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کے گھوڑے اور اونٹ کے جھپٹانے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اچھی طرح چلو کہ نہ ضعیف آدمی کو ٹدو اور نہ مسلمان کو ایذا دو۔ اور جب مزدلفہ مین پہونچے تو اسکے لیے نہاوے اسلیے کہ مزدلفہ حرم مین سے ہے اس جہت سے اسمین نہا کر داخل ہونا چاہیے اور اگر اسمین پیادہ ہو کر داخل ہو تو اور بھی افضل اور حرم کی عزت کے مناسب تر ہے اور راستہ مین لبیک پکار کر کہتا چلے اور جب مزدلفہ مین پہونچے تو کہے اللھم ان ہذہ مزدلفۃ جمعت فیہا السنۃ مختلفۃ نسالک حوائج موتنفۃ فاجعلنے ممن دعاک فاستجبت لہ و توکل علیک فکفیتہ پھر مزدلفہ مین عشا کے وقت مین مغرب اور عشا ایک اذان اور دو تکبیرون سے اکٹھے پڑھے اور عشا کو قصر کرے اور دونون فرضون کے درمیان مین کوئی نفل نہ پڑھے مگر مغرب اور عشا کی نفلین اور وتر بعد دونون فرضون کے پڑھ لے پہلے مغرب کی نفلین پڑھے پھر عشا کی جیسے فرض پڑھی تھی اور اسی طرح جو شخص سفر مین نماز جمع کرے وہ نفلون کو ادا کرے کہ سفر مین نفلون کا چھوڑ دینا ظاہر النقصان ہے اور انکو انکے اوقات پر ادا کرنے کا حکم دینا خالی از حرج نہین علاوہ ازین فرض کے تابع نہ رہینگے اور جدا پڑ جاوینگے پس جس صورت مین کہ ایک تیمم سے فرائض کے ساتھ مین نوافل کا ادا کرنا درست ہے تو جمع کے لحاظ سے فرضون کی تبعیت مین انکا ادا کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور نوافل کا فرضون سے بعض احکام مین جدا ہونا مثلاً انکا ادا کرنا سواری پر جائز ہونا کچھ اس امر کا مانع نہین کیونکہ ہم تو اشارہ کر چکے کہ تبعیت اور حاجت کے باعث انکو اسطرح ادا کرنا چاہیے - پھر اس رات مزدلفہ مین رہے اور یہ رات کو رہنا حج کے اعمال مین سے ہے اور اگر کوئی شخص آدھی رات سے پیشتر وہان سے چلا جاوے اور رات کو نہ رہے تو اسپر دم لازم آویگا اور اس رات کو ورد و وظائف مین کاٹنا عمدہ ثواب کی چیزون مین سے ہے بشرطیکہ ہوسکے پھر جب آدھی رات ہو جاوے تو کوچ کی تیاری شروع کرے اور یہان سے کنکرین جمرون کے لیے اٹھالے کہ یہان نرم پتھر ہین اور ستر کنکرین لیوے کہ بقدر حاجت اتنی ہی ہونگی اور اگر پڑنے کے احتمال سے زیادہ بھی لے لیوے تو کچھ مضائقہ نہین اور کنکرین ہلکی ہونی چاہیین کہ انگلی کی پور پر آسکین - پھر نماز صبح اندھیرے مین پڑھے اور اپنی راہ لے یہانتک کہ جب مشعر الحرام پر پہونچے جو مزدلفہ کا آخر ہے تو وہان ٹھہر جاوے اور خوب روشنی ہو جانے تک دعا مانگے اور کہے اللھم بحق المشعر الحرام والبیت الحرام والشہر الحرام والرکن والمقام ابلغ روح محمد منا التحیۃ والسلام وادخلنا دار السلام یا ذا الجلال والاکرام پھر وہان سے آفتاب نکلنے سے پہلے چلدے اور جب اس جگہ پہونچے جسکو وادی محسر کہتے ہین تو مستحب ہے کہ سواری کو ہانکے یہانتک کہ اس میدان کے عرض کو طے کر جاوے اور اگر پیادہ ہو تو قدم تیز کرکے چلے اور جب سے صبح دسوین کی ہو جاوے لبیک مین تکبیر کو ملا دیوے یعنے کبھی لبیک کہے اور کبھی تکبیر یہانتک کہ منی مین پہونچے اور جمرات آجادین [illegible] مین تین ہین پس پہلے اور دوسرے سے بڑھ جانا چاہیے کہ دسوین کو انکے ساتھ کوئی کلام متعلق نہین اور جب جمرۂ عقبہ پر پہونچے ہو جاتی ہے اور سید [illegible] یجا ہو تو جمرۂ مذکور کو کنکرین مارے یہ جمرہ قبلہ رخ آدمیون کے دہنے طرف رستہ مین پہاڑ کے نیچے ہے اور کنکرین مارنے کے پڑے رہنے سے صاف معلوم ہوتا ہے اور کنکرین مارنے کی صورت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منھ کرکے کھڑا ہو اور بعض عارفون نے اپنے [illegible] تو یہ تو مقصود ہی ہے اسو [illegible] بھی کچھ مضائقہ نہین اور سات کنکرین ہاتھ اٹھا کر مارے اور لبیک کی عوض تکبیر کہے اور ہر کنکر کے ساتھ زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ [illegible] در غم [illegible] تصدیقاً بکتابک واتباعاً لسنۃ نبیک اور جب کنکرین مار چکے تو لبیک و تکبیر دونون بین وہ تجھسے محبت زیادہ کر [illegible] [illegible] الیقین [illegible] پھر تیرھوین کی صبح کے بعد تک تکبیر کہتا رہے اور تکبیر نماز کے بعد اسطرح ہے اللہ اکبر شرک سے بچانا ہے اسلیے کہ عارف [illegible] [illegible] بیرۃ واصیلا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون مین شرک ہے بعض اکابر کا قول [illegible] [illegible] دہ وہزم الاحزاب وحدہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اور اس روز دعا کے واسطے جمرہ کے پاس نہ ٹھہرے

بلکہ دعا اپنے مکان پر مانگے پھر اگر اُسکے ساتھ ہدی ہو تو اسکو ذبح کرے اور بہتر یہ ہے کہ خود اپنے آپ ذبح کرے اور یہ دعا پڑھے بسم اللہ واللہ اکبر اللھم منک ولک
[illegible] واليك تقبل منی کما تقبلت من خليل ابراھيم اور قربانی کرنی اونٹ کی افضل ہے پھر گائے کی پھر بکری کی اور ایک اونٹ یا گائے [illegible] حصوں
کی شریک ہونے کی نسبت کہ بکری افضل ہے اور بکری کی نسبت کہ دُنبہ بہتر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر الاضحیۃ الکبش الاقرن اور
سفید رنگ بھورے اور سیاہ کی نسبت کہ بہتر ہے حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ ایک سفید دُمبہ قربانی مین دو سیاہ رنگ دُمبون سے افضل ہے
اور ہدی اگر نفل ہو تو اسمین سے کھا وے اور جس جانور مین کوئی عیب ہو اُسکی قربانی نہ کرے اور عیب مانع قربانی کے یہ ہین لنگڑا ہونا ناک
یا کان کا کٹا ہوا ہونا کان کا اوپر خواہ نیچے سے چرا ہوا ہونا سینگون کا ٹوٹا ہوا ہونا اگلے پاؤن کا چھوٹا ہونا خارشتی ہونا کان کا اگلا یا
پچھلا حصہ سوراخ دار ہونا اور اتنا دبلا ہونا کہ ہڈیون مین گودا نہ رہے۔ بعد اُسکے بال منڈواوے اور اسمین سنت یہ ہے کہ قبلہ رُخ بیٹھے اور
سر کے اگلے حصے سے شروع کرے اور دہنی طرف کے بال گدی تک کی اونچی ہڈی تک منڈوا وے پھر باقی کو منڈا دے اور یہ کہے اللھم اثبت
لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح عنی بھا سیئۃ وارفع لی بھا عندک درجۃ اور عورت اپنے بالون کو تھوڑا چھوٹا کر دے اور گنجے کے لیے مستحب ہے کہ سر پر
اُسترہ پھروا دے اور جب جمرہ کو کنکرین مارنے کے بعد بال منڈائے تو پہلا حلال ہونا اُسے حاصل ہو گیا اور تمام ممنوعات احرام سوائے
عورتون اور شکار کے اُسکو حلال ہو گئے۔ اب مکہ مین جا کر طواف کرے جس صورت سے کہ ہمنے لکھا ہے یہ طواف حج مین رکن ہے اور اسکو طواف
زیارت بھی کہتے ہین اور اسکے وقت کی ابتدا دسوین شب کے آدھے ہونے کے بعد سے ہے اور اسکا بہتر وقت دسوین تاریخ ہے اور آخر وقت
کی کوئی حد نہین جبتک چاہے تاخیر کر دے مگر جبتک یہ طواف نکریگا تب تک کچھ ایک علاقہ احرام کا لگا رہیگا یعنی عورت اُسکو حلال نہوگی اور جب
طواف رکن کریگا تو اب پورا حلال ہو گیا کہ عورت سے صحبت بھی حلال ہو گئی اور احرام بالکل دور ہوا اور صرف اب ایام تشریق مین جمرون کو
کنکرین مارنا اور رات کو منی مین رہنا باقی رہا اور یہ دونون امر احرام کے دور ہونے کے بعد حج کے اتباع کے طور پر واجب ہین اور طواف
الزیارۃ کی صورت مع دوگانہ نماز کے ویسی ہی ہے جیسا ہم طواف قدوم مین لکھ چکے ہین پس جب دوگانہ نماز سے فارغ ہو تو اگر طواف قدوم کے بعد
سعی صفا و مروہ کی نہ کی ہو تو اب طواف زیارت کے بعد اسی طرح کرے جیسا ہم لکھ آئے ہین اور اگر سعی کر لی ہو تو وہی سعی رکن ہو گئی اب دوبارہ
نہ کرنی چاہیے۔ اور حلال ہونے کے تین سبب ہین کنکرون کا مارنا اور سر منڈانا اور طواف رکن کرنا اور جب ان تین چیزون مین سے دو ادا کر لے تو
ایک حلال ہونا اسکو حاصل ہو جاویگا۔ اور ان تین چیزون کو مع ذبح کے مقدم و موخر کرنے مین کچھ مضائقہ نہین مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے کنکرین مارے پھر
ذبح کرے پھر سر منڈواوے پھر طواف کرے۔ اور امام کے لیے مسنون یہ ہے کہ زوال کے بعد دسوین کو خطبہ پڑھے اور یہ خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے وداع کا تھا غرضکہ حج مین چار خطبے ہین ایک ساتوین کو ایک نوین کو ایک دسوین کو ایک اول رخصت ہونے کے روز منی سے یعنی بارھوین کو
اور یہ چارون خطبے زوال کے بعد ہین اور سب ایک ایک ہین بجز عرفہ کے خطبے کے کہ وہ دو ہین اور دونون کے درمیان مین کچھ دیر بیٹھنا ہے پھر جب
طواف زیارت سے فارغ ہو چکے تو رات کے رہنے کے لیے اور کنکرین مارنے کو منے مین لوٹ آوے اور اس رات کو منی مین رہے [illegible]
کا نام لیلۃ القر یعنے شب قرار ہے کیونکہ لوگ اُسکی صبح کو منے مین ٹھہرتے ہین اور چلے نہین جاتے جب گیارھوین تاریخ [illegible]
مارنے کے لیے نہاوے اور پہلے جمرہ کا قصد کرے جو عرفات کی طرف سے اول ملتا ہے اور وہ عین سڑک مین ہے [illegible] بہتر کونسا ہے بعض کا میل تو [illegible]
اُس سے آگے بڑھے تو تھوڑا سا راستہ سے علیحدہ ہو کر قبلہ کی طرف مُنھ کر کے کھڑا ہوا [illegible] تعالی کی تحمید [illegible] پائی جاتی ہین اول انکی طرف اشارہ
دل اور اعضا کی فروتنی کے ساتھ اتنی دیر دعا مانگے جتنی دیر مین سورہ بقر [illegible] رہتا ہے کہ ظاہر مین لینا پردہ مروت کو
کی طرح کنکرین مارے اور ویسا ہی توقف کرے جیسا اول کیا تھا پھر آگے بڑھکر جمرہ [illegible] ہوتی ہے کہ اس سے بخیرون کی نظر مین آدمی
اُترنے کی جگہ مین آکر رات کو رہے اور اس رات کو شب النفر اول کہتے ہین جب صبح ہو اور ظہر کی نماز امام [illegible] کے لینے پر انکار کرتے ہین اس خیال سے
[illegible] سے ہین اور لوگون کو ان گناہون سے

[illegible] رخصت ہونے سے اسی لیے انکا نام حج وداع ہوا ۱۲

رو زیر اکیس کنکرین پہلے دن کی طرح تینون جمرون پر مارے اسکے بعد اختیار ہی چاہے منیٰ مین ٹھہرے چاہے مکہ کو لوٹ آوے اگر آفتاب کے ڈوبنے سے پیشتر منے سے نکل گیا تو اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر رات ہونے تک ٹھہر ا رہیگا تو اس صورت مین اسکو باہر جانا جائز نہین بلکہ رات کو منیٰ مین ٹھہرے اور تیرھوین کو اکیس کنکرین بدستور سابق مارے اور اگر رات کو نہ رہیگا اور کنکرین نہ ماریگا تو دم دینا آویگا اور اسکے گوشت کو صدقہ کردے اور جائز ہی کہ جن راتون مین منے مین شب باش ہو انمین خانہ کعبہ کی زیارت کرے لیکن اس شرط سے کہ پھر منیٰ مین رہتے ہوے فرض نمازین امام کے ساتھ مسجد خیف مین پڑھے کہ اسکا ثواب بہت بڑا ہی اور جب منیٰ سے مکہ کو جاوے تو بہتر ہی کہ محصب مین ٹھہرے اور عصر اور مغرب اور عشا وہان پڑھے اور تھوڑا سا سووے کہ یہ سنت ہی اور بہت سے صحابہ رضہ نے اسکو روایت کیا ہی اور اگر ایسا نہ کریگا اسپر کچھ کفارہ دینا نہ آوے گا

آٹھوان بیان عمرہ اور اسکے بعد کے اعمال کے ذکر مین طواف وداع تک۔ جو شخص حج سے پہلے یا پیچھے عمرہ کرنا چاہے تو اسکو چاہیے کہ نہا کر احرام کے کپڑے پہنے جس صورت سے کہ حج مین مذکور ہوا اور عمرہ کے میقات سے عمرہ کا احرام کرے اسکے لیے افضل میقات جعرانہ ہی جو مکہ اور طائف کے درمیان مین ایک جگہ ہی بعد اسکے تنعیم ہی اسکے بعد حدیبیہ اور احرام کے وقت نیت عمرہ کی کرکے لبیک کہے اور مسجد عائشہ رضہ مین جاکر دو رکعتین نماز پڑھے اور جو دل چاہے دعا مانگے پھر لبیک کہتا ہوا مکہ مین آوے یہانتک کہ مسجد حرام مین داخل ہو مسجد کے اندر گھسکر لبیک کہنا موقوف کرے۔ اور سات پھیرے طواف کرکے سات بار سعی صفا و مروہ کے درمیان کرے جیسے ہم پہلے ان دونون کو لکھ چکے ہین اور سعی سے فارغ ہوکر سر کے بال منڈا وے اب عمرہ تمام ہوگیا اور جو شخص مکہ مین ٹھہرا ہوا ہو اسکو چاہیے کہ عمرہ اور طواف بہت کرے اور خانہ کعبہ کی طرف بہت دیکھا کرے۔ اور جب خانہ کعبہ کے اندر جاوے تو چاہیے کہ دو رکعتین دونون ستونون کے درمیان پڑھے کہ یہ صورت افضل ہی اور کعبہ کے اندر ننگے پانون وقار کے ساتھ داخل ہو کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم آج اپنے پروردگار کے گھر مین بھی گئے انھون نے فرمایا کہ مین اپنے ان قدمون کو اس قابل تو جانتا ہی نہین کہ اپنے پروردگار کے گھر کے گرد طواف کرون اس قابل کیسے جانون کہ انکنے اس گھر کو پامال کرون مجھے تو معلوم ہی کہ یہ کہان کہان اور کس جگہ تک چلے ہین اور چاہیے کہ زمزم کثرت سے پیوے اور اگر ہوسکے تو اپنے ہاتھ سے کھینچا ہوا پیوے دوسرے کی مدد اسمین نہو اور خوب سیراب ہوکر پیوے کہ کوکھین بھر جاوین اور یہ دعا پڑھے اللهم اجعله شفاء من كل داء وسقم وارزقني الاخلاص واليقين والعافاة في الدنيا والآخرة کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ماء زمزم لما شرب له یعنی جس مقصود کے لیے پیا جاوے وہ حاصل ہوتا ہی اسلیے دعا مانگنی چاہیے

نوان بیان طواف وداع کے ذکر مین۔ جب حج اور عمرہ کے بعد دل مین یہ آوے کہ وطن کو چلیے تو چاہیے کہ اپنے سب کام تمام کرے اور سواری کس لے سب سے پیچھے خانہ کعبہ کی رخصت کو رہنے دے اور اس سے رخصت ہونے کا طریق یہ ہی کہ حسب مذکورہ بالا سات پھیرے کا طواف کرے اور اسمین رمل اور اضطباع نہ کرے اور طواف سے فارغ ہوکر دو رکعتین مقام کے پیچھے پڑھے اور زمزم کا پانی پی کر ملتزم پر آوے اور دعا اور تضرع کرے اور یون کہے اللهم ان البيت بيتك والعبد عبدك وابن عبدك وابن امتك حملتني على ما سخرت لي من خلقك حتى سيرتني في بلادك وبلغتني بنعمتك حتى اعنتني على قضاء مناسكك فان كنت [illegible] رضيت عني فازدد عني رضى والا فمن الان قبل تباعدي عن بيتك هذا اوان انصرافي ان اذنت لي غير مستبدل بك ولا ببيتك ولا راغب عنك ولا [illegible] العافية في بدني والعصمة في ديني واحسن منقلبي وارزقني طاعتك ابدا ما ابقيتني واجمع لي خير الدنيا والآخرة انك على كل شئ قدير [illegible] بيتك الحرام وان جعلته آخر عهدي فعوضني عنه الجنة اور بہتر یہ ہی کہ اپنی آنکھ خانہ کعبہ سے نہ پھیرے یہانتک کہ اس سے آڑ ہوجاوے [illegible] کی زیارت اور اسکے آداب کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ من زارني بعد وفاتي فكانما زارني في حياتي

ہوجاتی ہی اور بندگی

بعض عارفون نے اپنے شاگرد

تو یہ تو مقصود ہی ہی اسوجہ سے

زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ تو

مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا

شرک سے بچاتا ہی اسلیے کہ عارف

مین شرک ہی بعض اکابر کا قول

قبلہ رو کھڑا ہو [illegible] تعالی کی تحمید اور تمجید کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کثرت سے بھیجے اور کہے تو نے فرمایا ہی اور تیرا قول سچا ہی ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما الٰہی ہمنے تیرا ارشاد سنا اور تیرے امر کی اطاعت کی اور تیرے نبی کے پاس آئے اور اسکو تیری جناب مین اپنے گناہون کے باب مین جنکے بوجھ سے ہماری پیٹھ ٹوٹی جاتی ہی اپنا شفیع کیا ہم اپنی لغزشون سے تائب ہین اور اپنی خطاؤن اور تقصیرات کے مقر الٰہی بس ہماری توبہ قبول کر اور اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمارے باب مین منظور فرما اور اس حق و منزلت کی بدولت جو تیرے نبی کریم کو تیرے پاس حاصل ہی ہمکو رتبہ بلند عنایت فرما پھر کہے اللہم اغفر للمہاجرین والانصار واغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان اللہم لاتجعلہ آخر العہد من قبر نبیک ومن حرمک یا ارحم الراحمین پھر روضہ مین جاوے یعنے درمیان قبر شریف اور منبر کے جو جگہ ہی اسمین جاکر دو رکعتین پڑھے اور جتنی ہوسکے بہت سی دعا مانگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ما بین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ ومنبری علی حوضی اور منبر کے پاس دعا مانگے اور مستحب یہ ہی کہ اپنا ہاتھ نیچے کے رمانہ یعنے پایہ پر رکھے جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کی حالت مین اپنا ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ اور مستحب ہی کہ جمعرات کے روز جبل احد کو جاوے اور شہدا کی قبرون کی زیارت کرے یعنی صبح کی نماز مسجد نبوی مین پڑھکر زیارت کو باہر جاوے اور ظہر پھر مسجد شریف مین پڑھے تاکہ کوئی نماز فرض کی جماعت مسجد شریف مین فوت ہونے نہ پاوے اور مستحب ہی کہ ہر روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد بقیع مین جاوے اور حضرت عثمان غنی رضہ اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرے اور اسی مین قبر حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر علیہ السلام کی ہی انکی زیارات سے مشرف ہو اور حضرت فاطمہ رضہ کی مسجد مین نماز پڑھے اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی قبرون کی زیارت کرے کہ سب بقیع مین ہین۔ اور مستحب ہی کہ ہر شنبہ کے روز مسجد قبا مین جاکر نماز پڑھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو کوئی اپنے گھر سے نکلکر مسجد قبا مین آوے اور اسمین نماز پڑھے تو اسکے لیے ایک عمرہ کے برابر ہوگا۔ اور چاہ اریس کی زیارت کرے کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لب مبارک اسمین ڈالا ہی یہ کنوان مسجد قبا کے متصل ہی اسکے پانی سے وضو کرے اور پیوے اور مسجد فتح مین جاوے جو خندق پر ہی اسی طرح سب مساجد اور زیارات کو جاوے اور کہتے ہین کہ سب زیارات اور مسجدین مدینہ پاک کی تیس ہین اور وہان کے باشندے انکو جانتے ہین تو جسقدر پر جا سکے وہان کا قصد کرے اور اسی طرح جن کنوون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیا کرتے تھے انپر جاوے اور طلب شفا کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک سمجھکر انکے پانی سے نہاوے اور پیوے اور وہ سات کنوین ہین۔ اور اگر باوجود حرمت کا حق ادا کرنے کے مدینہ منورہ مین ٹھہر سکے تو اسکا بہت بڑا ثواب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لا یصبر علی لاوائہا وشدتہا احد الا کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ اور فرمایا من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت فانہ لن یموت بہا احد الا کنت لہ شفیعا او شہیدا یوم القیامۃ پھر جب اپنے کامون سے فارغ ہولے اور مدینہ سے نکلنے کا قصد کرے تو مستحب یہ ہی کہ قبر شریف کے پاس آوے اور دعاے زیارت حسب مذکورہ بالا پھر پڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو اور اللہ تعالے سے دعا مانگے کہ پھر حضرت کی زیارت سے مشرف ہونا نصیب کرے اور اپنے سفر مین سلامت رہنے کی دعا مانگے پھر چھوٹے روضہ مین دو رکعتین نماز پڑھے اور یہ جگہ مسجد کے اندر مقصورہ زیادہ ہونے کے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑا ہونے کا مقام ہی جب مسجد سے باہر نکلے تو اول بایان پاؤن باہر رکھے پھر دہنا پاؤن باہر نکالے اور کہے اللہم صل علی

محمد و علی آل محمد ولا تجعلہ آخر العہد بنبیک وحطّ اوزاری بزیارتہ واصحبنی فی سفری السلامۃ ویسّر رجوعی الی اہلی ووطنی سالما یا ارحم الراحمین اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے مجاوروں کو جو کچھ مقدور ہو دیوے اور جو مسجدیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہیں انکو تلاش کرے [illegible] پڑھے
اور وہ بیس جگہ ہیں -

خاتمہ سفر سے لوٹنے کی سنتوں کے ذکر میں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج وغیرہ سے لوٹتے تو ہر ایک زمین بلند پر تین بار اللہ اکبر کہتے اور فرماتے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ اور بعض روایتوں میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں وکل شیء ہالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون تو آدمی کو چاہیے کہ سفر سے لوٹنے میں اس طریقہ مسنون کا استعمال کرے اور جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو سواری کو چلاوے اور کہے اللہم اجعل لنا بہا قرارا ورزقا حسنا پھر اپنے گھر کسی شخص کو خبر کے لیے بھیجدے تاکہ دفعتہ نہ جا پہونچے پہلے سے آنیکی اطلاع کر دینی سنت ہے اور اپنے گھر رات کو نہ آنا چاہیے جب شہر میں داخل ہو تو اول مسجد میں جاوے اور دو رکعتیں پڑھے کہ مسنون ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب اپنے گھر میں جاوے تو کہے توبا توبا لربنا اوبا لا یغادر علینا حوبا جب مکان میں رہنے لگے تو چاہیے کہ جو انعام اللہ تعالے نے اسپر کیے ہیں کہ اپنے گھر اور حرم کی زیارت اور قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت روزی فرماوے انکو بھولے نہیں اور ان سے غفلت کرکے اور کھیل اور گناہوں میں مبتلا ہو کر ان انعاموں کا ناشکر نہ بنے کہ حج مقبول کی یہ پہچان نہیں بلکہ اسکی علامت یہ ہے کہ حج سے جو واپس آوے تو دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب ہو اور بعد زیارت بیت کے زیارت صاحب بیت کے لیے تیاری کرے -

تیسری فصل - حج کے آداب دقیق اور اعمال باطنی کے ذکر میں اور اس فصل میں دو بیان ہیں -

بیان اول آداب دقیق کے ذکر میں جو شمار میں دس ہیں ادب اول یہ ہے کہ نفقہ حلال کا ہو اور ہاتھ ایسی تجارت میں نہ لگا ہو جس سے دل بٹے اور ہمت پراگندہ ہو بلکہ ہمت خاص خداے تعالے کے لیے ہو اور دل محض اسکے ذکر اور اسکے شعائر کی تعظیم کی طرف راجع اور اطمینان رکھنے والا ہو ایک حدیث میں طریق اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہے کہ جب آخر زمانہ ہوگا تو لوگ حج کو چار قسم کے ہو کر نکلینگے بادشاہ سیر و تماشا کو اور تونگر تجارت کو اور فقیر مانگنے کو اور قاری شہرت کو - اس حدیث میں دنیا کی ان تمام غرضوں کی طرف اشارہ ہے جو حج میں مل سکیں اور یہ سب امور ایسے ہیں کہ حج کی فضیلت کے مانع ہیں اور خاص لوگوں کے حج کے زمرہ سے خارج کر دیتے ہیں خصوصا جب یہ صورتیں خاص حج ہی سے وابستہ ہوں مثلا مزدوری لے کر غیر کے لیے حج کرے تو اس صورت میں آخرت کے کام پر دنیا کا طالب ہوگا اور پرہیزگار اور اہل دل اس امر کو برا جانتے ہیں ہاں اگر کسی شخص کی نیت مکہ معظمہ میں رہنے کی ہو اور اسکے پاس سامان وہاں تک پہونچنے کا نہو تو اس نیت سے کچھ لینے کا مضائقہ نہیں غرض کہ دین کو ذریعہ وصول دنیا کا نہ کرے بلکہ دنیا کو ذریعہ دین کے حاصل کرنے کا بناوے اس صورت میں چاہیے کہ نیت خانہ کعبہ کی زیارت حج اور اپنے مسلمان بھائی کے اوپر سے غرض ساقط ہونے میں مدد کرنے کی کرے - اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی جیسے مضمون پر محمول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے ایک حج کے سبب تین آدمیوں کو جنت میں داخل کریگا اول جسنے اسکی وصیت کی [illegible] دوم جسنے اسکو جاری کیا ہو سوم جسنے اپنے بھائی کی طرف سے اسکو ادا کیا ہو - اور ہم یہ نہیں کہتے کہ جب آدمی فرض اسلام اپنے ذمہ سے ساقط کر چکے تو اسنے اسکو حج کے لیے اجرت لینی ناجائز اور حرام ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اولی یہ ہے کہ ایسا نہ کرے اور نہ [illegible] پیشہ اور تجارت قرار دے اسلیے کہ اللہ تعالی دین کے باعث سے دنیا دیتا ہے اور دنیا کے باعث سے دین عنایت نہیں کرتا [illegible] ہے اسکی مثال حدیث شریف میں یون مذکور ہے کہ جو شخص خدا تعالی کی راہ میں لڑتا ہے اور مزدوری لیتا ہے اسکی مثال حضرت موسی کی ماں کی طرح [illegible] اپنے بچہ کو دودھ پلاتی تھیں

اور انکا مُہیت لیتی تھین۔ تو جو شخص حج کرنے پر اُجرت لینے مین حضرت موسیٰ کی والدہ جیسا ہو تو اُسکو اُجرت لینے کا مضائقہ نہین یعنے اسواسطے اجرت لیوے
کہ حج بیت اللہ اور زیارت پر قادر ہو جاوے اور حج اسلیے نہ کرے کہ مزدوری ملیگی جیسے حضرت موسیٰ کی والدہ اُجرت اسلیے لیتی تھین کہ اپنے بچہ کو دودھ
کبھی پلا دیوین اور انکا حال بھی لوگون پر مشتبہ رہے **ادب دوم** یہ ہے کہ خدا کے دشمنون کو چٹی دیکر مدد نہ پہونچاوے۔ اور یہ لوگ مکہ معظمہ کے امیرون اور
عرب کے سردارون مین سے ہوتے ہین کہ راہون مین بیٹھکر مسجد حرام کے جانے سے روکتے ہین ایسے لوگون کو مال کا دینا ظلم پر مدد کرنا اور اسباب
ظلم کو انکے لیے مہیا کرنا ہے تو اوسا خود اپنی جان سے آنکی اعانت کی اسلیے اس چٹی سے بچے رہنے کے لیے کوئی تدبیر ضرور چاہیے اور اگر نہو سکے تو بعض
علما فرماتے ہین کہ حج نفل کو نہ کرنا اور راستہ مین سے لوٹ آنا ان ظالمون کی اعانت کرنے سے بہتر ہے کہ یہ ظلم ایک بدعت نو ایجاد ہے اسکی اطاعت
کرنے مین یہ خرابی ہے کہ وہ ایک دستور عام ہو جاویگا اور اسکے قائم رہنے مین مسلمانون کو ذلت اور خواری ہے کہ جزیہ دینا پڑتا ہے اور واقع مین جوان
بزرگ نے فرمایا درست ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ چٹی ہم سے بجبر لیجاتی ہے اور دینے مین ہم مضطر ہین تو اسکے کچھ معنی نہین کیونکہ اگر آدمی اپنے گھر بیٹھا
رہے یا راستہ سے لوٹ جاوے تو اس سے کوئی کچھ نہین لیتا بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جسکو کھاتا پیتا دیکھتے ہین اسی سے زیادہ مانگتے ہین اگر
فقیرانہ لباس مین ہو تو کوئی نہین طلب کرتا اس سے معلوم ہوا کہ اس اضطرار کی حالت کو خود اپنی طرف کھینچ لیا ہے **ادب سوم** توشہ زیادہ
لینا اور بدون تنگی اور اسراف کے بخوشی خاطر میانہ روی کے طور پر دینا اور خرچ کرنا ہے اور اسراف سے ہماری غرض یہ ہے کہ عمدہ کھانے کھاوے
اور اقسام آسایش سے جو بہتر ہو مالدارون کی طرح اسی کو اختیار کرے اور داد و دہش کی کثرت سے اسراف نہین ہوتا کیونکہ کسی کا قول ہے کہ
اسراف مین بہتری نہین اور خیرات مین اسراف نہین اور راہ حج مین توشہ کا دے دینا خدائے تعالے کی راہ مین خرچ کرنا ہے جسمین ایک درم سات
سو کے برابر ہوتا ہے حضرت ابن عمر رضہ نے فرمایا ہے کہ یہ بھی آدمی کے کرم مین سے ہے کہ سفر مین توشہ اچھا رکھے اور فرمایا کرتے کہ حاجیون مین سے
افضل وہ ہے جسکی نیت سب سے خالص تر اور نفقہ پاکیزہ اور یقین بہتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة
فقیل یا رسول اللہ ما بر الحج فقال طیب الکلام و اطعام الطعام **ادب چہارم** فحش اور بدکاری اور لڑائی کا ترک کرنا چاہیے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے
فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج رفث مین سب طرح کے کلام لغو اور فحش داخل ہین اور عورتون سے باتین اور چہل کرنی اور صحبت کی حالت
اور اسکے لوازم کو ذکر کرنا بھی اسی مین داخل ہین کیونکہ ان امور سے شوق ہمبستری کا اُبھرتا ہے جو ممنوع ہے اور ممنوع بات کا شوق دلانے والی
چیز بھی ممنوع ہوتی ہے اور فسوق خدائے تعالے کی طاعت سے باہر نکلنا ہے کسی طرح کا ہو اور جدال اسکو کہتے ہین کہ خصومت اور بات کاٹنے مین
ایسا نا مناسب مبالغہ کرے کہ کینہ کا موجب ہو اور سردست ہمت مین پریشانی آجاوے اور حسن خلق کے مخالف پڑے حضرت سفیان ثوری رہ نے فرمایا ہے
کہ جو شخص حج مین فحش بکے اسکا حج خراب ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح گفتگو کرنے اور کھانا کھلانے کو حج کے مقبول
ہونے کی نشانی فرمایا ہے اور بات کاٹنا طیب کلام کے مخالف ہے اسلیے ضرور ہوا کہ آدمی حج کی راہ مین اپنے ساتھی اور ساربان وغیرہ
یارون پر بہت اعتراض نہ کرے بلکہ جتنے بیت اللہ کے جانے والے ہون سب سے دبا رہے اور حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کرے اور
حسن خلق یہی نہین ہے کہ کسی کو ایذا نہ دے بلکہ یہ ہے کہ اور کی ایذا برداشت کرے۔ اور بعض کا قول ہے کہ سفر کو اسی لیے سفر کہتے ہین کہ وہ آدمیون
کے اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اور اسی جہت سے جب ایک شخص نے حضرت عمر رضہ کے سامنے ذکر کیا کہ مین فلان شخص سے واقف ہون تو
آپ نے فرمایا کہ تو کبھی انکے ساتھ سفر مین رہا ہے جس سے مکارم اخلاق معلوم ہو جایا کرتے ہین اسنے عرض کیا کہ ایسا تو نہین ہوا آپ نے
فرمایا کہ میری دانست مین تو انکو [illegible] **ادب پنجم** یہ ہے کہ اگر قدرت ہو تو حج پیادہ کرے کہ نہایت افضل ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضہ
نے اپنی موت کے قریب اپنے بیٹون کو وصیت کی کہ بیٹو پیادہ حج کرنا کہ پیادہ حاجی کو ہر قدم پر حرم کے حسنات مین سے سات سو حسنات
ملتے ہین اُنسے کسی نے پوچھا کہ حرم کے حسنات کیا ہین فرمایا کہ ایک نیکی لاکھ نیکیون کے برابر اور راستہ کی نسبت کہ اعمال حج مین اور مکہ سے

عرفات تک پیادہ پا چلنا زیادہ تر مستحب ہے اور اگر پیادہ چلنے کے ساتھ اپنے گھر ہی سے احرام بھی باندھے تو کہتے ہین کہ یہ حج کا پورا کرنا ہے [illegible] تعالی
نے فرمایا ہے و اتموا الحج والعمرة للہ چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ نے اس آیت کی تفسیر مین یہی فرمایا ہے [illegible] بعض علمانے فرمایا ہے
کہ سوار ہونا افضل ہے کہ اسمین خرچ پڑتا ہے اور نفس تنگ نہین ہوتا اور اپنے آپ کو ایذا کم ہوتی ہے اور احتمال اپنے سلامت رہنے اور حج کے پورا ہونے کا
زیادہ تر ہے - اور تحقیق کی روسے اگر دیکھین تو یہ امر پہلی بات کے مخالف نہین بلکہ تفصیل وار کہنا چاہیے کہ جس شخص پر پیادہ چلنا سہل ہو اسکو پیادہ جانا
افضل ہے اور اگر پیادہ پا ہونے سے ضعیف ہوجاوے یا بدخلقی آجاوے یا عمل کرنے مین کوتاہی ہو تو اسصورت مین سوار ہونا بہتر ہے جیسے مسافر اور
مریض کے حق مین روزہ رکھنا بہتر ہے بشرطیکہ ضعف اور بدخلقی کی نوبت انکو نہ آوے - اور بعض علماسے کسی نے سوال کیا کہ عمرہ کو پیادہ جانا بہتر
ہے یا ایک درم کو گدھا کرایہ کرلیا جاوے فرمایا کہ اگر درم دینا اسکو ناگوار تر ہو تب تو سواری کرایہ کرنی بہ نسبت پیادہ چلنے کے بہتر ہے اور اگر تو انگروں
کی طرح پیادہ چلنا شاق معلوم ہوتا ہو تو پیادہ جانا افضل ہے - اس جواب مین گویا وہ مذہب اختیار کیا جسمین نفس پر مجاہدہ ہو خیر یہ بھی ایک وجہ ہے لیکن
افضل یہ ہے کہ پیادہ جاوے اور جسقدر کرایہ مین خرچ ہوتا ہو وہ خیرات کردے کہ یہ صورت اس سے بہتر ہے کہ کرایہ کرنے والے کو اسکے چوپایہ کے کام مین
لینے کے عوض دے - اور اگر اسکا نفس اس بات کو گوارا نہ کرے کہ اپنے اوپر دہری مشقت پیادہ چلنے اور خرچ کرنے کی لیوے تو پھر وہی صورت ہے جو
بعض علمانے ذکر کی ادب ششم یہ ہے کہ بجز پرتل کے جانور کے اور پر سوار نہو اور محمل سے علیحدہ رہے ہان جس صورت مین کہ کسی عذر کے باعث پرتل کے
جانور پر سوار نہو سکے تب محمل کا مضائقہ نہین اور پرتل پر سوار ہونے مین دو فائدے ہین اول اونٹ کو آرام دینا کہ محمل سے اسکو ایذا ہوتی ہے - دوسرے
دولتمندوں اور متکبروں کی ہیئت سے محفوظ رہنا آنحضرت صلعم نے بوجھ کے اونٹ پر حج کیا تھا اور آپ کے نیچے پرانا پالان اور ایک پرانی چادر تھی جسکی
قیمت چار درم تھی اور طواف اسی سواری پر کیا تاکہ لوگ آپ کی سیرت اور عادت کو دیکھین اور ارشاد فرمایا کہ خذوا عنی مناسککم اور کہتے ہین کہ یہ محمل
حجاج کے ایجاد مین اُسکے عہد کے علما انکو برا جانتے تھے چنانچہ سفیان ثوریؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے کہا کہ مین کوفہ سے قادسیہ
کو حج کے لیے نکلا اور راہ مین بہت سے شہرون کے رفیق ملگئے مین نے سب حاجیون کو دیکھا کہ پرتل کے اونٹون اور شلیتون اور پالانون پر سوار ہین
ان سب مین بجز دو محملون کے اور مین نے نہین دیکھے - اور حضرت ابن عمرؓ جب حاجیون کے قافلہ مین حجاج کے ایجاد کیے ہوے لباس اور محمل
دیکھتے تو فرماتے کہ حاجی تھوڑے ہین اور سوار بہت ہین پھر آپ نے ایک مسکین خستہ حال کو دیکھا کہ اسکے نیچے گون ہین فرمایا کہ حاجیون مین یہ شخص بہتر ہے
ادب ہفتم یہ ہے کہ خستہ حال اور الجھے بال اور غبار آلودہ رہے زینت بہت نہ کرے اور نہ تفاخر اور کثرت مال جتانے کے لوازم پر مائل ہو تاکہ کہین
متکبرون اور آرام طلبون کے دفتر مین داخل اور ضعفا و مساکین اور خاص صالحین کے زمرہ سے خارج نہوجاوے کیونکہ آنحضرت صلعم نے فضالہ بن عبید
کی حدیث مین ژولیدہ موئی اور پیادہ پائی کے لیے امر فرمایا ہے اور تن آسانی اور تنعم سے منع فرمایا اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ حاجی وہی ہے کہ
بال الجھے ہون اور بدن مین سے بو آتی ہو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے گھر کی زیارت کرنے والون کو دیکھو کہ جو رستی اور گہری گھاٹیون سے ژولیدہ مو
غبار آلود چلے آتے ہین اور اللہ تعالی نے فرمایا ثم لیقضوا تفثھم تفث کے معنے بال الجھنے اور غبار آلود ہونے کے ہین اور اسکے ختم کردینے سے بال منڈانا
اور مونچھین اور ناخن کترانی مراد ہین اور حضرت عمرؓ نے لشکرون کے سردارون کو نامہ لکھا کہ پرانے کپڑے پہنا کرو اور سختی کی برداشت کی عادت ڈالو
اور کسی کا قول ہے کہ اہل یمن حاجیون کے قافلہ کی زینت ہین کیونکہ وہ لوگ انکسار اور ضعف کی حالت اور اکابر سلف کی سیرت پر ہین - اور
لباس کے باب مین سرخ سے علی الخصوص احتراز کرے اور جسمین شہرت ہو خواہ کسی طرح کا ہو اُس سے [illegible] اجتناب چاہیے کہ مروی ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے
کسی سفر مین تھے آپکے اصحاب ایک منزل مین اترکر اونٹ چرانے لگے آپ نے دیکھا کہ اونٹون کے پالانون پر سرخ چادرین پڑی ہین آپنے فرمایا
کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سرخی تم پر غالب ہوگئی ہے راوی کہتے ہین کہ ہم سب اٹھ کھڑے ہوے اور اُن چادرون کو اونٹون کی پشت پر سے اتار لیا یہانتک
کہ بعض اونٹ بھاگ بھی گئے ادب ہشتم یہ ہے کہ چوپایہ کے ساتھ نرمی کرے اور جو چیز اسکی طاقت سے زیادہ ہو اسکو نہ لادے اور محمل بھی اسی کی

[illegible]

جب اپنے نفس مین یہ خواہش پاوے کہ کسی طرح خرچ بہت سا ہو اور باوجود سفر دور و دراز کے بچ رہے اور منزل مقصود تک پہونچنے سے پیشتر اسمین خرابی اور تبدیل نہو تو چاہیے کہ یاد کرے کہ سفر آخرت اس سفر کی نسبت کہین دراز ہے اور اُسکا توشہ تقوی ہے اور تقوی کے سوا جس چیز کو توشہ جانتا ہے وہ مرنے کے وقت سب پیچھے رہ جاویگا اور اُس سے دغا کریگا جیسے ترکاری تازہ کہ سفر کے پہلے ہی منزل مین سڑ جاتا ہے اور پھر بھوک کے وقت آدمی حیران اور محتاج رہجاتا ہے کہ کوئی تدبیر نہین بن پڑتی تو اسلیے ضرور ہوا کہ اس بات سے ڈرے کہ کہین ایسا نہو کہ اعمال جو آخرت کا توشہ ہین موت کے بعد اپنے ساتھ نہ رہین اور ریا اور شہرت کی آمیزش اور قصور کی کدورت سے خراب ہو جاوین۔ اور سواری جسوقت سامنے آوے اُسوقت اپنے دل مین خدا تعالے کی نعمت کا شکر کرے کہ چوپایون کو ہمارا مسخر کر دیا کہ ہمکو تکلیف نہو اور مشقت ہلکی ہو جاوے اور یہ یاد کرے کہ دار آخرت کی سواری بھی ایک روز اسی طرح سامنے آجاویگی یعنے جنازہ کی تیاری ہوگی کہ اسپر سوار ہو کر دار آخرت کا کوچ کرنا پڑیگا۔ غرضکہ حج کا حال کچھ ایک مشابہ سفر آخرت کے ہے تو ضرور نظر کر لینا چاہیے کہ حج کی سواری پر سفر کرنا اس قابل ہے کہ سفر آخرت کی سواری کا توشہ ہوسکے کیونکہ سفر آخرت آدمی سے بہت ہی قریب ہے کیا معلوم ہے کہ موت قریب ہو اور اونٹ کی سواری سے پیشتر تابوت پر سوار ہو جاوے اور تابوت کی سواری یقینا ہوگی اور سامان سفر کا مہیا ہو جانا مشکوک امر ہے تو مشکوک سفر مین احتیاط کرنا اور توشہ اور سواری سے مدد لینی اور یقینی سفر سے غافل رہنا کب زیبا ہے اور احرام کے دونون چادرون کے خریدنے کے وقت اپنے کفن کو اور اسمین اپنے لپٹنے کو یاد کرے کیونکہ احرام کی چادر اور تہمد تو اُسوقت باندھیگا کہ خانہ کعبہ کے نزدیک ہوگا اور کیا عجب ہے کہ یہ سفر پورا نہو اور خدا تعالی سے ملاقات کفن مین لپٹے ہوے ہونی بیشک ہے تو جسطرح کہ خدا تعالی کے گھر کی زیارت بدون مخالفت لباس و ہیئت معمولی کے نہین ہوتی اسی طرح خدا تعالی کی زیارت بھی مرنے کے بعد بجز اسصورت کے نہوگی کہ دنیا کے لباس کے مخالف لباس ہو اور احرام کا کپڑا کفن کے کپڑے کے مشابہ بھی ہے کہ سیا ہوا نہ ہوا اور نہ ہی شہرت کے لیے مین یہ جانے کہ مین اپنے اہل و وطن سے جدا ہو کر ایسے سفر مین خدا تعالی کی طرف متوجہ ہوتا ہون جو دنیا کے سفرون کے مشابہ نہین تو اُسوقت اپنے دلمین یہ سوچنا چاہیے کہ مین کیا ارادہ کرتا ہون اور کہان جاتا ہون اور کسکی زیارت کو متوجہ ہوتا ہون اور یہ سمجھے کہ مین شاہنشاہ کی طرف اُسکی زیارت کرنے والون کے زمرہ مین متوجہ ہون جو ندا کے ساتھ حاضر ہوے اور جنکو شوق دلایا گیا تو مشتاق ہو گئے اور جنکو جانے کا حکم ہوا تو علاقون کو قطع کر اور خلائق کو چھوڑ خدا تعالی کے گھر کی طرف جسکی شان عظیم اور قدر رفیع اور امر فخیم ہے متوجہ ہوے تاکہ رب البیت کی زیارت کے عوض اُسکے گھر کی زیارت سے دل بہلاوین یہانتک کہ اُنکو اُنکی منتہاے آرزو میسر ہو اور اپنے مولی کے دیدار اپنی مراد پاوین اور اپنے دل مین توقع رسائی اور قبول کی کرے نہ اسطرح کہ اپنے اعمال پر بھروسا ہو کہ ہم اتنی دور سے گھر بار چھوڑ کر آئے ہین بلکہ خدا تعالی کے فضل پر بھروسا کرے اور چونکہ اُسنے اپنے گھر کے زیارت کرنے والون کے حق مین وعدہ فرمایا ہے تو توقع کرے کہ وہ اپنے وعدہ کو سچا کریگا اور یہ توقع کرے کہ اگر مین خانۂ کعبہ تک نہ پہونچا اور اثناے راہ ہی مین طعمۂ اجل ہوا تو خدا تعالی سے ملاقات اسی حال مین ہوگی کہ اُسکے پاس جا رہا ہون کیونکہ وہ خود فرماتا ہے ۱ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ و رسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ اور جنگل مین گھسکر میقات تک گھاٹیون کے دیکھنے مین وہ احوال یاد کرے جو موت کے باعث دنیا سے نکلکر میقات قیامت تک ہونگے اُسکے ہر ایک حال کو اُسکے ہر کیفیت سے مناسبت کر لے مثلا رہزنون کی دہشت سے منکر نکیر کے سوال کی دہشت یاد کرے اور جنگل کے درندون سے قبر کے سانپ بچھوا اور کیڑے دھیان کرے اور اپنے گھر بار اور اقارب سے علیحدہ ہونے سے قبر کی وحشت اور سختی اور تنہائی سوچے غرضکہ اپنے اعمال اور اقوال مین جو خوف کرے اُسکو قبر کے خوفون کے لیے توشہ کرلے۔ اور میقات پر احرام اور لبیک کہنے سے یہ جانے کہ لبیک کے معنی یہ ہین کہ خدا تعالے کی پکار پر یہ کہنا کہ مین حاضر ہون تو اُسوقت یہ توقع کرے کہ یہ جواب مقبول ہوا اور خوف کرے کہ کہین یہ نہ کہدیا جاوے کہ لا لبیک و لا سعدیک اسلیے ضرور ہوا کہ خوف و رجا کے درمیان متردد رہے اور اپنی تاب و طاقت سے علیحدہ ہو جاوے اور اللہ تعالی کے فضل و کرم پر تکیہ رکھے اسلیے کہ لبیک کہنے کا وقت ہی حج کا شروع ہے اور وہ خطرہ کی جگہ ہے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ ایکبار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے حج کیا جب آپ نے احرام باندھا اور سواری پر چڑھ بیٹھے تو رنگ زرد ہو گیا اور لرزہ تمام بدن پر آگیا اتنی طاقت نہوئی کہ لبیک کہین کسی نے پوچھا کہ آپ لبیک کیون نہین کہتے فرمایا کہ ڈرتا ہون کہ کہین مجھکو یون نہ کہا جاوے لا لبیک و لا سعدیک پھر جب آپ نے لبیک کہا

۱ اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے وطن چھوڑ کر طرف اللہ اور رسول کی پھر آ پکڑے اسکو موت تو مقرر ہو چکا اسکا ثواب اللہ کے ذمے

اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص حج کے باب مین ارشاد فرمایا لبیک بحجۃ حقا تعبدا و رقا اور یہ الفاظ نماز اور روزہ وغیرہ مین ارشاد نہ فرماتے
اور اسکا کہ خواہش حکمت الٰہی کی یہ ہوئی کہ خلق کی نجات کو اُنکے ایسے اعمال سے وابستہ کرے جو اُنکی طبیعتون کے خلاف ہون اور یہ کہ نجات کی
باگ شرع کے اختیار مین رہے تاکہ اپنے اعمال مین انقیاد کے طریق اور عبادت کی مقتضا پر تردد کرین اسی لیے ضرور ہوا کہ جن اعمال کی وجہون
پر عقلون کو راہ نہین ملتی وہ تزکیۂ نفوس کے باب مین سب عبادتون مین سے کامل تر ہون کیونکہ نفسون کو مقتضاے طبع اور اخلاق سے پھیرنا غلامی کا مقتضا
ہی اور تمکو یہ معلوم ہو چکا تو اب یہ سمجھ جاؤگے کہ ان افعال عجیب سے نفسون کا تعجب کرنا اسی سبب سے پیدا ہوا کہ انکو عبادات کے اسرار سے غفلت ہی اور
اسقدر بیان کرنا اصل [illegible] کے سمجھانے کے لیے انشاء اللہ کافی ہی اور شوق اس بات کے سمجھنے اور ٹھان لینے کے بعد ابھرتا ہی کہ گھر خداے عزوجل
کا ہی اور اسنے اسکو بادشاہی دربار کی طرح بنایا ہی تو جو اس دربار کا قصد کرتا ہی وہ خداوند کریم کا قصد اور زیارت کرتا ہی اور جو شخص دنیا میں اس گھر
کا قصد کرتا ہی شایان ہی کہ اسکی زیارت ضائع نہو اور مقصود زیارت یعنی دیکھنا دیدار الٰہی کا میعاد معین مین نصیب ہو اسو جہ سے کہ دنیا مین آنکھ کو بوجہ
قصور اور فنا کے یہ استعداد نہین کہ دیدار الٰہی کے نور کو قبول کرے اور اسکی تاب لا سکے اور آخرت مین اسکو بقا کی مدد ملیگی اور تغیر و فنا سے محفوظ
رہیگی اسلیے استعداد نظر اور دیدار کی ہو جاویگی لیکن تاہم بوجہ خانۂ کعبہ کے قصد کرنے اور اسکی طرف دیکھنے کے بموجب وعدۂ خداوند کریم کے اسکو
استحقاق رب البیت کے دیدار کا ہو جاویگا اب ظاہر ہی کہ شوق دیدار الٰہی اسکے سبب کا یعنی دیدار کعبہ کا شائق کر دیگا علاوہ ازین عاشق کو معشوق کی
طرف منسوب چیز کی رغبت ہوا ہی کرتی ہی اور کعبہ خدا تعالے کی طرف منسوب ہی تو بالضرور آدمی کو صرف اسی نسبت کے لحاظ سے اسکا مشتاق ہونا چاہیے
اور ثواب کثیر موعود کے حاصل کرنے کو قطع نظر کرنا چاہیے اور ارادہ کے باب مین یہ جانے کہ مین نے اپنے گھر والون اور وطن کے جدا ہونے کا
اور شہوات اور لذات سے علیحدہ رہنے کا قصد اس غرض سے کیا ہی کہ زیارت خانۂ کعبہ کی طرف متوجہ ہون پس اپنے دل مین خانۂ کعبہ اور رب البیت کی
قدر بہت بڑی سمجھے اور یہ جانے کہ مین نے ایک بڑے رفیع الشان امر کا ارادہ کیا ہی جسکا معاملہ خطرناک ہی اور جو کوئی بڑی بات کا طالب ہوتا ہی وہ بڑے
خطرے مین پڑتا ہی اور چاہیے کہ اپنے ارادہ کو خالص اللہ تعالے کے لیے کردے اور ریا اور شہرت سے دور رکھے اور خوب دل مین ٹھان لے کہ ارادہ
اور عمل مین سے بجز خالص کے اور مقبول نہوگا اور نہایت لغو اور بڑی بات ہی کہ آدمی قصد تو بادشاہ کے گھر اور حرم کا کرے اور مقصود اسکے سوا دوسرا
ہو اسلیے اپنے دل مین ارادہ کو اخلاص کے ساتھ درست کر لینا چاہیے اور اخلاص کی صورت یہ ہی کہ جن باتون مین ریا اور شہرت ہو اُنسے کنارہ کرے
پس ضرور ہوا کہ جو چیز اعلے اور بہتر ہی اسکو ادنی سے بدلنے سے احتراز کرے اور قطع علائق کے معنی یہ ہین کہ حقوق حقدارون کے حوالہ کرے اور
سب گناہون سے توبہ خالص خدا تعالے کے لیے کرے اسلیے کہ جو مظلمہ ہی وہ ایک علاقہ ہی اور ہر ایک علاقہ ایسا ہی جیسے کوئی قرضخواہ موجود ہو اور
گریبان پکڑ کر یون کہتا ہو کہ تو کہان جاتا ہی کیا شاہنشاہ کے گھر کا ارادہ رکھتا ہی حالانکہ اُسکے امر کو اپنے گھر مین بجا نہین لاتا اسکو حقیر جانتا ہی کہ
تعمیل نہین کرتا کیا تجھے شرم نہین آتی کہ اُسکے سامنے بندۂ گنہگار کی طرح جاتا ہی تاکہ تجھے ہٹاوے اور قبول نہ کرے اگر تجھے اپنی زیارت کے
قبول ہونے کی رغبت ہی تو اُسکے حکم کی تعمیل کر اور حقوق جو ظلم سے لیے ہون واپس کر اور اول سب گناہون سے توبہ کر اور اپنے دل کا علاقہ اور
طرف التفات کرنے سے قطع کر تاکہ تو اسکی طرف اپنے دل کے چہرے سے متوجہ ہو جسطرح کہ ظاہر حال سے تو اسکے گھر کا متوجہ ہی اور اگر تو ایسا نہ کریگا
تو اپنے سفر سے تجکو بجز اسکے کہ ابتدا مین رنج اور مشقت ہو اور انجام کو مردود ہونا اور نکالا جانا نصیب ہو اور کچھ وصول نہوگا۔ اور وطن سے
علاوہ کو ایسی طرح منقطع کرے جیسے کوئی وہان سے اٹھا جاتا ہو اور فرض کر لے کہ پھر لوٹ کر نہ آونگا اور اپنے اہل و فرزند کے لیے وصیت لکھ دے
کہ مسافر بدرقۂ موت ہوتا ہی بجز اُس شخص کے کہ خدا بچاوے اور سفر حج کرنے کے لیے علاقون کو قطع کرتے وقت یہ یاد کرے کہ سفر آخرت کے
لیے بھی [illegible] چھوٹ جاوینگے اسلیے کہ یہ سفر عنقریب آگے چلا آتا ہی اور سفر حج مین جو کچھ کرے اُس سے سفر آخرت کی آسانی کی طمع کرے
کہ قرارگاہ اور بازگشت وہی ہی اسی لیے چاہیے کہ سفر حج کی تیاری کرنے مین سفر آخرت کو نہ بھولے اور توشہ کو حلال جگہ سے ڈھونڈھنا چاہیے۔ اور

حد طاقت سے خارج ہی اور اُسپر سونا اُسکو تکلیف دیتا ہی اور گران گذرتا ہی اہل تقوی کا دستور تھا کہ اونٹون پر سوتے نہ تھے صرف بیٹھے بیٹھے اونگھ جایا کرتے تھے اور چوپایون پر بہت دیر نہ بیٹھتے تھے اُترتے چڑھتے جاتے تھے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنی سواریون کی پیٹھ کو چوکیان مت بناو - اور مستحب ہی کہ صبح اور شام کو سواری کے آرام دینے کے لیے اُتر پڑے کہ یہ امر سنت ہی اور اِس باب مین اکابر سلف سے بھی آثار وارد ہین - اور بعض بزرگ کرایہ اِس شرط پر کرتے کہ سواری سے نہ اُترینگے اور کرایہ پورا دینگے پھر اُتر پڑتے تاکہ جانور کو آرام ملے اور اِس بات کا ثواب اُنکے نامۂ اعمال مین ہو مالک کے اعمال مین نہ ملے اور جو شخص کسی چوپایہ کو ایذا دیگا اور اسکی طاقت سے زیادہ لادیگا تو قیامت مین اُس سے مطالبہ اِس امر کا ہوگا حضرت ابو درداء نے اپنی موت کے وقت اپنے اونٹ سے کہا کہ مجھ سے اپنے پروردگار کے سامنے جھگڑا مت کرنا مین نے تیری طاقت سے زیادہ کبھی تجھ پر نہین لادا - حاصل یہ کہ ہر ایک جاندار چیز مین ثواب ہوتا ہی اسلیے چوپایہ کے حق کو اور کرایہ کرنے والے کے حق کو لحاظ رکھنا چاہیے اور ایک ساعت کے اُتر پڑنے مین چوپایہ کو بھی آرام ملجاتا ہی اور مالک کا دل بھی خوش ہوتا ہی ایک شخص نے حضرت ابن مبارک رح کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ میرا خط لیے جائیے اور مکتوب الیہ کو پہونچا دیجیے آپنے فرمایا کہ مین اونٹ والے سے پوچھ لون تو لیلونگا کہ مین نے اونٹ کرایہ کیا ہی تو دیکھنا چاہیے کہ خدا کے پیجانے سے بھی احتیاط کی جسمین کچھ وزن نہین ہوتا اور تقوی کے باب مین احتیاط کا طریق یہی ہی اسلیے کہ اگر کم کی راہ کھلتی ہی تو پھر بہت پر رفتہ رفتہ نوبت پہونچ جاتی ہی ادب ہفتم یہ کہ جانور کے ذبح کرنے سے تقرب کرے گو اُسپر واجب نہو اور اسبات مین کوشش کرے کہ جانور نفیس اور موٹا ہو اور اگر یہ قربانی نفل ہو تو خود اُسمین سے کھاوے اور اگر واجب ہو تو نہ کھاوے بعض لوگون نے ومن یعظم شعائر اللہ کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ شعائر اللہ کی تعظیم سے مراد عمدہ اور موٹی قربانی کرنے سے ہی - اور ہدی کا لیجانا بشرطیکہ کچھ وقت اور مشقت نہو میقات سے پرے افضل ہی اور ہدی کے خریدنے مین دام گھٹانے کا فکر نہ کرے کہ اکابر سلف تین چیزون کی گران قیمت دیا کرتے اور کمی قیمت کے تردد کو اُن مین بُرا جانتے اول ہدی دوم قربانی سوم غلام لونڈی کے مول لینے مین کیونکہ اُن مین سے افضل وہی ہی جسکا دام زیادہ ہو اور مالک کے نزدیک نفیس تر ہو - اور حضرت ابن عمر رض نے حضرت عمر رض سے روایت کی ہی کہ آپنے ایک بہت عمدہ نسل دار اونٹنی ہدی مین روانہ کی لوگون نے اُنسے تین سو اشرفیون کو مول لینی چاہی آپنے آنحضرت صلعم سے اسکے باب مین عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اسکو بیچ کر اُسکے دام سے بہت سے اونٹ لون آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین اسی کو ہدی مین روانہ کرو اور یہ اسوجہ سے کہ عمدہ چیز کمتر ہی بہت سی چیزون غیر نفیس سے بہتر ہی اور تین سو اشرفیان قیمت تیس اونٹون کی تھین اور اُنمین گوشت کی کثرت ہوتی مگر قربانی مین گوشت مقصود نہین بلکہ نفس کو بخل کے عیب سے پاک و صاف کرنا اور زیور تعظیم الٰہی سے آراستہ کرنا منظور ہی چنانچہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءہا ولکن ینالہ التقوی منکم اور یہ بات قیمت کی نفاست سے ہوتی ہی شمار جانورون کا کم ہو خواہ زیادہ - اور کسی شخص نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ حج کی مقبولیت کیا ہی آپنے فرمایا کہ لبیک پکار کر کہنا اور بدنہ کا نحر کرنا اور حضرت عائشہ رض نے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی ما من عمل آدمی یوم النحر احب الی اللہ عز وجل من ہراقۃ دما وانہا تاتی یوم القیامۃ بقرونہا واظلافہا وان الدم لیقع من اللہ عز وجل بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بہ نفسا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لکم بکل صوفۃ من جلدہا حسنۃ وکل قطرۃ من دمہا حسنۃ وانہا لتوضع فی المیزان فابشروا ادب ہشتم یہ ہی کہ جو کچھ زاد و دہش او ہدی مین خرچ کرے اُس سے دل مین خوش ہو اسی طرح اگر کچھ نقصان یا مصیبت مالی خواہ بدنی پہونچے تو اُس سے دل خوش رہے کہ یہ علامتین حج کے قبول ہونے کی ہین اسلیے کہ راہ حج مین مصیبت ہونی ایسی ہی جیسے راہ خدا مین ایک درم دینے سے سات سو کے برابر ہوتا ہی اسطریق مین سختی کا ہونا بمنزلہ جہاد کے راہ مین سختی پہونچنے کے ہی کہ جو ایذا اور نقصان پہونچے سب مین ثواب ہوتا ہی اور انشاء اللہ تعالیٰ کے یہان اُنمین سے کوئی تلف نہین ہوتی - اور کہتے ہین کہ قبول حج کی علامات مین سے یہ بھی ہی کہ جو گناہ پیشتر کرتا تھا اُنکو چھوڑ دے اور نکمے یارون کے بدلے مین نیکبختون سے بھائی چارہ کرے اور کھیل اور غفلت کی مجلسون کے عوض ذکر اور ہوشیاری کی مجالس اختیار کرے

دوسرا بیان اعمال باطنی کے ذکر مین اور نیت مین اخلاص کی صورت اور مقامات متبرکہ سے عبرت حاصل کرنے کے طریق مین اور اِس بات مین کہ

توبیہوش ہوکر سواری پرسے گرگئے اور حج کے پورا کرنے تک یہی کیفیت آپ کی رہی۔ اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین ابوسلیمان دارانی کے ساتھ تھا جب اُنھون نے احرام باندھا تو ایک میل تک اُسی طرح چلے آئے اور لبیک نہ کہا پھر اُنکو غش آگیا اور افاقہ کے بعد فرمایا کہ ای احمد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی [illegible] اسرائیل کے ظالمون سے کہدو کہ میرا ذکر کم کرین کیونکہ اُن مین سے جو مجھکو یاد کرتا ہی مین اُسکو لعنت کے ساتھ ذکر کرتا ہون ای احمد مینے ایسا سنا ہی کہ جو شخص بوجہ ناجائز حج کرتا ہی اور لبیک کہتا ہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لا لبیک ولا سعدیک حتی ترد ما فی یدیک تو ہم کبھی بیخوف نہین اس سے کہ ہمین ہمکو بھی نہ کہا جاوے۔ اور لبیک کہنے والا جب میقات مین لبیک پکار کر کہے اس غرض سے کہ خدا تعالیٰ کی پکار کا جواب دیتا ہون کہ اُسنے فرمایا ہی واذن فی الناس بالحج تو دھیان کرے کہ صور کے پھُکنے سے لوگ اسیطرح پکارے جاوینگے اور قبرون سے اُٹھکر میدان قیامت مین جمع ہونگے اور اللہ تعالیٰ کی پکار کا جواب دینگے اور اُنکی بہت سی قسمین ہونگی کوئی مقرب ہونگے کسی پر غصہ ہوگا بعضے مقبول ہونگے اور بعضے مردود اور ابتدا مین خوف و رجا کے درمیان متردد ہونگے جیسے میقات مین حاجیون کو تردد ہوتا ہی کہ معلوم نہین حج کا پورا کرنا اور اُسکا مقبول ہونا میسر ہوگا کہ نہین اور مکہ مین داخل ہونے کے وقت یہ دھیان کرے کہ اب حرم مامون مین پہونچ گیا اور خداے تعالیٰ سے توقع کرے کہ اسمین داخل ہونے کی بدولت عذاب سے محفوظ رکھیگا اور اس بات کا خوف کرے کہ مبادا قرب کا اہل اگر مین نہوا تو حرم مین آنے سے گنا ہگار اور مستحق غضب ٹھہرونگا مگر سب وقتون مین رجا غالب ہونی چاہیے کہ اُسکا کرم عام ہی اور خانۂ کعبہ کی شرافت نہایت بڑی اور آنے والے کے حق کی رعایت کیا ہی کرتے ہین اور پناہ مانگنے والے اور دُہائی دینے والے کی حرمت تلف نہین کیا کرتے اور کعبہ پر نظر کرنے کے وقت اُسکی عظمت دل مین حاضر کرے اور فرض کرے کہ گویا رب البیت کو دیکھ رہا ہی اور توقع کرے کہ خداے تعالیٰ نے جسطرح اپنے بیت عظیم کا دیکھنا روزی کیا ہی اُسیطرح اپنی ذات پاک کی طرف دیکھنا نصیب کریگا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اُسنے ایسے مرتبہ پر پہونچایا اور اپنے پاس آنے والون کے زمرہ مین داخل فرمایا اور اُسوقت یہ بھی دھیان کرے کہ قیامت مین سب لوگ جنت کی طرف بتوقع اُسمین داخل ہونے کے اسیطرح جھکینگے پھر اُنکے دو فریق ہو جاوینگے کہ بعض کو تو اجازت اندر جانے کی ہوگی اور بعض لوٹا دیے جاوینگے جیسے حاجیون کے دو فریق ہین کہ بعض کا حج مقبول ہی اور بعض کا نامنظور۔ اور جو احوال حج مین پیش آوے اُسکو دیکھکر امور آخرت کی یاد سے غفلت نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ حاجیون کے سب حالات پر آخرت کے حالات دلالت کرتے ہین اور کعبہ کے طواف کو نماز تصور کرنا چاہیے اسی لیے دل مین طواف کے وقت تعظیم اور خوف اور رجا اور محبت کو اسطرح حاضر کرنا چاہیے جیسا کہ باب اسرار الصلوٰۃ مین ہم مفصل لکھ آے ہین۔ تو واضح ہو کہ آدمی طواف کی جہت سے اُن مقرب فرشتون کے مشابہ ہو جاتا ہی جو عرش کے گرد جمع ہوکر طواف کرتے ہین۔ اور تم یہ مت خیال کرنا کہ طواف سے مقصود یہ ہی کہ جسم خانہ کعبہ کا طواف کرے بلکہ مقصود یہ ہی کہ آدمی کا دل رب البیت کا طواف کرے یہانتک کہ ذکر کا آغاز اور انجام اُسی پر ہو جیسے طواف کی ابتدا اور انتہا بیت پر ہوتی ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ عمدہ طواف دل کا طواف گرد حضرت الوہیت کے ہی اور خانۂ کعبہ عالم ظاہری مین اُس دربار کا نمونہ ہی کیونکہ وہ عالم باطنی مین ہی اور آنکھ سے محسوس نہین ہوتا جیسے عالم ظاہری مین بدن دل کا نمونہ ہی کہ دل عالم غیب مین ہی اور آنکھ سے نہین محسوس ہوتا اور یہ بھی جان لو کہ عالم ظاہری عالم غیب کا زینہ ہی اُس شخص کے حق مین کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دروازہ اُسکے لیے کھول دے اور اسی بات کی طرف اشارہ ہی اس قول مین کہ بیت المعمور آسمان مین کعبہ کے مقابل ہی اور فرشتے اُسکا طواف اسیطرح کرتے ہین جیسے انسان کعبہ کا طواف کرتے ہین۔ اور چونکہ اکثر خلق کا رتبہ اس جیسے طواف سے قاصر تو لہذا اُنکے مقدور بھر اُن فرشتون کی مشابہت کے لیے اُنکو حکم ہوا اور وعدہ اُنسے ہو گیا کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہت کرے وہ اُنھین مین سے ہوگا اور جو شخص فرشتون کے سے طواف پر قادر ہی تو وہ ایسا شخص ہی کہ کہہ سکتے ہین کہ کعبہ اُسکی زیارت اور طواف کرتا ہی چنانچہ بعض مکاشفہ والون نے بعض اولیاء اللہ کا حال ایسا ہی دیکھا ہی اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالیٰ سے اُسکی طاعت پر بیعت کرتا ہون اور اب ارادہ پختہ کرے کہ اس عہد کو پورا کرونگا کیونکہ جو شخص بیعت مین دغا کرتا ہی مستحق غضب ہوتا ہی

حضرت ابن عباس رضہ نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہو کہ آپ نے فرمایا الحجر الاسود یمین اللہ عز و جل فی الارض یصافح بہا خلقہ کما یصافح الرجل اخاہ اور پردہ کعبہ کو پکڑنے اور ملتزم سے چمٹنے کے وقت یہ نیت کرے کہ بیت اور رب البیت کی محبت اور شوق مین قرب کا طالب ہون اور بدن کے لگنے کو برکت جانے اور یہ توقع کرے کہ جو عضو خانۂ کعبہ سے لپٹا وہ آگ سے محفوظ رہیگا اور پردہ پکڑنے مین یہ نیت ہو کہ طالب مغفرت اور درخواست امان مین الحاح کرتا ہون جیسے کوئی خطاوار جسکا قصور کرتا ہو اسکے دامن مین لپٹتا ہو اور عفو قصور کے لیے اسکے سامنے انکسار کرتا ہو اور یہ ظاہر کرتا ہو کہ میرا ملجا اور ماوا بجز تیرے اور کہین نہین اور بدون تیرے کرم اور عفو کے اور کہین ٹھکانا نہین اور اب مین تیرا دامن نہ چھوڑونگا جبتک کہ خطا معاف نہ کردے اور آئندہ کو امن نہ دیدے اور سعی صفا و مروہ کے درمیان خانۂ کعبہ کے چوک کے اندر ایسی ہو کہ جیسے غلام بادشاہ کے محل کے چوک مین بار بار آتا جاتا ہو اس نظر سے کہ خدمت مین اپنا خلوص ظاہر کرے اور اس امید سے کہ نظر رحمت سے سرفراز ہو دوسرے یا جیسے کوئی بادشاہ کے پاس داخل ہوا اور پھر باہر نکلے اور نہ جانتا ہو کہ بادشاہ میرے باب مین کیا حکم کریگا منظور فرماویگا یا نامنظور تو دربار کے چوک مین بار بار آتا جاتا ہو اس امید سے کہ اول دفعہ مین اگر رحم نہ کریگا تو دوسری بار مین مرحمت فرماویگا سچ ہو ؎ دو بار اگر آید کسے بخدمت شاہ ۔ سوم ہر آئنہ در دے کند بہ لطف نگاہ ۔ اور صفا اور مروہ کے درمیان آمد و رفت کرنے کے وقت یہ خیال کرے کہ میدان قیامت مین میزان کے دونون پلون کے بیچ مین اسیطرح پھرنا ہوگا صفا کو حسنات کا پلہ سمجھ لے اور مروہ کو برائیون کا اور یہ خیال کرے کہ دونون پلون کے درمیان اسیطرح آنا جانا ہوگا کہ دیکھیے کونسا پلہ غالب رہتا ہو اور کونسا مغلوب اور عذاب اور مغفرت مین تردد ہوگا کہ کسکا مستحق ہوتا ہون اور عرفات پر ٹھہرنے مین جب لوگون کا اژدحام اور آوازون کا بلند ہونا اور زبانون کا اختلاف اور مشاعر کی آمد و رفت مین ہر ایک فرقہ کا اپنے اپنے امامون کے قدم بقدم چلنا نظر پڑے تو یہ یاد کرے کہ میدان قیامت مین بھی تمام امتین مع انبیا کے اسی طرح اکٹھی ہونگی اور ہر امت اپنے نبی کی پیروی کرے گی اور انبیا کی شفاعت کی طمع کرینگی اور اس میدان مین قبولیت اور عدم قبولیت کے باب مین حیران رہینگی اور جب آدمی کو عرفہ مین یہ خیال گذرے تو چاہیے کہ اپنے دل کو انکسار اور اللہ کی طرف رجوع کرنا لازم کردے تاکہ فلاح والون اور مرحوم فرقہ کے ساتھ حشر ہو۔ اور اس جگہ اپنی رجا کو قبول ہی سمجھے کیونکہ یہ میدان شریف ہو اور رحمت الٰہی دربار جلال سے تمام خلق پر نازل ہوتی ہو اور اسکے آنے کا ذریعہ دلہاے عزیز زمین کے اوتادون کے ہوتے ہین اور یہ میدان ابدال اور اوتاد کے گروہ سے کبھی خالی نہین رہتا اور صالحین کے گروہ بھی اسمین ضرور ہوتے ہین پس جب ان لوگون کی ہمتین جمع ہو کر اُنکے دل انکسار و زاری کرتے ہین اور ہاتھ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیلاتے ہین اور گردنین اُسکی طرف کو کھنچتی ہین اور ایک ہمت کے ساتھ طالب رحمت کے لیے آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہین تو پھر یہ گمان مت کرنا کہ وہ اپنی امید مین محروم رہین اور اُنکی کوشش بیکار جاوے بلکہ اُن پر وہ رحمت نازل ہوتی ہو کہ سب کو ڈھانپ لے اور اسیواسطے کہتے ہین کہ بہت بڑا گناہ یہ ہو کہ آدمی عرفات مین موجود ہو کر یہ گمان کرے کہ خداے تعالیٰ نے میری مغفرت نہین کی اور حج کا راز اور غایت مقصود یہی ہو کہ ہمتون کا اجتماع ہو اور جو ابدال و اوتاد کہ شہرون کے اطراف سے مجتمع ہوتے ہین اُنکے پاس ہونے کے سبب جمع ہمت مین سہارا لے۔ غرضکہ رحمت الٰہی کے اُتارنے کا طریق اسکے برابر اور کوئی نہین کہ ہمتین اکٹھی ہون اور ایک وقت مین ایک زمین پر دل ایک دوسرے کی مدد کرین اور کنکریون کے پھینکنے مین یہ قصد کرے کہ غلامی اور بندگی کے ظاہر کرنے کے لیے امر کی طاعت کرتا ہون اور صرف تعمیل ارشاد کے لیے اُٹھتا ہون بدون اسکے کہ اس فعل مین کچھ عقل اور نفس کا حظ ہو پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشابہت کا قصد کرے کہ اس مقام پر آپ کو شیطان مردود ظاہر ہوا تھا تاکہ آپ کی حج مین کچھ شبہ ڈالدے یا کسی معصیت مین مبتلا کرے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اسکے دفع کرنے کو اور اسکی امید منقطع کرنے کو اُسکے کنکر مارو۔ اگر

یہ کہو کہ حضرت ابراہیم پر تو شیطان ظاہر ہوا تھا اور آپ نے اُسکو دیکھا تھا اسلیے اُسکو مارا تھا اور ہمپر تو شیطان ظاہر ہوتا نہیں پھر کنکر ان کے مارنے سے کیا غرض ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ شبہہ شیطان کیطرف سے ہی اور اُسی نے اُسکو تمھارے دل میں ڈالا ہی تاکہ تمھارا ارادہ کنکرین مارنے کا سست پڑجائے اور تمھارے خیال میں یہ آئے کہ [illegible] الیسا ہی جسمین کچھ فائدہ نہیں ایک کھیل کیسی صورت ہی ہمین کیون مشغول ہوتے ہو پس خوب کوشش اور مضبوطی کے ساتھ شیطان کو ذلیل کرنے کی نیت سے کنکرین مارکر اپنے نفس پر سے دفع کرو اور جانو کہ ہر چند ہم کنکرین بظاہر پتھر پر مارتے ہین لیکن واقع مین شیطان کے منھ پر مارتے ہین اور اُسکی پیٹھ توڑتے ہین کیونکہ اُسکی ذلت اسی مین ہی کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے حکم کی بجاآوری کرین جسکی تعمیل مین نفس اور عقل کو کچھ حظ نہیں صرف اسکی تعظیم ملحوظ ہی اور ہدی کے ذبح کرنے کے وقت یہ جانو کہ یہ فعل بسبب امتثال امر کے باعث تقرب ہی ان لیے اسکو اور اسکے اجزا کو پورا دیکر لینا چاہیے اور یہ توقع کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسکے ہر جزو کے عوض مین ہمارے ہر جزو کو آگ سے آزاد کردیگا کیونکہ وعدہ اسی طرح ہوا ہی پس جسقدر ہدی بڑی ہوگی اور اُسکے اجزا بہت ہونگے اُسیقدر آگ دوزخ سے رہائی کی صورت زیادہ متصور ہی اور مدینہ منورہ کی دیوارون پر جب نگاہ پڑے تو یہ دھیان کرنا چاہیے کہ یہ وہ شہر ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند فرمایا اور اُسکو آپ کا دار الہجرۃ بنایا یہ وہ مکان ہی جسمین آپ نے اللہ تعالیٰ کے فرائض اور سنن مشروع فرمائے اور اُسکے دشمن کے ساتھ جہاد کیا اور اُسکے دین کو ظاہر کیا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنی جوار رحمت مین بلا لیا پھر آپ کی قبر اسمین مقرر کی اور آپ کے دو وزیرون کی قبر جو آپ کے بعد بجاآوری حق مین رہے اُسی مین ٹھہرائی پھر اپنے دل مین تصور باندھو کہ آپ کے قدم مدینہ منورہ مین چلنے پھرتے پڑتے ہونگے اور کوئی پاؤن رکھنے کی جگہ ایسی نہین جہان آپکے قدم مبارک نہ آئے ہون اس خیال کے بعد جو پاؤن رکھو وہ وقار اور خوف کے ساتھ رکھو اور سوچو کہ مدینہ پاک مین آپ ہر گلی کوچہ مین نکلتے ہونگے اور پھر رفتار مین آپ کی فروتنی اور وقار کا تصور کرو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کس درجہ کو آپکے دل مین ودیعت رکھی تھی اور آپکے ذکر کو کیسا اونچا کیا کہ اپنے ذکر کے ساتھ آپکا ذکر ملا دیا اور جو شخص آپکی تعظیم نہ کرے گو آپکی آواز پر اپنی آواز ہی اونچی کرنے سے کیون نہو اُسکے عمل باطل کردیے پھر یہ دھیان کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگون پر بڑا احسان کیا جنھون نے آپکی صحبت پائی اور مشاہدہ جمال اور استماع اقوال سے سعادت حاصل کی اور اپنے حال پر نہایت افسوس کرو کہ یہ دولت ہمکو نہ ملی اور نہ آپکے اصحاب کی صحبت نصیب ہوئی پھر یہ دھیان کرو کہ ہمکو دنیا مین تو آپکی زیارت روزی نہوئی اور آخرت کے دیکھنے مین شبہہ ہی شاید آپکی زیارت نگاہ حسرت ہی سے ہو کہ اعمال بد کے باعث ہمکو قبول نہ فرمادین چنانچہ ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہی کہ کچھ لوگ میرے سامنے لائے جاوینگے اور وہ کہینگے یا محمد یا محمد مین کہونگا کہ الٰہی یہ میرے اصحاب ہین حکم ہوگا کہ تمکو معلوم نہین کہ تمھارے بعد اُنھون نے کیا نیا کام کیا تب مین کہونگا کہ الگ ہو اور دور ہو پس اگر تمنے بھی آپکی شریعت کی توقیر نہ کی ہوگی گو ایک ہی دقیقہ مین کیون نہون تو تم بھی اس بات سے مامون نہین ہو کہ تمھارے اور آپکے درمیان مین دوری ہوجائے اور آپکے طریق سے علیحدہ پڑجاؤ اور باوجود اسکے زیادہ توقع یہی رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اور آپکے درمیان مین دوری نہ ڈالے کہ تمکو ایمان روزی کیا اور آپ کی زیارت کے لیے تمکو تمھارے وطن سے اُٹھا کھڑا کیا کوئی تجارت یا حظ دنیاوی تمکو مقصود نہ تھا صرف آپکی محبت اور آپ کے آثار شریفہ کے دیکھنے کا شوق تھا اسلیے کہ جب آپکا دیکھنا تمکو نصیب ہوا تو تمھارے نفس نے اسی پر قناعت کی کہ آپکی قبر کی دیوار ہی نظر پڑجاوے جب خدا تعالیٰ نے یہ سامان تمھارے لیے کردیے تو اب اُسکی رحمت کے شایان یہی ہی کہ تمھاری طرف نظر رحمت سے دیکھے۔ اور جب تم مسجد نبوی مین پہونچو تو یہ دھیان کرو کہ یہ وہ جگہ ہی کہ اسکو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم اور مسلمانون مین سے اول اور افضل لوگون کے لیے تجویز کیا اللہ تعالیٰ کے فرائض اول اسی مقام مین ادا ہوئے یہی زمین ہی جسمین تمام مخلوق سے افضل لوگ حالت حیات مین بھی اور حالت موت مین بھی جمع ہین اسصورت مین ایسی جگہ کے داخل ہونے سے تمکو بڑی توقع کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمپر رحم ہی کریگا پھر مسجد مین خشوع اور تعظیم سے داخل ہو اور یہ خطۂ پاک اسی بات کے شایان ہی کہ ہر ایماندار دل سے خشوع کا طالب ہو چنانچہ ابو سلیمان نقل کرتے ہین کہ حضرت اویس قرنی نے حج کیا اور مدینہ منورہ مین داخل ہوئے جب مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوئے تو اُنسے لوگون نے کہا کہ قبر شریف آنحضرت صلعم کی یہ ہی آپ سُنتے ہی غش کر گئے اور جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ مجکو یہان سے نکالو کہ مجکو وہ شہر اچھا معلوم نہین ہوتا جسمین

محمد صلعم خاک کے اندر ہون۔ اور آنحضرت صلعم کی زیارت اُسیطرح کھڑا ہو کر کرنی چاہیے جیسے ہم لکھ آئے ہین اور آپ کی زیارت موت کے بعد اسیطرح کرو جیسے زندگی مین کرتے اور آپکی قبر شریف کے اتنا ہی قریب ہونا چاہیے جیسے آپکے جسم مبارک سے حالت حیات مین قریب ہوتے اور جسطرح کہ آپکی زندگی مین آپ کے جسم پاک کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے مین اختلاف تعظیم اور سوء ادب جانتے بلکہ دور سے کھڑے ہوئے آپکی [illegible] اسیطرح اب بھی کرنا چاہیے کیونکہ زیارات کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا نصاریٰ اور یہود کی عادت ہے۔ اور جان لینا چاہیے کہ آنحضرت صلعم کو تمہارے آنے اور کھڑے ہونے اور زیارت کرنے کا علم ہوتا ہے اور تمہارا درود و سلام آپکی خدمت مبارک مین پہونچتا ہے پس زیارت کے وقت تم آپکی صورت کریم کو یون خیال کرو کہ تمہارے سامنے لحد مین موجود ہے اور پھر اپنے دل مین آپکے مرتبہ عظیم کو تصور کرو اور درود و سلام کا آپ کا پہونچنا اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپنے فرمایا کہ اللہ تعالے نے آپکی قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے وہ آپکو آپ کی امت کے لوگون کا سلام پہونچایا کرتا ہے اور یہ بات اُس شخص کے حق مین جو آپکی قبر شریف پر حاضر نہوا ہو تو جو شخص آپ کی زیارت کے شوق مین قبر کی زیارت پر اکتفا کرنے کے ارادہ سے وطن کو چھوڑا اور جنگلون کو طے کر حضور مین حاضر ہوگا اُسکا سلام کیسے نہ پہونچیگا۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ من صلی علی واحدۃً صلی اللہ علیہ عشراً تو یہ بدلہ تو صرف زبان سے درود کہنے کا ہے تو جس صورت مین کہ آپ کی زیارت کے لیے تمام بدن سے حاضر ہوا اُسکا بدلہ کیسا کچھ ہوگا پھر آنحضرت صلعم کے منبر شریف کے پاس آؤ اور یہ خیال کرو کہ آپ منبر پر چڑھے کھڑے ہین اور مہاجر اور انصار آپ کے گرد حلقہ کیے ہین اور آپ اُنکو اپنے خطبہ مین خدا تعالی کی طاعت پر ترغیب دلاتے ہین اور اللہ تعالے سے درخواست کرو کہ قیامت مین تمہارے اور آپکے درمیان مین جدائی نہ کرے غرضکہ حج کے اعمال مین دل کا وظیفہ یہ ہے جو مذکور ہوا جب اعمال حج سے سب سے فارغ ہو چکے تو چاہیے کہ اپنے دل پر رنج اور خوف کا التزام کرے اور یہ کہ معلوم نہین کہ ہمارا حج مقبول ہوا اور محبوب لوگون کے زمرہ مین رہے یا حج نامنظور ہوا اور نکالے ہوؤن مین ملائے گئے اور یہ امر اپنے دل اور اعمال سے معلوم کرے یعنی حج کے بعد اگر اپنے دل کو پاوے کہ دنیا سے زیادہ کنارہ کرنے لگا اور اُنس باللہ کیطرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور اعمال شریعت کی میزان کے بموجب سنجیدہ سرزد ہوتے ہین تو قبول ہونے کا اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالے اُسی شخص کا حج قبول کرتا ہے جسکو دوست رکھتا ہے اور جسکو دوست کہتا ہے اُسکا متولی ہوتا ہے اور اپنی محبت کے آثار اُسپر ظاہر کرتا ہے اور اپنے دشمن ابلیس مردود کا دباؤ اُسپر سے ہٹا دیتا ہے تو جب اسطرح کی باتین ظاہر ہونگی تو معلوم ہوگا کہ حج قبول ہوا اور اگر معاملہ بالعکس ہے تو عجب نہین کہ اس سفر سے آدمی کو بجز مشقت اور سختی کے اور کچھ حصول نہو ستاؤ اللہ منہا باب اسرار حج تمام ہوا اسکے بعد باب آداب تلاوت مذکور ہوگا والحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی نبیہ مصطفے

آٹھوان باب آداب تلاوت قرآن کے بیان مین

رباعی مثنوی گر سمجھے ہے قرب یزدان	ترتیل سے دن رات پڑھا کر قرآن
دیکھ انت حرا و ارتق و رتل کی حدیث	جو مرتبے قاری کے ہین تجھ پہ ہون عیان

واضح ہو کہ اللہ تعالے کا بڑا احسان بندون پر یہ ہوا کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنکو شرف بخشا اور اپنی کتاب منزل سے اُسکی گردنون مین طوق منت ڈالا یہ وہ کتاب ہے کہ اُسکے آگے اور پیچھے سے باطل اُسپر نہین آتا اہل فکر کو اُس سے گنجایش ہو گئی کہ اُسکے قصے اور خبرون سے عبرت حاصل کرین اور چونکہ اُسمین تفصیل احکام اور تفریق حلال و حرام کی بخوبی ہے اس نظر سے سیدھے راستے اور طریق عمدہ کا طالب اُس سے واضح ہو گیا حقیقت مین ضیا اور نور وہی ہے اور اُسی کے باعث مغالطہ سے نجات ہوتی ہے اور اُسمین ایمان وتجدید دل کو شفا ہے جباروں مین سے جو اُسکے مخالف ہوا اُسکی کمر اللہ نے توڑی اور جس نے اُسکے سوا دوسری کتاب مین علم کو طلب کیا وہ حکم الٰہی سے گمراہ ہوا حبل متین اور نور مبین اور عروۃ وثقی اُسکا نام اور قلیل و کثیر اور صغیر و کبیر پر حاوی ہونا اُسکا کام نہ اُسکے عجائب و غرائب کی کوئی نہایت نہ اہل علم کے نزدیک اُسکے فوائد کی کوئی حد و غایت تلاوت والون کے نزدیک زیادہ پڑھنے سے پرانی نہین ہوتی بلکہ ہربار لذت جدید دیتی ہے اور اولین اور آخرین کو وہی ہدایت کرتی ہے یہ وہ کتاب ہے کہ جب اُسکو جنون نے سنا تو اپنی قوم کی طرف جلد

رجوع کیا اور اسطرح انکو خبر دی فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فآمنا بہ ولن نشرک بربنا احداً۔ جو اُسپر ایمان لایا وہی صاحب توفیق ہے
اور جو اسکا قائل ہوا وہی اہل تصدیق جسنے اُسپر تمسک کیا اُسکو ہدایت ملی اور جسنے اُسکے موجب عمل کیا اُسنے سعادت و فلاح پائی اور ارشاد کیا اللہ تعالیٰ
نے اُسکے باب مین یہ ارشاد فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون - اور دلون اور مصاحف مین اسکے محفوظ رہنے کا سبب روزمرہ کی تلاوت اور اُسکے
آداب و شروط کی رعایت اور اُسمین کے اعمال باطنی اور آداب ظاہری کی محافظت ہے اسی نظر سے ان امور کا بیان کرنا ضروری ہوا چار فصلونمین یہ سب مقصود بیان ہوتا ہے
فصل اول قرآن مجید اور اُسکے پڑھنے والون کی فضیلت اور اُسکی تلاوت مین تصور کرنیوالون کی برائی مین اس فصل مین دو بیان ہین
بیان اول قرآن مجید کی فضیلت کے ذکر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص قرآن پڑھے پھر یہ جانے کہ کسیکو مجھسے زیادہ ملا ہوگا
تو وہ اُس چیز کو چھوٹا جانیگا جسکو خدا تعالیٰ نے بڑا کیا ہے اور فرمایا کہ قیامت کے روز کوئی شفیع خدا تعالیٰ کے نزدیک قرآن سے بڑھکر مرتبہ مین نہین ہے کوئی
نبی ہے اور نہ فرشتہ اور نہ کوئی دوسرا شخص اور فرمایا کہ اگر بالفرض قرآن مجید چمڑے مین ہو تو اُسکو آگ نہ لگیگی اور فرمایا افضل عبادۃ امتی تلاوۃ القرآن اور فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کے پیدا کرنے کے ہزار برس پیشتر سورۂ طٰہٰ اور یٰس پڑھی تھی جب فرشتون نے قرآن کو سُنا تو کہا کہ وہ امت خوش نصیب ہے جسپر یہ
اُتریگا اور خوشحالی ہے اُن دلون کو جو اُسکو یاد کرینگے اور اُن زبان کو جو اُسکو پڑھینگے اور فرمایا خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ - اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ جس شخص کو قرآن کا پڑھنا مجھسے سوال کرنے اور دعا مانگنے سے روکتا ہے مین اُسکو شاکرون کے ثواب سے بہتر عنایت کرتا ہون اور فرمایا کہ قیامت
کے دن تین شخص بیشک اسود کے ٹیلون پر ہونگے نہ اُنکو خوف ہوگا اور نہ اُنسے حساب لیا جاویگا یہان تک کہ لوگون کے درمیان کے معاملہ سے
فراغت ہو ان مین سے ایک وہ شخص ہے جسنے قرآن خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے پڑھا اور لوگون کا امام ہوا اور وہ اُس سے خوش رہے اور فرمایا
اہل القرآن اہل اللہ وخاصتہ - اور فرمایا کہ یہ دل لوہے کیطرح سے زنگ کھا جاتا ہے کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُنکی جلا کی کیا چیز ہے فرمایا کہ قرآن کی تلاوت
اور موت کو یاد کرنا اور فرمایا اللہ اشد اذنا الی قاری القرآن من صاحب القینۃ قینتہ - اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت ابو امامہ باہلی رض
فرماتے ہین کہ قرآن کو پڑھو اور یہ لٹکے ہوے قرآن تمکو مغالطہ مین نہ ڈالین یعنی اسپر بس مت کرو کہ قرآن ہمارے پاس موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس دل کو
عذاب نہین کرتا جو قرآن کا ظرف ہو اور حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہے کہ جب تم علم کا ارادہ کرو تو قرآن کو تحصیل کرو کہ اُسمین اگلون پچھلون کا
علم ہے اور یہ بھی انہین کا ارشاد ہے کہ قرآن کو پڑھو کہ تمکو اُسکے ہر حرف پر دس نیکیون کا ثواب ملیگا اور مین یہ نہین کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف
ایک حرف ہے اور لام دوسرا اور میم تیسرا - اور یہ بھی اُنکا قول ہے کہ تم مین سے جب کوئی اپنے نفس سے درخواست کرے تو قرآن
ہی کی کرے اس لیے کہ اگر قرآن سے محبت رکھتا ہوگا اور قرآن اُسکو اچھا معلوم ہوتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ
وسلم سے محبت رکھتا ہوگا اور اگر قرآن سے بغض رکھتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتا ہوگا - اور
عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ قرآن کی ہر ایک آیت جنت کا ایک درجہ ہے اور تمھارے گھرون کا چراغ ہے اور یہ بھی
فرمایا کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اُسکے دونون پہلو مین نبوت مندرج ہو جاتی ہے اتنا فرق ہوتا ہے کہ اُس پر وحی نہین آتی - اور حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ جس گھر مین قرآن پڑھا جاتا ہے وہ گھر کے لوگون پر وسیع ہو جاتا ہے اور اُسکی خیر بہت ہو جاتی ہے
اور فرشتے اُسمین آتے ہین اور شیطان اُس سے نکل جاتے ہین اور جس گھر مین قرآن نہین پڑھا جاتا وہ گھر والون پر تنگ ہو جاتا ہے
اور اُسکی خیر کم ہو جاتی ہے اور فرشتے اُس مین سے چلے جاتے ہین اور شیطان آموجود ہوتے ہین - اور امام احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے
کہتے ہین کہ مین نے اللہ تعالیٰ کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ الٰہی جن چیزون سے تقرب کے طالب تیرا قرب حاصل کرتے ہین
اُن مین سے افضل کون سی چیز ہے فرمایا کہ اے احمد سب سے افضل میرے کلام سے تقرب چاہنا ہے مین نے عرض کیا کہ الٰہی سمجھنے کے ساتھ
یا بدون سمجھے حکم ہوا کہ دونون طرح سے - اور محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب آدمی قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ سے

سنیں گے تو یہ معلوم ہو گا گویا پہلے کبھی یہ سُنا تھا۔ اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن کے حافظ کو چاہیے کہ بادشاہ سے لیکر ادنیٰ شخصوں تک کسی کی طرف اُسکو حاجت نہو بلکہ خلق کے لوگ اُسکے حاجت مند ہونے چاہییں۔ اور یہی اُنکا [illegible] ہے کہ جو شخص قرآن کا حافظ ہو وہ اسلام کا علم بردار ہے اُسکو چاہیے کہ لہو اور سہو اور لغو والوں کے ساتھ ان امور میں مشغول نہو کہ حق قرآن کی تعظیم اسی بات کو چاہتی ہے۔ اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اُسکی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔ اور عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد قرآن کھول کر سو آیتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اُسکو تمام دنیا والوں کے عمل کے برابر ثواب عنایت فرماتا ہے۔ اور مروی ہے کہ خالد بن عقبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے سامنے قرآن پڑھئے آپ نے آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر تک پڑھی اُسنے عرض کیا کہ دوبارہ پڑھیے آپ نے دوبارہ پڑھی اُسنے کہا کہ اسمین تو حلاوت اور ملاحت ہے اُسکا نیچے کا حصہ مینھ سا برستا ہے اور اوپر کا حصہ بہت سا ثمرہ رکھتا ہے اور یہ آدمی کا قول نہیں ہے۔ اور حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ بخدا کہ قرآن سے بڑھکر کوئی تونگری نہیں اور نہ اسکے بعد کوئی احتیاج اور فضیل فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۂ حشر آخر صبح کے وقت پڑھے اور اُس روز مر جاوے تو شہیدوں کی مہر اُسکے لیے لگیگی اور جو کوئی اُسکو شام کو پڑھے اور اُس رات میں مرے اُسکا بھی یہی حال ہے۔ اور قاسم بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے ایک عابد سے پوچھا کہ یہاں کوئی ایسا نہیں جس سے تمکو انس ہو اُسنے اپنا ہاتھ قرآن مجید کی طرف بڑھا کر اُسکو اپنی گود میں رکھ لیا اور کہا کہ یہ انیس ہے اور حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں جن سے حافظہ زیادہ ہوتا ہے اور بلغم دور کرتی ہیں اوّل مسواک کرنا دوم روزہ رکھنا سوم قرآن پڑھنا

دوسرا بیان غافل شخصوں کی تلاوت کی مذمت میں۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ بہت لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں حالانکہ قرآن اُنکو لعنت کرتا ہے۔ اور میسرہ نے کہا ہے کہ بدکار آدمی کے پیٹ میں قرآن مسافر اور مسکین ہے اور ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں کہ جب قرآن کے حافظ قرآن پڑھنے کے بعد خدا تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو دوزخ کے فرشتے بت پرستوں کی نسبت ایسے ہی حافظوں کو جلد پکڑینگے۔ اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہے پھر اور گفتگو اُسمین ملا دیتا ہے پھر پڑھنے لگتا ہے تو اُس سے کہا جاتا ہے کہ تجکو ہمارے کلام سے کیا علاقہ۔ اور ابن رباح کا قول ہے کہ میں کلام مجید کو یاد کر کے پچھتایا اسلیے کہ میں نے سُنا ہے کہ قیامت میں قرآن والوں سے وہ سوال ہوگا جو انبیا علیہم السلام سے ہوگا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حافظ قرآن کو بہت باتوں سے پہچاننا چاہیے اوّل رات کو جس وقت آدمی سوتے ہوں دوم دن کو جس وقت آدمی قصور کرتے ہوں سوم اُسکے غم کرنے سے آدمیوں کی خوشی کے وقت چہارم اُسکے رونے سے جب کہ لوگ ہنستے ہوں پنجم اُسکے سکوت سے جب لوگ ادھر اُدھر کی باتوں میں لگے ہوں ششم اُسکے خشوع سے جس وقت آدمی تکبر کرتے ہوں اور حافظ قرآن کو چاہیے کہ خاموشی اور نرمی زیادہ رکھتا ہو جفا کار اور بات کاٹنے والا اور غل اور شور مچانے والا اور سخت نہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس امت کے اکثر منافق قاری ہونگے اور فرمایا کہ قرآن کو اُس وقت تک پڑھ کہ تجکو بری باتوں سے منع کرے اور جب قرآن کی قراءت تجکو مانع نہو تو تو اُسکی تلاوت نہیں کرتا یعنی ایسا پڑھنا نہ پڑھنے میں داخل ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص قرآن کے محرمات کو حلال جانے اُسکو قرآن کے ساتھ ایمان نہیں ہوا اور بعض سلف کا قول ہے کہ بندہ ایک سورۃ شروع کرتا ہے اور فرشتے اُسپر دعائے رحمت کرتے ہیں یہاں تک کہ اُس سورۃ کو تمام کرے اور بعض سورۃ شروع کرتے ہیں اور فرشتے اُسپر لعنت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اُس سے فارغ ہو کسی نے پوچھا کہ یہ صورت کسطرح ہوتی ہے فرمایا کہ جب اُسکے حلال کو حلال جانیگا اور حرام کو حرام تب اُسپر رحمت بھیجتے ہیں ورنہ لعنت کرتے ہیں اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ آدمی قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور نادانستہ اپنے آپکو لعنت کرتا ہے یعنی کہتا ہے الا لعنۃ اللہ علی الظلمین حالانکہ اپنے نفس پر ظلم کرنیوالا وہی ہے اور کہتا ہے الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور خود جھوٹوں میں سے ہے اور حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ تمنے قرآن کو منزلیں ٹھہرائی ہیں اور رات کو اونٹ مقرر کیا ہے کہ اُسپر سوار ہو کر اپنی منزلیں قطع کرتے ہو اور جو لوگ

[illegible]

تمسے پہلے تھے وہ قرآن مجید کو اپنے پروردگار کے فرمان سمجھتے تھے کہ رات کو اُنکے معنی سوچتے تھے اور دن کو اُنکی تعمیل کیا کرتے تھے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہو کہ قرآن لوگوں پر اسلیے نازل کیا گیا ہو کہ اُسکے بموجب عمل کریں۔ لوگوں نے اُسکے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرالیا ہو کہ ایک شخص شروع سے آخر تک قرآن پڑھ جاتا ہو یہانتک کہ ایک حرف بھی اُس سے نہین رہتا مگر اُسکے بموجب عمل نہین کرتا۔ اور حضرت ابن عمرؓ اور جندب رضی اللہ عنہما کی حدیث مین ہو کہ ہماری اتنی عمر ہوئی ہم مین سے کسی کو ایمان قرآن سے پیشتر مرحمت ہوتا تھا کہ جب آنحضرت صلعم پر نازل ہوتی تھی تو وہ اُس سورۃ کے حلال اور حرام کو سیکھتا اور امر اور زجر سے واقف ہوتا اور جس مقام پر توقف چاہیے اُسکو جانتا پھر ہمنے ایسے لوگ دیکھے کہ اُنمین سے کسی کو قرآن ایمان سے پیشتر ملتا ہو کہ الحمد سے لیکر آخر تک پڑھ جاتا ہو اور یہ نہین سمجھتا کہ اسمین امر اور زجر کونسی آیتین ہین اور توقف کس جا مناسب ہو گناس سی کا ٹنا چلا جاتا ہو اور توریت مین آیا ہو کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو کہ ای میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہین آتی کہ اگر تو راہ مین ہوتا ہو اور کسی تیرے بھائی کا خط تیرے پاس آتا ہو تو راہ سے کنارہ چلکر بیٹھ جاتا ہو اور خط کو پڑھکر ایک ایک حرف پڑھتا ہو کہ اسمین سے کوئی مطلب تجھ سے نہین رہتا اور مین بندے جو تجھپر یہ اپنی کتاب اُتاری تو دیکھ تیرے لیے کیسا قول کو مشرح فرمایا اور کس طرح ایک بات کو کئی کئی دفعہ ذکر کیا اس لیے کہ تو اُسکے طول اور عرض کو سمجھیگا مگر تو اُس سے روگردانی کرتا ہو بھلا مین تیرے نزدیک تیرے کسی بھائی سے بھی گیا گذرا کہ اُسکے خط کو غور سے پڑھے اور میری کتاب کو بے پروائی سے اے میرے بندے اگر تیرا کوئی بھائی تیرے پاس آ بیٹھتا ہو تو تو اُسکی طرف بتمام توجہ التفات کر کے ہمہ تن اُسکی گفتگو سنتا ہو اور اگر کوئی بول اُٹھتا ہو یا کوئی اور کام تجکو پیش ہوتا ہو تو تو اُس سے اشارہ کر دیتا ہو کہ ٹھہرو اور دیکھو مین تیری طرف متوجہ ہون اور تجھ سے باتین کرتا رہون اور تو اپنے دل سے میری طرف سے روگردان

کیا میری قدر اپنے نزدیک اپنے کسی بھائی کے برابر بھی نہین کرتا

دوسری فصل تلاوت کے ظاہری آداب کے بیان مین اور وہ دس ہین۔ ادب اول قاری کے حال مین ہو کہ با وضو اور با ادب اور وقار کی صورت پر ہو کھڑا ہو یا بیٹھا اور قبلہ رخ گردن جھکائے ہو نہ چار زانو ہو نہ تکیہ لگائے نہ تکبر کی صورت پر بیٹھا ہو اور تنہا اسطرح بیٹھے جیسے اُستاد کے سامنے بیٹھتے ہین اور سب حالتون سے بہتر یہ ہو کہ قرآن کو نماز کے اندر کھڑا ہو کر مسجد مین پڑھے کہ یہ تلاوت افضل اعمال مین سے ہو اور اگر کلام مجید کو بے وضو لیٹ کر پڑھیگا تب بھی ثواب تو ملیگا لیکن یہ ثواب نہوگا جو وضو سے کھڑے ہو کر ہوتا اللہ تعالی فرماتا ہے الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموات والارض۔ اس آیت مین تعریف سب حالتون کی فرمائی مگر قیام کو اول ذکر فرمایا اُسکے بعد قعود کو اُسکے بعد لیٹنے کو حضرت علیؓ نے فرمایا ہو کہ جو شخص قرآن کی تلاوت نماز کے اندر کھڑا ہو کر کرے اُسکو ہر حرف کے بدلہ مین سو نیکیون کا ثواب ہوگا اور جو شخص نماز کے اندر بیٹھکر قرآن پڑھے اُسکو ہر حرف پر پچاس نیکیون کا ثواب ہوگا اور جو شخص نماز مین نہو اور وضو سے قرآن پڑھے تو پچیس کا ثواب پاویگا اور اگر بے وضو پڑھیگا تو دس نیکیان ملینگی۔ اور رات کو اگر قیام ہو تو سب مین بہتر ہو کہ رات کے وقت دل کو جمعیت خوب ہوتی ہو۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہین کہ سجدون کی کثرت دن کو ہوتی ہو اور زیادہ کھڑا رہنا رات کو۔ ادب دوم قرات کی مقدار کے باب مین کہ بہت اور تھوڑا پڑھنے مین لوگون کی عادت جدا جدا ہو کوئی دن رات مین ایک ختم کرتا ہو اور کوئی دو اور بعض نے تین ختم تک پہونچا دی ہو اور بعض لوگ ایک مہینہ مین ایک ختم کرتے ہین اور بہتر یہ ہو کہ مقدار قرات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف رجوع کیا جاوے کہ من قرا القرآن فی اقل من ثلث لم یفقہہ۔ اور اُسکی وجہ یہ ہو کہ اس مقدار سے زیادہ پڑھنا تلاوت کما حقہ کا مانع ہو اور حضرت عائشہؓ نے جب ایک شخص کو سنا کہ قرآن مجید کو بہت جلد پڑھتا ہو تو فرمایا کہ اس شخص نے نہ تو پڑھا نہ چپکا رہا۔ اور آنحضرت صلعم نے حضرت ابن عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ ایک ہفتہ مین ایک ختم کیا کرو اور چند لوگ اصحابؓ مین سے ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ ایک ہفتہ مین ختم پڑھا کرتے تھے مثلاً حضرت عثمان و زید بن ثابت اور ابن مسعود اور ابی بن کعبؓ سب کا یہی دستور تھا غرض کہ ختم کے چار درجے ہین ایک یہ

دن رات مین ختم کرین اسکو تو کچھ لوگون نے مکروہ جانا ہی اور ایک یہ کہ تیس پارون سے ایک ہر روز پڑھکر مہینے مین ایک ختم کرین اور یہ قرأت گویا بہت ہی کم جیسے اول صورت بہت زیادہ تھی اور ان دونون کے درمیان مین دو درجے میانہ ہین ایک تو یہ کہ ہفتہ مین ایک بار ختم کرین اور دوسرے یہ کہ ہفتہ مین دو بار تاکہ تین دن کے قریب مین ایک ختم ہوجاوے - اور اس صورت مین مستحب یہ ہی کہ ایک ختم دن مین پڑھا کرے اور ایک رات کو اور دن والے ختم کو دوشنبہ کے روز صبح کی دو رکعتون مین یا ان دونون کے بعد تمام کیا کرے اور رات کے ختم کو جمعہ کی شب مین مغرب کی دو رکعتون مین یا انکے بعد تمام کیا کرے تاکہ اول روز اور ابتدا شب مین دونون ختم ہوجاوین اس غرض سے کہ اگر ختم شب کو ہوتا ہی تو فرشتے صبح تک قاری پر رحمت بھیجتے رہتے ہین اور اگر دن کو ہوتا ہی تو شام تک یہی حال ہوتا ہی تو ابتدا روز و شب مین ختم سے یہ فائدہ ہی کہ فرشتون کی برکت تمام دن اور رات کو حاوی ہوگی - اور مقدار قرأت کی تفصیل یہ ہی کہ اگر پڑھنے والا عابد ہو اور طریق آخرت کو عمل کے ذریعہ سے طی کرنا چاہتا ہو تو اسکو چاہیے کہ ایک ہفتہ مین دو ختمون سے کم کرے اور اگر دل کے اعمال سے طی کرتا ہو یا علم کے پڑھانے مین مصروف رہتا ہو تو وہ اگر ایک ہفتہ مین ایک ہی ختم پر اکتفا کر لیگا تب بھی مضائقہ نہین اور اگر قرآن کے معانی مین نہایت غور کرتا ہو تو اسکو ایک مہینہ مین ایک ہی ختم کافی ہی اس نظر سے کہ اسکو مکرر پڑھنے اور معانی سوچنے کی حاجت ہی - ادب سوم تلاوت کی منزلون کے باب مین کہ جو شخص ہفتہ مین ایک ختم کرے تو وہ قرآن مجید کی سات منزلین کرلے کہ اصحاب سے بھی یہی منازل مقرر فرمائی ہین چنانچہ مروی ہی کہ حضرت عثمانؓ شب جمعہ کو شروع سے لیکر سورۂ مائدہ کے اخیر تک پڑھتے اور شنبہ کی شب کو انعام سے ہود تک اور یکشنبہ کی رات کو سورۂ یوسف سے مریم تک اور دوشنبہ کی شب کو طہ سے قصص تک اور منگل کی رات کو عنکبوت سے صاد تک اور بدھ کی رات کو زمر سے سورۂ رحمن تک اور پنجشنبہ کی رات کو سورۂ واقعہ سے آخر قرآن مجید تک پڑھتے - اور حضرت ابن مسعودؓ بھی سات ہی منزلین کرتے تھے مگر اسطرح نہ تھین انکی ترتیب جدا تھی - اور کہتے ہین کہ قرآن کی سات منزلین ہین اول منزل سورۂ فاتحہ کی تین سورتون کی دوسری پانچ کی تیسری سات کی چوتھی نو کی پانچوین گیارہ کی چھٹی تیرہ کی ساتوین سورۂ قاف سے لیکر آخر تک کی اب ان منازل کو فمی بشوق کہتے ہین کہ ہر حرف شروع منزل کی سورت کا پہلا حرف ہی یعنی ف سے فاتحہ اور م سے مائدہ اور ی سے یونس اور ب سے بنی اسرائیل اور ش سے شعرا اور و سے والصافات اور ق سے سورۂ قاف صحابہ نے اسطرح قرآن مجید کی منزلین کی ہین اور اسی طرح پڑھا بھی کرتے تھے اور اس باب مین ایک حدیث بھی آنحضرت صلعم سے مروی ہی اور یہ بات خمس اور عشر اور اجزا کے بننے سے پیشتر سے ہی یہ ساری چیزین بعد کو ایجاد ہوئی ہین ادب چہارم لکھنے کے باب مین مستحب ہی کہ قرآن مجید کو خوشخط اور صاف لکھے اور سرخی سے نقطے اور علامتون کے کرنے کا مضائقہ نہین کہ انمین زینت اور توضیح اور پڑھنے والون کو غلط پڑھنے سے روکنا ہی - اور حضرت حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ قرآن مجید مین خمس اور عشر اور جزو کو برا جانتے تھے اور شعبی اور ابراہیم سے مروی ہی کہ وہ بھی سرخی سے نقطے لگانے اور اسپر اجرت لینے کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن کو صاف رکھو اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ان لوگون نے جو ان امور کو مکروہ کہا تو اسوجہ سے کہ انمین رفتہ رفتہ اور زیادتیان نہ بڑھ جاوین اسلیے کہ انمین کچھ خرابی نہ تھی مگر اس راہ کے بند کرنے اور تغیر سے قرآن کے محفوظ رکھنے کو ایسا فرمایا اور جس صورت مین کہ ان امور سے کوئی خرابی نہوئی اور سب کے نزدیک یہ ٹھہرا کہ انسے شناخت زیادہ ہوجاتی ہی تو اب انکے استعمال مین کچھ مضائقہ نہین اور انکا نو ایجاد ہونا اس مطلب کا مخل نہین اسلیے کہ اکثر باتین نو پیدا اچھی ہین چنانچہ تراویح کی جماعت کو کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ کی ایجاد ہی اور یہ محدث ایجاد اور بدعت حسنہ ہی بری بدعت وہ ہی جو قدیم سنت کی تردید اور سنت کو بدلے دیتی ہو اور بعض انکا یہ کہا کرتے کہ مین نقطے دیے ہوئے قرآن مجید مین تلاوت کرلیتا ہون مگر خود اسپر نقطے نہین لگاتا ہون اوزاعی یحیی بن کثیر سے نقل کرتے ہین کہ قرآن مصحفون مین اول صاف تھا پہلے پہل جو بات نئی پیدا ہوئی یہ تھی کہ ب اور ت پر نقطے دیے اور کہا کہ اسکا کچھ مضائقہ نہین کہ یہ قرآن کا نور ہی پھر بعد اسکے آیتون کی تمامی پر بڑے نقطے ایجاد کیے اور کہا کہ اسکا کچھ مضائقہ نہین کہ اس سے آیتون کا سر معلوم ہوجاتا ہی اور بعد اسکے انجام و آغاز کے نشانات پیدا ہوئے ابوبکر ہذلی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ مصحف مین سرخ اعراب لگانے

کیسے ہیں انھون نے فرمایا کہ قرآن پر اعراب کا کچھ مضائقہ نہیں اور خالد فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن سیرین کے پاس گیا اور انکو دیکھا کہ اعراب دیے ہوے
قرآن مین تلاوت کر رہے ہین حالانکہ اعراب کو برا جانتے تھے اور کہتے ہین کہ اعراب حجاج کے نکالے ہوے ہین اور اسنے قاریون کو بلوایا جنھون نے قرآن
کے کلمات و حروف گنے اور اسکے حصے برابر کر کے تیس پارون مین تقسیم کیا اور نصف و ربع وغیرہ تقسیمین کین۔ ادب پنجم کلام مجید کو اچھی طرح ٹھہر کر پڑھنا
مستحب ہو کیونکہ ہم عنقریب بیان کرینگے کہ قرات سے مقصود تفکر ہو پس جب اچھی طرح ٹھہر کر پڑھیگا تو فکر پر مدد ملیگی اور اسی جہت سے حضرت ام سلمہ رضہ نے
جو آنحضرت صلعم کی قرات کی صفت بیان کی تو کلمہ کلمہ کو جدا جدا بیان فرمایا۔ اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ مین اگر سورہ بقرہ و آل عمران ٹھہر کر
پڑھون اور انکو سمجھتا جاؤن تو اس سے اچھا جانتا ہون کہ سب قرآن کو جلد جلد پڑھجاؤن۔ اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہو کہ مین اگر اذا زلزلت اور
القارعہ سمجھکر پڑھون تو اس سے بہتر سمجھتا ہون کہ سورہ بقرہ و آل عمران کو بے سمجھے پڑھ جاؤن۔ اور مجاہد رضہ سے کسی نے پوچھا کہ دو شخص نماز مین کھڑے ہوے
اور برابر ہی کھڑے رہے مگر ایک نے سورہ بقر ہی پڑھی اور دوسرے نے تمام قرآن پڑھا تو ثواب کسکو زیادہ ہوا فرمایا کہ دونون شخص کو برابر ثواب ہوا۔
اور یاد رکھنا چاہیے کہ ٹھہر کر پڑھنا اسی لیے مستحب نہین ہو کہ اسکے معنی ہی سمجھے کیونکہ اگر عجمی عربی نہ سمجھتا ہو وہ قرآن کے معنی کیسے سمجھیگا مگر پڑھنا ٹھہر کر اسکو
بھی مستحب ہو اسلیے کہ ٹھہر کر پڑھنے مین توقیر اور حرمت قرآن کی زیادہ ہو اور جلد پڑھنے کی نسبت اسکا اثر بھی دل مین زیادہ ہوتا ہو۔ ادب ششم قرات کے
ساتھ رونا مستحب ہو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قرآن کو پڑھو اور گریہ کرو اور اگر رو نہ سکو تو رونی صورت بناؤ اور فرمایا لیس منا من لم یتغن بالقرآن اور صالح مری
کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلعم کے سامنے خواب مین قرآن مجید پڑھا آپ نے فرمایا کہ صالح یہ تو قرات ہوئی ہو رونا کہان ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضہ
فرماتے ہین کہ جب تم سجدہ حق تعالی کا پڑھو تو سجدہ کرنے مین جلدی مت کرو جب تک کہ گریہ نہ کرلو اگر تم مین سے کسی کی آنکھ سے آنسو نہ نکلے تو چاہیے کہ اسکا
دل زاری کرے۔ اور تکلف رونے کی تدبیر یہ ہو کہ اپنے دل پر حزن موجود کرے کہ رونا غم سے ہی پیدا ہوتا ہو آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ قرآن حزن
کے ساتھ اترا ہو پس جب تم اسکو پڑھو تو حزن کیا کرو۔ اور حزن کو دل مین موجود کرنے کی یہ صورت ہو کہ قرآن کی تہدید اور وعید اور عہد و میثاق کو
سوچے اور پھر اسکے اوامر و نواہی مین اپنی کوتاہی کو خیال کرے تو اس سے ضرور ہی حزن اور گریہ آویگا اگر اس تامل پر بھی صاف دل والون
کیطرح حزن اور گریہ دل مین نہ موجود ہو تو حزن و گریہ کے نہونے کے لیے رووے کہ یہ نہایت بڑی سختی ہو۔ ادب ہفتم یہ ہو کہ آیات کے حقوق کا
لحاظ رہے یعنی جب آیت سجدہ پر گذرے تو سجدہ کرے یا دوسرے سے سجدہ سنے تو جس وقت پڑھنے والا سجدہ کرے آپ بھی سجدہ کرے بشرطیکہ
طہارت رکھتا ہو اور قرآن مجید مین چودہ سجدے ہین اور سورہ حج مین دو سجدے ہین اور سورہ ص مین سجدہ نہین اور ادنی درجہ سجدہ تلاوت کا
یہ ہو کہ اپنی پیشانی زمین پر لگا دے اور کامل سجدہ یہ ہو کہ تکبیر کہکر سجدہ کرے اور سجدے مین ایسی دعا مانگے جو مناسب آیت سجدہ ہو مثلا جب یہ آیت
پڑھے خروا سجدا وسبحوا بحمد ربہم وہم لا یستکبرون تو سجدہ مین یہ دعا مانگے اللہم اجعلنی من الساجدین لوجہک المسبحین بحمدک واعوذ بک ان اکون من
المستکبرین عن امرک وعلی اولیائک۔ اور جب یہ آیت پڑھے ویخرون للاذقان یبکون ویزیدہم خشوعا تو یون دعا مانگے اللہم اجعلنی من الباکین
الیک الخاشعین لک۔ اسیطرح ہر آیت سجدہ کے موافق سجدہ مین دعا پڑھے اور سجدہ تلاوت مین نماز کی شرطین شرط ہین یعنی ستر عورت اور قبلہ رو
ہونا اور کپڑے کا پاک ہونا اور بدن کا حدث اور نجاست سے طاہر ہونا اور جو شخص سجدے کے سننے کے وقت طہارت نہ رکھتا ہو وہ جسوقت
طہارت کرے اس وقت سجدہ کرے۔ اور بعضون نے سجدہ تلاوت کے کمال مین یہ کہا ہو کہ ہاتھ اٹھاکر نیت تحریمہ کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سجدہ
کرنے کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سر اٹھانے کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سلام پھیرے اور بعض بڑھانے والون نے سجدہ تلاوت مین تشہد کو زیادہ کیا ہو
اور اسکی کچھ اصل معلوم نہین ہوتی بجز اسکے کہ نماز پر قیاس کیا ہو اور اس سجدے کا نماز پر قیاس کرنا بعید ہو کیونکہ یہ سجدے کے لیے حکم ہونے
کی جہت سے وارد ہوا ہو تو صرف لفظ سجدہ ہی کا اتباع چاہیے اور سجدے مین جانے کے لیے اللہ اکبر کہنا البتہ شروع کے مناسب ہو اسکے سوا
اور امور مین بعید معلوم ہوتا ہو۔ پھر مقتدی کو چاہیے کہ امام کے سجدہ کرنے کے وقت سجدہ کرے خود اپنی تلاوت کا اقتدا کی حالت مین نہ کرے

ادب ہشتم یہ ہی کہ جب تلاوت شروع کرے اُس وقت کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم رب اعوذ بک من ہمزات الشیاطین
واعوذ بک رب ان یحضرون - اور قل اعوذ برب الناس اور سورۂ الحمد پڑھے اور ہر سورۃ کے تمام ہونے پر کہتا - صدق اللہ تعالیٰ وبلغ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انفعنا وبارک لنا فیہ الحمد للہ رب العالمین واستغفر اللہ الحی القیوم - اور اثنائے تلاوت میں جب آیت تسبیح پر
گذرے تو سبحان اللہ واللہ اکبر کہے اور جب دعا اور استغفار کی آیت آوے تو دعا اور استغفار کرے اور جب آیت رجا آوے تو اسکی بدرخواست
کرے اور خوف کی آیت پر گذرے تو پناہ مانگے اس سوال و پناہ مانگنے کو زبان سے کہے خواہ دل میں کہے مثلاً یون کہے نعوذ باللہ اللہم ارزقنا
اللہم ارحمنا - حضرت حذیفہؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے سورۂ بقر شروع کی تو آپ کسی آیت رحمت پر
نہ گذرے کہ دعا نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت عذاب پر کہ پناہ نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت تنزیہ پر کہ سبحان اللہ نہ کہا ہو - اور جب تلاوت سے فارغ ہو
تو وہ دعا پڑھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم کے وقت فرمایا کرتے تھے اور وہ یہ ہی اللہم ارحمنی بالقرآن واجعلہ لی اماما ونورا وہدی ورحمۃ اللہم
ذکرنی منہ ما نسیت وعلمنی منہ ما جہلت وارزقنی تلاوتہ اناء اللیل واطراف النہار واجعلہ لی حجۃ یا رب العالمین - ادب نہم قرات کا پکار کر پڑھنا ہی
اور اتنا پکار کر پڑھنا تو بیشک ضروری ہی کہ اپنی آپ سنے اسلیے کہ قرات کے معنی یہ ہین کہ آواز کو حروف سے پارہ پارہ کرے تو آواز کا ہونا ضروری جسکے ٹکڑے ہووین اور ادنیٰ مرتبہ قرات کا یہ ہی کہ اپنی آپ سنے اور اگر خود نہ سنیگا تو ایسی قرات سے نماز نہ ہوگی اسلیے وہ داخل قرات نہین باقی رہا اتنا
پکار کر پڑھنا کہ دوسرا شخص سنے تو وہ ایک طرح سے اچھا ہی اور ایک وجہ سے برا - اور آہستہ پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آہستہ پڑھنے کی فضیلت پکار کر پڑھنے پر اتنی ہی جتنی خفیہ صدقہ دینے کو علانیہ خیرات کرنے پر ہی اور ایک دوسری روایت مین
ہی کہ قرآن کو پکار کر پڑھنے والا ایسا ہی جیسے علانیہ صدقہ دینے والا اور اسکو آہستہ پڑھنے والا ایسا ہی جیسے خفیہ خیرات کرنیوالا - اور ایک حدیث مین عام ارشاد ہی کہ
خفیہ عمل علانیہ عمل سے ستر گنا زیادہ ہی اور اسیطرح یہ ارشاد خیر الرزق ما یکفی وخیر الذکر الخفی - اور ایک حدیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ مغرب اور عشا کے درمیان کی
قرات مین ایک دوسرے پر پکار کر مت پڑھو - اور ایکبار رات سعید بن مسیبؓ نے مسجد آنحضرت صلعم مین حضرت عمر بن عبد العزیز کو نماز مین پکار کر کلام مجید پڑھتے
سنا اور آپ خوش آواز تھے حضرت سعید بن مسیب نے اپنے غلام سے کہا کہ اس نمازی کے پاس جاؤ اور کہو کہ اپنی آواز کو پست کرو غلام نے کہا کہ مسجد کچھ ہماری نہین اور
اس شخص کا بھی اسمین حق نماز پڑھنے کا ہی مین کیسے منع کرون آپ نے باواز بلند کہا کہ ای نمازی اگر تجکو اپنی نماز سے خدائے تعالیٰ مقصود ہی تو اپنی
آواز پست کر اور اگر خلق مقصود ہی تو وہ خدائے تعالیٰ کے یہان تیرے کسی کام نہ آوینگی یہ سنکر حضرت عمر بن عبد العزیز چپ ہو گئے اور رکعت کو مختصر
پڑھا اور سلام پھیرا اپنی جوتیان لیکر مکان کو چلے آئے اور وہ اُس وقت مدینہ منورہ کے حاکم تھے - اور پکار کر پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت
دال ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اصحاب کو سنا کہ رات کی نماز مین قرآن پکار کر پڑھتے ہین آپ نے اُنکے پڑھنے کو درست فرمایا
اور ایک حدیث مین ارشاد ہوا ہی کہ جب تم مین سے کوئی رات سے اٹھکر نماز پڑھے تو قرات پکار کر پڑھے کہ فرشتے اور اُس مکان کے جنات
اُسکی قرات سنتے ہین اور وہی نماز وہ بھی پڑھتے ہین - اور آنحضرت صلعم اپنے اصحاب مین سے تین شخصون پر گذرے جنکے حالات مختلف تھے
حضرت ابو بکرؓ پر گذرے تو اُنکو دیکھا کہ بہت آہستہ پڑھ رہے تھے آپ نے دُشنے پوچھا اسکی کیا وجہ ہی حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ جس سے مین
مناجات کرتا ہون وہ بیشک میری سنتا ہی - اور حضرت عمرؓ پر گذرے کہ وہ پکار پکار کر پڑھ رہے تھے آپ نے اُنسے اسکی وجہ پوچھی انھون نے عرض کیا
کہ مین سوتے شخصون کو جگاتا ہون اور شیطان کو جھڑکتا ہون - اور حضرت بلالؓ پر گذرے کہ وہ چند آیتین ایک صورت کی اور چند دوسری کی
پڑھ رہے تھے اُنسے جو آپ نے سبب پوچھا تو انھون نے عرض کیا کہ مین عمدہ کو عمدہ کے ساتھ ملاتا ہون آپ نے فرمایا کہ تم سب نے خوب کیا اور بہتر کیا

[illegible]

سبب تطبیق اور موافقت ان دونوں کے پڑھنے میں احادیث وارد ہوئی ہیں تو انہیں تطبیق کی صورت یہ ہو کہ آہستہ پڑھنا ریا سے بعید تر ہے اور بناوٹ کو جسمیں
دخل نہیں تو جو شخص اپنے نفس پر ریا اور بناوٹ کا خوف رکھتا ہو اُسکے حق میں آہستہ پڑھنا ہی بہتر ہے اور اگر اس امر کا خوف نہ ہو اور پکار کر پڑھنے
سے کسی دوسرے کے پڑھنے میں خلل پڑتا ہو تو اس صورت میں پکار کر پڑھنا افضل ہے اسلیے کہ اسمیں عمل زیادہ ہے اور اسکا فائدہ غیر کو بھی پہونچتا ہے
اور ظاہر ہے کہ جو خیر دوسرے کو بھی پہونچے وہ اس سے بہتر ہے جو ایک ہی کو پہونچے اور ایک وجہ یہ ہے کہ پکار کر پڑھنا قاری کے دل کو ہوشیار کرتا ہے
اور اسکی ہمت کو قرآن میں فکر کرنے کے لیے جمع کر دیتا ہے اور اُسکے کان کو اسکی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور نیند کو دفع کر دیتا ہے اور پڑھنے کا مزہ زیادہ ہو جاتا
اور تکان کم آتا ہے اور یہ بھی امید ہوتی ہے کہ کوئی سوتا ہوا آواز سنکر جاگ پڑے تو اُسکی شب بیداری کا باعث پڑھنے والا ہی ہوگا اور بعض اوقات کوئی
غافل بیکار آدمی اُسکو دیکھکر خواب غفلت سے ہوشیار ہوتا ہے اور نتیجہ اسے انچہ از دل خیزد بر دل ریزد قاری کی کیفیت اُسکے دل میں اثر کر جاتی ہے اور
کچھ کرنے کا مشتاق ہو جاتا ہے پس اگر قاری کو ان تینوں میں سے کوئی ہو تو پکار کر پڑھنا اچھا ہے اور اگر یہ سب نیتیں جمع ہو جاویں تو اجر بھی مضاعف
ہوگا کیونکہ نیتوں کی کثرت سے اعمال بڑھتے ہیں اور انکا ثواب مضاعف ہوتا ہے مثلاً ایک کام میں دس نیتیں ہوں تو اسمیں دس ثواب ہونگے اور اسی بنا پر
ہم کہتے ہیں کہ قرآن کو مصحف میں دیکھکر پڑھنا افضل ہے کیونکہ اسمیں آنکھ کا کام اور مصحف کا دیکھنا اور اٹھانا زیادہ ہے اسی وجہ سے اسکا ثواب بھی زیادہ ہوگا
اور بعضوں نے کہا ہے کہ دیکھکر قرآن پڑھنا سات گنا ثواب رکھتا ہے اسلیے کہ مصحف کا دیکھنا بھی تو عبادت ہے حضرت عثمانؓ اس کثرت سے مصحف میں تلاوت
کرتے تھے کہ دو قرآن آپ کے پاس پھٹ گئے تھے اور اکثر صحابہؓ کا یہی دستور تھا کہ دیکھکر تلاوت کرتے تھے اور یہ برا سمجھتے تھے کہ کوئی دن ایسا گذرے جسمیں
مصحف کو نہ دیکھیں مصر کے ایک فقیہ حضرت امام شافعیؒ کے پاس سحر کے وقت آئے اور آپکے سامنے قرآن کھلا ہوا تھا آپ نے اس فقیہ سے کہا کہ فقہ نے
تمکو قرآن سے روک دیا مجکو دیکھو کہ میں عشا پڑھکر قرآن اپنے سامنے رکھتا ہوں اور صبح تک اُسکو نہیں بند کرتا۔ ادب دہم قرآن کو خوش آوازی سے پڑھنا
اور قرأت کو سنوار کر ادا کرنا مگر حروف کو اتنا نہ کھینچے کہ الفاظ بدل جاویں یا اُنکے انتظام میں ابتری ہو جاوے بلکہ ایک خوبی اور زینت کے ساتھ پڑھے
کہ سنت ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں زینوا القرآن باصواتکم۔ اور فرمایا ما اذن اللہ لشئ ما اذن لنبی یتغنی بالقرآن۔ اور فرمایا لیس منا
من لم یتغن بالقرآن۔ بعضے اس حدیث سے یہ مراد کہتے ہیں کہ استغنا مقصود ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد لہجہ کا سنوارنا اور الحان سے
پڑھنا ہے اور لغت والوں کے نزدیک صواب کے قریب پچھلے ہی معنی ہیں۔ اور مروی ہے کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کا
انتظار کرتے تھے وہ دیر کر تشریف لائیں آپ نے فرمایا کہ دیر کیوں ہوئی انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ایک شخص کی قرأت سنتی تھی کہ اس سے
زیادہ خوش آواز میں نے نہیں سنا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور تشریف لیجا کر اس شخص کی [illegible] سنکر لوٹ آئے اور فرمایا
کہ یہ شخص ابو حذیفہ کا مولا ہے خدا کا شکر ہے کہ جسنے میری امت میں ایسا شخص کیا۔ اور ایک رات آنحضرت صلعم نے [illegible] عبد اللہ بن مسعود کی تلاوت
سنی اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے بہت دیر تک کھڑے رہے پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا من اراد ان
یقرا القرآن غضا کما انزل فلیقراہ علی قرأۃ ابن ام عبد۔ اور ایکبار آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کو فرمایا کہ قرآن مجکو سناؤ انھوں نے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ آپ پر تو اترا ہی ہے آپ ہی کو سناؤں آپ نے فرمایا کہ مجکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اسکو دوسرے شخص سے سنوں پس حضرت ابن مسعودؓ
پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چشم مبارک سے آنسو بہاتے تھے۔ اور ایکبار آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا پڑھنا سنا تو فرمایا کہ اس
شخص کو آل داؤد کی مزامیر میں سے کچھ عنایت ہوا ہے یہ خبر حضرت موسیٰ اشعری کو پہونچی انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر مجکو معلوم ہوتا کہ آپ
سنتے ہیں تو میں آپکے لیے اور بنا اور سنوار کر پڑھتا۔ اور قاری ہیثم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا وہ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے
ارشاد فرمایا کہ ہیثم تو ہی ہے جو قرآن کو اپنی آواز سے سنوارتا ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں فرمایا کہ خدا تعالیٰ تجکو جزائے خیر دیوے۔ اور مروی ہے
صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب جمع ہوتے تو اپنے مجمع میں سے ایک شخص سے کہتے کہ تم کوئی سورت قرآن کی پڑھو۔ اور حضرت عمرؓ حضرت

کہتے کہ ہمکو ہمارے رب کی یاد دلاؤ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آپکے سامنے یہان تک قرآن پڑھتے کہ نماز کا وقت درمیانی ہونے کو آجاتا تو کوئی شخص کہتا
کہ یا امیر المومنین الصلوٰۃ الصلوٰۃ تو آپ فرماتے کہ ہم کیا نماز مین نہین ہین یعنی یہ ارشاد اشارہ تھا اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر ولذکر اللہ اکبر
اور آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب مجید مین سے ایک آیت سنیگا وہ اسکے لیے قیامت مین نور ہوگی اور ایک حدیث مین ہی کہ اسکے
لیے دس نیکیان لکھی جاوینگی اور جب سننے والے کو اتنا ثواب ہوا اور پڑھنے والا اس ثواب کا سبب ہی تو وہ بھی اسمین شریک ہوگا بشرطیکہ اسکا قصد اچھا ہو
تیسری فصل تلاوت کے اعمال باطنی کے ذکر مین اور وہ دس ہین اول سمجھنا اصل کلام کا یعنی کلام کی عظمت اور بڑائی کو جاننا اور خداے تعالیٰ
کے فضل و احسان کو خلق پر سمجھنا کہ اسنے عرش بریں سے اس کلام کو ایسے درجہ مین اتارا کہ خلق کی سمجھ مین آجاوے تو اب تامل کرنا چاہیے کہ
خداے تعالیٰ کی مہربانی خلق پر کتنی ہی کہ جو کلام کہ اسکی صفت قدیم اور اسکی ذات کے ساتھ قائم تھا اسکے معانی کو خلق کی سمجھ مین پہونچا دیا اور وہ صفت
حروف و اصوات کے بیچ مین پڑ کر کس طرح خلق کو ظاہر ہوگئی حالانکہ حروف و اصوات بشر کے صفات ہین لیکن چونکہ بشر کو طاقت نہین کہ بدون وسیلہ
اپنے صفات نفس کے خداے تعالیٰ کے صفات کو سمجھ سکے اسلیے ان حروف و اصوات کے پیرایہ مین اس صفت کو کر دیا اگر بالفرض کلام الٰہی کے
کنہ جلال حروف کے پیرایہ مین چھپی نہوتی تو عرش بھی اس کلام کے سننے پر نہ ٹھہرتا نہ خاک کو تاب اسکے سننے کی ہوتی بلکہ اسکی عظمت اور اشعہ
نور سے عرش سے فرش تک سب متفرق ہو جاتے ۔ اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداے تعالیٰ ثابت نہ رکھتا تو انکو اسکے کلام سننے کی تاب نہوتی
جیسے پہاڑ کو اسکی ادنیٰ تجلی کی طاقت نہوئی اور ریزہ ریزہ ہوگیا اور کلام کی عظمت کا سمجھانا بدون ایسی مثالون کے ممکن نہین جو خلق کی
فہم کی حد تک ہون اور اسی نظر سے بعض عارفون نے اس عظمت کو اسطرح تعبیر کیا ہی کہ کلام الٰہی مین سے لوح محفوظ مین ہر حرف کوہ قاف سے
بڑا ہی اور سب فرشتے اگر اس بات پر متفق ہون کہ اسکے ایک حرف کو اٹھا دین تو انکو اسکی طاقت نہو یہان تک کہ اسرافیل علیہ السلام جو لوح محفوظ
کے فرشتے ہین آکر اٹھا لیتے ہین اور انکا اٹھانا بھی خداے تعالیٰ کے حکم سے ہی نہ اپنے زور و طاقت سے اللہ تعالیٰ نے انکو اسکے اٹھانے کی
طاقت دے دی ہی اور اسمین انکو مصروف رکھا ہی ۔ اور باوجود کلام کے عالی درجہ ہونے کے اسکے معانی فہم انسان مین پہونچین اور آدمی
کم رتبہ ہو کر اسکے سمجھنے مین ثابت رہے اسکے لیے ایک حکیم نے نہایت پاکیزہ وجہ بیان کی ہی اور ایک مثال لکھی ہی جس مین کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہین کیا وہ یہ ہی کہ اسنے کسی بادشاہ سے [illegible] کہ انبیا علیہم السلام کی شریعت اختیار کر دیا بادشاہ نے اس حکیم سے چند باتین
پوچھین انکا جواب حکیم نے ایسا دیا جو بادشاہ کی سمجھ مین [illegible] بادشاہ نے پوچھا کہ بھلا یہ بتاؤ کہ جو کلام انبیا لاتے ہین اسکو تم دعوی کرتے ہو
کہ آدمیون کے کلام نہین [illegible] تعالیٰ کا کلام ہی پھر اس کلام کو آدمی کیسے سمجھتے ہین حکیم نے جواب دیا کہ ہم دیکھتے ہین کہ جب آدمی کسی چرند
یا پرند کو سمجھانا چاہتے ہین [illegible] یا آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا یا سامنے منھ کرنا یا پشت پھیرنا وغیرہ اور انکو معلوم ہی کہ چوپایون کی سمجھ اس بات سے قاصر
ہی کہ جو کلام ہمارے نور عقل سے حسن ترتیب اور انتظام نادر کے ساتھ سرزد ہوتا ہی اسکو سمجھ لیوین تو بالضرور انکو بہائم کے درجہ کیطرف اتر آنا ہوتا
اور اپنے مقصود کو انکے اندر ایسی آوازون سے پہونچاتے ہین جو بہائم کی سمجھ کے مناسب ہون جیسے چخ چخ کرنا اور سیٹی بجانا اور اسی کے قریب
دوسری آوازین جنکو جانور سمجھ سکین اسی طرح آدمی بھی کلام الٰہی کو اسکی ماہیت اور کمال صفات کے ساتھ سمجھنے سے عاجز ہین تو انبیا بھی
انکے ساتھ وہی چال چلے جو آدمی چوپایون کے ساتھ برتتے ہین یعنی اس کلام پاک کو ایسے الفاظ و حروف مین بیان کیا جس سے آدمی اسکی
حکمت کو سمجھ جاوین جیسے جانور سیٹی وغیرہ سے انکے مطالب کو سمجھ لیتے ہین ۔ اور چونکہ حکمت کے معانی ان حروف و اصوات مین پوشیدہ رہتے ہین
اسی وجہ سے ان معانی کی شرافت اور عظمت کے سبب سے کلام کی عظمت کیجاتی ہی تو گویا آواز حکمت کا جسم اور مکان ہی اور حکمت آواز کے لیے
جان جیسے آدمیون کے جسم روح کے ہونے کے باعث مکرم اور معزز ہوتے ہین اسی طرح کلام کے اصوات و حروف بھی ان حکمتون
کے انکے اندر ہوتی ہین مشرف مقصود ہوتے ہین اور کلام منزلت بلند اور رتبہ رفیع رکھتا ہی غلبہ مین زبردست حق و باطل مین

حکم جاری کرنے والا حاکم عادل اور گواہ پسندیدہ ہی اسی سے امر ہوتا ہی اور یہی نہی کرتا ہی باطل کو یہ تاب نہین کہ حکمت کے کلام کے سامنے ٹھہرے جیسے سایہ آفتاب کی شعاع کے سامنے نہین ٹھہرتا اور انسانون کو یہ طاقت نہین کہ حکمت کی تہ کے پار ہوجاوین جیسے انکو یہ مقدور نہین کہ اپنی آنکھون کو جسم آفتاب کے پار کردین لیکن آفتاب کی روشنی سے انکو اسی قدر ملتا ہی کہ جس سے انکی آنکھون مین نور آجاوے اور صرف اپنی حاجات کو معلوم کرلین غرضکہ کلام کو یہ سمجھنا چاہیے کہ کوئی بادشاہ ہی جسکا چہرہ معلوم نہین ہوتا اور اسکا حکم جاری ہی یا آفتاب ہی کہ اسکی روشنی ظاہر ہی اور اسکا عنصر پوشیدہ ہی یا ستارہ روشن ہی کہ بعض اوقات جس شخص کو اسکی چال سے واقفیت نہین اسکو بھی اس سے راہ ملجاتی ہی۔ حاصل یہ کہ کلام نہایت نفیس خزانون کی کلید ہی اور وہ آب حیات ہی کہ جس نے اسمین سے پیا وہ زندہ جاوید ہوا اور ایسی دوا ہی کہ جسنے اسکو نوش جان کیا کبھی بیمار نہوا۔ غرضکہ یہ امر جو حکیم نے بیان کیا ہی معنی کلام کے سمجھانے کے لیے ایک شمہ ہی اور اس سے زیادہ بیان کرنا علم معاملہ کے مناسب نہین اسی لیے اسی قدر پر اقتصار کیا جاتا ہی۔ دوم کلام کرنے والے کی عظمت کہ قاری کو تلاوت قرآن کے شروع کرنے کے وقت اپنے دل مین متکلم کی عظمت حاضر کرنی چاہیے اور یہ جاننے کہ جو کچھ مین پڑھتا ہون یہ آدمی کا کلام نہین اور یہ کہ کلام مجید کی تلاوت مین بہت ساخطر ہی اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی لا یمسہ الا المطہرون۔ اور جس طرح کہ ظاہر جلد قرآن کی اور اسکے ورق اس بات سے محفوظ ہین کہ آدمی کی جلد بدون طہارت اسکو لگے اسی طرح اسکے اندر کے معنی بھی بباعث اسکی عزت و بزرگی کے دل کے اندر بدون ہر طرح کی ناپاکی سے پاک ہونے کے اور نور تعظیم و توقیر سے منور ہونے کے نہین آسکتے اور جس طرح کہ ہر ایک ہاتھ جلد مصحف کے چھونے کا شایان نہین اسی طرح اسکے حروف کی تلاوت کو بھی ہر ایک زبان لیاقت نہین رکھتی اور نہ ہر ایک دل کو اسکے معانی کے حاصل کرنے کی قابلیت۔ اور اسی جیسی تعظیم کی جہت سے عکرمہ بن ابی جہل جب قرآن مجید کو کھولتے تو بیہوش ہوجاتے اور کہتے کہ یہ کلام میرے پروردگار کا ہی یہ کلام میرے رب کا ہی۔ خلاصہ یہ کہ کلام کی عظمت متکلم کی عظمت ہوتی ہی اور متکلم کی عظمت دل مین نہین آتی جب تک کہ اسکے صفات اور بزرگی اور افعال مین فکر نہ کرین پس جبکہ تلاوت کرنیوالے کے دل مین عرش اور کرسی اور آسمان اور زمین اور انکے درمیان کی چیزین یعنی جن اور انسان اور حیوانات اور درخت آوین اور جانے کہ ان سب کا پیدا کرنیوالا اور انپر قدرت رکھنے والا اور انکو روزی دینے والا واحد یکتا ہی اور سب کے سب اسکے قبضۂ قدرت مین ہین اور اسکے فضل و رحمت اور عذاب اور سطوت مین متردد ہین اگر وہ انعام کریگا تو اپنے فضل سے اور [illegible] عذاب کریگا تو اپنے عدل سے اور اسی کا یہ ارشاد ہی کہ یہ لوگ بہشت کے لیے ہین اور مجھکو پروا نہین اور یہ لوگ دوزخ کیواسطے ہین اور مجھکو [illegible] عظمت اور بزرگی ہی کہ کسی چیز کی پروا نہو تو ایسی باتو[illegible] سوچنے سے متکلم کی عظمت دل مین آتی ہی پھر کلام کی تعظیم اسمین جاگزین ہوتی [illegible] دل کا حاضر ہونا [illegible] نفس کا نہونا بعض مفسرین نے یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ کی تفسیر مین کہا ہی کہ قوت سے مراد کوشش اور اجتہاد ہی اور کتاب کو قوت [illegible] لینے کے یہ معنی ہین کہ اسکو پڑھنے کے وقت اسی کے لیے ہو رہے اور ہمت کو اسمین مصروف کردے دوسری چیز مین صرف [illegible]۔ اور بعض اکابر سے کسی نے پوچھا کہ جب تم قرآن مجید پڑھتے ہو تم اپنے نفس مین کسی چیز کی بات کرتے ہو یا نہین فرمایا کہ بھلا قرآن [illegible] زیادہ مجھے کوئی چیز پیاری ہی جسکی بات مین اپنے جی مین کرون اور بعض اکابر سلف کا دستور تھا کہ جب کوئی سورہ پڑھتے اور [illegible] دل حاضر نہوتا تو اسکو دوبارہ پڑھتے اور یہ صفت حضور دل کی پہلی صفت یعنی کلام کی تعظیم سے پیدا ہوتی ہی کیونکہ جس کلام کو آدمی پڑھتا ہی اگر اسکی تعظیم کریگا تو اس سے انس حاصل کریگا اور بشارت کا خواہان ہوگا اور اس سے غافل نہوگا اور قرآن مجید مین وہی چیزین ہین جنمین انس ہوا اور دل لگے بشرطیکہ پڑھنے والا اسکا اہل ہو پھر کیسے ہوسکتا ہی کہ جو قرآن پڑھے وہ دوسری چیز مین فکر کرنے سے انس کا طالب ہو قرآن تو خود سیرگاہ اور تماشا کا مقام ہی جو شخص سیر کے مقامون کا تماشا کرتا ہوگا وہ انکے سوا اور چیزون مین فکر [illegible] سکتے ہین کہ قرآن مین میدان اور بستان اور مقصورے اور عروسین اور دیبا اور گلزار اور سرائین ہین اسطرح کہ مہم[illegible]

اور قرآن کے بستان اور آسکے حجرے اور جن سورتون کے شروع مین سبحان یا سبح یا یسبح ہی اور آسکی عروسین ہین اور سارا قول مم
اسکے دیبا ہین اور مفصل سورتین اسکے گلزار ہین اور انکے سوا سرائین ہین پس جسوقت قاری میدانون مین داخل ہوا اور بوستانون کے
میوے توڑے اور حجرون مین گھسے اور عروسون کو دیکھے اور دیبا پہنے اور گلزار کی گلگشت کرے اور سرایون کی کھڑکیون مین ٹھہرے
تو یہ باتین اسکو دوسری طرف متوجہ ہونے دینگی انھین مین ڈوبا رہیگا اسکا دل علیحدہ نہوگا نہ فکر بٹیگا - چہارم قرارت مین تامل کرنا
یہ امر حضور دل کے سوا ہی کہ بعض اوقات تلاوت کرنے والا قرآن کے سوا دوسری چیز مین تو فکر نہین کرتا مگر صرف قرآن اپنی زبان سے
سنتا ہی اسکو سمجھتا نہین حالانکہ پڑھنے سے مقصود سمجھنا اور تامل کرنا ہی اور اسی وجہ سے اسکو ٹھہر کر پڑھنا مسنون ہوا ہی کہ اگر ظاہر مین ٹھہر
کر پڑھیگا تو دل مین سوچتا اور سمجھتا جاویگا - حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جس عبادت مین سمجھ نہو اسمین برکت ہوتی ہی اور نہ جس
تلاوت مین تامل ہو اسمین بہتری ہوتی ہی - اور اگر تلاوت کرنے والا بدون دوبارہ پڑھنے کے معنی مین تامل نہ کر سکے تو چاہیے کہ دوبارہ پڑھے
لیکن امام کے پیچھے ایسا نہ چاہیے کیونکہ اگر یہ ایک آیت کو سوچتا رہیگا اور امام دوسری آیت مین مشغول ہوجاویگا تو برا کریگا اور اسکی
مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص اسکے کان مین بات کہے اور یہ ایک ہی لفظ سے تعجب کرنے لگے اور اسکی باقی گفتگو کچھ نہ سمجھے اور یہی حال
ہی اگر امام رکوع مین ہو اور یہ اسکی پڑھی ہوئی آیت مین فکر کر رہا ہو بلکہ جس رکن مین جاوے اور جو کچھ پڑھے اسی کو سوچے دوسری بات
سوچنا داخل وسواس ہی چنانچہ عامر بن عبد قیس سے مروی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ مجھکو نماز مین وسواس ہوا کرتا ہی لوگون نے کہا کہ
دنیا کے معاملات کا وسوسہ ہوتا ہی فرمایا کہ دنیا کے وسوسون سے تو مین اپنے حق مین اسکو بہتر جانتا ہون کہ نیزون کی بھالین میرے
وار پار کردی جاوین بلکہ وہ یہ صورت ہی کہ میرا دل اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے مین لگ جاتا ہی اور یہ سوچنے لگتا ہی کہ یہان سے کیسے
پھرون - تو دیکھو کہ انھون نے اسکو بھی وسواس جانا اور واقع مین اس اعتبار سے وسواس ہی کہ جس رکن مین آدمی ہو اسکو سمجھنے نہین دیتا
اور شیطان ایسے لوگون پر بدون اس صورت کے قابو نہین پاتا کہ انکو کسی دینی ضرورت مین مشغول کردے اور جو افضل بات ہی اس سے
روک دے اور جب یہ معاملہ حضرت حسن بصری کے سامنے مذکور ہوا تو فرمایا کہ اگر تم انکا یہ حال سچ کہتے ہو تو ہمپر اللہ تعالی نے یہ احسان نہین کیا
اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور بیس دفعہ اسکو دہرایا اور اتنی دفعہ پڑھنے کی یہی وجہ کہ آپ
[illegible] اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ہمکو نماز پڑھائی اور تمام رات
ایک ہی آیت کو مکرر پڑھتے [illegible] ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم - اور تمیم داری نے ایک رات
اس آیت مین بسر کردی [illegible] ان نجعلہم کالذین امنوا وعملوا الصلحت سواء محیاہم ومماتہم ساء ما یحکمون - اور سعید بن جبیر
نے اس آیت کو پڑھتے [illegible] وامتازوا الیوم ایہا المجرمون - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین ایک سورۃ شروع کرتا ہون اسمین بعض
بات ایسی مشاہدہ [illegible] تک کھڑا رہتا ہون وہ سورت پوری نہین ہوتی - اور بعض اکابر یہ فرمایا کرتے کہ جتنی آیتین مین نہین سمجھتا
اور انمین میرا دل نہین [illegible] ہوتا انمین مین ثواب نہین جانتا - اور ابو سلیمان دارانی سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ مین ایک آیت پڑھتا ہون
اور چار پانچ [illegible] اسی مین بسر ہوجاتی ہین اگر مین خود اسمین فکر کرنا نہ چھوڑون تو دوسری آیت کی نوبت ہی نہ آوے اور بعض اکابر سلف
سے منقول ہی کہ وہ سورۃ ہود مین چھ مہینے رہے اسی کو مکرر پڑھا کیے اور اسمین فکر کرنے سے فرصت نہ ملی - اور بعض عارف فرماتے ہین کہ میرا
ختم ایک تو ہفتہ وار ہی اور ایک ہر مہینہ مین اور ایک ہر سال مین اور ایک وہ ہی کہ تیس برس سے مین نے شروع کیا ہی ابھی تک اس سے فارغ
[illegible] جس قدر فکر اور تفتیش زیادہ ہو اسی قدر مدت ختم کی بڑھتی ہی اور یہ بھی ان بزرگ کا قول تھا کہ مین نے اپنے نفس کو مزدور کے
[illegible] ہی اسی لیے مین روزینہ پر بھی کام کرتا ہون اور ہفتہ وار بھی اور مشاہرہ اور سالانہ کے اعتبار سے بھی - پنجم تفہیم یعنی ہر آیت سے

جو مضمون اسکے لائق ہو اسکو نکالے کیونکہ قرآن مین ذکر اللہ تعالی کی صفات اور افعال کا اور ذکر انبیا کے احوال اور اُنکے مکذبین کے حالات کا
ہی اور یہ امر کہ وہ کسطرح ہلاک کر دیے گئے اور ذکر خدا تعالی کے اوامر اور نواہی کا اور ذکر جنت و دوزخ کا ہی ـ صفات کی آئتین یہ ہین کہ
مثلاً ارشاد ہی لیس کمثلہ شئی وہو السمیع البصیر ـ اور فرمایا الملک القدوس السلام المومن المہیمن العزیز الجبار المتکبر ـ پس ان اسما اور صفات کے
مضمون مین تامل کرے تاکہ اُنکے اسرار واضح ہون کہ ہر ایک کے اندر بہت معانی مدفون ہین اور بجز توفیق یافتہ شخصون کے اور کسی کو معلوم نہین ہوتے
اور اسی کی طرف حضرت علی رضؓ نے ارشاد فرمایا ہی اپنے اس قول مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات مجکو خفیہ ایسی نہین بتائی کہ
لوگون سے چھپا رکھی ہو مگر حقیقت یہ ہی کہ اللہ تعالی کسی بندہ کو سمجھ اپنی کتاب کی عنایت کر دیتا ہی ـ پس اس فہم کی طلب کا حریص ہونا چاہیے
جسکو حضرت علی رضؓ نے ارشاد فرمایا اور حضرت ابن مسعود رضؓ فرماتے ہین کہ جو شخص اولین و آخرین کے علم کا ارادہ کرے اسکو چاہیے کہ قرآن مجید کے
علم کی بحث کرے اور علوم قرآن مین سب سے زیادہ اللہ تعالی کے اسما اور صفات کے اندر ہین کہ اکثر لوگون کو اُنہین سے وہی باتین دریافت ہوئی
ہین جو انکے فہم کے لائق ہین اُنکی تہ کو نہین پہونچے ـ اور افعال اللہ تعالی کے یہ ہین کہ آسمان اور زمین وغیرہ کا پیدا کرنا اور مارنا اور جلانا وغیرہ
تو تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ ان افعال سے خدا تعالی کے اسما اور صفات سمجھے اسلیے کہ فعل فاعل پر دلالت کیا کرتا ہی اور فعل کی عظمت سے
اسکے فاعل کی عظمت معلوم ہوتی ہی اسلیے یہ چاہیے کہ فعل مین فاعل کا مشاہدہ کرے صرف فعل ہی کا لحاظ نہ رکھے کہ جو کوئی حق کو پہچانتا ہی وہ اُسکو
ہر چیز مین دیکھتا ہی کیونکہ ہر چیز اُسی سے ہی اُسی کی ذات سے قائم اور اُسی کی ملک تو واقع مین ہمہ اوست کا یہی مضمون ہی اور جو شخص اپنی
دیکھی ہوئی ہر چیز مین اُسکو نہین دیکھتا اُسنے گویا اُسکو پہچانا ہی نہین اور جسنے اُسکو پہچان لیا ہی اُسنے یہ جان لیا ہی کہ سوائے خدا تعالی کے
ہر چیز باطل ہی اور بجز اُسکی ذات کے ہر ایک چیز فانی ہی یہ نہین کہ ثانی الحال باطل ہو جاویگی بلکہ اگر اُسکے وجود کو اُسکی ذات کے اعتبار سے
دیکھین تو بالفعل باطل ہی ہان اگر اُسکے وجود کو اِس لحاظ سے دیکھین کہ وہ خدا تعالی کے باعث اور اُسکی قدرت کی جہت سے موجود ہی
تب البتہ اُسکو تبعیت کے طور پر ثبات ہوگا اور مستقل ہو کر تو صرف باطل ہی اور یہ امر علم مکاشفہ کا آغاز ہی اور اسی وجہ سے تلاوت کرنیوالے کو
چاہیے کہ جب اللہ تعالی کے یہ ارشاد پڑھے افرایتم ما تحرثون افرایتم ما تمنون افرایتم الماء الذی تشربون افرایتم النار التی تورون ـ تو
اپنی نظر کو آگ اور پانی اور کھیتی اور منی پر کوتاہ نہ کرے بلکہ انکا سب حال سوچے [illegible] اجزاء اصلی
ہڈیان اور گوشت اور رگین اور پٹھے کیسے بنے اور اعضا مختلف شکلون [illegible] وغیرہ کس طرح ہو گئے
پھر اسمین صفات عمدہ سُننے دیکھنے عقل وغیرہ کے اور برے اخلاق مثل [illegible] کا تصلانا اور جدل کرنا کیونکر
پیدا ہوئے جیسے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین [illegible] تامل کرے ان سے
ایک اور عجب العجائب کی طرف ترقی کر جاوے اور یہ وہ صفت ہی کہ جس سے یہ عجائب صادر ہو [illegible] فعل کو دیکھے اس سے
فاعل کی طرف نظر کرے اور انبیا کا احوال جب سُنے کہ وہ کسطرح جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے اور اُنہین سے [illegible] سے مارے گئے تو
اس سے خدا تعالی کی بے پروائی سمجھے کہ اُسکو نہ رسولون کی حاجت ہی نہ اُنکی جنکے پاس رسولون کو بھیجا ہی اور اگر وہ سب [illegible] کر دے تو
اُسکی سلطنت مین کچھ اثر نہوگا اور جب انبیا کی مدد کا حال انجام کو سنے تو یون سمجھے کہ اللہ تعالی قادر ہی اور حق کی مدد کیا کرتا ہی اور [illegible] مکذبین کا
حال مثل عاد اور ثمود کے جب سُنے کہ اُنپر کیا گذرا تو اُس سے خدا تعالی کی سطوت اور انتقام سے ڈرے اور اپنے نفس کے باب مین ان
حالات سے عبرت حاصل کرے کہ اگر مین غافل رہونگا اور بے ادبی کرونگا اور اِس مہلت چند روزہ پر بھولونگا تو کیا عجب ہی کہ مجھ پر [illegible]
عذاب ہو اور وہی حکم نفاذ پاوے اور ایسا ہی سوچنا اُسوقت چاہیے کہ جنت اور دوزخ کا وصف سُنے یا اور کوئی قرآن [illegible]
گوش زد ہو اسلیے کہ جتنی باتین اُسمین سے سمجھی جاتی ہین انکا بالاستیعاب لکھنا ناممکن ہی اسوجہ سے کہ کوئی اُنکی حد نہین ہر بندہ کو

اُسقدر ملتا ہی اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین - اور ایک جا ارشاد فرمایا قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا - اور اسکی انتہا نہو نے کی جہت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ اگر [illegible] معنی الحمد کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دون - اور ہمنے جو ذکر کیا ہی اُس سمجھنے کے طور پر تنبیہ کر دی ہی تاکہ اُسکی راہ کھلے ورنہ اُسکے پورا بیان کرنے کی طمع نہین ہو سکتی اور جو شخص قرآن مجید کے مضامین مین ادنیٰ درجہ کی سمجھ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ اُن لوگون مین داخل ہوگا جنکے باب مین اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی ومنہم من یستمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال آنفا اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم اور یہ بھی وہ موانع ہین جنکو ہم ذیل مین لکھتے ہین - اور بعضون کا قول ہی کہ آدمی مرید نہین ہوتا جب تک کہ جس چیز کو چاہے قرآن مین نہ پالے اور نقصان کو فائدہ سے تمیز نہ کرلے اور مخل کے سبب بدون سے بے پروا نہو جاوے - ششم فہم کے موانع سے بکسو ہو تاکہ اکثر لوگ جو قرآن کے معانی سمجھنے سے باز رہے اُسکا سبب یہی ہی کہ شیطان نے اُنکے دلون پر اسباب اور حجاب ایسے ڈال دیے ہین کہ قرآن کے عجائب اُنکو نہین سوجھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی الملکوت - اور معانی قرآن کے بھی ملکوت مین داخل ہین اور جو چیز حواس سے غائب ہی اور بدون نور عقل کے نہین معلوم ہوتی وہ ملکوت مین سے ہی اور قرآن کے معانی ایسے ہی ہین اور سمجھنے کے حجاب چار ہین پہلا یہ کہ ہمت اِس بات کی طرف مصروف ہو کہ حروف کو مخرج سے نکالنا چاہیے اور اس بات کا متولی ایک شیطان ہی جو قاریون پر متعین ہی اسلیے کہ اُنکو معانی قرآن کے سمجھنے سے اور طرف پھیر دے تو وہ قاریون کو اسی بات پر آمادہ کرتا ہی کہ حروف کو مکرر سہ کرر ادا کرین اور اُنکے خیال مین بسا دیتا ہی کہ ابھی یہ حرف اپنے مخرج سے نہین نکلا تو جس صورت مین کہ قاری کا تامل صرف حروف کے مخارج ہی پر منحصر ہو تو اُسکو قرآن کے معانی کہان واضح ہونگے اور جو شخص شیطان کے اِس جیسے دھوکے مین آجاتا ہی وہ اُسکا بڑا ہی مسخرہ بنتا ہی - دوسرا یہ کہ کسی مذہب کو سنکر اُسکا مقلد ہو گیا ہو اور اُسکی تعریف کرتا ہو اور اُسکے دل مین اُسکی پچ صرف سنی ہوئی بات کے اتباع سے جم گئی ہو یہ نہین کہ بصیرت اور مشاہدہ سے دیکھکر اُسکی پچ کرتا ہو ایسے شخص کا حال یہ ہوتا ہی کہ اپنے اعتقاد کی زنجیر مین مقید رہتا ہی کہ وہ اُسکو ٹلنے نہین دیتی اسی لیے اُسکے دل [illegible] در چیز خطور نہین کرتی اُسکی نظر صرف اپنی سنی ہوئی بات پر موقوف ہوتی ہی [illegible] اعتقاد کے خلاف ظاہر ہوتے ہین تو شیطان تقلید اُسپر حملہ کرتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ بات تیرے دل مین کیسے گذری [illegible] ہو پس وہ شخص اُن معنون کو شیطان کا فریب جانکر اُس سے دوری کرتا ہی اور اُس جیسے معانی سے [illegible] کہ علم حجاب ہی اور علم سے اُنکا مقصود اُن عقائد کا علم ہی جسپر اکثر لوگ صرف تقلید کی جہت سے چلے [illegible] کے کلمات جدل لکھکر اُنکو سکھلا دیے ہین ورنہ علم حقیقی جو کشف اور نور بصیرت کا مشاہدہ ہوتا ہی وہ کسطرح حجاب [illegible] تو وہی ہی اور یہ تقلید کبھی باطل ہوتی ہی اور اِس صورت مین مانع فہم ہی جیسے کوئی عرش پر مستوی ہونے کے باب [illegible] اور ٹھہرنا اعتقاد کرلے پس اگر صفت قدوسیت مین اُسکے دل مین یہ بات گذرے کہ جتنی باتین خلق پر ہو سکتی ہین وہ سب ایسی پاک [illegible] مین تقلید اس بات کو جمنے نہ دیگی اور اگر بالفرض جم جاوے تب تو اُس سے دوسرا کشف اور تیسرا اور چوتھا ہوتا چلا جاوے لیکن مقلد [illegible] اپنے دل سے [illegible] اپنی تقلید باطل کے جلد دُور کر دیتا ہی - اور بعض اوقات تقلید حق ہوتی ہی اور وہ بھی فہم اور کشف کی مانع ہوتی ہی اسلیے [illegible] حق کے اعتقاد کرنے کا خلق کو حکم ہوا ہی اسکے بہت سے مراتب اور درجے ہین اور اُسکا ایک مبدا ظاہری ہوتا ہی اور ایک نہ باطنی [illegible] پر جم جاتی ہی تو باطن کو تہ تک پہونچنے کی مانع ہوا کرتی ہی جیسا کہ علم ظاہر اور باطن کے فرق بیان کرنے مین ہمنے باب قواعد العقائد مین ذکر [illegible] ہی کہ کسی گناہ پر مصر ہو یا کبر کے ساتھ موصوف یا دنیا کی خواہش مین کچھ مبتلا ہو کہ یہ چیزین دل کی تاریکی اور زنگ کی موجب ہوتی ہین [illegible] جیسے آئینہ پر زنگ لگ جاتا ہی اور پھر ٹھیک ٹھیک عکس اُسمین نہین پڑتا اسی طرح دل پر اگر یہ چیزین رہتی ہین تو امر حق کی تجلی اُسمین

حجاب نہین ہوتی اور [illegible] ب دل کے لیے سب مین بڑا ہی اور معاصی سے اکثر لوگ محجوب ہوگئے اور جسقدر کہ شہوات کا انبوہ دل پر زیادہ ہوگا اسیقدر
معانی قرآن پر زیادہ حجاب اسکی طرف سے ہوگا اور جسقدر دنیا کا بوجھ دل پر ہلکا ہوگا اسیقدر معانی کی تجلی نزدیک آجاویگی اسلیے کہ دل مثل آئینہ کے
ہی اور شہوات مثل زنگ کے اور معانی قرآنی مثل اُن صورتون کے ہین جنکا عکس آئینہ مین پڑتا ہی اور دل سے ریاضت یعنی شہوات کو دور کرنا
ایسا ہی جیسے صیقل گر آئینہ کو جلا کر دیتا ہی۔ اور اسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ جب میری اُمت دینار و درم کو بڑا جانیگی تو اُسمین سے اسلام کی
ہیبت جاتی رہیگی اور جب اچھی بات کا امر کرنا اور بُری بات سے منع کرنا چھوڑ دینگے تو وحی کی برکت سے محروم رہینگے حضرت فضیل فرماتے ہین
کہ اسکے یہ معنی ہین کہ علم قرآن سے محروم رہینگے اور اللہ تعالیٰ نے فہم اور تذکرہ مین انابت کو شرط فرمایا ہی چنانچہ ارشاد فرمایا تبصرۃ وذکری لکل عبد
منیب۔ اور فرمایا وما یتذکر الا من ینیب۔ اور فرمایا انما یتذکر اولوا الالباب۔ تو جو کوئی دنیا کے دھوکے کو آخرت کی نعمت پر اختیار کرے وہ صاحبان
عقل سے نہین اور اسی وجہ سے اسرار قرآنی منکشف نہین ہوتے۔ چوتھا حجاب یہ ہی کہ کوئی تفسیر ظاہر پڑھ لی ہو اور یہ اعتقاد کرلیا ہو کہ جو کچھ
حضرت ابن عباس اور مجاہد رضنے کلمات قرآن کی تفسیر بیان کی ہی وہی درست ہی اُنکے بیان کے سوا کلمات کے اور کچھ معنی نہین جو اُنکے سوا معنی کہے وہ
قرآن کو اپنی عقل سے بیان کرتا ہی جسکی شان مین یہ وارد ہی کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی راے سے کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ سے تلاش کرلے تو یہ بھی ایک
حجاب ہی اور چوتھی فصل مین ہم یہ بیان کرینگے کہ راے سے تفسیر کرنے کے کیا معنی ہین اور یہ کہ یہ امر حضرت علی رضکے ارشاد کے خلاف نہین کہ اللہ تعالیٰ
کسی بندے کو قرآن مین سمجھ عنایت کردیتا ہی اور ایک یہ کہ اگر معنی ظاہری اور منقول ہی ہوا کرتے تو آدمی اُنمین اختلاف ہی کیون کرتے ہفتم خاص کرنا
اور اُسکی صورت یہ ہی کہ قرآن مین کے ہر خطاب مین فرض کرلے کہ مین ہی مقصود ہون یعنی اگر امر اور نہی سنے تو فرض کرے کہ حکم مجکو ہوا ہی اور مجھی کو منع
کیا گیا ہی اسی طرح اگر وعدہ اور وعید سنے اُنکو اپنے حق مین فرض کرے اور اگر پہلے لوگون اور انبیا کے قصے سنے تو جانے کہ قصے مقصود نہین بلکہ اُنسے عبرت
حاصل کرنی منظور ہی اور یہ غرض ہی کہ اُنکے درمیان مین جو کچھ اپنی حاجت کی بات ہو اُسکو اختیار کرلینا چاہیے کیونکہ قرآن مجید کے جتنے قصے ہین اُنکے
مضامین سے کچھ نہ کچھ فائدہ آنحضرت صلعم اور آپکی امت کے حق [illegible] اللہ تعالیٰ نے فرمایا [illegible] ما نثبت بہ فؤادک۔ تو تلاوت کرنیوالے
کو فرض کرلینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جو نبیون کا حال اور ایذا پر اُنکا صبر کرنا اور [illegible]
دل کا ثابت رکھنا چاہتا ہی اور اس فرض کرنے اور تخصیص کی وجہ [illegible] اللہ علیہ وسلم [illegible] نہین اترا بلکہ وہ تمام عالمون کے
لیے شفا اور ہدایت اور نور اور رحمت ہی اور اسلیے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگون کو [illegible] انکو اس ذات کی [illegible] ہی واذکروا نعمۃ اللہ علیکم
وما انزل علیکم من الکتاب والحکمۃ یعظکم بہ۔ اور فرمایا ولقد انزلنا الیکم کتابا فیہ ذکرکم [illegible] ہونگے بخشے [illegible] لتبین للناس ما نزل الیہم اور
فرمایا کذلک یضرب اللہ للناس امثالہم۔ اور فرمایا واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم۔ اور فرمایا ہذا بصائر للناس [illegible] اور قسم ہی اور فرمایا ہذا بیان
للناس وہدی وموعظۃ للمتقین۔ اور جبکہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ خطاب سے سب لوگ مقصود ہین [illegible] سے ہی تو بیشک خطاب
مین شریک ہوگا اسلیے اسکو فرض کرنا چاہیے کہ اس خطاب سے مین مقصود ہون اللہ تعالیٰ فرماتا ہی واوحی الی ہذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ محمد بن کعب قرظی
کہتے ہین کہ جس شخص کو قرآن پہونچا تو گویا خداے تعالیٰ نے اُس سے کلام کیا۔ اور تلاوت کرنے والا جب اپنے آپکو [illegible] عمل صرف
مدرسی پڑھ لینا مقرر نہ کرے بلکہ اُسکو اسطرح پڑھے جیسے غلام اپنے آقا کا پروانہ پڑھے جسمین اُسنے لکھا ہو کہ اُسکو سوچ سمجھکر اُسکے [illegible] ہوا اور
اسی جہت سے بعض علمانے فرمایا ہی کہ یہ قرآن ہمارے رب کیطرف سے خطوط عہد و پیمان کے ساتھ آئے ہین کہ اُنکو نمازون مین [illegible] کرین
[illegible] اور طاعات مین اُنکی تعمیل کرین۔ اور حضرت مالک بن دینار کہا کرتے کہ اے قرآن والو قرآن نے تمہارے دلون
مین کے حق مین بہار ہی جیسے زمین کے حق مین مینھہ بہار ہوتا ہی اور قتادہ رضنے فرمایا ہی کہ جس شخص نے قرآن کی ہمنشینی کی
اُٹھتے [illegible] کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وننزل من القرآن ما ہو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظالمین الا خسارا ہشتم متاثر ہونا یعنی جس طرح آیتین مختلف [illegible]

فی السموات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون۔ اسلیئے کہ ان علامتوں کا بیان اچھی طرح قرآن مجید میں ہی اور جب پڑھنے والا اُنسے گذرجاوے اور متاثر نہو تو اُنسے روگردان ہوگا۔ اور بہین وجہ کسی نے کہا ہی کہ جو شخص اخلاق قرآنی سے متصف نہین ہوتا وہ جس وقت کلام اللہ پڑھتا ہی اللہ تعالے اُسکو پکار کر فرماتا ہی کہ تجکو میرے کلام سے کیا علاقہ تو تو مجھ سے روگردان ہی اگر تو میری طرف رجوع نہین کرتا تو میرے کلام کو مت پڑھ اور گنہگار آدمی جو قرآن کو مکرر پڑھتا ہی اُسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص بادشاہی پروانہ کو دن بھر مین کئی دفعہ پڑھ لیا کرے اور اُسمین حکم کو کہ ہمارے ملک کو آباد کرو مگر وہ اُسکے اجاڑنے مین مشغول ہو اور اُسکے پروانہ کو صرف پڑھ لینے پر اکتفا کرے اور تعمیل اُلٹی کرے پس اگر وہ پروانہ نہ پڑھتا اور حکم کے خلاف کرتا تو اُسمین بادشاہی پروانہ کی حقارت اور غضب سلطانی کا استحقاق غالباً کم ہوتا اور اِسصورت مین تو ظاہر ہی کہ اُسکی حرکت نہایت نازیبا ہی اور اسیوجہ سے یوسف بن اسباط نے فرمایا ہی کہ مین قرآن کے پڑھنے کا قصد کرتا ہون مگر جب اُسکے مضامین یاد کرتا ہون تو غضب الٰہی سے ڈر جاتا ہون اور [illegible] کی تلاوت کو چھوڑ کر تسبیح اور استغفار پڑھنے لگتا ہون اور جو شخص کہ قرآن پر عمل کرنے سے اعراض کرتا ہی وہ اِس آیت کے مطابق ہی فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون۔ اور اِسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کو اُسوقت تک پڑھو کہ تمھارے دل اُسپر ملتے رہین اور جلد بدن نرم ہون اور جب یہ حال نہ رہے تو پڑھنا موقوف کر دو اور ایک روایت مین ہی کہ اُسکے پاس سے اُٹھ کھڑے ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا وعلی ربہم یتوکلون۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون مین قرآن کا خوش آواز وہ ہی کہ جب اُسکو پڑھتے ہوئے سنو تو جان لو کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہی اور فرمایا کہ قرآن کسی کے منھ سے ایسا اچھا نہین معلوم ہوتا جیسا اُس شخص کے منھ سے معلوم ہوتا ہی جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہی پس قرآن اسی غرض سے پڑھا کرتے ہین کہ دل پر یہ احوال کھیچ آوین اور اُسکے بموجب عمل کیا جاوے ورنہ صرف الفاظ پر زبان ہلانے مین کیا محنت ہی اور اِسی واسطے بعض قاری کہتے ہین کہ مین نے اپنے اُستاد کو قرآن سنایا پھر مین دوبارہ اُنکی خدمت مین گیا کہ دوبارہ سناؤن اُنھون نے مجھکو جھڑک دیا اور فرمایا کہ میرے سامنے پڑھنے کو تو نے عمل ٹھہرالیا جا خدا کے سامنے پڑھ اور دیکھ کہ تجکو کیا حکم کرتا ہی اور کیا سمجھاتا ہی اور بہین وجہ اصحاب رضی اللہ عنہم کا شغل احوال اور اعمال مین ہوتا تھا چنانچہ [illegible] جب [illegible] تو بیس ہزار صحابی آپ نے چھوڑے مگر اُنمین سے کل سے قرآن صرف چھ شخصون نے یاد کیا تھا [illegible] نین سے [illegible] سورۂ بقرہ اور انعام یاد کر لیتا تھا وہ اُنمین عالم ہوتا تھا۔ اور جب ایک [illegible] اللہ علیہ وسلم [illegible] فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ تو کہا کہ مجھے یہ کافی ہی اور چلا آیا۔ آنحضرت [illegible] مجھکو اُس ذات کی [illegible] فقیہ ہی اور دراقع مین محبوب اور کمیاب وہی حالت ہی جو اللہ تعالیٰ ایماندار کے دل پر آیت سمجھنے کے بعد [illegible] سے کیے ہونگے بخشے جاتے ہی بلکہ جو شخص زبان سے تلاوت کرے اور عمل سے روگردان رہے وہ اِس بات کا سزاوار ہی کہ اِس آیت کا مصداق [illegible] اور قسم [illegible] فنسیتہ فنسکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمی قال رب لم حشرتنی اعمی وقد کنت بصیرا قال کذلک اتتک آیاتنا فنسیتہا وکذلک الیوم تنسی۔ یعنی [illegible] جسکو اُسنے بدبخت [illegible] چھوڑ دیا اُنمین تامل نکیا اور نہ اُنکی کچھ پروا کی کیونکہ جو شخص کسی کام مین تقصیر کرتا ہی اُسکو کہا کرتے ہین کہ وہ اُسکو بھول گیا اور تلاوت کما حقہ کا وظیفہ یہ ہی کہ اُسمین زبان اور عقل اور دل شریک ہون زبان کا کام اُسمین حرفون کا صحیح کرنا اور ٹھہر کر پڑھنا ہی اور عقل کا کام معانی کا بیان کرنا اور دل [illegible] اور [illegible] اور [illegible] عمل کرنے سے متاثر ہونا تو گویا زبان واعظ ہی اور عقل مترجم اور دل نصیحت قبول کرنے والا۔ نہم ترقی کرنی یعنی تلاوت مین یہانتک ترقی کرے کہ [illegible] تعالیٰ سے سننے لگے اپنے آپ سے کیونکہ پڑھنے کے تین درجے ہین سب مین ادنیٰ یہ ہی کہ بندہ اپنے آپ کو فرض کرے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہی [illegible]

اور وہ میری طرف دیکھتا ہی اور میرے پڑھنے کو سُنتا ہی تو اس صورت مین اُسکی حالت سوال اور تملق اور انکسار و عاجزی ہوگی دوسرا درجہ یہ ہی کہ اپنے دل سے مشاہدہ کرے کہ گویا اللہ تعالی اُسکو دیکھتا ہی اور اپنے الطاف سے اُسکو خطاب کرتا ہی اور اپنے انعام و احسان سے اُس سے بھید کہتا ہی ایسی صورت مین تلاوت کرنے والے کا مقام حیا اور تعظیم اور سُننا اور سمجھنا ہوگا تیسرا درجہ یہ ہی کہ کلام مین متکلم کو دیکھے اور کلمات مین صفات پر نظر کرے یعنی نہ اپنے نفس کو دیکھے اور نہ اپنی قرأت پر لحاظ کرے اور نہ اپنے منعم علیہ ہونے کے اعتبار سے اپنے اوپر انعام کے متعلق ہونے کا دھیان کرے بلکہ اپنی ہمت اور فکر کو کلام کرنے والے پر منحصر اور موقوف کردے اسطرح کہ گویا متکلم کے مشاہدہ مین غیر کیطرف سے کچھ خبر نہین یہ درجہ مقربون کا ہی اور اس سے پیشتر کے دو درجے اصحاب الیمین کے ہین اور جو قرأت ان تینون درجون کے سوا ہو وہ غافلون کا درجہ ہی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے درجہ سوم کو اسطرح ارشاد فرمایا کہ بخدا اللہ تعالی نے اپنے کلام مین اپنی مخلوق کے لیے تجلی فرمائی مگر خلق کے لوگ اُسکو نہین دیکھتے - اور ایک بار آپ کو نماز مین ایسی حالت ہوئی کہ بیہوش ہو کر گر پڑے جب آپکو افاقہ ہوا تو کسی نے اُس حالت کی کیفیت پوچھی آپ نے فرمایا کہ مین آیت کو بار بار اپنے دل پر پڑھ رہا تھا یہان تک کہ اُسکو مین نے متکلم سے سُنا پس اُسکی قدرت کے معائنہ کے لیے میرا جسم نہ ٹھہرا اس جیسے درجے مین حلاوت اور مناجات کی لذت بہت ہوتی ہی - اور اسی جہت سے بعض حکما نے کہا ہی کہ مین قرآن پڑھا کرتا تھا مگر اُسکی حلاوت نہ پاتا تھا یہان تک کہ مین نے اسطرح پڑھا کہ گویا اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنتا ہون کہ آپ اپنے اصحاب کو سُناتے ہین پھر ایک درجہ اوپر بڑھا اور اسطرح پڑھا کہ گویا حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کو تعلیم کرتے ہین اور مین سُن رہا ہون پھر اللہ تعالی نے ایک اور مرتبہ عنایت فرمایا کہ اب مین اُسکو متکلم سے سنتا ہون اور مجکو وہ حظ اور حلاوت نصیب ہی کہ مجھ سے صبر نہین ہوسکتا - اور حضرت عثمان اور حذیفہ نے فرمایا ہی کہ اگر دل پاک ہوجاوین تو قرآن کی قرأت سے سیر نہون اور یہ اسلیے فرمایا کہ دل طہارت کی وجہ سے کلام مین متکلم کے مشاہدہ کی طرف ترقی کرتے ہین اور یہین وجہ ثابت بنانی نے فرمایا ہی کہ بیس برس تو مین نے قرآن مین مشقت ہی اُٹھائی مگر بیس برس اُس سے مجکو دولت حلاوت ملی - اور آدمی اگر متکلم ہی کو مشاہدہ کرے اور اُسکے سوا اور [illegible] کی تعمیل کرنیوالا ہوگا اول ففروا الی اللہ دوئم ولا تجعلوا [illegible] تو وہ اُسکے غیر پر التفات کرنے والا ہوگا اور جو شخص خدا تعالی کے سوا اور چیز کی طرف ملتفت ہوگا [illegible] ایسی الص اُسکو کہتے ہین کہ ہر چیز مین سوا خدا تعالی کے اور کچھ نہ دیکھے دہم منقطع ہونا اپنی طاقت [illegible] التفات کرنے سے قطع نظر رکھے مثلاً جب صالحین کے لیے وعدہ اور تعریف کی آیتین پڑھے تو اُسو [illegible] ان جیسا کہ [illegible] صدیقین کے لیے وہ مدارج خیال کرے اور اس بات کا شائق ہو کہ اللہ تعالی اُنمین مجکو بھی شامل کرے او [illegible] اور تقصیر والون کی بُرائی پڑھے تو اُسمین اپنے نفس کو مشاہدہ کرے اور یہی فرض کرے کہ یہ خطاب میرے ہی [illegible] پیدا ہوا اور اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی نے فرمایا کرتے کہ الٰہی مین تجھ سے اپنے ظلم و کفر سے مغفرت چاہتا ہون لوگون نے اُنسے [illegible] کفر سے آپ مغفرت کیسی چاہتے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی ان الانسان لظلوم کفار یعنی اسی کفر سے مغفرت چا[illegible] مین آیت سے لیتی ہی - اور یوسف بن اسباط سے کسی نے پوچھا کہ جب تم قرآن پڑھتے ہو تو کیا دعا مانگتے ہو فرمایا کہ [illegible] اپنی تقصیر کی مغفرت ستر بار چاہتا ہون - پس جس صورت مین کہ قرأت مین اپنے نفس کو تقصیر کی صورت پر دیکھیگا تو یہ دیکھنا [illegible]ب ہوگا اسلیے کہ جو شخص قرب مین دوری کا مشاہدہ کرتا ہی اُسکے لیے خوف و رحمت ہوتا ہی اور یہ خوف اُسکو قرب کے ایک درجہ پر [illegible]ل درجہ سے اعلی ہو اور جو شخص دوری مین قرب کا مشاہدہ کرتا ہی تو اُسکو خوف سے مامون دیجاتی ہی جو انجام کو اُسکو اور درجہ پر درجہ سے نیچے ہوتا ہی پہونچا دیتی ہی اور جس صورت مین اپنے نفس کو بچشم رضا دیکھیگا تو خود اُسکے نفس ہی کا حجاب آمین اور اسرار مین [illegible] نہین دیکھتا ان جس صورت مین کہ اپنے نفس کی طرف التفات چھوڑ دیتا ہی اور بجز خدا تعالی کے قرأت مین اور کوئی چیز مشاہدہ نہین کرتا

خداوندی وحین تظہرون مین مراد ہی [illegible] وقت مین [illegible] ان مین سلام نہ پھیرے اور دن کی تمام نفل نمازون مین بھی ایک نمازہی کہ بعض علما [illegible] مین طعن کیا گیا ہی - اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہی کہ انکو بھی اور دنون کے نوافل کی طرح دو دو پڑھے اور احادیث [illegible] چاہیے کہ ان رکعات کو لمبی لمبی پڑھے کہ اسوقت مین آسمان کے دروازے کھلتے ہین چنانچہ اس باب مین ہمنے صد [illegible] کی ہی اور چاہیے کہ انمین سورۂ بقر پڑھے یا دو سورتین سو سو آیتون کی یا چار سورتین مفصل سے بڑی اور سو آیت کی [illegible] مین دعا قبول ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھا معلوم ہوتا تھا کہ ان گھڑیون مین آپکا کوئی [illegible] بطور مذکور پڑھنے کے بعد خواہ چھوٹی چھوٹی رکعتین پڑھے کے بعد ظہر کے فرض جماعت سے پڑھے [illegible] جس قدر ہو سکے پڑھکر فرض پڑھے اور بعد فرضون کے دو رکعتین پڑھے پھر چار پڑھے کہ حضرت ابن [illegible] رکعتین بدون فاصلہ کے پڑھی جاوین اور مستحب ہی کہ ان نفلون مین آیۃ الکرسی اور سورۂ بقر کی تمامی [illegible] وظیفون مین لکھ آئے ہین پڑھے تاکہ انکا پڑھنا دعا اور ذکر اور قرارت اور نماز اور تحمید اور تسبیح کیا رہے [illegible] فرض [illegible] ان کے وظیفون کا ظہر کے بعد سے عصر تک ہی اسوقت مین یہ مستحب ہی کہ مسجد مین بیٹھکر ذکر اور نماز [illegible] مین معتکف رہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا عمدہ اعمال مین سے ہی اور یہ امر پہلے اکابر کا [illegible] درمیان مسجد مین داخل ہوتا تو نمازیون کی تلاوت کی گونج مکھی کی آواز کی طرح سنتا - پس اگر گھر پر رہنے سے دین مین جو آنحضرت [illegible] مین جمعیت زیادہ ہو تو اس صورت مین اُسکے حق مین گھر پر چلا جانا افضل ہی غرضکہ یہ وقت بھی لوگون کی غفلت کا وقت ہی [illegible] خیر مین بسر کرنا ایسا ہی جیسا تیسرے وقت مین عمدہ کام کرنا اور جو شخص زوال سے پیشتر سو چکا ہو اُسکو اسوقت سونا مکروہ ہی اسلیے کہ دن کو دو بار سونا اچھا نہین - اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ تین باتون پر اللہ تعالے بہت غصہ کرتا ہی اول ہنسنا بدون تعجب کے دوم کھانا بدون بھوک کے سوم دن کو سونا بدون شب بیداری کے - اور سونے کی مقدار معتدل یہ ہی کہ رات دن کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہین اُنمین سے آٹھ گھنٹے رات سے بہتر [illegible] سونے [illegible] صرف کرے اور اگر رات کو آٹھ گھنٹے سو چکا ہو تو پھر دن کو سونے کے کچھ معنی نہین ہان اگر رات کو کم سویا ہو تو دن کو اتنا اور [illegible] صلی اللہ علیہ و [illegible] گھنٹے ہو جاوے کیونکہ آدمی کو یہی کافی ہی کہ اگر ساٹھ برس کی عمر ہو تو بیس برس عمر مین سے کم ہو جاوین اور جس [illegible] اور [illegible] کل رات اور دن کی تہائی ہی تو ظاہر ہی کہ عمر کی تہائی کم ہو گئی لیکن اسلیے کہ سونا روح کی غذا ہی جیسے کھانا بدن کی غذا ہی اور ذکر اور [illegible] سونے کو بالکل منقطع کر دینا ممکن نہین اور درمیانی مقدار اسکی آٹھ گھنٹے ہین اور اس سے کم کرنا بعض اوقات بدن کو مضطر کر دیتا ہی پر بکلفت [illegible] عادت ڈالے تو ہو سکتا ہی کہ رفتہ رفتہ اسکا خوگر ہو جاوے اور اضطراب بھی نہونے پاوے - اور یہ وقت زیادہ لمبے وقتون مین سے ہی اور بندہ کو [illegible] زیادہ ہی اور آصال کا جو ذکر خدا تعالی نے فرمایا ہی چنانچہ ارشاد فرمایا وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعا وکرہا وظلالہم بالغدو والآصال اُنمین سے ایک یہ وقت ہی - اور جس صورت مین کہ جمادات اللہ تعالی کے لیے سجدہ کرتے ہون تو کیسے ہو سکتا ہی کہ بندہ باوجود عقل کے انواع عبادات سے غافل [illegible] چھٹا وقت اُسوقت سے شروع ہی کہ جبسے عصر کا وقت داخل ہوتا ہی اور سورۂ عصر مین اسی وقت کی قسم اللہ تعالی نے کھائی ہی ایک معنی والعصر کے یہی ہین اور وعشیا وحین تظہرون مین عشیا سے دو تفسیرون مین سے ایک کے موجب یہی وقت مراد ہی اور ایسا ہی بالعشی والاشراق مین سمجھنا چاہیے اور اسوقت مین بجز چار رکعتون کے درمیان اذان اور تکبیر عصر کے جیسے ظہر کے فرضون سے پہلے چار رکعتین تھین اور کوئی نماز نہین اُن چار رکعت نفل کے بعد فرض پڑھکر اور چار دن وظیفون مذکورۂ سابق مین مصروف ہو یہانتک کہ آفتاب دیوارون کی منڈیرون پر چلا جاوے اور زرد پڑ جاوے اور چونکہ اسوقت مین نماز ممنوع ہی تو بہتر یہ ہی کہ تلاوت قرآن کرے اور تامل اور سمجھنے کے ساتھ پڑھے کہ وہ ذکر اور دعا اور فکر سب کو شامل ہی تو [illegible] تلاوت مین تینون

دوسری میں سورۂ اخلاص ہو اور اُن میں نہ کوئی گفتگو حائل ہو نہ اور کوئی کام بلکہ فرضوں کے بعد ہی متصل پڑھ لے پھر ان دو کے بعد چار رکعتیں پڑھے پھر سرخی شفق کی غائب ہونے تک جو کچھ بن پڑے پڑھ لے اگر مسجد گھر سے نزدیک ہو اور عشا کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہنے کا ارادہ ہو تو ان نوافل کو گھر پر پڑھنے کا مضائقہ نہیں اور اگر عشا کا انتظار کرنا منظور ہو تب مسجد میں پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ ہو اور تکلف سے بچا ہوا ہو دوسرا وقت عشا کے وقت کی [illegible] سے لوگوں [illegible] کے وقت تک ہے اور یہ وقت اندھیرے کے مستحکم ہونے کا آغاز ہے اور اللہ تعالی نے اسوقت کی قسم کھائی ہے چنانچہ فرمایا واللیل وما وسق یعنے قسم ہے رات کی اور اندھیرے کی جو اسمیں جمع ہوتا ہے اور فرمایا اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل یعنے نماز [illegible] کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک اور تاریکی اسی وقت زیادہ ہو تو مستحکم ہو جاتی ہے اور اس وقت کے وظائف کی ترتیب تین باتوں [illegible] فرضوں کے سوا دس رکعتیں پڑھے چار تو فرضوں سے پیشتر تاکہ اذان و تکبیر کے درمیان کا وقت [illegible] دو کے بعد کہ اول دو رکعتیں ہوں اور پھر چار رکعتیں اور اُن میں قرآن میں سے مخصوص آیتیں پڑھے جیسے سورۂ [illegible] حدید کا شروع اور سورۂ حشر کا آخر اور دوسری اسیطرح کی آیتیں دوم یہ کہ تیرہ رکعتیں پڑھے کہ [illegible] علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے رات کو زیادہ سے زیادہ اتنی ہی رکعتیں پڑھی ہیں اور ہوشیار [illegible] تاکہ فرض [illegible] پڑھ لیتے ہیں اور قوی آخر شب کے اوقات اختیار کرتے ہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ اول شب [illegible] آنکھ نہ کھلے یا نماز کا پڑھنا بھاری پڑ جاوے ہاں جس صورت میں کہ پچھلے کو اٹھنا عادت ہو جاوے [illegible] آخر شب [illegible] کا پڑھنا افضل ہے پھر اس نماز میں مقدار تین سو آیتوں کی اُن خاص صورتوں میں سے پڑھنی چاہیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پڑھا کرتے تھے مثلاً سورۂ یٰسین اور الم سجدہ اور دخان اور ملک اور زمر اور واقعہ اور اگر نماز مذکور نہ پڑھے تو سونے سے پیشتر ان سب سورتوں کی خواہ بعض کی قرأت کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ہر شب پڑھا کرتے تھے تین حدیثوں میں مروی ہے اُن میں مشہور تر یہ سورۂ الم سجدہ اور ملک اور زمر اور واقعہ ہیں اور ایک روایت میں زمر اور بنی اسرائیل ہے اور ایک میں یہ ہے کہ آپ مسبحات یعنی حدید اور حشر اور صف اور جمعہ اور تغابن ہر شب پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے اور علما مسبحات کو چھ قرار دیتے ہیں اور سورۂ اعلی کو اول کی پانچ پر زیادہ کرتے ہیں اسوجہ سے کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربک الاعلی کو محبوب جانتے تھے اور وتر کی تین رکعتوں میں تین سورتیں سبح اسم اور کافرون اور اخلاص پڑھا کرتے تھے اور وتر سے فارغ ہو کر سبحان الملک القدوس تین بار ارشاد فرماتے۔ سوم وتر کا پڑھنا کہ سونے سے پہلے پڑھ لینی چاہیئں [illegible] عادت نہ ہو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ بدون وتر کے [illegible] سویا کرون۔ اور اگر تہجد کی عادت ہو تو تاخیر وتر افضل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہیں اور جب صبح ہو جانے کا تجکو خوف ہو تو ایک رکعت سے اسکو طاق کر دے۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وتر اول شب میں پڑھی اور درمیان میں اور آخر میں بھی اور آپ کے وتر کی نوبت سحر تک پہونچی تھی۔ اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہے کہ وتر تین طرح پر ہیں چاہو تو وتر اول شب پڑھو پھر تہجد کی دو دو رکعتیں پڑھو یعنے یہ تہجد اپنے پیشتر کے وتر سے ملکر طاق ہو جاویگا اور چاہو وتر ایک رکعت سے پڑھو پھر جب آنکھ کھلے تو اس میں دوسری رکعت ملا کر جفت کر دو پھر آخر شب میں وتر پڑھو اور چاہو سب سے پیچھے وتر پڑھو تاکہ آخر نماز وتر ہو جاوے یہ حضرت علی رضہ کا ارشاد ہے اسمیں سے اول اور تیسرے طور کا تو مضائقہ نہیں مگر دوسرے قول کے بموجب وتر کے توڑنے میں ممانعت آئی ہے اسکو توڑنا نہ چاہیے اور ایک مطلق روایت بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شب میں دو وتر نہیں اور جسکو اپنے جاگنے میں تردد ہو تو اسکو

یے ایک سہل تدبیر ہی جسکو بعض علما نے مستحسن جانا ہی وہ یہ ہی کہ وتر کے بعد سوتے وقت اپنے بستر پر بیٹھکر دو رکعتیں پڑھے آنحضرت جب اپنے بستر پر جاتے تو یہ دونون رکعتیں پڑھتے اول مین اذا زلزلت اور دوسری مین الہاکم التکاثر کیونکہ ان دونون سورتون مین خوف دلانا اور وعید ہی اور ایک روایت مین تکاثر کی جگہ قل یا ایہا الکفرون ہی کہ اسمین اورون کی عبادت سے تبری اور عبادت کا محض خدا تعالے کے لیے کرنا ہی غرضکہ ان دونون رکعتون کو پڑھکر اگر بغیر آنکھ کھلے تو یہ دونون رکعتیں قائم مقام ایک رکعت کے [illegible] جاوینگی اور پیشتر کے وترون سے ملکر گویا جفت ٹھہرینگی اسصورت مین نماز تہجد کے بعد وتر کی ایک رکعت ازسرنو پڑھ لینی بہتر ہی اور [illegible] مرکو ابو طالب مکی نے مستحسن جانا ہی اور فرمایا ہی کہ اسمین تین عمل ہین ایک زندگی کی توقع کم سمجھنی دوسرے وترون کا ہو جانا تیسرے آخر [illegible] ونا وتر کا ہونا اور یہ انکا قول تو درست ہی مگر اسمین ایک شبہہ ہوتا ہی کہ اگر یہ رکعتیں پہلے وترون کو جفت کر [illegible] آنکھ نہ کھلے او روتر اول باطل ہو جانے چاہیئن اسکے کیا معنی کہ اگر آنکھ کھلے تب تو وتر کو جفت کرین اور اگر آنکھ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے کہ آپنے ان دو رکعتون سے پیشتر وتر پڑھے ہین اور پھر آخر شب [illegible] سمجھ گا کہ یہ دونون رکعتیں ظاہر مین جفت ہین اور باطن مین طاق تو بنجانے کی صورت مین مع وتر [illegible] ت مین جفت پھر وتر کے سلام کے بعد یہ کہنا مستحب ہی سبحان الملک القدوس رب الملائکۃ [illegible] وتعززت بالقدرۃ وقہرت العباد بالموت مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر نماز [illegible] دو رکعتیں اور آپ نے فرمایا ہی کہ بیٹھنے والے کو کھڑے ہونے والے کی نسبت کرنصف ثواب ہی اور لیٹنے والے [illegible] بیٹھنے والے کی نسبت نصف ثواب ہی اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ نفل کا لیٹ کر پڑھنا بھی درست ہی تیسرا وقت رات کے وظیفون کا سونا ہی اور سونے کو وظیفہ جاننا کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اگر سونے کے آداب مرعی رہین تو اسکا شمار بھی عبادت ہی مین ہی چنانچہ مروی ہی کہ بندہ جب طہارت پر سووے اور اللہ تعالے کو یاد کرے تو اپنے بیدار رہنے تک نماز پڑھنے والا لکھا جاویگا یا اسکے لباس بدن مین فرشتہ آجاویگا کہ اگر سونے مین حرکت کیکے خدا تعالے کا ذکر کریگا تو فرشتہ اسکے لیے دعائے خیر کریگا اور خدا تعالے سے اسکے لیے مغفرت چاہیگا اور حدیث مین ہی کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ سوتا ہی تو اسکی روح عرش تک اٹھائی جاتی ہی یہ عام بندون کے حق مین ہی تو علما اور صاف دل والون کے لیے کیون نہو گا کہ انکو سونے مین اسرار معلوم ہوتے ہین اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ عالم کا سونا عبادت ہی اور اسکا سانس لینا تسبیح ہی اور حضرت معاذ بن جبل نے حضرت ابو موسی اشعری سے پوچھا کہ تم شب بیداری مین کیا کرتے ہو انھون نے فرمایا کہ مین تمام رات جاگتا ہون اور کچھ بھی نہین سوتا اور قرآن کو تدریج پڑھتا رہتا ہون یعنی لگاتار نہین پڑھتا تھوڑا سا پارہ ایکبار پڑھا پھر تھوڑی دیر کے بعد ذرا سا پڑھا [illegible] علی ہذا القیاس حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا کہ مین اول تو سوتا ہون پھر جاگتا ہون اور اپنے سونے مین ثواب کی نیت وہی کرلیتا ہون جو [illegible] مین کرتا ہون پھر دونون حضرات نے یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا آپ نے حضرت ابو موسی رضہ کو فرمایا کہ [illegible] ذم [illegible] یادہ فقیہ ہی اور سونے کے آداب دس ہین اول طہارت اور امساک کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ سوتا ہی تو اسکی روح کو عرش تک لیجاتے ہین اسوجہ سے اسکا خواب سچا ہوتا ہی اور اگر طہارت پر نہین سوتا تو اسکی روح وہان تک پہونچنے سے قاصر رہتی ہی اسوقت جو خواب دیکھتا ہی وہ پراگندہ ہوتا ہی سچ نہین ہوتا اس حدیث مین طہارت سے مراد ظاہر و باطن دونون کی طہارت ہی اور غیب کے حجابون کے برطرف ہونے مین باطن ہی کی طہارت موثر ہی دوم یہ کہ مسواک اور وضو کا پانی اپنے سرہانے رکھے اور رات کو اٹھنے کی نیت کرے اور جب آنکھ کھلا کرے مسواک کرے بعض اکابر سلف کی جب رات کو آنکھ کھلتی مسواک کر لیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ تمام رات مین کئی دفعہ مسواک کرتے ہر سونے کے وقت اور ہر ایک جاگنے کے وقت اور اگر اکابر کو پانی وضو کا نہ ملتا تھا تو صرف اعضا کو پانی سے مسح کر لیتے تھے - اور اگر پانی اسقدر بھی نہوتا تو قبلہ رخ بیٹھکر ذکر اور

دعا اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرت کے اور تفکر میں مشغول ہونا چاہیے کہ یہی تو تمام تہجد کے ہو جاویگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جو شخص اپنے بستر پر آوے اور اسکی نیت یہ ہو کہ رات سے اٹھکر نماز پڑھونگا پھر صبح تک اسکی آنکھ نہ کھلی تو جو کچھ اسنے نیت کی تھی وہ اسکے لیے
لکھی جاویگی یعنے تہجد پڑھنے کا ثواب ملیگا اور اسکا سوجانا خدا تعالیٰ کا صدقہ اسکے حق میں ہوگا سوم یہ کہ جس کسی کو کچھ وصیت کرنی ہو وہ جبھی
سووے کہ اپنی وصیت لکھکر سرہانے رکھ لے اسلیے کہ سونے میں قبض روح کا خوف ہے اور جو کوئی بدون وصیت مرجاتا ہے اسکو عالم برزخ میں بولنے کی
اجازت قیامت تک نہیں ہوتی مردے اسکے زیارت کو آتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں مگر وہ نہیں بولتا تو آپس میں کہتے ہیں کہ یہ مسکین بدون وصیت
کے مرا ہے اور ناگہانی موت کے خوف سے [illegible] کرنی مستحب ہے اور موت ناگہانی مردے کے حق میں تخفیف ہے مگر جو شخص کہ موت کے لیے تیار نہو اور
لوگوں کے حق سے پشت دوبار رکھتا ہو [illegible] کہ ہر ایک گناہ سے توبہ کرکے سب مسلمانوں سے صاف دل ہوکر سووے
نہ کسی کے ستانے کا ذکر اپنے جی میں کرے [illegible] وہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے بستر پر لیٹے اور
کسی کے ستانے کی نیت نہ رکھتا ہو [illegible] ہوگا وہ بخشا جاویگا پنجم یہ کہ عمدہ بچھونے بچھانے سے آرام طلب نہو بلکہ
بچھونے کو ترک کرے یا اسکے باب [illegible] والا تر سلف بچھونا بچھانا مکروہ جانتے تھے اور سونے کے لیے اسکو تکلف سمجھتے تھے
اور ارباب صفہ رضی اللہ عنہم سونے کے [illegible] فرماتے تھے کہ ہم خاک ہی سے پیدا ہوے اور اسی میں جاوینگے اور
اسی مرکو اپنے دلوں کی نرمی اور نفسوں کی تواضع [illegible] کا دل اس مشقت کو گوارا نکرے تو وسط درجہ کا بچھونا بچھالے
ششم یہ کہ جبتک نیند کا غلبہ نہو تبتک نہ سووے اور نیند کو زبردستی لیوے اور [illegible] صورت میں کہ آخر شب کو اٹھنے کے لیے سونے میں مدد چاہے
تو البتہ بتکلف سورہنے کا مضائقہ نہیں اکابر سلف کا سونا غلبہ نیند کی حالت میں ہوا کرتا تھا اور کھانا فاقہ کیصورت میں اور بولنا ضرورت کے وقت میں
اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انکا وصف فرمایا کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون اور اگر نیند اتنی غالب ہو کہ نماز اور ذکر کی مانع ہو اور یہ نہ جانے کہ کیا کہہ رہا ہے تو چاہیے
کہ سو رہے جبتک کہ اپنا قول سمجھنے لگے۔ اور حضرت ابن عباس رضی بیٹھکر اونگھنے کو مکروہ جانتے تھے اور ایک حدیث میں ہے کہ رات میں سختی مت کھینچو اور
کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں عرض کیا کہ فلاں عورت رات کو نماز پڑھتی ہے اور جب اسپر نیند غالب ہوتی ہے تو ایک رسی میں لٹک جاتی ہے
آپ نے اس امر سے ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی رات میں جسقدر رہو سکے نماز پڑھے اور جب اسکو نیند کا غلبہ ہو تو سو رہے اور فرمایا
کہ عمل میں سے اسیقدر کرو جسکی طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں تھکتا جبتک تم نہ تھکو۔ اور فرمایا کہ اس دین میں سے بہتر وہ ہے جو آسان ہے
اور کسی نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص نماز پڑھتا ہے اور سوتا نہیں اور روزے رکھتا ہے تو افطار نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ میں تو نماز بھی
پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں۔ یہ میرا طریق ہے جو اس طریق سے منھ موڑے وہ مجھسے نہیں۔ اور فرمایا
کہ اس دین سے مقابلہ نہ کرو یہ مضبوط ہے اور جو کوئی اس سے مقابلہ کریگا یعنی بہ تکلف اپنی طاقت سے زیادہ کام کا التزام اپنے ذمہ کریگا تو دین ہی اسپر
غالب آویگا پس اپنے نفس کے نزدیک عبادت الٰہی کو برا نہ ٹھہراو۔ ہفتم یہ کہ قبلہ رخ ہوکر سووے اور قبلہ رخ ہونا دو طرح ہے ایک تو ایسی طرح جیسے
مرنے والا لٹایا جاتا ہے یعنی چت لیٹے کہ منھ اور تلوے قبلہ کی طرف رہیں اور دوسری طرح لحد میں کی صورت ہے کہ داہنی کروٹ پر لیٹ کر منھ اور سامنے کا
جسم بدن کا قبلہ کیطرف کو کرے ہشتم یہ کہ سونے کے وقت دعا مانگے اور کہے باسمک ربی وضعت جنبی و بک ارفعہ آخر دعاؤں ماثورہ تک جو ہم باب نہم
میں لکھ آئے ہیں اور مستحب ہے کہ سونے کے وقت خاص آیتیں پڑھے مثلاً آیۃ الکرسی اور آخر سورہ بقرہ اور والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمن الرحیم ان فی
خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا
وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون کہتے ہیں کہ جو کوئی اس آیت کو سوتے وقت پڑھ لیاکرے
اللہ تعالیٰ اسکو کلام مجید یاد کرادے کہ کبھی نہ بھولے۔ اور سورہ اعراف میں سے یہ آیتیں پڑھے ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام

استوی علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العلمین ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ انہ
لا یحب المعتدین ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا وادعوہ خوفا وطمعا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین اور قل ادعوا اللہ سے سورۂ بنی اسرائیل
کے آخر تک کہ انکے پڑھنے سے ایک فرشتہ اسکے لباس مین داخل ہوکر اسکی حفاظت کرتا ہے اور اسکے لیے دعاے مغفرت کرتا ہے اور معوذتین کو پڑھکر
اپنے دونون ہاتھون پر دم کرے اور ہاتھون کو اپنے منھ پر اور تمام بدن پر پھیرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اسی طرح مروی ہے اور دس
آیتین سورۂ کہف کے شروع کی اور دس آیتین اسکے آخر کی پڑھے یہ آیتین رات کو آنکھ کھلنے کے لیے ہین کہ تہجد کے وقت جاگ اٹھے اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے نہین معلوم ہوتا کہ جس شخص کی عقل کامل ہو وہ بدون سورۂ بقر کی دو آخر کی آیتون کے پڑھے
سو رہے اور پچیس بار یہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تاکہ [illegible] ہوجاوین نہم یہ کہ سونے کے وقت
یہ دھیان کرے کہ سونا ایک طرح کی وفات ہے اور جاگنا ایک طرح کا جی اٹھنا [illegible] اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی
لم تمت فی منامہا اور فرمایا وہو الذی یتوفاکم باللیل غرضکہ [illegible] جاگنے والے کو سونے مین وہ مشاہدات
منکشف ہوتے ہین جو اسکے حالات کے مناسب نہین ہوتے [illegible] ایسی چیزین دیکھتا ہے کہ کبھی اسکے
دل مین نہ گذری ہون اور نہ حس سے محسوس ہوئی ہون اور نہ [illegible] ایسا ہے جیسے دنیا و آخرت کے درمیان مین
برزخ ہے لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کہا کہ بیٹا اگر تجھکو موت مین شک [illegible] سو جاتا ہے ویسے ہی مرجاویگا اور اگر تجھکو
مرنے کے بعد جی اٹھنے مین تردد ہے تو سوکر جاگیو مت کہ جیسے سونے کے بعد جاگتا ہے اسیطرح مرنے کے بعد جی اٹھیگا۔ اور کعب احبار نے فرمایا
کہ جب تو سووے تو اپنی دہنی کروٹ پر لیٹ اور منھ قبلہ کیطرف کو کر کہ سونا بھی ایک مرنا ہے۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جب سوتے تو اپنا رخسار مبارک دہنے ہاتھ پر رکھتے اور جانتے کہ اسی رات مین وفات پاؤنگا اور سب سے آخر دعا آپکی اسوقت یہ
ہوتی اللہم رب السموات السبع ورب العرش العظیم ربنا ورب کل شئی ملیک آخر دعا تک جو ہمنے باب الدعوات مین مذکور کی ہے غرضکہ بندے کا حق
یہ ہے کہ سوتے وقت اپنے دل کو ٹٹولے کہ کس بات پر سوتا ہے اور اسوقت دل پر کیا چیز غالب ہے اللہ تعالے کی محبت اور اسکے ملنے کی محبت غالب ہے
یا دنیا کی محبت زیادہ ہے اور یہ سمجھے یقین کرے کہ میری موت بھی اسی حال پر ہوگی جو دل پر غالب ہے اور اسی پر حشر ہوگا کہ آدمی جس شخص اور
جس چیز سے محبت رکھتا ہے اسی کے ساتھ رہتا ہے دہم جاگنے کے وقت دعا پڑھنا تو جب کبھی جاگے اور کروٹ لے تو اسوقت وہ دعا پڑھے جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے لا الہ الا اللہ الواحد القہار رب السموات والارض وما بینہما العزیز الغفار اور اس بات مین کوشش کرے کہ سونے
کے وقت بھی سب سے پیچھے دل پر خدا تعالے کا ذکر جاری رہے اور جاگنے کے وقت بھی سب سے اول ذکر اللہ دل پر جاری ہو کہ یہ محبت کی پہچان ہے
اور ان دونون حالتون مین دل اسی چیز کے ساتھ رہیگا جو اسپر غالب ہوچلے ہے آزما دیکھے کہ یہ علامت محبت دل کے اندر سے معلوم ہوا کرتی ہے اور
ذکر اسی لیے مستحب ہوئے ہین کہ دل کو اللہ تعالے کے ذکر کی طرف کشش ہو پس جب آنکھ کھلے اور اٹھنا چاہے تو کہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما
اماتنا والیہ النشور آخر دعا تک جو ہم جاگنے کی دعاؤن مین لکھ آئے ہین چوتھا وقت رات کے وظیفون کا آدھی رات کے گذر جانے سے
شروع ہوتا ہے اور اسکی انتہا اسوقت تک ہے کہ رات کا چھٹا حصہ باقی رہجاوے اسوقت مین آدمی کو تہجد کے لیے اٹھنا چاہیے کیونکہ تہجد وہی ہے جو بعد
ہجود یعنی خواب کے ہوا اور سونا آدھی رات تک ہوگیا اور یہ وقت دن کے اوقات مین سے زوال کے بعد کے وقت سے مشابہ ہے کہ وہ بھی
دن کے بیچا بیچ مین ہے اور یہ رات کے ٹھیک درمیان مین اور اسکی قسم اللہ تعالے نے کھائی ہے چنانچہ واللیل اذا سجی یعنی قسم ہے رات کی جب ٹھہر جاوے
اور اسکا ٹھہرنا اور آرام اسی وقت مین ہوتا ہے کہ کوئی آنکھ اسوقت مین جاگتی نہین بجز اس ذات پاک کی آنکھ کے جسکو اونگھ اور نیند کچھ نہین اور
بعضون نے یہ معنی کہے ہین کہ قسم ہے رات کی جب پھیل جاوے اور لمبی ہو اور کچھ لوگ کہتے ہین کہ سجی کے معنی ہین تاریک ہو بہر حال اسوقت کی

فضیلت مین کچھ شک نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ رات کے اجزا مین سے کون سا جزو ہو جسمین دعا زیادہ سُنی جاتی ہو اور مستحق قبول
ہوتی ہو آپنے فرمایا کہ رات کا درمیانی حصہ - اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب الہی مین عرض کیا کہ الہی مین یہ چاہتا ہون کہ تیری عبادت کرون پس
سب سے بہتر وقت اسکے کونسا ہو اللہ تعالی نے انکو وحی بھیجی کہ ای داؤد نہ اول شب مین اُٹھ نہ آخر مین کیونکہ جو اول شب مین جاگتا ہو وہ آخر شب
مین سو رہتا ہو اور جو آخر مین جاگتا ہو وہ اول مین نہین جاگتا اسصورت مین تو رات کے ٹھیک درمیان مین عبادت کر تاکہ تو میرے ساتھ تنہا ہو اور مین
تیرے ساتھ تنہا ہون اور تیری حاجتون کو پورا کرون - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ رات کا کونسا حصہ افضل ہو آپنے فرمایا کہ نصف
آخرین بہتر ہو اور آخر شب کے باب مین احادیث مین آیا ہو کہ عرش جھومتا ہو اور جنات عدن سے ہوائین چلتی ہین اور آسمان دنیا پر جناب باری کا نزول
اجلال ہوتا ہو اور سوا اسکے اور بہت [illegible] وارد ہوا [illegible] وقت کے وظیفہ کی ترتیب یہ ہو کہ جب جاگنے کی دعاؤن سے فارغ ہووے تو موجب بیان
سابق برعایت آداب وضو وغیرہ کیے [illegible] پھر اپنی جانماز پر آکر قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو اور یہ کہے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا
وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا پھر دس بار سبحان [illegible] اور دس بار لا الہ الا اللہ پھر کہے اللہ اکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ
والقدرۃ پھر یہ کلمات کہے کہ آنحضرت صلی [illegible] والا [illegible] کے وقت انکو پڑھا کرتے تھے اللھم لک الحمد انت نور السموات والارض ولک
الحمد انت بہاء السموات والارض ولک الحمد [illegible] انت قیام السموات والارض ومن فیھن ومن علیھن انت الحق
ومنک الحق ولقاءک حق والجنۃ حق والنار حق والنشور حق والنبیون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حق اللھم لک اسلمت وبک آمنت وعلیک توکلت والیک
انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت اللھم آت
نفسی تقوٰھا وزکھا انت خیر من زکٰھا انت ولیھا ومولٰھا اللھم اھدنی لاحسن الاعمال فانہ لا یھدی لاحسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت
اسألک مسألۃ البائس المسکین وادعوک دعاء المفتقر الذلیل فلا تجعلنی بدعائک رب شقیا وکن بی رؤفا رحیما یا خیر المسؤلین واکرم المعطین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے مروی ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اُٹھتے اور نماز شروع کرتے تو یہ فرماتے اللھم رب جبرئیل ومیکائیل واسرافیل فاطر السموات
والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم پھر نماز
شروع کرے اور دو رکعتین چھوٹی پڑھے پھر دو دو رکعتین جتنی بن پڑے پڑھ لے اور اگر وتر پہلے نہ پڑھے ہون تو وتر پر خاتمہ کرے اور مستحب ہو کہ جب دو رکعتون
کے بعد سلام پھیرے تو ہر سلام کے بعد سو دفعہ سبحان اللہ کہے تاکہ آرام ملتا جاوے اور سلام کا سرور زیادہ ہو - اور صحیح روایت مین آچکا ہو کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز شب مین اول دوگانہ خفیف پڑھا پھر دوگانہ لمبا ادا کیا پھر تیسرا دوگانہ دوسرے کی نسبت کم اور چوتھا تیسرے کی نسبت
کم اور اسیطرح ادا فرماتے یہانتک کہ تیرہ رکعتین ہو گئین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلعم نماز تہجد مین قرأت آواز سے پڑھتے تھے
یا آہستہ آپنے فرمایا کہ کبھی آواز سے اور کبھی آہستہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ رات کی نماز دو دو رکعتین ہین اور جب تمکو صبح ہو جانے کا
خوف ہو تو ایک رکعت کا وتر ادا کرو اور فرمایا کہ مغرب کی نماز دن کی نماز کو طاق کر دیتی ہو تو رات کی نماز کو طاق کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو
زیادہ سے زیادہ رکعتین تہجد کی پڑھنی ثابت ہوئی ہین وہ تیرہ ہین کہ آپ ان رکعات مین قرآن مجید کا معمولی ورد خواہ مخصوص سورتون مین سے جو آپکے
اوپر ہلکی ہوتین پڑھا کرتے تھے اور یہ مخصوص سورتین بھی ورد ہی کے حکم مین تھین اور جبتک کہ قریب رات کا چھٹا حصہ پچھلا نہ آجاتا تب تک آپ یہ رکعتین پڑھا کرتے
رہتے پانچوان وقت رات کے وظیفون کا رات کا چھٹا حصہ پچھلا ہو جسکا نام وقت سحر ہو اللہ تعالی فرماتا ہو وبالاسحار ھم یستغفرون یعنی سحر کے وقت وہ استغفار

کرلے ہین اسکے معنی بعض یہ کہتے ہین کہ نماز پڑھتے ہین کیونکہ نماز مین بھی استغفار ہوتا ہی اور یہ وقت فجر کے وقت کے قریب ہی جسوقت کہ رات کے فرشتون کے رخصت جانے اور دن کے فرشتون کے آنے کا وقت ہوتا ہی اور یہ وہ وقت ہی کہ حضرت سلمانؓ نے اپنے بھائی ابو درداءؓ کو بتایا جس شب کہ حضرت ابو درداءؓ کی ملاقات کو تشریف لائے تھے یہ قصہ ایک بڑی حدیث مین مذکور ہی اسکے آخر مین یہ ہی کہ جب رات ہوگئی تو حضرت ابو درداءؓ نماز کو چلے حضرت سلمان نے فرمایا کہ سو رہو وہ سوگئے پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اُٹھکر چلے اُنھون نے فرمایا کہ سو رہو وہ سو رہے جب صبح کا وقت قریب ہوا اُسوقت حضرت سلمانؓ نے اُنکو فرمایا کہ اب اُٹھکر نماز پڑھو پھر دونون نے تہجد پڑھا اور حضرت سلمانؓ نے اُنکو فرمایا کہ تمھارے اوپر کچھ حق تو تمھارے نفس کا ہی اور کچھ مہمان کا اور کچھ تمھاری بی بی کا تو حقدارون کا حق ادا کرنا چاہیے اور اس کہنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو درداءؓ کی بی بی نے حضرت سلمانؓ سے کہدیا تھا کہ تمھارے بھائی رات بھر نہین سوتے پھر صبح کو دونون صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور رات کی گفتگو [illegible] مین عرض کی آپ نے فرمایا کہ سلمانؓ نے درست کہا غرضکہ یہ پانچوان وقت ہی اسی مین سحر کھانی مستحب ہی لیکن اگر صبح صادق ہو جانے [illegible] کے اور وظیفہ اُسوقت اور جس وقت کا نماز ہی اور صبح صادق ہو جاوے تو آیت رات کے وظیفون کا خاتمہ ہوا دن کے [illegible] اور فجر کی سنتین پڑھے اور یہی معنی ہین اس آیت کے ومن اللیل فسبحہ وادبار النجوم یعنی اُسکی پاکی بول اور ستارون کے پیٹھ دیتے پیچھے [illegible] شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الا ہو العزیز الحکیم پھر یہ کہے وانا اشہد بما شہد اللہ بہ لنفسہ وشہدت بہ ملٰئکتہ و[illegible] وہی بی عند اللہ تعالی ودیعۃ واسئلہ حفظہا حتی تتوفانی علیہا اللہم احطط بہا عنی وزرا واجعل لی بہا عندک ذخرا واحفظہا علی [illegible] علیہا حتی القاک بہا غیر مبدل تبدیلا غرضکہ اوقات کی ترتیب عابدون کے لیے یہ تھی جو مذکور ہوئی اور اکابر سلف اُن باتون کے سوا ہر روز چار باتین اور بھی مستحب جانتے تھے روزہ رکھنا اور صدقہ دینا اگرچہ کم ہی ہو اور بیمار کو پوچھنا اور جنازے پر حاضر ہونا کہ حدیث شریف مین ہی کہ جو کوئی اُن چار باتون کو ایک دن مین کرے اُسکے گناہ بخش دیے جاوینگے اور ایک روایت مین ہی کہ وہ جنت مین داخل ہوگا اور اگر اتفاق سے اُن چیزون مین سے کچھ میسر ہون اور کچھ نہون تو اسکو ثواب سب باتون کا نیت کے بموجب ملیگا اور پہلے لوگ اس بات کو برا جانتے تھے کہ سارا دن گذر جاوے اور کچھ خیرات نہ کرین گو ایک خرما یا پیاز یا روٹی کا ٹکڑا ہی کیون نہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت مین آدمی اپنے صدقہ کے سایہ تلے رہیگا جبتک کہ آدمیون مین حکم اخیر ہوا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ آگ سے بچو اگرچہ خرمے کا ایک ٹکڑا ہی دیکر ہو اور حضرت عائشہؓ نے ایک سائل کو صرف ایک انگور دیا اُسنے لیا وہان جو لوگ موجود تھے سبھون نے ایک دوسرے کی طرف تاکنا شروع کیا حضرت عائشہؓ نے اُنکو فرمایا کہ تمکو کیا ہوا ہی اس انگور مین بہت سے ذرون کا وزن ہی یعنی خدا تعالے فرماتا ہی کہ جو ایک ذرہ کے برابر خیر کریگا وہ دیکھ لیگا تو اسمین تو بہت سے ذرے ہین اور اکابر سلف سائل کا پھیر دینا اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف ایسی ہی تھی ایسا نہین ہوا کہ آپ سے کسی نے کچھ مانگا ہو اور آپ نے انکار کر دیا ہو ہان اگر اُسکے دینے پر آپکو قدرت نہوتی تو چپ ہو جاتے تھے اور ایک حدیث مین ہی کہ ابن آدم صبح کرتا ہی اس حال مین کہ اُسکے بدن کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ ہوتا ہی اور بدن مین تین سو ساٹھ جوڑ ہین پس اچھی بات کے لیے تیرا کہنا صدقہ ہی اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہی اور ضعیف کی طرف سے کفیل ہونا صدقہ ہی اور رستہ بتانا صدقہ ہی اور ایذا کی چیز کا دور کرنا راستے مین صدقہ ہی یہان تک کہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کہنے کو بھی ذکر فرمایا پھر فرمایا کہ دو رکعتین چاشت کی صدقہ ہین ان سبکو ادا کرتا یا یون فرمایا کہ یہ سب اپنے لیے جمع کرلیتا ہی

چوتھا بیان اس امر کے ذکر مین کہ حالات کے مختلف ہونے سے اوقات کے معمولات مختلف ہو جایا کرتے ہین- جاننا چاہیے کہ جو شخص آخرت کی کھیتی کرنی چاہتا ہی اور طریق آخرت اختیار کرتا ہی وہ چھ حال سے خالی نہین یا عابد ہوگا یا عالم یا طالب علم یا حاکم یا اہل حرفہ یا موحد کہ واحد پاک مین مستغرق رہے اُسکے سوا کی طرف التفات نہ کرے اب ان سبکے معمولی وظائف جدا جدا ہین تفصیل سننا چاہیے اول عابد یعنی وہ شخص کہ محض عبادت کے لیے ہو رہے اُسکے سوا کوئی کام اُس سے نہو اور اگر عبادت کو چھوڑ دے تو نکما بیٹھا رہے اُسکے لیے اوقات و وظائف کی ترتیب وہی ہی جو ہمنے دن رات کے اوقات مین ذکر کی اور یہ بھی کچھ بعید نہین کہ اُسکے وظائف مین انکے اختلاف ہو اسطرح کہ اپنے اکثر اوقات کو صرف نماز مین

یا تلاوت میں یا سبحان اللہ کہنے میں مستغرق کردے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعض کا وظیفہ ایک دن میں بارہ ہزار دفعہ تسبیح کا تھا اور بعض اُن میں ایسے تھے کہ تیس ہزار بار سبحان اللہ کہتے تھے اور بعضوں کا معمول تین سو رکعتوں سے لیکر چھ سو اور ہزار رکعت تک کا تھا اور کم سے کم رکعتیں جو اُن سے مروی ہیں وہ دن رات میں سو رکعتیں ہیں اور بعضوں کا وظیفہ کثرت سے قرآن پڑھنے کا تھا کہ کوئی ایک روز میں ایک ختم کرتا تھا اور کسی سے دن میں دو ختم مروی ہیں اور بعض ایسے تھے کہ ایک دن یا تمام رات ایک ہی آیت کے فکر میں گذار دیتے تھے اور اسی کو بار بار پڑھتے جاتے تھے اور کرز بن وبرہ مکہ معظمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو ایک روز میں ستر طواف سات پھیروں کے کیا کرتے اسی طرح ہر شب میں ستر طواف کرتے تھے اور باوجود اسکے رات میں دو ختم قرآن مجید کے بھی کر لیتے تھے اب اگر اسکا حساب لگاؤ تو دن رات کے طوافوں میں قریب تیس کوس کے تو مسافت پڑتی ہے اور ہر سات پھیروں کے [illegible] دو رکعتیں طواف کی جمع کرنے سے دو سو اسی رکعتیں ہوتی ہیں اور دو ختم قرآن کے ہوئے تو بہت بڑی مشقت ہوئی۔ اب اگر یہ کہو کہ [illegible] وقت کس وظیفہ میں صرف کرنے بہتر ہیں تو اسکا حال یہ ہے کہ نماز میں کھڑے ہوکر قرآن مع تامل اور سمجھ کے پڑھ [illegible] ہیں چونکہ اسپر مواظبت کرنی مشکل ہے اسلیے ہر شخص کے حال کے لحاظ سے بہتر وظیفہ مختلف ہوگا اور غرض وظا [illegible] والا [illegible] اور نور ذکر الٰہی سے اُسکو آراستہ کرنا اور ذکر سے اُسکو پاک کرنا ہے تو طالب کو چاہیے کہ اپنے دل پر غور کرے [illegible] وہ ہو اُسی پر مواظبت کرے اور جب اُس سے دل کو تھکن اور اکتانا معلوم کرے تو دوسرا وظیفہ بدل لے اور اسی واسطے اکثر خلق کے حق میں ان امور خیر کا مختلف اوقات میں بموجب تفصیل گذشتہ کے بانٹنا اور ایک قسم سے دوسری قسم کو بدلتے رہنا ہی ہمکو اچھا معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ اکتا جانا سرشت انسانی پر غالب ہے اور ہر ایک شخص کے حالات اس باب میں بھی مختلف ہیں مگر جب وظائف کی غرض اور اصل معلوم ہوگئی تو جس وظیفہ سے اصل غرض حاصل ہوتی ہو اسی کو ہمیشہ اختیار کرنا چاہیے مثلاً اگر کوئی تسبیح سنے اور اُسکی تاثیر اپنے دل میں پاوے تو اُسکی تکرار پر مواظبت کرے جبتک اُسکی تاثیر ہو حضرت ابراہیم ابن ادہم بعض ابدال کی نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک رات دریا کے کنارے نماز پڑھتے تھے کہ ایک آواز بلند تسبیح کی سُنی اور کسی کو نہ دیکھا تب کہا کہ تو کون ہے کہ میں تیری آواز سنتا ہوں اور جسم نہیں دیکھتا اُسنے کہا کہ میں فرشتہ ہوں اور اس دریا پر معین ہوں جب سے میں پیدا ہوا ہوں اسی تسبیح سے خدا تعالیٰ کی پاکی بولتا ہوں پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے کہا مہلہیائیل ان ابدال نے پھر پوچھا کہ اس تسبیح کے پڑھنے والے کا ثواب کیا ہے اُس فرشتے نے کہا کہ جو کوئی اُسکو سو بار پڑھ لے وہ مرنے سے پیشتر اپنی جگہ جنت میں دیکھ لیتا ہے اور وہ تسبیح یہ تھی سبحان اللہ

العلی الدیان سبحان اللہ الشدید الارکان سبحان من یذہب باللیل ویاتی بالنہار سبحان من لا یشغلہ شان عن شان سبحان اللہ الحنان المنان

سبحان اللہ المسبح فی کل مکان پس یہ تسبیح یا اور ایسی ہی اگر طالب کے کان میں پڑے اور دل میں اُسکی تاثیر پاوے تو اسکا التزام کرے اور جس چیز سے دل میں اثر ہوا اور خیر کا دروازہ اُسکے منہ پر اس سے کھلتا ہو اُسی پر مواظبت کرے دوم عالم جو فتوی دینے اور پڑھانے اور تصنیف کرنے سے لوگوں کو فائدہ پہونچاتا ہو تو اسکے اوراد کی ترتیب عابد کے وظائف سے مختلف ہے کیونکہ عالم کو کتابوں کا مطالعہ کرنا اور تصنیف کرنا اور پڑھانا ضروری چیزیں ہیں اور اُنکے لیے وقت درکار ہے پس اگر وہ اپنے سارے اوقات انھیں امور میں مستغرق کردے تو فرائض و سنن کے بعد اور کوئی چیز اُس سے بڑھکر نہیں اور باب العلم میں جو سیکھنے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت ذکر کی ہے وہ اسکی دلیل ہے اور کیسے نہو کہ علم میں تو ذکر الٰہی کی مواظبت اور اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلعم کے قول میں تامل کرنا ہی ہوتا ہے اور لوگوں کو فائدہ پہونچانا اور طریق آخرت بتانا اسی سے ہوتا ہے اکثر مسائل ایسے ہیں کہ اُنھیں سے طالب علم ایک سیکھکر اپنی عمر بھر کی عبادت کی اصلاح کر لیتا ہے اور اگر اُسکو نہ سیکھتا تو سعی رائگان جاتی اور ہماری غرض اُس علم سے جو عبادت پر مقدم ہے وہ علم ہے جو لوگوں کو آخرت کی ترغیب دیوے اور دنیا میں اُنکو زاہد کردے اور جب اُسکو سلوک طریق آخرت کی مدد کے لیے سیکھیں تو اس باب میں اُنکا ممد ہے اور وہ علوم مراد نہیں ہیں جنسے مال وجاہ اور لوگوں کے درمیان مقبول ہونے کی خواہش زیادہ

ہو اور عالم کے حق میں بھی بہتر یہی ہے کہ اپنے اوقات کو کاموں کے لیے بہانٹ دے کیونکہ سارے اوقات تعلیم میں بسر کرنے کی تاب طبیعت کو نہیں ہے صورت
میں تقسیم اوقات یوں مناسب ہے کہ صبح سے آفتاب نکلنے تک تو ذکر اور وظائف کے لیے کر دے جیسے ہمنے دن کے اوقات میں پہلے وقت کا حال لکھا ہے
اور طلوع کے بعد سے دوپہر تک پڑھانے میں صرف کرے بشرطیکہ کوئی شخص آخرت کے لیے پڑھا چاہتا ہو اور اگر ایسا طالب علم نہو تو ہوقت کو فکر میں
بسر کرے اور وہ چیزیں سوچے جو علوم دینی میں سے مشکل ہوں اسلیے کہ ذکر کرنے کے بعد اور دنیا کے ترددات میں مشغول ہونے سے پیشتر دل کی
صفائی مشکلات کے سمجھنے پر ممد ہوا کرتی ہے اور دوپہر سے عصر تک تصنیف اور کتابت ہی میں صرف کرے اور اسکو بجز کھانے اور پاخانہ اور فرض نماز
اور دن کو تھوڑا سا سونے کے اوقات کے اور کسی وقت میں ترک نہ کرے اور دن کا سونا بھی ایسی صورت میں ہے کہ دن بڑا ہو اور عصر سے آفتاب کے زرد
ہونے تک جو کوئی تفسیر اور حدیث اور علم مفید اس سے پڑھے اسکے سننے میں مشغول رہے اور آفتاب کے زرد پڑ جانے سے غروب تک استغفار اور تسبیح میں
مشغول رہے غرضکہ اول وقت طلوع سے پیشتر کا تو عمل زبانی میں گذریگا اور دوسرا وقت [illegible] زبان میں بسر ہوگا اور تیسرا وقت عصر تک
آنکھ اور ہاتھ کے عمل میں تمام ہوگا کہ آنکھوں سے مطالعہ کریگا اور ہاتھ [illegible] کے بعد کا کان کے عمل میں ختم ہوگا تاکہ
آنکھ اور ہاتھ آرام لے لیں اور نیز بعد عصر کے لکھنے اور مطالعہ کرنے سے [illegible] چنانچہ ان وقت زردی کے بعد کا بجز ذکر زبانی
میں مصروف ہوگا تو اس صورت میں کوئی حصہ دن کا اعضا کے اعمال [illegible] دل بھی حاضر رہیگا۔ اور رات کی تقسیم
عالم کے باب میں وہی بہتر ہے جو امام شافعیؒ نے کر رکھی تھی کہ رات کے تین حصے کرتے ایک تہائی تو مطالعہ اور علم پڑھانے کے لیے دوسری تہائی درمیان
شب کی نماز کے لیے اور پچھلی تہائی سونے کیواسطے اور یہ بات تو جاڑوں میں ہو سکتی ہے مگر گرمی کے موسم میں غالباً اسکا تحمل اسکو نہو مگر ایک صورت
سے کہ دن کو بہت سا لیوے حاصل یہ کہ عالم کے اوقات کی ترتیب ایسی ہونی چاہیے جیسے مذکور ہوئی سوم طالبعلم اسکو طلب علم میں مشغول ہونا ذکر اور
نوافل میں لگے رہنے کی نسبت کر اچھا ہے اسی لیے ترتیب اوقات کے باب میں اسکا اور عالم کا ایک حکم ہے اتنا فرق ہے کہ جس وقت میں عالم افادہ میں مشغول
ہو اس وقت طالبعلم استفادہ میں مصروف ہو اور جو وقت عالم کی تصنیف کا ہو اس وقت یہ حاشیہ چڑھا ہم اور کتابت کرنی اختیار کرے باقی اوقات
اسیطرح ہیں جیسے ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اور جو کچھ ہمنے باب العلم میں علم کی اور اسکے سیکھنے کی فضیلت لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کا سیکھنا
اُن وظائف سے بہتر ہے بلکہ اگر کوئی شخص مجلس علم میں حاضر ہو کر یوں نہ سیکھے کہ لکھتا جاوے اور یاد کرتا جاوے کہ عالم ہو جاوے بلکہ وہ شخص عوام
ہی میں سے ہو تب بھی اسکا ذکر اور وعظ اور علم کی مجلسوں میں حاضر ہونا ان وظائف سے کہیں اچھا ہے جو ہم بعد صبح اور طلوع کے پیچھے اور دوسرے تمام
اوقات میں لکھ آئے ہیں کیونکہ ابوذرؓ کی حدیث میں آچکا ہے کہ مجلس ذکر میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے اور ہزار جنازوں کے شریک ہونے سے اور ہزار بیمار
پرسی سے اچھا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جب تم جنت کے گلزار دیکھو تو انمیں چرو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت کے گلزار کیا ہیں آپنے فرمایا کہ
ذکر کے حلقے اور کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ اگر علما کے مجالس کا ثواب لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاوے تو اسپر کٹ مریں یہانتک کہ ہر ایک امیر اپنی امارت
چھوڑ دے اور ہر ایک بازاری اپنے بازار سے دست بردار ہو۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ آدمی اپنے گھر سے ایسی طرح نکلتا ہے کہ اسپر تہامہ کے پہاڑوں کے
برابر گناہ ہوتے ہیں مگر جب کسی عالم کا کلام سنتا ہے تو اپنے گناہوں پر افسوس و ندامت کرتا ہے اور اپنے گھر ایسی طرح لوٹتا ہے کہ اسپر کوئی گناہ نہیں ہوتا پس تم
علما کی مجلسوں سے علیحدہ مت رہو کہ اللہ تعالے نے تمام روے زمین پر کوئی جگہ علما کے مجالس سے بزرگتر نہیں پیدا کی۔ اور کسی شخص نے حضرت حسن بصریؒ
سے کہا کہ میں آپ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ مجالس ذکر میں بیٹھا کر سختی دل جاتی رہیگی۔ اور عمار زاہد نے مسکینہ طفاویہ کو
خواب میں دیکھا جو ہمیشہ ذکر کے حلقوں میں حاضر ہوتی تھیں اور کہا کہ اے مسکینہ مرحبا اُسنے کہا کہ اب مسکنت دور ہو گئی اور تونگری آئی عمار نے کہا کہ بیتو
کہو مسکینہ نے کہا کہ اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جسکے لیے جنت بالکل مباح کر دیگئی عمار نے کہا کہ یہ درجہ کس سبب سے حاصل ہوا کہا کہ اہل ذکر کے پاس
بیٹھنے سے۔ حاصل یہ کہ اگر کسی واعظ خوش کلام پاک سیرت کے کہنے سے دل کے اوپر سے محبت دنیا کی گرہوں میں سے ایک بھی کھلجاوے تو یہ سکی

۱۱۷- باب العلم میں گذری ۱۲ ۲۶-۲۲- باب العلم میں گذری ۱۲-

نسبت کرا شرف اور مفید تر ہی کہ باوجود دل مین دنیا کی محبت ہونے کے بہت سی رکعتین آدمی پڑھے چہارم اہل حرفہ کہ اپنے عیال کیلیے کمائی کا محتاج ہو اسکا جائز نہین کہ اپنے عیال کو فاقون مار ڈالے اور سارے اوقات عبادتون مین مستغرق کردے بلکہ اسکو یہی چاہیے کہ کام کے وقت بازار جاوے اور اپنے پیشہ مین مشغول ہو ہان مناسب یہ ہی کہ اپنے پیشہ مین ذکر آلہی کو نہ بھولے بلکہ تسبیحات اور ذکر اور تلاوت پر مواظبت رکھے کہ یہ باتین کام کرنے کے ساتھ بھی ممکن ہین البتہ نماز کام کے ساتھ مین نہین ہوسکتی لیکن جس صورت مین کہ باغ وغیرہ کا محافظ ہو تو نماز کا ورد بھی ادا کرسکتا ہی اور جب مقدار کفایت کما چکے تو چاہیے کہ وہی وظائف معمولی بجالاوے جو اوپر مذکور ہوے اور اگر دن بھر پیشہ مین لگا رہے اور جو اپنی حاجت سے زائد ہو اسکو دیڈالے تو یہ اُن اوراد سے بہتر ہی جو ہمنے لکھے ہین کیونکہ جس عبادت کا فائدہ اورون کو بھی پہونچے وہ اُس سے بہتر ہی کہ اسکا نفع خاص ایک ہی شخص کو ہو اور صدقہ اور [illegible] بذات خود ایسی عبادت ہین کہ اللہ تعالیٰ سے نزدیک کرتی ہین پھر اُس سے دوسرون کو فائدہ پہونچتا ہی اور مسلمانون کی دعا کی برکت [illegible] سے ثواب دوناچوگنا ہوجاتا ہی پنجم حاکم جیسے امام اور قاضی اور مسلمانون کے امور کے نگرانی کا متولی تو ایسے شخص کے حق مین مسلمانی [illegible] والا اور شریعت کے موافق اخلاص کی نیت سے اُنکی غرضین نکالنیں اوراد مذکورہ کی نسبت کر بہتر ہی اسلیے اُسکے حق مین [illegible] فرض نماز پر اکتفا کرکے لوگون کے حقوق مین مشغول رہے اور وظائف کو رات مین ادا کرے جیسے حضرت عمر رض کیا کرتے تھے چنانچہ انھون نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھکو نیند سے کیا علاقہ کہ اگر مین دن کو سوؤن تو مسلمانون کو تلف کرتا ہون اور رات کو سوتا ہون تو اپنے نفس کو تباہی مین ڈالتا ہون اور بیان گذشتہ سے تمنے سمجھ لیا ہوگا کہ دو باتین عبادات بدنی پر مقدم ہوتی ہین اول علم دوسری مسلمانون کے ساتھ نرمی برتنی اسلیے کہ یہ دونون چیزین بذات خود عمل و عبادت ہین اور عبادات مین سے انھین کو فضیلت ہوتی ہی جنکا فائدہ دوسرون کو پہونچے اور نفع پھیلے چونکہ یہ دونون باتین اسی قسم کی ہین اسلیے عبادات پر مقدم ٹھہرین ششم وہ موحد کہ واحد پاک مین مستغرق ہو اور اُسکے سوا اُسکو اور کوئی فکر ہی نہ رہا ہو نہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور سے محبت کرتا ہو اور نہ اُسکے سوا کسی سے ڈرتا ہو اور نہ کسی دوسرے سے رزق کی توقع رکھتا ہو اور جب کسی چیز کو دیکھتا ہی تو اسمین خدا ہی نظر آتا ہی پس جس شخص کا رتبہ اس درجہ پر پہونچ جاوے تو اُسکو اپنے اوقات کے بانٹنے اور پھیرنے کی ضرورت نہین بلکہ بعد فرائض کے اُسکے لیے ایک ہی وظیفہ ہی یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر حال مین دل کا حاضر رہنا یعنی جو امر اُسکے دل مین گذرے اور جو آواز کان مین پڑے اور جو شے آنکھون کے سامنے ہو سب مین اُسکو عبرت اور فکر مزید حاصل ہو نہ اسکا کوئی محرک خدا تعالیٰ کے سوا ہو اور نہ کوئی ساکن کرنے والا ایسے شخص کے جمیع حالات اس بات کے شایان ہوتے ہین کہ اُسکے زیادتی مراتب کے سبب ہون اسی وجہ سے ایسے لوگون کے نزدیک ایک عبادت اور دوسری مین کچھ فرق نہین ہوتا ہی یہی لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ کیطرف گریز کر گئے ہین اور انھین کے حق مین اللہ تعالیٰ کا یہ قول صادق ہوا ہی واذ اعتزلتموہم وما یعبدون الا اللہ فأووا الی الکہف ینشر لکم ربکم من رحمتہ اور اس آیت مین بھی انھین کیطرف اشارہ ہی انی ذاہب الی ربی سیہدین اور یہ درجہ صدیقون کے رتبہ کی انتہا ہی اس درجہ پر آدمی نہین پہونچتا ہی مگر بعد اسکے کہ ایک مدت دراز تک ترتیب اوراد اور اُنکی مواظبت کرے پس طالب آخرت کو نہ چاہیے کہ ان باتون مین سے کچھ سنکر براہ مغالطہ اپنے نفس مین اُسکا مدعی ہو اور اپنی معمولی عبادتون مین سستی کرنے لگے کیونکہ ایسے لوگون کی پہچان یہ ہی کہ اُنکے دلون مین کوئی وسوسہ نہ کھٹکے نہ گناہ کا خطرہ ہو نہ ہجوم اہوال اپنی جگہ سے ہلین نہ بڑے بڑے اشغال اُنکے مقصود کے حارج ہون پس یہ رتبہ ہر شخص کو کہان نصیب ہی اسصورت مین تمام لوگون کے حق مین اوراد کی ترتیب ویسی ہی ہی جیسی ہمنے ذکر کی ہی اور جو کچھ ہمنے ذکر کیا ہی وہ سب اللہ تعالیٰ کیطرف کے رستے ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ہو اہدی سبیلا راہ یاب سب ہین مگر بعض کو بعض کی نسبت کر ہدایت زیادہ ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ ایمان کے تین سو تینتیس طریقے ہین جو شخص کہ انمین سے ایک طریق کی شہادت پر بھی مریگا وہ جنت مین داخل ہوگا۔ اور بعض علمانے فرمایا ہی کہ ایمان موافق شمار رسولون کے تین سو تیرہ اخلاق ہین پس جو ایماندار کہ اُنمین سے ایک خلق پر ہی وہ اللہ کیطرف سے رستے کا سالک ہی حاصل یہ کہ لوگون کے طریقے اگرچہ عبادت کے باب مین مختلف ہین مگر سب راہ پر ہین آیت اولئک الذین

یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ ایہم اقرب انکا مصداق ہوئے نہین اگر فرق ہو تو صرف قرب کے درجات مین ہو نہ اصل قرب مین اور سب سے قریب اللہ تعالی
کیطرف وہ ہین جو سبکی نسبت کے زیادہ عارف ہین اور سب سے زیادہ عارف ضرور ہو کہ وہی ہونگے جو اسکی عبادت زیادہ کرتے ہون کیونکہ جو شخص کسی کو پہچان لیتا ہو
وہ دوسرے کی عبادت نہین کرتا ۔ اور وظیفون کے باب مین ہر صنف کے حق مین اصل مداومت ہو کیونکہ غرض مخالفت سے صفات باطنی کا بدلنا ہو اور عمل کا
ایک دو بار کرنا تاثیر کم کرتا ہو بلکہ اسکا اثر معلوم بھی نہین ہوتا اثر تو سب اعمال پر مترتب ہوا کرتا ہو اور جب ایکبار عمل کرنے کا اثر ظاہر مین معلوم نہین ہوتا اور
دوسری بار اور تیسری بار کے کرنے سے اسکی لشتی جلد نہین کیجاتی تو اول کا اثر بالکل ہی مٹ جاتا ہو اور اسکا حال فقیہ کا سا حال ہو جاتا ہو جو یہ چاہے کہ مین
خوب فقیہ ہو جاؤن کہ وہ کبھی بدون بہت سی دفعہ مسائل کے دوہرانے کے فقیہ ہوگا اگر مثلا ایک رات بیٹھکر مسائل کو دو چار بار کہہ لے اور مہینہ بھر یا مہینہ بھر چھوڑ دے
پھر ایک رات مین محنت کرے تو اسکا کچھ اثر ہوگا اور اگر اس محنت کو بہم راتون پر تقسیم کرکے ہر شب تھوڑی [illegible] محنت کیا کرے تو اسکا اثر مستحکم ہوگا اور
اسی بھید کی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل [illegible] حضرت عائشہ رض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے عمل کا حال لوگون نے پوچھا تو فرمایا کہ آپکا عمل دائمی تھا اور جب کوئی عمل [illegible] اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا ہو کہ جس شخص کو خدا تعالی نے کسی عبادت کا عادی کر دیا ہو اور وہ [illegible] اس سے نہایت ناراض ہوتا ہو اور یہی سبب
تھا کہ آپ سے جب باہر کے لوگون کے آنے کی جہت سے دو رکعتین رہ گئین تو انکو [illegible] تدارک مافات کیلیے پڑھ لیا پھر آیندہ کو وہ دو رکعتین ہمیشہ
عصر کے بعد پڑھتے رہے مگر اپنے مکان پر پڑھین مسجد مین نہ پڑھین تاکہ کوئی اس باب مین آپکی پیروی نہ کرے اس امر کو حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ
عنہما نے روایت کیا ہو اب اگر یہ کہو کہ عصر کے بعد کا وقت تو مکروہ ہو اسمین دوسرے شخص کو بھی آنحضرت صلعم کی اقتدا سے یہ دو رکعتین جائز ہین کہ نہین تو
اسکا جواب یہ ہو کہ اسوقت مین نماز کا مکروہ ہونا تین وجہون سے ہم بیان کر چکے ہین اول آفتاب پرستون کی مشابہت سے بچنا یا شیطان کے سینگ نکلنے
کے وقت سجدہ سے احتراز کرنا یا اکتانے کے خوف سے عبادت مین آرام کا لیجانا اور یہ تینون صورتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ہو نہین سکتیں پس کسی
اس باب مین دوسرے کو آپکا اوپر قیاس نہین کرسکتے اور اسکا شاہد یہ ہو کہ آپ نے اس فعل کو گھر مین کیا تاکہ کوئی آپکی اقتدا نہ کرے ۔

دوسری فصل مغرب و عشا کے درمیان کی عبادت اور رات کی عبادت کی فضیلت مین اور ان سببون کے ذکر مین جنسے رات کو جاگنا آسان ہو اور
رات کے بانٹنے کی کیفیت اور ان راتون کے بیان مین جنکا جاگنا اور عبادت کرنا مستحب ہو اور اس فصل مین پانچ بیان ہین

پہلا بیان مغرب و عشا کے درمیان کی عبادت وغیرہ کی فضیلت مین حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالی کے نزدیک سب
نمازون مین افضل مغرب کی نماز ہو کہ اسکو نہ مسافر سے کم کیا نہ مقیم سے رات کی نماز کو اس سے شروع کیا اور دن کی نماز کو اس سے تمام کیا پس جو شخص
مغرب کی نماز پڑھے اور بعد اسکے دو رکعتین پڑھے اللہ تعالی اسکے لیے دو محل جنت مین بناوے راوی فرماتے ہین کہ مجھے معلوم نہین کہ سونے کے فرمائے یا چاندی
کے اور جو شخص اسکے بعد چار رکعتین پڑھے اللہ تعالی اسکے بیس برس کے گناہ بخشدے یا چالیس برس کے گناہ فرمائے اور حضرت ام سلمہ اور حضرت ابو ہریرہ رض
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی مغرب کے بعد چھ رکعتین پڑھے تو اسکے لیے یہ رکعتین ایک برس کامل کی عبادت کے برابر
ہونگی یا یہ فرمایا کہ گویا شب قدر کو تمام رات نماز پڑھی ۔ اور سعید بن جبیر حضرت ثوبان رض سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
اپنے آپکو کوئی کلام نہ کرے تو اللہ تعالی پر شایان ہوگا کہ اسکے لیے دو محل جنت مین بناوے کہ ان دونون مین سے ہر محل کا فاصلہ سو برس کی راہ ہوگا اور
دونون کے درمیان مین درخت لگادیگا کہ اگر تمام زمین والے پھرین تو سب کی گنجایش کر جاوین ۔ اور ایک حدیث مین فرمایا جو شخص مغرب اور
عشا کے درمیان مین دس رکعتین پڑھے اللہ تعالی اسکے لیے ایک محل جنت مین بناوے پس حضرت عمر رض نے فرمایا کہ یا رسول اللہ تب تو ہمارے
محل بہت سے ہو جاوینگے آپ نے فرمایا کہ اللہ بہت بڑا ہو اور بڑے فضل والا یا یہ فرمایا کہ اللہ بہت پاک ہو ۔ اور حضرت انس بن مالک رض سے مروی ہو کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز مغرب جماعت مین پڑھے پھر اسکے بعد دو رکعتین پڑھے اور اس درمیان مین دنیا کے باب مین کچھ نہ بولے اور

پہلی رکعت مین الحمد اور دس آیتین سورہ بقر کے شروع کی اور دو آیتین اسکے درمیان کی یعنی والٰہکم الٰہ واحد سے لقوم یعقلون تک اور پندرہ بار قل ہو اللہ پڑھے پھر رکوع اور سجدہ کرے جب دوسری رکعت کو کھڑا ہو تو الحمد اور آیۃ الکرسی اور دو آیتین اسکے بعد اولٰئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون تک اور تین آیتین سورہ بقر کے آخر کی للہ ما فی السموات وما فی الارض سے آخر سورہ تک اور قل ہو اللہ احد پندرہ بار پڑھے تو اسکا ثواب حدیث مین بیقدر ذکر فرمایا کہ خارج از حصر ہو اور کرز بن دبرہ جو ابدال مین سے ہین کہتے ہین کہ مین نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجکو کوئی ایسی چیز بتاؤ کہ مین اسکو ہر شب کیا کرون انھون نے فرمایا کہ جب تم مغرب پڑھو تو عشا کے وقت تک نماز ہی مین رہا کرو اور کسی سے کلام مت کرو اور درمیان نماز ہی مین کسی اور ہر دوگانہ کے بعد سلام پھیرو اور ہر رکعت مین ایکبار الحمد اور تین بار سورہ اخلاص پڑھو اور جب عشا کی نماز سے فارغ ہو تو اپنے مکان کو چلے آؤ اور کسی سے کلام نہ کرو اور دو رکعتین مکان مین پہونچکر پڑھو ہر رکعت مین الحمد ایکبار اور قل ہو اللہ سات بار پھر سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرو اور سات بار اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کرو اور سات بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر اپنا سر سجدے سے اٹھا کر برابر بیٹھ جاؤ اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھو یا حی یا قیوم یا ذا الجلال والاکرام یا الٰہ الاولین والآخرین یا رحمن الدنیا والآخرۃ ورحیمہما یارب یارب یارب یا اللہ یا اللہ یا اللہ پھر کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ اٹھا کر یہی دعا مانگو پھر بستر پر جا کر داہنی کروٹ پر لیٹ رہو اور آنحضرت صلعم پر درود پڑھو اور درود پڑھتے پڑھتے سو رہو مین نے کہا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ یہ بتا دین کہ آپ نے یہ دعا کس سے سنی ہے انھون نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعا کی وحی ہوئی تھی اور آپ نے ایک شخص کو تعلیم فرمائی تھی مین اسوقت آپ کی خدمت مین گیا تھا اور آپ کے پاس موجود تھا یہ معاملہ میرے سامنے ہوا یس جس شخص کو آنحضرت صلعم نے سکھائی تھی اس سے مین نے سیکھی ہے اور کہتے ہین کہ جو کوئی اس دعا اور اس نماز پر حسن یقین اور صدق نیت سے مداومت کرے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نکلنے کے پیشتر خواب مین دیکھے اور بعض لوگون نے جو اس عمل کو کیا تو خواب مین دیکھا کہ جنت مین داخل کیے گئے اور وہان انبیا علیہم السلام کو دیکھا اور اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوے اور آپ نے ان سے گفتگو فرمائی اور تعلیم فرمایا حاصل یہ کہ اسوقت کی عبادت کی فضیلت مین بہت کچھ وارد ہوا ہے یہانتک کہ کسی نے علید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولی سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے نماز فرض کے اور کسی نماز کے لیے بھی حکم فرماتے تھے کہ نہین انھون نے فرمایا کہ ہان مغرب اور عشا کے درمیان کی نماز کے لیے ارشاد فرمایا کرتے تھے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مغرب اور عشا کے درمیان مین نماز پڑھے تو یہ نماز اوابین کی ہے اور اسود کہتے ہین کہ مین جب کبھی حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت مین اسوقت حاضر ہوا تو انکو نماز پڑھتے دیکھا مین نے آپ سے اسکی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ یہ وقت غفلت کا ہے اسلیے اسمین نماز پڑھتا ہون - اور حضرت انسؓ اس نماز پر مواظبت فرماتے اور کہتے کہ یہ ناشئۃ اللیل یعنی رات کی طاعت ہے اور اسی کے باب مین یہ آیت اتری ہے تتجافیٰ جنوبہم عن المضاجع اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے ابو سلیمان دارانیؒ سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ بہتر ہے کہ مین دن کو روزہ رکھون اور مغرب و عشا کے درمیان مین کھانا کھاؤن یا یہ اچھا ہے کہ دن کو افطار کرون اور اسوقت مین نماز پڑھون آپ نے فرمایا کہ روزہ بھی رکھو اور نماز بھی پڑھو مین نے کہا کہ اگر دونون نہو سکین فرمایا کہ دن کو افطار کرو اور اسوقت مین نماز پڑھو

دوسرا بیان رات کے جاگنے اور عبادت کرنے کی فضیلت مین

آیتین اس باب مین یہ ہین ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ الآیۃ اور فرمایا ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطأ واقوم قیلا اور فرمایا تتجافیٰ جنوبہم عن المضاجع اور فرمایا امن ہو قانت آناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الآخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ اور فرمایا والذین یبیتون لربہم سجدا وقیاما اور فرمایا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ بعضون نے اس نماز کو شب کی نماز کہا ہے کہ اسپر صبر کرنے سے مجاہدہ نفس پر استعانت لیجاتی ہے اور احادیث بھی اسکے فضائل مین بہت ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ شیطان تم مین سے ایک شخص کی گدی پر جب وہ سوتا ہے تین گرہین لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہی پھونک دیتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے سو رہ پس اگر وہ شخص جاگے اور خدا تعالیٰ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھلجاتی ہے اور اگر وضو کرے تو دوسری گرہ ڈھیلی ہوتی ہے اور اگر نماز

پڑھی تو تیسری گرہ کھلجاتی ہی اور صبح کو سرور کے ساتھ طیب النفس اُٹھتا ہی ورنہ نفس کا خبیث اور سست اُٹھتا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا مذکور ہوا کہ وہ تمام رات سوتا رہا یہانتک کہ صبح ہو گئی آپ نے فرمایا کہ اُس شخص کے کان مین شیطان نے
پیشاب کر دیا - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ شیطان کے پاس ایک سونگھنی اور ایک چٹنی اور ایک انجن ہی جب وہ کسی کو سونگھنی سونگھا دیتا
ہی تو اُسکی عادت بُری ہو جاتی ہی اور جسوقت چٹنی چٹاتا ہی اُسکی زبان تیز اور فحش ہو جاتی ہی اور جب انجن لگا دیتا ہی تو رات کو صبح تک سوتا رہتا
ہی اور فرمایا کہ دو رکعتین اگر بندہ پچھلی رات کے درمیان مین پڑھے تو اُسکے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہین اور اگر مین اپنی اُمت پر اُسکو مشکل نہ جانتا
تو البتہ اُن دونون رکعتون کو فرض کر دیتا - اور حدیث صحیح مین حضرت جابر رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - ان
من اللیل ساعۃ لا یوافقہا عبد مسلم یسأل اللہ تعالے فیہا خیراً الا اعطاہ ایاہ - اور ایک روایت مین یہ الفاظ ہین یسأل اللہ خیراً من امر
الدنیا والآخرۃ اعطاہ ایاہ وذلک فی کل لیلۃ اور مغیرہ بن شعبہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا کھڑے ہوتے
کہ آپ کے پاؤن پھٹ گئے لوگون نے عرض کیا کہ آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ بخشے گئے آپ [illegible] تکلیف کیون فرماتے ہین آپ نے فرمایا
کہ کیا مین بندۂ شکر گذار نہون - اسکے مضمون سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ جواب آپ کا [illegible] کنایہ ہی اسلیے کہ شکر باعث مزید نعمت
ہی چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہی لئن شکرتم لازیدنکم اور حضرت ابو ہریرہ رض کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اگر یہ چاہتے ہو کہ خدا تعالی کی رحمت تمپر زندہ رہنے
اور مردہ ہونے اور قبر مین رہنے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے کے حال مین رہے تو رات سے اُٹھکر نماز پڑھو اور اس نماز سے اپنے پروردگار کی
رضا چاہو ای ابو ہریرہ اپنے گھر کے کونون مین نماز پڑھو تمہارے گھر کا نور آسمان مین ایسا ہوگا جیسے چھوٹے اور بڑے ستارون کی روشنی
زمین کے باشندون کے پاس ہی - اور فرمایا کہ رات کی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لو کہ وہ تمسے پیشتر کے نیک بختون کا طریقہ ہی اور اُسمین یہ خوبیان
ہین کہ خدا تعالے کی نزدیکی اور گناہون کا دور ہونا اور بدن مین سے روگ کا دفع رہنا اور گناہون سے محترز رہنا اُس سے نصیب ہوتا ہی
اور فرمایا کہ جس شخص کی عادت رات کو نماز پڑھنے کی ہو اور نیند اُسکو غالب ہو جاوے اور نہ پڑھ سکے تو اُسکے لیے ثواب اُسکی نماز کا لکھا
جاویگا اور سونا اُسکو فائدہ مین رہا - اور حضرت ابو ذر رض کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سفر کا ارادہ کرتے ہو تو اُسکے لیے کچھ سامان کرتے ہو اُنہون
نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ پھر سفر طریق قیامت بے سامان کیسے ہوگا ای ابو ذر مین تجکو وہ بات بتا دون جو اُس روز تیرے کام آوے
اُنہون نے عرض کیا کہ فرمایئے قربان ہون آپ پر میرے مان باپ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کی شدت حرارت کے لیے ایک روز روزہ رکھ اور
رات کی تاریکی مین قبر کی وحشت کے واسطے دو رکعتین ادا کر اور بڑے بڑے امور کیلیے حج کر اور کچھ صدقہ کسی مسکین کو دے یا کوئی حق بات
کہدے یا کسی بُری بات سے سکوت کر - اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین کوئی شخص تھا کہ جب لوگ پڑکر سو جاتے
تو وہ اُٹھکر نماز پڑھتا اور قرآن کی تلاوت کرتا اور دعا مانگتا کہ ای دوزخ کے پروردگار مجکو اُس سے پناہ دے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین مذکور ہوئی آپنے فرمایا کہ جب وہ ایسا کرے مجھے خبر کرنا چنانچہ آپ تشریف لیگئے اور اپنے آپ اُسکی دعا سنی جب صبح ہوئی تو اُس سے
فرمایا کہ میان تو جنت خدا تعالے سے کیون نہین مانگتا اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا یہ رتبہ نہین اور نہ میرے عمل اس قابل ہین یہ کہکر
وہ تھوڑا ہی ٹھہرا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اُترے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اُس شخص سے کہدو کہ اللہ تعالے
نے اُسکو دوزخ سے پناہ دی اور جنت مین داخل کیا اور مروی ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا
کہ عبد اللہ بن عمر اچھے شخص ہین اگر رات کو نماز پڑھا کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رض سے حضرت جبرئیل علیہ السلام
کا مقولہ کہدیا اُنہون نے آیندہ سے رات کے جاگنے اور نماز کا التزام کر لیا چنانچہ نافع آپکے غلام کہتے ہین کہ آپ رات کو نماز پڑھتے اور مجھسے پوچھتے
کہ نافع سحر ہوگئی مین کہتا کہ نہین ہوئی پھر آپ نماز پڑھنے لگتے پھر فرماتے کہ نافع سحر ہوگئی مین کہتا کہ ہان تو آپ بیٹھکر استغفار پڑھتے رہتے یہانتک

کہ صبح صادق ہوجاتی - اور حضرت امام زین العابدین رضؓ سے مروی ہی کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے ایک روز جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی
اُس رات جو ورد معمولی پڑھا کرتے تھے اُس سے سو گئے یہان تک کہ صبح ہوگئی اللہ تعالیٰ نے اُنپر وحی بھیجی کہ اے یحییٰ کیا تمنے کوئی گھر میرے گھر سے
اچھا پالیا یا کوئی ہمسایہ میرے ہمسایہ سے بہتر تمکو ملگیا اے یحییٰ قسم ہی اپنی عزت کی اگر تو جنت کو ایک دفعہ بھی جھانک لے تو مارے اشتیاق کے
تیری چربی پگھل جائے اور تیری جان نکل جاوے اور اگر دوزخ کیطرف ایک مرتبہ جھانکے تو تیری چربی پگھلے اور آنسوؤن کی جگہ پیپ سے رووے اور
ٹاٹ کے عوض لوہا پہنے - اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص رات کو تو تہجد پڑھتا ہی اور صبح کو اُٹھکر چوری
کرتا ہی آپؐ نے فرمایا کہ رات کی نماز اُسکو اُسکے عمل سے روک دیگی - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس مرد پر کہ رات سے
اُٹھکر نماز پڑھے پھر اپنی بی بی کو جگاوے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر وہ نہ اُٹھے تو اُسکے منھ پر پانی چھڑک دے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس عورت پر
کہ رات سے اُٹھکر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگاوے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر نہ اُٹھے تو اُسکے منھ پر پانی کا چھینٹا دے اور ایک حدیث مین
ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو جاگے اور اپنی بی بی کو جگاوے اور دونون دوگانہ نماز ادا کرین تو خدائے تعالےٰ کے زیادہ تر ذاکرین اور
ذاکرات مین لکھے جاوینگے - اور فرمایا کہ فرض نمازکے بعد سب مین افضل نماز شب ہی اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو شخص اپنے ورد یا اُنمین سے کسی قدر سے رات کو سو جاوے پھر فجر اور ظہر کے درمیان مین اُسکو پڑھ لے تو اُسکے لیے ایسا ہی لکھا جاویگا
کہ گویا رات سے پڑھا ہی - اور آثار بھی اِس باب مین بہت ہین حضرت عمرؓ اپنے رات کے ورد مین کوئی آیت خوف کے مضمون کی پڑھتے
تو گر جاتے یہان تک کہ بہت دنون آپ کی عیادت کیجاتی جیسے بیمارون کی عیادت ہوتی ہی - اور حضرت ابن مسعودؓ جب لوگ سو جاتے تو
اُنکے پڑھنے کی آواز صبح تک مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سُنی جاتی اور کہتے ہین کہ ایک رات سفیان ثوریؒ نے کھانا پیٹ بھر کھایا پھر فرمایا
کہ گدھے کو جب گھاس زیادہ دیا جاتا ہی تو کام بھی زیادہ لیا جاتا ہی پس صبح تک عبادت کرتے رہے - اور طاؤسؒ جب اپنے بستر پر لیٹتے
تو ایسے اُچھلتے جیسے دانہ بھوننے کے وقت اُچھلتا ہی پھر اُچھلکر اُس سے علیحدہ ہوتے اور صبح تک نماز پڑھتے پھر فرماتے ع عابد کی نیند
یادِ جہنم مین اُڑ گئی ؟ - اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ ہم کوئی کام زیادہ سخت رات کی محنت اور اُس مال کے دینے سے نہین جانتے پھر
کسی نے اُنسے پوچھا کہ یہ کیا بات ہی کہ تہجد گزارون کے چہرے اور لوگون سے اچھے ہوتے ہین آپ نے فرمایا اسلیے کہ وہ لوگ اللہ تعالےٰ
کے ساتھ تنہا ہوتے ہین اسی لیے اللہ تعالیٰ اُنکو اپنے نور مین سے کسی قدر پہنا دیتا ہی اور کوئی نیک بخت اپنے کسی سفر سے پھر کر آئے اُنکے لیے
بستر بچھایا گیا اُسپر سو رہے یہان تک کہ اُنکا ورد شب کا فوت ہوگیا اُنھون نے قسم کھائی کہ آیندہ کو کبھی بستر پر نہ سوؤنگا - اور عبد العزیز ابن
ابی رواد رات گئے اپنے بستر کے پاس آتے اور اُسپر ہاتھ پھیر کر کہتے کہ تو نرم تو ہی مگر بخدا کہ جنت مین تجھسے بھی نرم تر ہی پھر ساری رات نماز
پڑھتے رہتے - اور فضیلؒ کا قول ہی کہ جب رات میرے سامنے آتی ہی تو اول اول اُسکی درازی سے مجھے خوف لگتا ہی مگر مین قرآن شروع
کر دیتا ہون تو اپنی حاجت پوری بھی نہین کرتا کہ صبح ہو جاتی ہی - اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہی تو اُسکے سبب سے
رات کے اُٹھنے سے محروم رہتا ہی اور فضیلؒ فرماتے ہین کہ جب تم سے رات کا جاگنا اور دن کو روزہ رکھنا نہو سکے تو جان لو کہ تم محروم ہو اور
تمھارے گناہ بہت ہوگئے ہین - اور صلہ بن اشیمؒ تمام رات نماز پڑھتے جب سحر ہوتی تو دعا کرتے کہ الٰہی مجھ جیسا شخص جنت کیسے طلب کرے
لیکن اپنی رحمت سے مجکو دوزخ سے پناہ دے - اور ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ مجھسے شب بیداری نہین ہوسکتی اُسنے کہا کہ بھائی دن کو
خدا تعالیٰ کی نافرمانی مت کر پھر شب بیداری نہ کرنے کا مضائقہ نہین - اور حسن بن صالح کے پاس ایک لونڈی تھی اُنھون نے ایک قوم کے
ہاتھ اُسکو بیچ ڈالا جب آدھی رات ہوئی وہ لونڈی اُٹھی اور کہا کہ اُٹھو گھر والو نماز پڑھو اُنھون نے کہا کیا صبح ہوگئی جو نماز پڑھین لونڈی نے کہا کیا
تم فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہین پڑھتے اُنھون نے کہا کہ نہین وہ لونڈی حسن کے پاس آئی اور کہا کہ آجانے من تمنے مجکو ایسے لوگون کے ہاتھ

ہیچ دیا ہو تہجد نہین پڑھتے مجکو واپس کر و چنانچہ اُنھون نے اُسکو ہٹا لیا اور دام پھیر دیے - اور ربیع کہتے ہین کہ مین امام شافعی رح کے مکان مین بہت
راتون سویا ہون مین نے دیکھا کہ آپ رات کو بہت تھوڑا سوتے تھے اور ابو الجویریہ کہتے ہین کہ مین حضرت امام ابی حنیفہ رح کے ساتھ
چھ مہینے رہا ہون اس عرصہ مین کوئی شب ایسی نہین ہوئی کہ آپ نے زمین پر اپنی کروٹ لگائی ہو - اور حضرت امام ابو حنیفہ رح کا دستور تھا کہ نصف شب
عبادت کیا کرتے تھے لیکن ایکبار کچھ لوگون کے پاس گذر ہوا تو انھون نے آپس مین ذکر کیا کہ یہ شخص تمام رات عبادت کرتا ہو آپ نے اپنے دل مین
کہا کہ میری صفت وہ بیان کرتے ہین جو مین کرتا نہین اسی لیے آیندہ کو تمام رات عبادت کرنے لگے اور کہتے ہین کہ رات کو آپ کے لیے کوئی بستر
نہ تھا اور کہتے ہین کہ مالک بن دینار رح نے ایک رات اس آیت کے پڑھنے مین صبح کر دی أم حسب الذين اجترحوا السيئات ان نجعلهم كالذين آمنوا وعملوا
الصالحات سواء محياهم ومماتهم ساء ما يحكمون - اور مغیرہ بن حبیب کہتے ہین کہ مین نے مالک بن دینار کو دیکھا کہ انھون نے بعد عشا کے وضو کیا پھر اپنی
جانماز پر کھڑے ہو کر اپنی ڈاڑھی پکڑی اور آنسو دون سے گلا رک گیا پھر یہ کہنا شروع کیا کہ الٰہی مالک کے بوڑھاپے کو دوزخ پر حرام کر دے الٰہی تجھے تو معلوم
ہو کہ جنت مین کون رہیگا اور دوزخ مین کون رہیگا تو مالک ان دونون فریقون مین سے کونسا ہو اور ان دونون گھرون مین سے مالک کا گھر
کونسا ہو اسی طرح صبح صادق ہونے تک کہتے رہے - اور مالک بن دینار کہتے ہین کہ ایک رات مین اپنا ورد بھول گیا اور سو رہا خواب مین دیکھا کہ ایک
عورت نہایت خوبصورت ہاتھ مین رقعہ لیے ہو اور مجھ سے کہتی ہو کہ تمکو اچھی طرح پڑھنا آتا ہو مین نے کہا کہ ہان اُسنے وہ رقعہ مجھے دیا دیکھا تو اُسمین اس
مضمون کا ایک قطعہ تھا قطعہ تحسین کیا لہو مین ڈالا لذائذ اور امانی نے + کہ جو یا نقش جو جنتی دل کے سفینے سے + بہار عمر دائم ہو نہین ہو موت جنت مین + ملو حورون
سے اور انکو لگاؤ اپنے سینے سے + اٹھو اب خواب غفلت سے کہ اس سونے سے بہتر ہو + تہجد مین ہو قرآن کی تلاوت کرتے رہنے سے + اور کہتے ہین کہ مسروق نے
حج کیا اور تمام سفر مین رات کو صرف سجدہ ہی کرنے مین بسر کر دی اور ازہر بن مغیث جو بڑے تہجد گزارون مین ہین کہتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک عورت کو
دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتون کے مشابہ نہ تھی مین نے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہو اُسنے کہا کہ مین حور ہون مین نے کہا کہ تو مجھ سے نکاح کر لے اُسنے کہا کہ
تو میرے مالک سے منگنی کا پیام کر اور میرا مہر دے مین نے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہو اُسنے کہا کہ بہت سا تہجد پڑھنا - اور یوسف بن مہران کہتے ہین کہ
مین نے سنا ہو کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ مرغ کی صورت کا ہو جسکے پنجے موتی کے اور خار سبز زبرجد کے ہین جب اول تہائی رات باقی ہو تو وہ اپنے
بازو پھٹپھٹا کر بانگ دیتا ہو اور کہتا ہو کہ جاگنے والے اٹھین اور جب آدھی رات گذرتی ہو تو بازو ہلا کر چیختا ہو اور کہتا ہو کہ تہجد پڑھنے والے اٹھین اور
جب دو تہائی شب گذرتی ہو تو دونون بازو بجا کر بولتا ہو کہ نماز پڑھنے والے اٹھین اور جب صبح صادق ہو جاتی ہو تو بازوون کو ایک دوسرے پر
مار کر آواز کرتا ہو کہ غافل لوگ اپنے اوپر اپنے گناہ لیے اٹھین - اور کہتے ہین کہ وہب بن منبہ یمانی نے تیس برس اپنا پہلو زمین پر نہین رکھا اور کہا کرتے
تھے کہ اگر مین اپنے مکان مین شیطان کو دیکھون تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہو کہ مین بستر دیکھون کیونکہ اسکو دیکھنے سے نیند آتی ہو اور انکے پاس
ایک چمڑے کا تکیہ تھا جب انکو نیند کا غلبہ ہوتا تو اپنا سینہ اُسپر رکھکر چند جھونکے سو لیتے پھر نماز مین لگ جاتے اور بعض اکابر کا قول ہو کہ مین نے پروردگار
جل شانہ کو خواب مین دیکھا اور سنا کہ یہ ارشاد فرماتا ہو کہ قسم ہو اپنی عزت اور جلال کی مین سلیمان تیمی کی خوابگاہ بہت بہتر کرونگا اُسنے میرے لیے چالیس برس
عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہو - اور کہتے ہین کہ سلیمان تیمی کا مذہب یہ تھا کہ جو نیند کا اختلاط عقل مین ہو جاوے تو وضو جاتا رہتا ہو اور
بعض کتب پیشین مین خداتعالیٰ کا ارشاد مذکور ہو کہ فرماتا ہو کہ میرا بندہ جو حقیقت مین میرا بندہ ہو وہ ہو کہ اپنے اٹھنے کے لیے مرغ کی آواز کا انتظار کرے
تیسرا بیان اُن اسباب کے ذکر مین جنسے رات کا اٹھنا سہل ہو - واضح ہو کہ رات کا اٹھنا خلق پر مشکل ہو مگر جن لوگون کو خداتعالیٰ توفیق دیتا ہو
کہ اُنکے سہل ہونے کی ظاہری اور باطنی شرطون کو بجا لاتے ہین انکو کچھ دشوار نہین اسواسطے جاننا چاہیے کہ ظاہری شرطین اسکے لیے چار ہین اول یہ
کہ کھانا بہت نہ کھاوے کیونکہ بہت کھانے سے پانی بہت پیویگا پھر نیند بہت آویگی اور اٹھنا بھاری پڑ جاویگا بعض مشائخ ہر شب دسترخوان پر
کھڑے ہو کر کہتے کہ اے گروہ مریدان بہت مت کھاؤ ورنہ پانی بہت پیوگے اور بہت سا سوؤگے پھر مرنے کے وقت بہت سا پچتاؤگے

اور معدہ کا غذا کی ثقالت سے ہلکا رہنا ایک بڑی اصل ہو دوم یہ کہ دن کو اپنے نفس پر ایسی مشقت کے کام نہ ڈالے جن سے اعضا چور ہو جاوین اور تھکے
سست پڑ جاوین کیونکہ اس وجہ سے بھی نیند آتی ہو سوم یہ کہ دن کو سونا نہ چھوڑے کہ رات کے اٹھنے کے لیے یہ سونا سنت ہو چہارم یہ کہ
دن کو بہت سے گناہ نہ کرے کیونکہ گناہون کا ارتکاب دل کو سخت کرتا ہو اور بندہ مین اور سامان رحمت مین حائل ہوتا ہو ایک شخص نے حضرت حسن رح
سے کہا کہ مین آرام سے سوتا ہوا ہون اور رات کے اٹھنے کو دوست رکھتا ہون اور وضو کا پانی تیار رکھتا ہون پھر مجھے کیا ہوا ہو کہ جاگتا نہیں آپنے
فرمایا کہ تیرے گناہون نے تجھے روک رکھا ہو - اور حضرت حسن رح جب بازار مین جا کر لوگون کی آواز اور بیکار باتین سنتے تو فرماتے کہ میری دانست مین
ان لوگون کی رات بری ہو کیونکہ یہ دن کو نہین سوتے اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ مین ایک گناہ کے عوض مین پانچ مہینے تک تہجد سے محروم رہا
لوگون نے پوچھا کہ وہ کونسا گناہ تھا فرمایا کہ مین نے ایک شخص کو روتے دیکھکر اپنے جی مین کہا کہ یہ ریاکار ہو - اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین کرز بن وبرہ
کے پاس گیا اسوقت وہ روتے تھے مین نے پوچھا کہ کیون کیا کوئی خبر مرگ آپ کے کسی عزیز کی آئی ہو فرمایا کہ اس سے بھی سخت بات ہو مین نے
کہا کہ آپ کے کہین درد ہو جو ایذا دیتا ہو فرمایا کہ اس سے بھی سخت ہو مین نے کہا کہ وہ کیا ہو فرمایا کہ میرا دروازہ بند ہو اور پردہ چھوٹا ہوا ہو اور
رات کا وظیفہ مین نے نہین پڑھا اور اسکی وجہ بجز اسکے نہین کہ مین نے کوئی گناہ کیا ہو اور یہ اسلیے کہ خیر نیکی کی طرف بلاتی ہو اور بدی شر کی طرف
داعی ہو اور یہ دونون اگرچہ تھوڑے ہی ہون تو بہت کی طرف کھینچتے ہین اور اسی وجہ سے ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہو کہ کسی شخص سے جماعت کی
نماز بدون کسی گناہ کے فوت نہین ہوتی - اور فرمایا کہ رات کو احتلام ہونا ایک سزا ہو اور جنابت کے معنی دوری کے ہین - اور بعض علما
فرماتے ہین کہ اے مسکین جب تو روزہ رکھے تو دیکھ کہ کس کے پاس افطار کرتا ہو اور کس چیز پر افطار کرتا ہو کیونکہ بندہ ایک ایسا لقمہ کھاتا ہو جس سے
اسکا دل پہلی حالت سے بدل جاتا ہو اور پھر حالت اصلی پر نہین لوٹتا - غرضکہ گناہ سب موجب سختی دل ہوتے ہین اور تہجد سے مانع ہین خصوص
حرام کی غذا کی تاثیر اسمین بہت ہو اور دل کی صفائی اور اسکو خیرات کی طرف جنبش دینے مین جسقدر حلال کا لقمہ اثر کرتا ہو اسقدر دوسری چیز
نہین کرتی اور اس بات کو جو لوگ دلون کے نگران ہین تجربہ اور شریعت کی شہادت سے جانتے ہین - اور یہین وجہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ بہت سے
لقمے ایسے ہین کہ تہجد کے مانع ہوتے ہین اور اکثر نگاہ ایسی ہین کہ سورت کے پڑھنے کے مانع ہین اور بندہ ایک غذا کھاتا ہو اور ایک کام کرتا ہو جس سے
برس روز کے تہجد سے محروم ہوجاتا ہو اور جس طرح کہ نماز فحش اور برائی سے روکتی ہو اسی طرح فحش اور برائی بھی نماز سے اور تمام خیر کے کامون سے
روکتی ہو اور ایک مجلس کے داروغہ نے ذکر کیا ہو کہ مین قیدخانہ کا کچھ اوپر تیس برس داروغہ رہا جو کوئی رات کو گرفتار ہو کر آتا مین اسکا
حال پوچھتا کہ اس نے نماز عشا جماعت سے پڑھی ہو یا نہین لوگ یہی کہتے کہ نہین پڑھی مین جان لیتا کہ یہی وجہ اسکی گرفتاری کی ہوئی - اس سے یہ معلوم
ہوتا ہو کہ طاعت کی برکت فحش اور برائی سے روکتی ہو اور یہ اسباب ظاہری تھے اسباب باطنی تہجد کے اٹھنے کے لیے چار ہین اول دل کا مسلمانون
سے کینے اور بدعتون اور ضروریات دنیاوی سے صاف ہونا اسلیے کہ جس شخص کا فکر دنیا کی تدبیر مین ڈوبا رہتا ہو اسکو رات کو اٹھنا نصیب نہین ہوتا
اور اگر اٹھتا بھی ہو تو نماز مین تامل نہین کرتا اپنے فکر و اندیشہ مین مبتلا رہتا ہو اور وہی وسوسے اسکے دل کو گھیرے رہتے ہین جیسے شیخ سعدی نے
لکھا ہو شعر شب چو عقد نماز بربندم * چہ خورد بامداد فرزندم دوم دل پر ہر وقت خوف کا غالب رہنا اور جینے کی توقع کم ہونی کیونکہ جب
آخرت کی ہولون اور دوزخ کے طبقات کو سوچیگا تو اسکی نیند اڑ جاویگی اور خوف بڑھیگا ویسا طاؤس رح کا قول ہو مصرع عابد کی نیند
یاد جہنم مین اڑ گئی ہو اور جیسے مروی ہو کہ ایک غلام صہیب نام بصرہ مین تھا تمام رات جاگا کرتا اسکی مالکہ نے اس سے کہا کہ تیرا رات بھر کا جاگنا دن کے
کام کرنے کو مضر ہو اسنے کہا کہ صہیب کو جب دوزخ کی یاد آتی ہو تو اسکو نیند نہین آتی اور ایک دوسری روایت مین ہو کہ غلام سے لوگون نے جبکہ وہ سوتا نہ تھا
اس سے کہا کہ رات بھر کیون جاگتا ہو اسنے جواب دیا کہ جب مین دوزخ کو یاد کرتا ہون تو مجکو خوف زیادہ لگتا ہو اور جب جنت کو یاد کرتا ہون تو
شوق زیادہ ہوتا ہو اسلیے سو نہین سکتا اور ذوالنون مصری رح نے ایک قطعہ اس مضمون کا فرمایا ہو قطعہ قرآن حول عاد ہو ...

مانع ہو شب مین اہل تلاوت کو خواب سے ✤ سمجھے ہین وہ کلام شہنشاہ اسلیے ✤ گردن جھکائے رہتے ہین اور دل کباب سے ✤ اور یہ بھی قطعہ اسی
مضمون کا ہو قطعہ خواب غفلت مین جو تو سوتا ہو سن اے غافل ✤ ایک دن خواب کی کثرت سے تجھے ہو حسرت ✤ تجکو معلوم نہین قبر مین مرنے
کے بعد ✤ سوتا تک تجھے سونے کی ملیگی فرصت ✤ پاگنا ہون کا ترے واسطے دان ہو بستر ✤ خیر کے کام ون کا پایا ہو دیگا فرش راحت ✤
یا تجھے موت کے شیخون سے ہو حاصل امن ✤ بڑی کثرت سے ہو ماموں یہ اسکی آفت ✤ اور حضرت ابن مبارک رحمۃ اس مضمون کا قطعہ فرمایا ہو
قطعہ شب کی تاریکی کی ہوتی ہو اٹھائی محنت ✤ صبح تک پھر تو عبادت ہی مین وہ ہوتے ہین ✤ خوف سے نیند آڑی اسلیے ہین شب بیدار ✤
امن دنیا مین ہو جن لوگون کو وہ سوتے ہین ✤ سوم یہ کہ ان آیات و اخبار و آثار سے جو رات کے جاگنے کی فضیلت مین مذکور ہوئے جاگنے کا
ثواب معلوم کرے اور اپنی توقع اور شوق ثواب کو مستحکم کرے تاکہ طلب مزید اور جنت کے درجات کی رغبت اس شوق سے جوش کرے چنانچہ
مروی ہو کہ کوئی بزرگ جہاد سے لوٹ کر اپنے گھر آئے انکی بی بی نے بستر تیار کیا اور انکی منتظر رہی وہ بزرگ مسجد مین جا کر صبح تک نماز پڑھتے رہے
صبح کو انکی بی بی نے انسے کہا کہ ہمکو مدت سے تمھارا انتظار تھا اب جو تم آئے تو صبح تک نماز پڑھتے رہے انھون نے کہا کہ مین جنت کی ایک حور
کے سوچ مین تھا رات بھر اسکے اشتیاق مین جاگتا رہا اور گھر اور بی بی کو بھول گیا۔ چہارم جو سب باعثون مین اشرف ہو وہ اللہ تعالے کی
محبت اور اس بات پر اعتقاد قوی کرنا ہو کہ عبادت مین جو حرف بولتا ہون اس سے اپنے پروردگار کے ساتھ مناجات کرتا ہون اور وہ میرے
حال پر مطلع ہو اور اسکے ساتھ جو کچھ دل مین خطرہ ہو اسکو مشاہدہ کرے اور جانے کہ یہ خطرے اللہ تعالے کی طرف سے میرے ساتھ خطاب کے
ہین پس جب اللہ تعالی سے محبت ہوگی تو اسکے ساتھ خلوت کو بھی پسند کریگا اور اس سے مناجات کرنے سے لذت پاویگا اور یہی لذت جیب
سے مناجات کی کثرت سے جاگنے کا باعث پڑیگی اور اس لذت کو کچھ بعید نہ جاننا چاہیے کیونکہ عقل اور نقل دونون اسکے شاہد ہین دلیل عقلی تو یہ ہو
کہ جو شخص دوسرے پر خوبصورتی کی جہت سے عاشق ہو یا بادشاہ کو اسکے انعام کی جہت سے چاہتا ہو اسکے حال کو تامل کرو کہ خلوت مین اپنے
محبوب کے ساتھ رہنے اور اسکی مناجات سے کیسی لذت پاتا ہو کہ نیند تک اسکو رات بھر نہین آتی۔ اب اگر یہ کہو کہ خوبصورت آدمی کو تو دیکھنے
سے لذت ہوا کرتی ہو خدا تعالی تو معلوم نہین ہوتا تو اسکا جواب یہ ہو کہ اگر محبوب شخص خوبصورت پردہ کی آڑ مین یا اندھیرے مکان مین ہو
تب بھی عاشق کو صرف اسکے پاس ہونے سے لذت ہوتی ہو اگرچہ اسکی طرف نہ دیکھے اور نہ اور کسی امر کی طمع ہو اور عاشق کو اسی مین مزہ ہو تا آنکہ
اپنی محبت اسکے سامنے بیان کردے اور اپنی زبان سے اسکا ذکر ایسی طرح کرے کہ معشوق بھی سنے کہ یہ میرا ذکر کرتا ہو گو اسکو عاشق کی یہ باتین
معلوم ہون مگر عاشق کو انہین مزہ ملتا ہو اب اگر یہ کہو کہ عاشق اپنے معشوق کے جواب کا منتظر رہتا ہو اور جب اسکا جواب سنتا ہو تو اس سے لذت
پاتا ہو اور اللہ تعالی کا کلام تو نہین سنتا اسمین کیسے لذت ہوگی تو اسکا جواب یہ ہو کہ اگر عاشق کو یہ معلوم ہوتا ہو کہ معشوق جواب نہین دیتا اور ساکت
چپ ہو رہتا ہو تب بھی اسکو اپنے حالات کہدینے اور مافی الضمیر کو پیش کردینے کی لذت ہی ہوتی ہو چنانچہ کسی کا شعر ہو بیت تغافل تو مرا بہ نہاد
از لطفت ✤ کہ این بہر کس و آن خاص از برای من ست ✤ اور اہل یقین کو جو اثنائے مناجات مین دل پر کیفیتین وارد ہوتی ہین وہ انکو خدا تعالے
کی طرف سے سمجھتے ہین اور انسے لذت پاتے ہین جیسے کوئی بادشاہ کے پاس خلوت مین ہو کر رات کے وقت اپنی حاجتین اس سے کہے اور
اسکے انعام کی توقع سے لذت پاوے اور چونکہ اللہ تعالی سے توقع رکھنی زیادہ سچی ہو اور جو چیز اسکے پاس ہو وہ دوسرون کے پاس کی چیز سے
زیادہ تر پائدار اور مفید ہو تو پھر اپنی حاجتون کو اسپر پیش کرنے سے خلوت مین لذت کیسے نہوگی اور دلیل نقلی اس لذت کی یہ ہو کہ شب بیدار
اپنے رات کے جاگنے سے لذت پاتے ہین اور اسی وجہ سے رات کو کوتاہ جانتے ہین جیسے عاشق شب وصل کو کوتاہ سمجھتے ہین چنانچہ کسی شب بیدار
سے پوچھا کہ رات کو آپکا کیا حال رہتا ہو انھون نے کہا کہ مین نے تو اس بات کا کبھی لحاظ نہین کیا کیونکہ رات مجھے اپنی صورت دکھاتی ہو
اور ڈھلی جاتی ہو مین سر اٹھاتے بھی نہین پاتا کہ رات ہو۔ اور دوسرے شب بیدار نے فرمایا ہو کہ مین اور رات گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہین

کہ کبھی صبح تک مجھ سے آگے نکل جاتی ہی اور کبھی مجکو فکر سے علیحدہ کر دیتی ہی - اور ایک اور شخص سے پوچھا گیا کہ رات تمپر کس کیفیت سے ہوتی ہی
انھون نے فرمایا کہ ایک گھنٹہ کی شب ہوتی ہی جسمین میری دو حالتین ہوتی ہین کہ جب اندھیرا آتا دیکھتا ہون تو خوش ہوتا ہون ابھی یہ خوشی
پوری نہین ہوتی کہ صبح ہوجانے کا غم کرتا ہون - اور علی بن بکار کہتے ہین کہ چالیس برس سے مجھے اور کسی چیز کا غم نہین بجز صبح ہوجانے کے
کہ ایک دم کے دم مین صبح ہوجاتی ہی - اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ جب آفتاب ڈوبتا ہی تو مین خوش ہوتا ہون کہ اپنے پروردگار سے
خلوت نصیب ہوگی اور جب آفتاب نکلتا ہی تو رنج کرتا ہون کہ لوگ میرے پاس آوینگے - اور ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ شب بیدارونکو
رات مین زیادہ مزا ہی بہ نسبت اہل لہو کے اپنے لہو مین رہنے کے اور اگر رات نہوتی تو مین ہرگز دنیا مین رہنا پسند نہ کرتا اور یہ بھی انھین کا
ارشاد ہی کہ اگر بالفرض اللہ تعالی شب بیدارون کو انکے اعمال کے ثواب کے عوض وہ لذت عنایت فرماوے جو انکو شب بیداری مین
ہوا کرتی ہی تو انکے اعمال کے ثواب سے یہ لذت زیادہ ہو - اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ دنیا مین کوئی ایسا وقت نہین جو اہل جنت کے
عزت کے مشابہ ہو مگر ہان جو مناجات کی حلاوت کہ رات کو عاجزی والون کے دلون مین ہوتی ہی وہ البتہ جنت کی نعمتون کے مشابہ ہی -
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مناجات کی لذت دنیا مین سے نہین بلکہ وہ جنت کی چیز ہی کہ اللہ تعالی نے اسکو اپنے دوستون کے لیے ظاہر کیا ہی
اور انکے سوا دوسرے کو وہ نصیب نہین ہوتی - اور ابن منکدر فرماتے ہین کہ دنیا کی لذتون مین سے تین باقی ہین اول رات کا جاگنا دوم
بھائیون سے ملنا سوم جماعت مین نماز پڑھنا - اور ایک عارف فرماتے ہین کہ اللہ تعالی سحر کے وقت مین شب بیدارون کے دلون کی طرف
نظر کرتا ہی اور انکو نور سے بھر دیتا ہی تو فوائد انکے دلون پر اترکر روشن ہوتے ہین پھر انکے دلون سے نور زائد غافلون کے دلون کی طرف پھیلتا ہی
اور کسی عالم قدیم کا قول ہی کہ اللہ تعالی نے کسی صدیق کو وحی بھیجی کہ میرے بندون مین سے کچھ لوگ ایسے ہین کہ وہ مجھ سے محبت رکھتے ہین اور
مین انسے اور وہ میرے مشتاق ہین اور مین انکا اور وہ میرا ذکر کرتے ہین اور مین انکا اور وہ میری طرف دیکھتے ہین اور مین انکی طرف بس اگر تو انکے
طریقہ کے مطابق عمل کریگا تو مین تجکو دوست رکھونگا اور اگر تو انسے منحرف ہوگا تو تجپر نہایت درجہ کو خفا ہونگا اس صدیق نے عرض کیا کہ
الہی ان بندون کی پہچان کیا ہی فرمایا کہ دن کو تو سایہ کی تاک ایسی رکھتے ہین جیسے چرواہا بھیڑ کی تاک رکھتا ہی اور دن ڈوبنے پر ایسے لوٹتے ہین
جیسے پرندے اپنے گھونسلے پر لوٹتا ہی جب اندھیری رات آجاتی ہی اور اندھیرا کھلجاتا ہی اور ہر ایک دوست اپنے دوست کے ساتھ تنہا ہوتا ہی تو وہ لوگ اپنے
پاؤن میرے لیے کھڑے کرتے ہین اور چہرون کو میرے سامنے زمین پر رکھتے ہین اور میرے کلام سے میرے ساتھ مناجات کرتے ہین اور میرے
انعام کے واسطے میرے سامنے خوشامد کرتے ہین اسوقت کوئی چیختا ہی کوئی روتا ہی کوئی آہ کرتا ہی کوئی دم شکایت بھرتا ہی جو کچھ وہ میرے لیے
مشقتین اٹھاتے ہین وہ میری آنکھون مین ہی اور جو کچھ میری محبت مین محنت کے شاکی ہین وہ مین سب سنتا ہون میری اول عطا انکو یہ ہی کہ
اپنا کچھ نور انکے دلون مین ڈال دیتا ہون تو وہ میرا حال بتاتے ہین جیسے مین انکا حال بتاتا ہون اور دوسری عطا میری یہ ہی کہ اگر ساتون آسمان اور
ساتون زمینین اور انکے درمیان کی چیزین انکے مقابل مین ہون تو مین ان سب کو انکے سامنے کم جانون اور تیسری عطا یہ ہی کہ مین اپنے
چہرے سے انکی طرف متوجہ ہوتا ہون تو بتاؤ کہ جسکی طرف مین ایسی طرح متوجہ ہون کوئی جان سکتا ہی کہ مین اسکو کیا دیا چاہتا ہون - اور مالک
بن دینار رح فرماتے ہین کہ جب رات سے اٹھکر آدمی تہجد پڑھتا ہی تو اللہ تعالی اس سے قریب ہوجاتا ہی - اور اکابر سلف جو نرمی اور حلاوت
اور انوار اپنے دلون مین پاتے تھے تو اسکی وجہ یہی جانتے تھے کہ دل کو نزدیکی پروردگار کی ہوتی ہی اور اس امر کا ایک بھید اور تحقیق ہی باب محبت
مین اسکا بیان اشارۃ آویگا - اور مروی ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ اے میرے بندے مین تیرے دل کے پاس ہوگیا اور تو نے میرا نور غیب مین دیکھا
اور کسی مرید نے اپنے استاد سے شکایت کی کہ مین رات بھر جاگتا ہون کوئی تدبیر ایسی فرمائیے کہ نیند آجاوے استاد نے فرمایا کہ بیٹا رات اور دن مین
اللہ تعالی کی رحمت کی لپٹین ہوا کرتی ہین بیدارون کو لگتی ہین سوتے دلون کو نہین پہنچتی ان لپٹون کے لگنے کی تدبیر کر مرید نے کہا کہ استاد

خوب تدبیر بتائی کہ دن کو سوؤن نہ رات کو- جاننا چاہیے کہ ان لیٹون کی توقع رات کو زیادہ ہی اسلیے کہ رات کے جاگنے مین دل کی صفائی اور دوسرے کامون سے علیحدگی ہوتی ہی اور حدیث صحیح مین حضرت جابرؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات مین ایک ایسی ساعت ہی کہ جو بندۂ مسلمان اُسکو پاتا ہی اور اُسمین اللہ تعالی سے بہتری طلب کرتا ہی اللہ تعالی اُسکو عنایت ہی کرتا ہی- اور ایک روایت مین ہی کہ بہتری امر دنیا اور دین کا طالب ہو تو اُسکو وے دیتا ہی اور یہ بات ہر شب مین ہی- اور شب بیدارون کی غرض یہی ساعت ہی اور وہ تمام شب مین معین نہین کہ کس وقت ہی جیسے شب قدر رمضان کے مہینہ مین اور جمعہ کے دن کی ساعت معلوم نہین اور رحمت کی لپٹون کی ساعت وہی ہی واللہ اعلم

چوتھا بیان شب کے حصون کی تقسیم کے بیان مین- جاننا چاہیے کہ رات کا جاگنا مقدار کے اعتبار سے سات طرح پر ہی اول یہ کہ تمام شب جاگے یہ طور تو ایسے زبردست لوگون کا ہی جو خاص خدا تعالی کی عبادت کے لیے ہو رہے ہین اور اُسکی مناجات سے لذت پاتے ہین اور شب بیداری اُنکی غذا اور اُنکے دلون کی جان ہوگئی ہی اسی جہت سے وہ کثرت بیداری سے نہین تھکتے اور سونا دن کو مقرر کیا ہی جس وقت لوگ کام کاج مین ہون پہلے اکابر مین سے کچھ لوگون کا دستور ایسا ہی تھا وہ لوگ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے ابوطالب مکی نے بیان کیا ہی کہ یہ بات بر سبیل تواتر و اشتہار چالیس تابعینون سے منقول ہی اور اُنمین بعض ایسے بھی تھے کہ چالیس برس تک اس امر پر مداومت کی مثلاً سعید بن المسیب اور صفوان بن سلیم مدینۂ منورہ کے اور فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد مکہ معظمہ کے اور طاؤس اور وہب بن منبہ یمن کے اور ربیع بن خیثم اور حکم کوفہ کے اور ابو سلیمان دارانی اور علی بن بکار شام کے اور ابو عبد اللہ خواص اور ابو عاصم عبادی بنی مختلف قبیلون کے اور حبیب ابو محمد اور ابو جابر سلمانی فارس کے اور مالک بن دینار اور سلیمان تیمی اور یزید رقاشی اور حبیب بن ثابت اور یحیی گریہ کنندہ بصرہ کے اور کہمس بن منہال جو ایک مہینہ مین نوے ختم قرآن مجید کے کرتے اور جو آیت نہ سمجھتے تو رجوع کرتے اور دوبارہ پڑھتے اور مدینۂ منورہ کے باشندون مین سے ابو حازم اور محمد بن منکدر بھی ایسے ہی تھے اور اُنکے سوا اور تھے جنکا شمار بہت ہی دوم یہ کہ نصف شب جاگے اس قسم کے لوگ سلف مین بیشمار ہین جنھون نے نصف شب کے جاگنے پر مواظبت کی ہی اور اس باب مین عمدہ طریق یہ ہی کہ شب کی اول تہائی اور پچھلا چھٹا حصہ سونے مین بسر کرے تاکہ عبادت اور جاگنا شب کے درمیان بیچا بیچ مین ہووے کہ یہ صورت افضل ہی سوم یہ کہ تہائی شب جاگے اس صورت مین نصف شب اول اور چھٹا حصہ پچھلی شب مین سووے حاصل یہ کہ آخر شب مین سونا اچھا ہی اس وجہ سے کہ اس سے صبح کو اونگھ نہین آتی اکابر سلف صبح مین اونگھنے کو مکروہ جانتے تھے دوسرا فائدہ یہ ہی کہ آخر شب مین سونے سے چہرے پر زردی کم آتی ہی اور انگشت نمائی کم ہوتی ہی پس اگر اکثر شب جاگے اور سحر کو سو رہے تو زردی چہرہ بھی کم ہوگی اور اونگھ بھی تھوڑی ہوگی حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب آخر شب مین وتر پڑھ چکتے تو اگر آپ کو حاجت اپنی ازواج کی ہوتی تب اُنسے قربت فرماتے ورنہ جانماز پر لیٹ جاتے یہان تک کہ بلالؓ آپکو نماز کی اطلاع دیتے- اور یہ بھی حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی سحر کے وقت جب دیکھا ہی سوتے ہی پایا ہی- بعض اکابر سلف نے کہ اُنمین سے ابو ہریرہ رضہ بھی ہین فرمایا ہی کہ یہ لیٹنا صبح سے کچھ پہلے سنت ہی- اور اُسوقت کا سونا مکاشفہ اور مشاہدہ کا سبب ہی کہ غیب کے پردون کے پیچھے سے اہل دل کو ہوا کرتا ہی- اور ایک یہ بھی اس سے فائدہ ہی کہ اتنے آرام ملنے سے دن کے وظائف مین سے اول وظیفہ پر مدد ملتی ہی- اور حضرت داؤد علیہ السلام اسطرح رات کو جاگتے کہ پچھلی نصف شب مین سے تہائی جاگتے اور چھٹا حصہ پچھلی شب کا سوتے چہارم یہ کہ رات کا چھٹا حصہ یا پانچوان حصہ جاگے اسکے لیے افضل یہ ہی کہ نصف آخر شب مین ہو اور بعضون نے کہا ہی کہ رات کا پچھلا چھٹا حصہ جاگے پنجم یہ کہ جاگنے کا کچھ اندازہ نہ ہو کیونکہ مقدار شب ٹھیک ٹھیک یا تو نبی کو وحی کی جہت سے معلوم ہو سکتی ہی یا اُس شخص کو جو ہیئت جانتا ہو اور چاند کی منزلین پہچانتا ہو اور ایک آدمی کو اُسکے دیکھنے کے لیے مقرر کردے کہ جب اُس مقام پر چاند ہو تو جگانا تو اسمین بھی یہ دقت ہی کہ ابر کی راتون مین کھٹکا پڑیگی

لہذا ایسے جاگنے کے لیے مناسب یہ ہی کہ اول شب مین اتنا جاگے کہ اسکو نیند آجاوے پھر جب آنکھ کھلے تب اُٹھکر عبادت کرے اور جب نیند کا
غلبہ ہو تو سو رہے اس صورت مین ایک شب مین دوبار سونا اور دوبارہ جاگنا ہوگا اور رات کی محنت اٹھانی اسی کا نام ہی اور سب اعمال
سے سخت اور افضل یہی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک بھی یہی تھی اور حضرت ابن عمرؓ اور دوسرے اولوالعزم صحابہ
اور بہت سے تابعینوں کا طریق یہی تھا - اور بعض سلف کے اکابر فرمایا کرتے کہ سونا اول ہی بار کا ہی اگر مین جاگ کر پھر سو رہون تو خدا تعالیٰ
میری آنکھ کو کبھی نہ سلاوے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاگنا مقدار کے اعتبار سے ایک نہج پر نہ تھا کبھی آپ نصف شب جاگتے کبھی
تہائی کبھی دو تہائی کبھی چھٹا حصہ اور سال کی تمام راتون مین اسطرح مختلف طور ہوتا چنانچہ سورہ مزمل مین دو جگہ ارشاد خداوندی سے
یہ بات معلوم ہوتی ہی مثلاً فرمایا ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ - دو تہائی سے قریب گویا ایک نصف اور ربع ہوا ان
حصہ بس اگر نصفہ اور ثلثہ کو کسرہ دیا جاوے تو نصف اور ثلث دو تہائی کا مراد ہوگا اور تہائی اور چھ تہائی سے قریب ہوجاویگا اور اگر نصب
دیا جاوے تو نصف اللیل اور اُسکا سوم حصہ مراد ہوگا - اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت اُٹھا کرتے تھے
کہ جب آواز مرغ کی سنتے تھے اسمین حساب سے چھٹا حصہ شب کا اور اُس سے کم ہوتا ہی - اور ایک صحابی سے مروی ہی کہ مین نے سفر مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب کو خوب دیکھا ہی آپ بعد عشا کے تھوڑا سا سو رہے پھر جاگے اور آسمان کے کنارون کو دیکھکر فرمایا ربنا ما خلقت
ہذا باطلاً یہان تک کہ انک لا تخلف المیعاد تک پہونچ گئے پھر اپنے بستر مین سے ایک مسواک کھینچی اور مسواک کرکے وضو کیا اور نماز پڑھی
یہان تک کہ میری دانست مین اُسقدر عرصہ ہوگیا جسقدر کہ آپ سوئے تھے پھر آپ لیٹ رہے حتیٰ کہ مین نے کہا کہ جس قدر آپ نے نماز
پڑھی تھی اُسی قدر سوئے پھر آپ جاگے اور جو اول بار آیت پڑھی تھی وہی اس بار پڑھی اور جو کچھ پہلے کیا تھا وہی اس دفعہ کیا - ششم جو
کمتر مقدار جاگنے کی ہی یہ ہی کہ بقدر چار رکعتون یا دو رکعتون کے جاگے یا یہ کہ وضو کرنا دشوار ہو تو قبلہ رخ ایک ساعت ذکر و دعا مین مشغول
ہوکر بیٹھے تو یہ شخص بفضلہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے تہجد گزارون کے زمرہ مین لکھا جاویگا - اور ایک اثر مین آیا ہی کہ رات کو نماز پڑھ
اگرچہ مقدار بکری کے دودھ نکالنے کے ہو غرضکہ تقسیم شب کے یہ طریق ہین طالب آخرت اُنمین سے جو لیئے اور آسان دیکھے اُسکو اختیار کرلے
ہفتم یہ کہ جس صورت مین رات کے ٹھیک درمیان مین اُٹھنا دشوار ہو تو چاہیے کہ مغرب اور عشا کے درمیان کیوقت کو اور عشا کے بعد کے
وقت کو عبادت سے خالی نہ چھوڑے پھر صبح صادق سے پیشتر سحر کے وقت اُٹھ کھڑا ہو ایسا نہو کہ صبح صادق سونے کی حالت مین ہوجاوے
تو اس صورت مین رات کی دونون طرفون مین جاگنا اور عبادت ہوجاویگی اور چونکہ مقدار شب کی طرف اس بیان مین لحاظ تھا تو ان
مراتب کی ترتیب موافق وقت کی زیادتی اور کمی کے ہی لیکن پانچوین اور ساتوین طریق مین مقدار کی طرف لحاظ نہین کیا گیا اس لیے
اُنکا حال آگے پیچھے ہوجانے مین ترتیب مذکورہ سابق کی طرح نہین کیونکہ ساتوان مثلاً اُس وقت سے کم نہین جو ہم چھٹے طریق مین لکھ آئے ہین
اور نہ پانچوان طریق چوتھے کی نسبت کر کم ہی

پانچوان بیان برس مین جتنے دن اور جتنی راتین عمدہ ہین اُنکے ذکر مین - واضح ہو کہ جو راتین کہ فضیلت اُنمین زیادہ ہی اور اُنمین جاگنا
اور عبادت کرنا بتاکید مستحب ہی وہ برس مین پندرہ راتین ہین طالب آخرت کو اُنسے غافل نہونا چاہیے کہ وہ راتین خیر کی اوقات اور تجارت
کی جگہین ہین اور جس صورت مین کہ تاجر موسم سے غافل رہیگا تو اُسکو فائدہ نہ ملیگا اور جب طالب عمدہ اوقات سے بےخبر ہوگا تو فلاح نہ پاویگا
ان پندرہ کی تفصیل یہ ہی کہ چھ راتین ماہ رمضان المبارک مین ہین پانچ تو اخیر عشرہ کی طاق راتین یعنی ۲۱ اور ۲۳ اور ۲۵ اور ۲۷ اور ۲۹
اس جہت سے کہ اُنمین شب قدر تلاش کیجاتی ہی اور ایک سترھوین شب رمضان ہی کہ جسکی صبح کو یوم الفرقان اور یوم التقی الجمعان ہوا اسی روز
مین جنگ بدر ہوئی اور ابن الزبیر رض نے فرمایا ہی کہ یہ رات شب قدر ہی اور باقی نو راتین یہ ہین اول ماہ محرم کی پہلی شب دوم شب عاشورا

سوم اول شب ماہ رجب چہارم پندرھوین شب ماہ مذکور پنجم ستائیسوین شب ماہ مسطور جو شب معراج ہی اور اس شب مین ایک نماز بھی منقول وارد ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اس رات مین عمل نیک کرے اسکو سو برس کی نیکیان ملینگی پس جو شخص اس رات مین بارہ رکعتین پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد اور قرآن کی ایک سورت پڑھے اور دو دو رکعتون کے بعد التحیات پڑھتا جاوے اور سلام سب رکعتون کے بعد پھیرے پھر سو دفعہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور سو بار استغفار پڑھے اور سو دفعہ درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے اور اپنے لیے دین و دنیا کے امور مین سے جو چاہے دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالی اسکی دعا مقبول فرماویگا بشرطیکہ دعا گناہ کے باب مین نہو ششم پندرھوین شب ماہ شعبان کی اسمین سو رکعتین ہین ہر رکعت مین الحمد کے بعد سورۂ اخلاص دس مرتبے پڑھے اکابر سلف اس نماز کو ترک نہ کرتے تھے چنانچہ نفل نماز کے ذکر مین ہم اسکو لکھ آئے ہین ہفتم شب عرفہ ہشتم و نہم عیدین کی راتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص عیدین کی دونون راتون مین عبادت کرے اسکا دل نہ مریگا جس روز کہ دل مرینگے۔ اور برس کے دنون مین عمدہ دن انیس ۱۹ ہین جنمین وظائف کا پیا پے پڑھنا مستحب ہی پہلا عرفہ دوم عاشورا تیسرا ستائیسوان دن رجب کا جو بہت بڑا شرف رکھتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص ستائیسوین تاریخ رجب کو روزہ رکھے اسکے لیے اللہ تعالی ساٹھ مہینے کے روزے لکھ دیتا ہی اور یہ وہ روز ہی جسمین حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لیکر اترے تھے چوتھا سترھوان دن رمضان مبارک کا جو بدر کی لڑائی کا دن ہی پانچوان پندرھوان روز شعبان کا چھٹا جمعہ کا روز ساتوان عید کا روز اور دس دن ذیحجہ کے جو ایام معلومات کہلاتے ہین اور چونکہ عرفہ پہلے گذر چکا تو یہ نو روز رہے اور تین دن ایام تشریق یعنی گیارھوین بارھوین تیرھوین ذیحجہ کی جنکو ایام معدودات کہتے ہین اور حضرت انس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جب جمعہ اچھی طرح گذرتا ہی تو سب دن اچھے گذرتے ہین اور رجب ماہ رمضان سلامت رہتا ہی تو تمام سال سلامت رہتا ہی۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہی کہ جو شخص دنیا مین پانچ روز اپنی لذتون مین رہیگا وہ آخرت مین لذت نہ پاویگا اور ان پانچ روز دن سے انکی مراد دو روز عید کے اور ایک جمعہ اور ایک عرفہ اور ایک عاشورا ہی اور ہفتہ کے دنون مین سے بہتر روز پنجشنبہ اور دوشنبہ ہی جنمین اعمال خداوند تعالی کی طرف اٹھائے جاتے ہین اور روزہ رکھنے کے لیے جو مہینے اور دن اچھے ہین انکی فضیلت ہم باب الصوم مین لکھ آئے ہین اب دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہین واللہ اعلم

جلد اول احیاء العلوم کی خدائے تعالی کی عنایت سے پوری ہوئی اسکے بعد دوسری جلد آتی ہی اور اسکا شروع کھانے کے آداب سے کرینگے

بعون اللہ تعالی وحسن توفیقہ والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد المصطفی و علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ ائمۃ الہدی

خاتمۃ الطبع از مولوی سلیم احمد سلمہ اللہ

الحمد للہ والمنہ کہ کتاب مستطاب احیاء العلوم مصنفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے جلد اول کا نفیس ترجمہ مذاق العارفین مترجمہ مولانا العلامۃ محمد حسن نانوتوی رحمہ اللہ ماہ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۱۸۹۸ عیسوی مین مطبع منشی نولکشور صاحب مین بہزاران خوبی طبع ہوا

رجسٹرڈ نمبر ۵۰